نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

HAZRAT

KHALID BIN WALEED

حضرت

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

اللہ کی تلوار

صادق حسین صدیقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے

بسم الله الرحمن الرحيم

In the Name of Allah, Most Gracious, Most Merciful





نام کتاب	:	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (اللہ کی تلوار)
مصنف	:	صادق حسین صدیقی سردھنوی
نظر ثانی	:	محمد لطیف شاہین
ترتیب وتخریج	:	نوید احمد ربانی
پروف ریڈنگ	:	سیّد عرفان عرقی
تزئین واہتمام	:	شاہد حمید۔ ولی اللہ
پکچرز ایڈیٹنگ	:	گگن شاہد۔ امر شاہد
سرورق	:	محمد شکیل طلعت
مطبع	:	زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

اِلتماس: اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتاب کی تصنیف، پروف ریڈنگ، پکچرز ایڈیٹنگ، طباعت، تصحیح اور جلد بندی میں انتہائی احتیاط کی گئی ہے۔ تاہم غلطی کا احتمال بہرحال باقی رہتا ہے۔ بشر ہونے کے ناطے اگر سہواً غلطی رہ گئی ہو یا صفحات درست نہ ہوں تو ناشر، پروف ریڈرز اور طابع ہر قسم کے سہو پر اللہ غفور الرحیم سے عفو وکرم کے خواستگار ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ کتاب میں اگر کہیں بھی غلطی یا خامی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درستگی عمل میں لائی جا سکے۔ ادارہ "بک کارنرز جہلم" کے متعلقین اپنے کرم فرماؤں کے تعاون کیلئے بے حد شکر گزار ہیں۔ (ناشر)

بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977
فیکس نمبر 0544-621953
موبائل 0323-5777931
موبائل 0321-5440882

ویب سائٹ www.bookcorner.com.pk ای میل info@bookcorner.com.pk

"خالد تیری عقل و دانش اور فہم و فراست کی بنا پر مجھے بہت اُمید تھی کہ تم ایک نہ ایک دِن ضرور اسلام قبول کر لو گے۔"

(ارشادِ نبوی ﷺ)

خالد بن الولید رضی اللہ عنہ

اہل کفار سے 125 ناقابل شکست جنگیں لڑنے والے تاریخ اسلام کے نامور فرزند،
عظیم المرتبت مجاہد، سپہ سالار اور اللہ تعالیٰ کی ناقابل شکست تلوار کی داستان
جو اللہ نے مشرکین اور کفار کیلئے بے نیام کر دی تھی



مصنف
صادق حسین صدیقی

بلحجز ایڈیٹنگ
گلن شاہد۔ امر شاہد

اللہ کی تلوار

اسلامی تاریخ کے اولوالعزم شمشیر آزما اور عبقری صفت جرنیل

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے 125 کے قریب جنگوں میں حصہ لیا اور کسی میں بھی شکست نہ کھائی۔ وہ پیدائشی جنگجو تھے۔ انہوں نے عربوں کے لئے جن علاقوں کو فتح کیا وہ اب بھی ان کے پاس ہیں۔ جبکہ باقی عالمی فاتحین سکندر، نپولین، چنگیز خان، تیمور اور ہٹلر نے جو علاقے فتح کیے وہ ان کی زندگی میں ہی یا بعد میں ان سے چھن گئے۔

(بحوالہ وکی پیڈیا، انٹرنیٹ انسائیکلوپیڈیا)

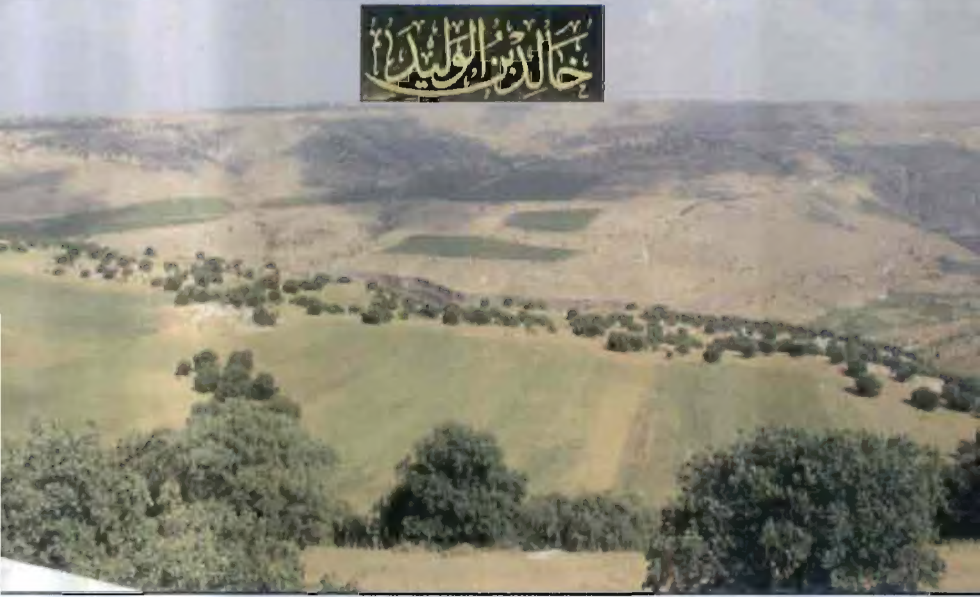




حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرقی جانب، چھٹے دروازے کے سامنے واقع تھا۔ جنوبی جانب حضرت جبلہ انصاری رضی اللہ عنہ اور شمالی جانب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مکانات منہدم کر کے ان کی جگہ پر قاضی کمال الدین ابوالفضل محمد بن عبداللہ بن قاسم شہرزوری نے ایک مسافر خانہ بنوا دیا جو صرف مردوں کیلئے مخصوص تھا (جبکہ عورتوں کیلئے ایک علیحدہ قیام گاہ تھی، جسے حضرت جبلہ انصاری رضی اللہ عنہ کی زمین پر انہی قاضی کمال الدین نے بنوایا تھا)۔ یہ مسافر خانہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہوا اور ابھی ماضی قریب تک ''رباط خالد'' کے نام سے جانا جاتا تھا، مگر عبدالقدوس انصاری رحمہ اللہ ''آثار المدینۃ المنورۃ'' میں لکھتے ہیں کہ ''مدینہ منورہ کے شرعی امور کے محکمہ نے مؤرخہ ١١ ربیع الثانی ١٣١١ھ کو ایک فرمان جاری کر کے اس مسافر خانہ کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدام اور حجرۂ شریفہ کے چوکیداروں کے مخصوص اوقاف میں شامل کر دیا۔ حکومت سعودیہ کی پہلی توسیع کے دوران اسے منہدم کر کے مشرقی شاہراہ میں شامل کر دیا گیا۔'' اس کا محل وقوع قدیم ''باب ملک عبدالعزیز'' کے قریب تھا، اسی وجہ سے یہ دروازہ پہلے ''باب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ'' ہی سے موسوم تھا۔ اب دوسری توسیع کے بعد دار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی یہ زمین مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہو گئی ہے۔

(بحوالہ: تاریخ المدینۃ المنورۃ، وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ ﷺ، عمدۃ الأخبار، آثار المدینۃ المنورۃ، توسعۃ الحرم النبوی)



مقام جنگِ یرموک (اُردن)

جہاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھائے

اور مسلمانوں کو رومیوں کے مقابلہ میں فتح حاصل ہوئی





جبل الرماۃ
(تیراندازوں کا پہاڑ)

مدینہ منورہ میں وادیٔ قناۃ کے کنارے اور شہدائے اُحد کی جنوبی طرف چھوٹا سا پہاڑ جسے ''جبل الرماۃ'' کہا جاتا ہے۔ غزوۂ اُحد کے روز نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس تیراندازوں کے دستے کو اس پہاڑ پر متعین کیا اور یہ حکم دیا:

''تم اپنی جگہ جمے رہنا اور وہاں سے مت ہلنا، اگر تم یہ دیکھو کہ ہم دشمن کو شکست دے کر ان کا پیچھا کرتے ہوئے ان کے پڑاؤ میں داخل ہو گئے ہیں تب بھی تم اپنی جگہ مت چھوڑنا اور اگر تم ہمیں قتل ہوتے دیکھو تو بھی ہماری مدد کو مت آنا اور نہ ہی دشمن کو پیچھے دھکیلنے کیلئے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا بلکہ ان کو تیراندازی سے ہی روکنا، کیونکہ گھوڑ سوار لشکر کو تیروں ہی کی بوچھاڑ سے روکا جا سکتا ہے، جب تک تم اپنی جگہ جمے رہو گے ہم دشمن پر غالب رہیں گے، اے اللہ! میں تجھے ان پر گواہ بناتا ہوں۔''

لیکن جبل الرماۃ کے مقام پر جہاں حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو جمے رہنے کیلئے کہا تھا، اُس تیرانداز دستے نے جب کفار کو بھاگتے دیکھا تو وہ ان کا پیچھا کر کے مال غنیمت جمع کرنے لگے۔ دوسری جانب جب (قبولِ اسلام سے قبل) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ جبل الرماۃ کا مقام خالی ہو چکا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے پیچھے سے حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی پر بہت نقصان ہوا۔

مسجدِ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

(مزارِ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ)

مسجد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شام کے ایک قدیم شہر حمص میں واقع ہے۔ جو کہ دمشق سے 85 میل شمال کی جانب دریائے ارانطس (نہر العاصی) کے مشرقی کنارے ایک وادئ خوس سواد میں آباد ہے۔ مسجد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شہدا اُسکوائر کی حما سٹریٹ کے ایک پارک کے نزدیک جدید تعمیر کی گئی ہے۔ دیگر ذرائع کے مطابق اصل میں یہ مسجد مملوک سلطان بیبرس نے تیرھویں صدی کے آخر میں تعمیر کرائی تھی جبکہ عثمانیوں نے اس کی ازسرنو تزئین و آرائش کر دی۔ مسجد کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے: ''ترکی کے فن تعمیر کا متاثر کن نمونہ، جس کے وسیع و عریض صحن اور دیواروں کو سیاہ و سفید رنگ کے پتھروں سے سجایا گیا ہے۔'' اس کے دو سفید لمبے مینار جو اس کی شاندار عمارت کو منور کرتے ہیں۔ ان پتھروں کے بنے باریک ستونوں کی افقی قطار روایتی اسلامی فن تعمیر کو ظاہر کرتی ہے۔ مسجد کا بیشتر اندرونی حصہ نماز کے ایک بڑے ہال پر مشتمل ہے جبکہ مرکزی گنبد کو چار بڑے ستون سہارا دیئے ہوئے ہیں۔ اندرونی حصے کے ایک کونے میں مسلم جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ انہوں نے شام کی فتح کے دوران مسلمان فوج کی قیادت کی تھی اور انہی کے نام سے یہ مسجد موسوم ہے۔





حمص (شام) میں واقع حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے موسوم مسجد اور مزار مبارک





مسجد سے متصل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک
جہاں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر منسوب کی جاتی ہے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
کے آخری لمحات

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنے انتقال سے پہلے اس بات کا بہت افسوس تھا کہ وہ میدان جنگ کے بجائے بستر پر اپنی جان دے رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ 21ھ میں شام کے شہر حمص میں وفات پا گئے۔ اپنی وفات پر انھوں نے خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اپنی جائیداد کی تقسیم کی وصیت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ ابوسلیمان پر رحم فرمائے۔ وہ ہمارے گمان کے عین مطابق تھے۔"



مسجد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے متصل
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کا منظر



حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فتوحات کی لسٹ
جو مزار کے قریب دیوار پر آویزاں ہے



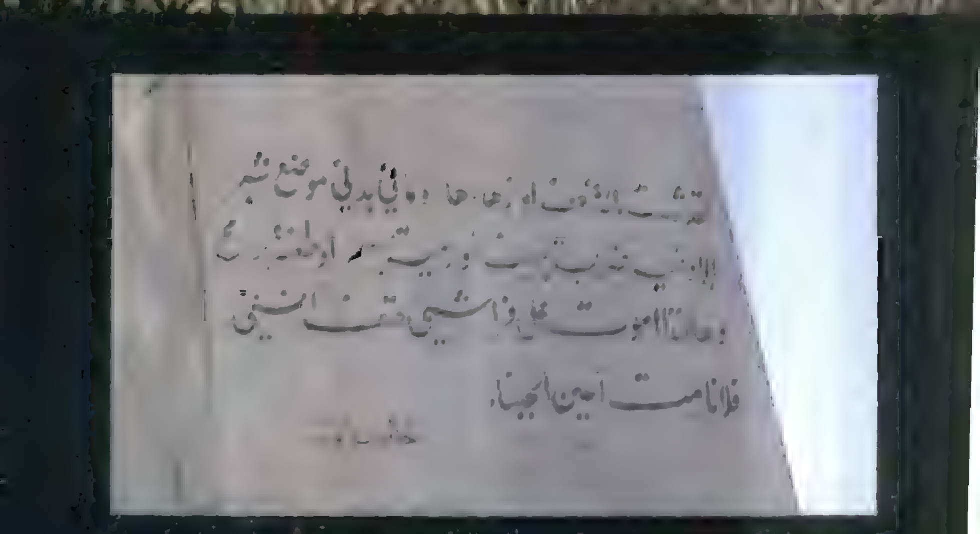
مسجد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا منبر و محراب



حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک سے متصل مسجد کے صحن کا منظر



مزار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے باہر آویزاں تختی



حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مزار کے باہر لگا ایک کتبہ جس پر آپ رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات کا یہ قول منقش ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے سو سے زائد جنگوں میں حصہ لیا ہے اور میرے جسم کا کوئی ایسا حصہ نہیں جس پر زخموں کے نشان نہ ہوں لیکن اس کے باوجود میں اپنے بستر پر موت مر رہا ہوں

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

"نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ وَأَخُو الْعَشِيرَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَسَيْفٌ مِنْ
سُيُوفِ اللّٰهِ سَلَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ"

"خالد بن ولید اللہ کا اچھا بندہ اور اچھے خاندان کا ہے، اللہ کی تلواروں میں
سے ایک تلوار ہے جو اس نے کافروں اور منافقوں پر سونتی ہے۔"

(مسند احمد: 8/1)



مسجد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا دلآویز منظر

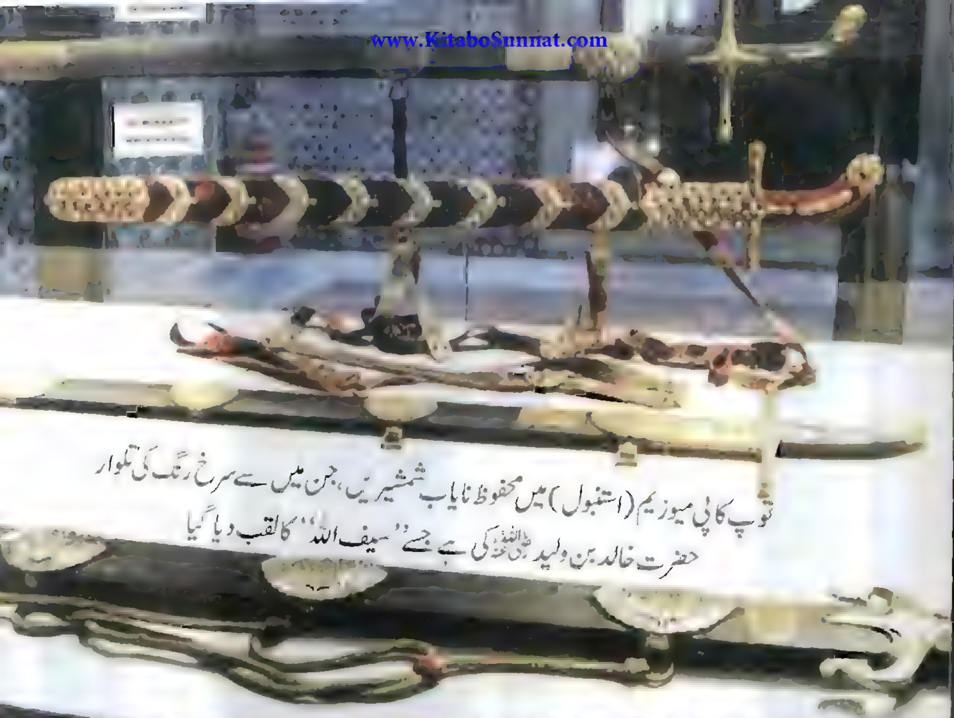


[illegible]

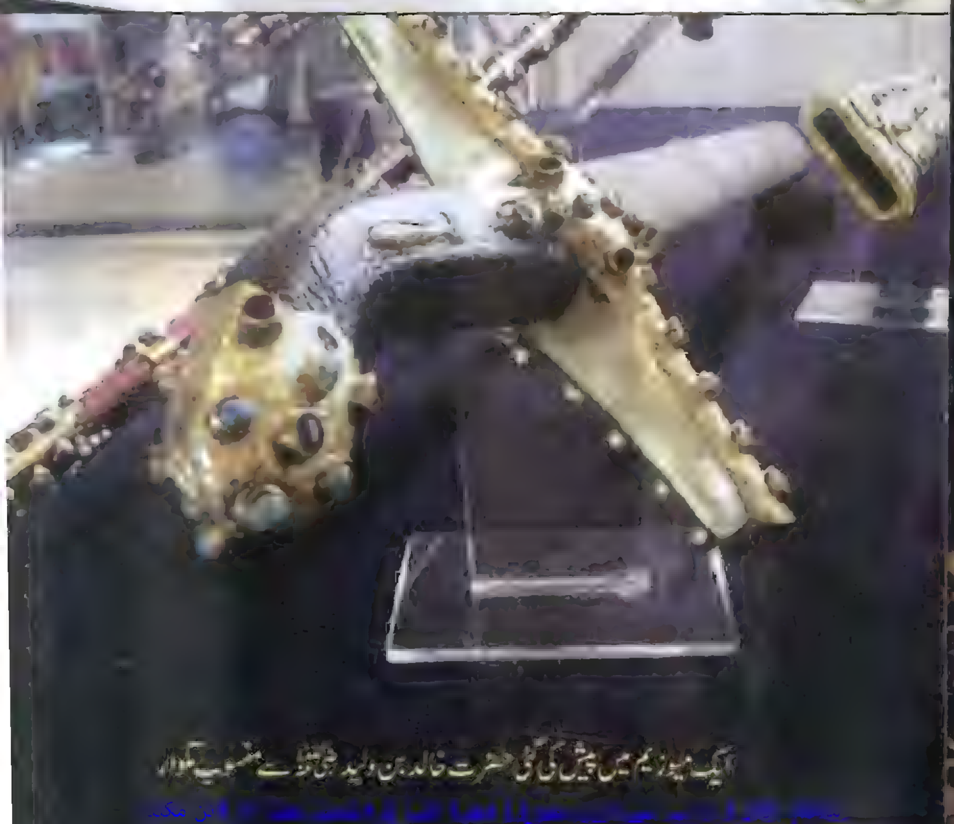


[illegible]

[illegible]



توپ کاپی میوزیم (استنبول) میں محفوظ نایاب شمشیریں، جن میں سے سرخ رنگ کی تلوار
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ہے جسے ''سیف اللہ'' کا لقب دیا گیا



ایک میوزیم میں پیش کی گئی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے منسوب تلوار

فہرست

دیباچہ

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے حالات جب تاریخ میں پڑھے جاتے ہیں تو اس قدر حیرت ہوتی ہے کہ آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔ ان کی بہادری، ہمت اور استقلال کو دیکھ کر سخت تعجب ہوتا ہے۔ انہوں نے قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان سلطنتوں کو اُلٹ دیا۔ اپنے ہمعصر بہادروں اور تیغ زنوں کا صفایا کر ڈالا۔ دنیا ان سے تھرّا گئی۔ سلاطینِ عالم لرز گئے۔ دولت ان کی ٹھوکروں میں اور ثروت ان کی جلو میں تھی۔ تلوار ان کے ہاتھ میں اور فتح ان کی رکاب میں تھی۔ وہ جس طرف رُخ کرتے تھے فتح کا سیلاب بہاتے چلے جاتے تھے۔ جو سلطنت ان سے ٹکرائی وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ جن بہادروں نے ان کا مقابلہ کیا وہ مار ڈالے گئے۔ کوئی حکومت ان کا مقابلہ نہ کر سکی۔ فاتحانِ عالم کے حالات ان کے کارناموں کے سامنے ہیچ ہو کر رہ گئے۔ واقعی وہ بہادر مسلمان تھے۔ تمام دُنیا ان کی عزت و عظمت بیان کرتی ہے۔

مسلمانوں کی پست حالی

افسوس ہے آج کل ہم مسلمان لوگ بڑے ہی پست ہمت ہو گئے ہیں۔ ہم اپنے بزرگوں کے کارناموں کو بھول چکے ہیں۔ اور تو اور ہمیں اسلامی فاتحین کے نام تک یاد نہیں رہے۔ ہم اس دُنیا میں پھنس کر رہ گئے ہیں اس لئے ہم میں بزدلی، دون ہمتی اور پست خیالی پیدا ہو گئی ہے۔ تلوار یا بندوق کو چھوتے ہی رُوح کانپنے لگتی ہے۔ بندوں کا نام ہی سن کر لرزہ آ جاتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ بزدل اور پست ہمت کے لئے یہ دُنیا رہنے اور جینے کی جگہ نہیں ہے۔ بہادر ہی عزت پاتے ہیں اور بہادری کو ہی سراہا جاتا ہے۔

تاریخی ناول

ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں میں جوش و ہمت پیدا کرنے کیلئے ان کے بزرگوں کے شاندار کارنامے ان کے سامنے پیش کیے جائیں۔ اسی لیے ہم نے تاریخی ناولوں کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ اللہ رَبُّ العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس سلسلہ کو عوام نے بے حد پسند کیا۔ نوجوانانِ مسلمہ میں جوش و جرأت، ہمت و استقلال اور عبادت کی رغبت پیدا ہو گئی۔ کیا عجب ہے کہ یہ نوجوان اسلام کو پھر بامِ ترقی پر پہنچا دیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

تاریخی ناولوں کے سلسلہ کی ایک کڑی موجودہ ناول ''حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ'' ہے۔ اس ناول میں ''سیف من سیوف اللہ'' یعنی ''اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار'' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کارنامے نہایت ہی مبہوت کن اور لرزہ براندام کر دینے والے ہیں۔ انہوں نے کئی جہاد کیے اور ہر جہاد میں فتح یاب ہوئے۔ انہوں نے ناقابلِ تسخیر قلعوں کو فتح کیا۔ وہ بے شمار دُشمنوں سے جا بھڑے۔ بڑے بڑے دلیروں سے لڑے۔ ہر معرکہ میں کامیاب رہے اور ہر دُشمن کو زیر کیا۔

فاتحانِ عالم کی فہرست میں ان کا ہی نام ممتاز نظر آتا ہے۔ خدا کرے کہ ہم مسلمانوں میں بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسی جانبازی، شجاعت و دلیری اور جرأت و ہمت پیدا ہو جائے تو اُمتِ مسلمہ کا ہر فرزند خالد رضی اللہ عنہ بن جائے۔ پھر ہماری عظمتِ رفتہ واپس لوٹ آئے اور پھر ہم عزت و جلال کے ساتھ رہیں۔ آمین!

صادق حسین صدیقی سردھنوی

۱۸/ رجب ۱۳۶۳ھ

پیش لفظ

آج اُمت مسلمہ ایسے پریشان اور پشیمان کن حالات سے دوچار ہے کہ اس سے پہلے کبھی عالم اسلامی کو اس طرح کی ذلت ورُسوائی اور مغلوبیت وغلامیت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ انتہائی توجہ طلب اور سوچنے کے لائق بات یہ ہے کہ جتنی اُمت مسلمہ کی تعداد اور جتنی مستحکم مالی حالت عالمِ اسلامی کی دَورِ رواں میں مضبوط ہے نہ اتنی اس سے پہلے تعداد تھی اور نہ اتنا اس سے پہلے مال وزر تھا۔ آج پوری دُنیا کے اندر ستاون ایسی ریاستیں، مملکتیں اور سلطنتیں ہیں جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے۔ مسلمان حکمران ہیں لیکن پھر بھی اہل کفر آج عالم اسلام پر ظلم وزیادتی کی حدود عبور کر چکا ہے۔ آج امریکہ جیسا ظالم ملک اسلامی ممالک پاکستان، افغانستان اور عراق پر ظلم وزیادتی کے پہاڑ توڑ رہا ہے اور اسرائیل فلسطینیوں کو موت کے گھاٹ اُتار رہا ہے لیکن ہم پھر بھی ایسے حالات میں ٹس سے مس نہیں ہو رہے۔ کبھی ہم نے سوچا کہ جب پوری دُنیا میں اُمت مسلمہ کی تعداد صرف 313 تھی اور مالی حالات اتنے کمزور تھے کہ جب کائنات کے امام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی مٹھی بھر جمعیت کو کفار کے سامنے صف آرا کیا تو کسی کے پاس تیر تھا تو کمان نہ تھی۔ اگر تلوار تھی تو بچاؤ کیلئے ڈھال نہ تھی۔ اگر خُود تھی تو پہننے کیلئے زرّہ نہ تھی۔

ملتِ اسلامیہ کو اللہ رَبُّ العزت نے کس کس طریقے سے نوازا ہے۔ کنویں میں پانی کی جگہ پٹرول جیسی نعمت دی، جس کی دُنیا جہاں کی بیش قیمت کاریں، مشینیں اور ہوائی جہاز محتاج ہیں لیکن ہم نے اس عظیم نعمت کو بھی اپنا ہتھیار نہ بنایا۔ دُشمنوں کے بیش قیمت ڈرون طیارے اور جدید ترین ٹینک اس پٹرول کے بغیر چلنے سے محروم ہیں۔ ہم اگر متحد ہو

جائیں اور عالم اسلام کو ایک قوت بنالیں ...... پھر ایک بار بادشاہی مسجد میں تمام ملتِ اسلامیہ کے قائدین اکٹھے ہو جائیں تو یہود ونصاریٰ کی راتوں کی نیندیں حرام ہو سکتی ہے۔

جب عالم اسلام کی تعداد اور مالی حالت اتنی کمزور تھی اُس وقت اہل کفر کو ہماری طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ تھی۔ اہلیانِ اسلام کو آج غور وفکر کرنا ہے کہ ایسا کیوں اور کب تک ہوتا رہے گا؟ آخر کب تک یہ اُمتِ مسلمہ ظلم کی چکی میں پستی رہے گی؟

لیکن عالم اسلام کی ایسی حالت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی بیان کر دی تھی۔ قارئین کرام! حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ڈر ہے کہ اقوامِ کفر تم پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گے۔ جس طرح کہ بھوکے کھانے کے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا اُس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس وقت تمہاری کثرت زیادہ ہو گی۔ لیکن اُس وقت تمہاری حالت سیلاب کے خس وخاشاک جیسی ہوگی۔ تمہارے دُشمنوں کے دِلوں پر تمہارا رعب اُٹھ جائے گا اور تمہارے دِلوں کے اندر وھن (بزدلی) ڈال دیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وھن کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاھِیَۃُ الْمَوْتِ ''دُنیا کی محبت اور موت سے ڈر''

(مسند احمد جلد ۵، صفحہ ۲۷۸، ابوداؤد کتاب الملاحم، حدیث نمبر ۴۲۹۷)

یہی وہ بیان کردہ دو اصول ہیں جن کے ذریعے اِس کائنات کے اندر اقوام کو عزت وذلت دینا قانونِ قدرت ہے۔

قارئین کرام! آپ کے ہاتھ میں جو اِس وقت اِسلامی تاریخی ناول ہے اِس میں آپ کو یہی بات سمجھائی جائے گی کہ جب مسلمان موت سے نہ ڈرتے تھے اور اِس فانی دُنیا کے پیچھے نہ لگے تھے، اُس وقت اِسلام سر بلند تھا اور اُس وقت دُنیا میں مسلمانوں کی حکومت اور عزت تھی۔ امیر المومنین سیّدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام سن کر قیصر وکسریٰ کے شہنشاہ اپنے طلائی تختوں پر بیٹھے کانپ جایا کرتے تھے۔ اور اِسلام کے جس عظیم سپہ سالار کے جنگی حالات پر مشتمل یہ ناول آپ کے ہاتھ میں ہے اِس سپہ سالار کو تاریخ ''جرنیل

اسلام'' اور ''سیف اللہ'' کے القاب سے یاد کرتی ہے۔ جب بھی کوئی مؤرخ یا سیرت نگار اسلام کے سپہ سالاروں کی فہرست تیار کرے گا یا اُن کے حالات قلم بند کرے گا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا نام اپنے ذہن اور اپنی تحریر میں لائے بغیر مکمل نہ کر سکے گا۔

قارئین کرام! جہاں یہ ناول ایک ناول کی حیثیت رکھتا ہے وہیں یہ ناول اس سوئی ہوئی اُمتِ مسلمہ کو بیدار کرنے کیلئے ایک اہم کتاب کی بھی حیثیت رکھتا ہے۔ مجھے یہ کہنے میں عار نہیں کہ یہ کتاب اِس بیمار اُمت مسلمہ کا علاج کرنے کیلئے سپیشلسٹ ڈاکٹر اور ایک بہترین میڈیسن ہے۔ کیونکہ اِس کتاب کے اندر اِس بات کو خوب سمجھایا گیا ہے بلکہ سمجھانے کا حق ادا کیا گیا ہے کہ آج اُمتِ مسلمہ کی ذلت و رُسوائی کا اہم سبب یہ ہے کہ آج عالم اسلام اپنے سچے اور باعمل جرنیل صحابہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے پیکرِ شجاعت بہادروں کی قربانیاں بھول گئی ہے۔ آج ان کی تاریخ پر مشتمل کتابیں ہماری لائبریریز میں پڑی دیمک زدہ ہو گئیں اور ہمیں ہمارے اِسلاف کی وہ تاریخ یاد نہیں رہی جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے تجربہ کار سپہ سالار کی کمان میں تین ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ عیسائیوں کو شکست فاش دے کر وہاں اسلام کا پرچم سربلند کیا تھا۔

یہ کتاب اِس طرح کی تاریخ اسلام پر مشتمل ہے کہ جس کے اندر فاضل مصنف صادق حسین صدیقی نے اِس سوئی ہوئی امت مسلمہ کو بیدار کرنے کا حق ادا کیا ہے۔ جس طرح شاعر نے اپنے اشعار کے اندر اِس اُمت مسلمہ کو یوں بیدار کرنے کی کوشش کی ہے، بقولِ شاعر ۔

اُٹھو اے نوجوانو! اب تو ہوش میں آنے کا وقت آیا ہے
بہت سوچتے ہو، اب تو ہوش میں آنے کا وقت آیا ہے
سنو تو سہی مسجدِ اقصیٰ سے آتی ہے یہ صدا
مسلمانو! میری حرمت پہ کٹ جانے کا وقت آیا ہے
جہاں سے چلے تھے تم تین سو تیرہ
پھر اُنہی راہوں پہ پلٹ جانے کا وقت آیا ہے

جلا ڈالی تھیں کشتیاں تم نے اُندلس کے ساحل[1] پر.
تاریخ اب وہی دہرانے کا وقت آیا ہے
بے ضمیری کی زندگی سے تو بہتر ہے موت
اب تو مر مر کے جی جانے کا وقت آیا ہے

معزز قارئین کرام! یہ تھے ہمارے اسلاف کی تاریخ!!

ہم اپنے قارئین تک اپنی آخری بات پہنچانا چاہتے ہیں کہ اب بھی یہ اُمت اپنے قدموں پر خود کھڑی ہوسکتی ہے اور اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرسکتی ہے۔ مایوسی اور نااُمیدی گناہ ہے۔ اب بھی یہ اُمت ایسا انقلاب برپا کرسکتی ہے کہ ہمارے اسلاف کی تاریخ دوبارہ زندہ ہوجائے۔ اگر یہ اُمت اس درس کو لے کر آج بھی پُرعزم ہوجائے تو یہ ناممکن تو نہیں کہ جس طرح آج ہمارے اسلاف کی تاریخ کتابوں میں ثبت ہے ویسے ایک صدی گزرنے کے بعد ہمارے بارے میں بھی ایک مؤرخ یوں قلم اُٹھا رہا ہو کہ اکیسویں صدی کا آغاز تھا۔ عالم اسلام مغلوبیت کے اندر تھا۔ اتنے میں ایک گروہ مسلمانوں میں سے اُٹھا تو اُس نے اپنے اسلاف کی چودہ سو سالہ گزشتہ تاریخ کو دوبارہ زندہ کردیا۔ اس لئے اے مسلمانو! اب بھی وقت ہے کچھ کر گزرنے کا۔

قارئین کرام! جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ یہ کتاب جرنیل اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جنگی حالات پر مبنی ہے۔ ہم قارئین کے مطالعہ کے اندر آسانی پیدا کرنے کیلئے اس کتاب کے اندر بیان کردہ جنگی اصطلاحات کی تعریفیں کردینا مناسب خیال کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

❁ **مقدمة الجيش**

یہ وہ لشکر ہوتا ہے جو باقی ماندہ لشکر سے آگے جاکر دُشمن کے جنگی حالات کو دیکھنے اور اپنے لشکر کیلئے کسی بہتر جگہ پر ٹھہرنے کا انتخاب کرے۔

---

[1] یہ اشارہ عظیم جرنیل طارق بن زیاد کی طرف ہے۔ عظیم جرنیل کی عظیم کتاب بھی صادق حسین صدیقی کے قلم سے ادارہ بک کارنر جہلم سے نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ شائع ہوکر منظر عام پر آچکی ہے۔

❁ **مؤخرة الجیش / خلف الجیش**

یہ وہ لشکر ہوتا ہے جو اپنے باقی ماندہ لشکر کے پیچھے رہتا ہے اور آگے جانے والے لشکر کے گرے ہوئے سامانِ حرب کا خیال کرتا ہے اور جو پیچھے سے دُشمن کی سرگرمیوں پر بھی نظر رکھے۔

❁ **میمنہ**

جو لشکر دائیں جانب سے دُشمن پر حملہ آور ہو۔

❁ **میسرہ**

جو لشکر بائیں جانب سے دُشمن پر حملہ آور ہو۔

❁ **قلب**

یہ تمام لشکر کے درمیان میں ہوتا ہے اور سپہ سالار اکثر اِسی لشکر میں ہوتا ہے۔

معزز قارئین کرام! اس کتاب کو شروع سے لے کر آخر تک بغور مطالعہ کیا ہے۔ ہم نے اس کو اس موضوع پر بے مثال اور جامع پایا ہے۔ قابل مصنف نے جن تاریخی کتب کو سامنے رکھ کر اس کو تصنیف کیا ہے، راقم الحروف نے قارئین کے تشفیٔ قلب کیلئے مناسب مقامات کے حوالہ جات درج کر دیئے ہیں۔ ادارہ کی خواہش کے مطابق میں نے کتاب میں بیان کردہ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہتر انداز میں حوالہ جات بھی دیئے ہیں۔

آخر میں اللہ ربُّ العزت سے دُعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس عظیم کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور قارئین کی خدمت میں اس کتاب کو پیش کرنے والے ادارہ بک کارنر شورُوم کے مالکان محترم شاہد حمید اور اُن کے صاحبزادگان گگن شاہد، امر شاہد اور ولی اللہ کے ساتھ اس ادارے کے تمام معاونین کی اس عظیم کاوش کو اللہ تعالیٰ مقبولیت کا درجہ عطا فرمائے اور راقم الحروف جس کو اس کتاب پر کچھ الفاظ تحریر کرنے کا موقع ملا ہے اس کو میرے والدین اور میرے تمام اساتذہ کرام کیلئے باعث نجات بنائے۔

آمین یارب العالمین!

احقر العباد

نوید احمد ربانی

حصہ اوّل

باب ۱

گرفتاری

ایک عرب اونٹنی پر سوار اس راستہ کو طے کر رہے تھے جو قراقر اور سوی سے آرکہ کی طرف جاتا ہے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ آفتابِ عالم تاب عین سر پر پہنچ گیا تھا اور نہایت آب و تاب سے چمک رہا تھا۔

سفید دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور اس میں ایسی چمک تھی کہ نظر اٹھا کر دیکھا نہ جاتا تھا۔ آفتاب کی شعاعیں ریت کے ذروں میں ایسی بجلیاں بھر رہی تھیں جنہیں دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں۔ گرمی کا یہ عالم تھا کہ سوار اور اونٹنی دونوں پسینہ میں شرابور تھے۔

عرب سوار نے اپنے تمام جسم پر ایک چادر اس طرح لپیٹ رکھی تھی کہ سوائے آنکھوں کے بدن کا کوئی عضو نظر نہ آتا تھا۔ چونکہ دھوپ اور گرمی نے انہیں پریشان کر رکھا تھا اس لئے وہ اس فکر میں تھے کہ کہیں کوئی سایہ دار درخت آجائے تو اس کے سایہ میں کچھ دیر سستا لیں۔

لیکن وہ میدان لق و دق تھا۔ اوّل تو وہاں درخت تھے ہی نہیں اور اگر تھے بھی تو ان پر پتے نہ تھے، شاخیں نہ تھیں صرف تنے ہی تنے تھے۔ یا تو وہ سوکھ گئے تھے یا مسافروں نے ان کی شاخیں اور پتے اونٹوں کو کھلا دیئے تھے اور اس لئے وہ ٹنڈ منڈ رہ گئے تھے۔

عرب سوار کے پاس پانی بھی ختم ہو چکا تھا دوپہر سے پہلے سے انہیں پیاس معلوم ہو رہی تھی۔ جوں جوں دھوپ میں گرمی بڑھتی جاتی تھی پیاس بھی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔

لیکن عربوں میں یہ خوبی تھی کہ وہ ہر مشقت اور ہر تکلیف کو برداشت کر لیتے تھے گرمی اور پیاس کو برداشت کرنے کی ان میں خاص طور پر قوت تھی، یا یہ سمجھو کہ وہ گرم ملک کے رہنے والے تھے۔ اس لئے بہت زیادہ جفاکش تھے اور گرمی اور پیاس کی قوتِ برداشت ان میں خاص طور پر تھی۔

سوار نہایت تیزی سے اونٹنی کو دوڑاتے چلے جا رہے تھے۔ جب دوپہر ڈھل گئی تو سوار کو دور سے چند سوار آتے ہوئے نظر آئے۔ وہ ان سواروں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ غالباً کئی روز میں انہیں آج انسانوں کی صورتیں نظر آئی تھیں۔

جب انسان کسی ایسی جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں اسے اس کے ہم جنس نظر نہیں آتے تو وہ تنہائی کو بڑی شدت سے محسوس کرتا ہے اور اپنی جنس سے ملنے کے لئے بے چین ہو جاتا ہے اور جب اتفاق سے اسے انسانوں کی صورت نظر آ جاتی ہے تو اس قدر خوشی ہوتی ہے جیسے اس نے کوئی بڑی دولت پالی ہو۔

عربی سوار نے آنے والے سواروں سے ملنے کے لئے اونٹنی کو اور تیز کر دیا۔ ادھر سے یہ بڑھ رہے تھے ادھر سے وہ آ رہے تھے۔ فاصلہ کم ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ آنے والے بالکل قریب آ گئے۔

عربی سوار نے دیکھا۔ آنے والے پادری تھے جو اپنا مخصوص قومی لباس پہنے خچروں پر سوار چلے آ رہے تھے۔

یہ چار پادری تھے۔ چار خچروں پر سوار تھے۔ چاروں بوڑھے تھے ان کی داڑھیاں سفید اور لمبی تھیں۔ دو کی بھنویں تک بھی سفید ہو گئی تھیں۔

ان کی فتراک سے پانی کے برتن اور کھانے کا سامان بندھا ہوا تھا۔ وہ سفید چُغے پہنے ہوئے تھے جو ٹخنوں تک لمبے تھے کمر سے ریشم کی ڈوریں باندھے تھے اور سینوں پر سرخ رنگ کے کپڑے کی صلیبیں لگائے تھے۔ جب وہ چاروں عربی سوار کے پاس آئے تو عربی نے اپنی زبان میں ان سے دریافت کیا:

"کیا آپ کے پاس پانی ہے؟"

ایک پادری نے فوراً ہی جواب دیا:

"ہے۔"

عرب: مجھے آج صبح سے پانی نہیں ملا ہے۔ مہربانی کر کے تھوڑا سا پانی دیجئے، بہت زیادہ پیاس معلوم ہو رہی ہے۔

پادری: تم عرب ہو۔

عرب: یہ بات تو میرے لباس سے ہی ظاہر ہے۔

پادری: کیا تم ان عربوں میں سے ہو جو عیسائی ہو گئے ہیں۔

عرب: نہیں، میں ان عربوں میں سے نہیں ہوں۔

پادری: شاید تم عراق کے ان عربوں میں سے ہو جو مجوسی ہو گئے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کچھ عرب مجوسی یعنی آتش پرست ہو گئے تھے اور کچھ عیسائی ہو گئے تھے۔

عرب: میں آتش پرست بھی نہیں ہوں۔

پادری: تب تم کن عربوں میں سے ہو؟

عرب: میں مسلمان ہوں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہنے والوں میں سے ہوں۔

یہ سنتے ہی چاروں پادریوں کے چہروں پر کچھ تاریکی سی چھا گئی۔ ان میں سے ایک نے کہا:

"تب تم ان عربوں کے بھائی ہو جو ملکِ شام میں عیسائیوں سے لڑ رہے ہیں؟"

عرب: ہاں وہ میرے بھائی ہیں۔

پادری: تم عرب بھوکے مفلس اور بالکل وحشی تھے۔ شام کے عیسائی تمہاری ہمیشہ مدد کرتے رہے۔ اب تم اپنے محسنوں پر حملہ آور ہوئے ہو۔

عرب: یہ سچ ہے عرب مفلس تھے، وحشی تھے لیکن خدا نے ہم پر رحم کیا۔ ہم میں اپنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجا۔ انہوں نے ہماری کایا پلٹ دی۔ ہم شائستہ ہو گئے۔ لیکن ہم پر عیسائیوں نے کبھی احسان نہیں کیا۔

ہم یا تو تجارت کے لئے ملکِ شام آتے تھے یا ملازمت کے لئے ہم جس قدر تمہاری خدمت کرتے تھے تم اس سے کم ہمیں صلہ دیتے تھے تمہارے شہنشاہ اعظم ہرقل نے یہ سمجھ کر کہ عرب کمزور ہیں اسلامی سفیر کو قتل کرا ڈالا۔ حالانکہ دنیا کی وحشی سے وحشی قوم بھی سفیر کو قتل نہیں کیا کرتی۔ تمہارے شہنشاہ نے ہمیں اعلانِ جنگ دیا۔ ہم نے منظور کر لیا۔ لڑائی کی پہل عیسائیوں کی طرف سے ہوئی ہے ہماری طرف سے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۶ھ میں سلاطینِ عالم کو دعوتِ اسلام دی تھی۔ حاکمِ بصریٰ کو بھی دعوت نامہ بھیجا گیا تھا۔ حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ سفیر ہو کر گئے تھے۔ جب وہ موتہ میں پہنچے تو وہاں کے عیسائی حاکم شرجیل غسانی نے انہیں قتل کر ڈالا۔ عیسائیوں سے مسلمانوں کی لڑائی کی ابتداء اسی وقت سے ہوئی۔

پادری نے عرب کو کوئی جواب نہ دیا اور چاروں پادریوں نے اپنے خچروں کو بڑھانا چاہا۔ عرب نے کہا:

''تھوڑا پانی تو دیتے جاؤ۔''

پادری: کیونکہ تمہاری قوم ہماری قوم سے برسرِ جنگ ہے اس لئے تمہیں پانی نہیں دیا جا سکتا۔

عرب: اگر چہ میں تم سے زبردستی پانی لے سکتا ہوں۔ لیکن تمہیں عیسائیوں کا مذہبی پیشوا سمجھ کر چھوڑے دیتا ہوں۔

یہ کہتے ہی عرب سوار نے اونٹنی آگے بڑھائی۔ پادری اپنے خچروں کو ہانکتے ہوئے چلے گئے۔ اس وقت مسلمانوں سے عیسائی اس قدر تعصب اور عداوت و دشمنی رکھتے تھے کہ وہ پیاسے مسلمان کو پانی تک دینا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ عرب تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ انہیں ایک کمسن عیسائی لڑکی ملی جو بکریاں چرا رہی تھی۔ عرب نے اس کے پاس جا کر پوچھا:

''لڑکی! کیا تیرے پاس پانی ہے؟''

لڑکی نے غور سے عرب کو دیکھا۔ اس نے کہا:

''میرے پاس پانی ختم ہو گیا ہے۔ تم اس طرف سے کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے آج تک کبھی اس طرف سے کسی مسافر کو آتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

عرب: میں ایران سے آ رہا ہوں۔

لڑکی نے حیرتناک نگاہوں سے عرب کو دیکھ کر کہا:

''ایران سے.......... تعجب ہے۔ سنا ہے ایران کا راستہ بڑا دشوار گزار ہے؟''

عرب: یہ سچ ہے۔ یہ راستہ نہایت کٹھن ہے۔ کئی کئی منزل تک پانی نہیں ملتا۔ کہیں کف دست میدان ہے اور کہیں اس قدر گھنا اور تاریک جنگل ہے کہ مسافر کو چلنے میں بڑی دِقت ہوتی ہے۔ لیکن تجھے یہ باتیں کیسے معلوم ہیں؟

لڑکی: میرا باپ ایک مرتبہ ایران گیا تھا۔ اس نے سفر کے حالات سنائے تھے۔ اس لئے مجھے کچھ باتیں معلوم ہیں۔

عرب: کیا یہاں کہیں قریب پانی نہیں مل سکتا؟

لڑکی: اس جنگل میں کہیں پانی نہیں ہے۔ بستی میں مل سکے گا۔

عرب: بستی یہاں سے کتنی دور ہے؟

لڑکی: قریب ہی ہے۔

عرب نے چلنے کا قصد کیا۔ لڑکی نے کہا:

''ٹھہریئے، شاید آپ مسلمان ہیں؟''

عرب: ہاں!

لڑکی: تب آپ کو اس نواح میں احتیاط رکھنی چاہیے۔ یہاں کے لوگ مسلمانوں کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے۔ راستہ میں ایک چرواہا ملے گا وہ بہت بُرا آدمی ہے اس سے ہوشیار رہنا۔

عرب نے اس لڑکی کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چلے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ انہوں نے بکریوں کا زبردست ریوڑ دیکھا۔ کچھ بکریاں تو جھاڑیوں کے سایہ میں پڑی جگالی کر رہی تھیں۔ شاید دھوپ اور گرمی سے بچ کر جھاڑیوں میں جا چھپی تھیں۔ کچھ جھاڑیوں کے پتے چر رہی تھیں۔ قریب ہی ایک درخت تھا۔ اس کے سایہ میں ایک چرواہا بیٹھا تھا وہ پیالہ میں کوئی چیز لے کر پی رہا تھا۔ عرب بھی اس کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا:

''کیا تمہارے پاس پانی ہے؟''

چرواہا کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، جیسے اس نے شراب پی رکھی ہو۔ اس نے گھور کر عرب کو دیکھا اور کہا:

''ہاں ہے۔ کیا تم پیو گے؟''

عرب: ہاں مجھے بہت زیادہ پیاس محسوس ہو رہی ہے لیکن یہ تیرے پیالہ میں کیا ہے؟

چرواہا: پانی ہے!

عرب: شراب معلوم ہوتی ہے؟

چرواہا: اس پانی کا رنگ ہی ایسا ہے۔ اونٹنی سے اتر کر اس کی بُو سونگھ کر دیکھ لو!

عرب نے اونٹنی کو بٹھایا، پالان سے نیچے اترے۔ چرواہا نے کہا:

''تم شاید مسلمان معلوم ہوتے ہو جو پانی کو شراب سمجھ کر ڈر رہے ہو۔''

عرب: ہاں۔

چرواہا: خوف نہ کرو یہ پانی ہے۔

عرب چرواہے کے پاس جا کر زانو کے بل بیٹھ گئے اور جھک کر بُو سونگھنے لگے۔ چرواہے نے اپنے پاس ایک موٹا ڈنڈا رکھا ہوا تھا۔ اس نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ ڈنڈا اٹھا کر اس زور سے عرب کے سر میں دے مارا کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ چرواہے نے فاتحانہ انداز میں کہا:

''میں اس مردِ مسلمان کو گرفتار کر لوں، میرا آقا اس کارنامے سے بہت خوش ہوگا!''

چنانچہ اس نے عرب کے ہی عمامہ سے ان کو جکڑنا شروع کر دیا۔

باب ۲

رہائی

جب عرب کو ہوش آیا تو انہوں نے اپنی مشکیں بندھی ہوئی دیکھیں۔ اُن کے سر میں کافی چوٹ آئی تھی۔ انہیں خوف ہوا کہ کہیں ان کی کھوپڑی کی ہڈی تو نہیں ٹوٹ گئی، کیونکہ سر میں سخت درد تھا۔ وہ ٹٹول کر دیکھنا چاہتے تھے لیکن ہاتھ بندھے ہوئے تھے، دیکھ نہ سکے۔ چرواہا اس وقت بھی شراب پی رہا تھا۔ اس نے جب عرب کو ہوش میں دیکھا تو ہنس کر کہا:

"کہتے ہیں کہ مسلمان بہادر ہوتے ہیں۔ بس یہی بہادری تھی تمہاری! میرا ایک ڈنڈا بھی نہ سہہ سکے، جھٹ بے ہوش ہو گئے۔"

عرب کو اس کی لاف زنی پر غصہ تو بہت آیا لیکن کیا کرتے۔ اس نے غضب ناک نگاہوں سے چرواہے کو دیکھا۔ چرواہا بھی انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا:

"خبردار جو گھورا، ورنہ آنکھیں نکال لوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے پیٹی میں سے خنجر نکالا۔ عرب کو اندیشہ ہوا کہ وہ شراب کے نشہ میں ہے کہیں واقعی آنکھیں نکالنے پر تیار نہ ہو جائے، انہوں نے نگاہیں جھکا لیں۔

چرواہا نے کہا:

"تم مسلمان ہو مسلمان!! مجھے اور میرے آقا کو مسلمانوں سے ایسی ہی دشمنی ہے جیسی مور کو سانپ سے۔ اگر میرا آقا یہاں ہوتا تو میں ابھی تمہیں اس کے سامنے پیش کر دیتا۔ وہ مجھے انعام دیتا اور تمہیں قتل کر ڈالتا۔ وہ عنقریب آنے والا ہے۔"

عرب نے سوچا کہ اس شرابی چرواہے کو باتوں میں لگانا چاہیے تا کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے انہیں مزید کوئی اذیت و تکلیف پہنچے۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا:

''تمہارے آقا کا کیا نام ہے؟''

چرواہا نے جواب دیا:

''اس کا نام قداح بن واثلہ ہے۔''

عرب: کیا وہ عرب ہے؟

چرواہا: ہاں عرب ہے، نہایت بہادر عرب۔ عیسائی بادشاہ نے یہ بستی اس کی جاگیر میں دے دی ہے۔ جب تم اسے دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ نہایت گرانڈیل قوی الجثہ اور توانا ہے۔ اس نواح میں وہ دیوزاد مشہور ہے۔

عرب نے یہ سمجھ لیا کہ وہ بڑا یاوہ گو ہے۔ اس نے دریافت کیا:

''شاید تمہارا آقا قداح عیسائی ہو گیا ہے؟''

چرواہا: ہاں! میں بھی عیسائی ہوں۔ کیا بات ہے عیسائی مذہب کی! شراب حلال، چاہے جتنی پیو۔ میں تو شراب سے اچھی نعمت کسی چیز کو بھی نہیں سمجھتا، تم نے پی نہیں ہے؟ حضرت مسیح کی قسم اس کے سامنے ہر چیز کو بھول جاؤ گے۔ لو تم بھی کیا یاد کرو گے، ذرا سی چکھ کر دیکھو۔

یہ کہتے ہی اس نے شراب کا پیالہ جس میں وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پی رہا تھا عرب کی طرف بڑھایا۔ اس کی بدبو سے ہی عرب کا دماغ پھٹنے لگا۔ انہوں نے کہا:

''شراب ہمارے مذہب میں حرام ہے۔''

چرواہا: یہی تو کہتا ہوں، کتنے بدعقل ہو تم مسلمان۔ دنیا کی بہترین نعمت کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اچھا بتاؤ تو، شراب کیوں حرام ہو گئی؟

عرب: اس لئے کہ یہ سڑی ہوئی چیزوں کا عرق ہوتا ہے۔

چرواہا: غلط غلط، یہ خالص انگوری شراب ہے۔

عرب: انگور میں اور بھی کئی چیزیں ڈال کر اُسے سڑایا جاتا ہے۔ پھر عرق کھینچا جاتا ہے۔ اسی لئے اس میں ایسی تیز بدبو ہوتی ہے جس کے سونگھنے ہی سے آدمی کا جی برا ہونے لگتا ہے۔ اس کے علاوہ شراب انسان کو مست و مخمور کر کے اس کے ہوش و حواس گم کر دیتی ہے۔ اسے خبر ہی نہیں ہوتی کہ وہ کسی گندی نالی میں پڑا ہے یا سڑک پر۔ گھر میں ہے یا کسی کوڑے کے ڈھیر پر۔ نشہ کی حالت میں جو کچھ وہ کرتا ہے اسے اس کا مطلق احساس نہیں ہوتا۔ بیٹی، بہن، ماں اور بیوی میں تمیز نہیں کر سکتا۔ جب تک نشہ رہتا ہے طبیعت میں نامناسب جوش اور دل میں واہیات قسم کی اُمنگ رہتی ہے۔ لیکن جہاں نشہ اترا، اعضاء شکنی شروع ہو گئی۔ جیسے اس نے بڑی مشقت کی ہو۔ جوڑ جوڑ میں

درد معلوم ہونے لگتا ہے۔ کسی کام کے کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ ایسا پست ہمت اور بزدل ہو جاتا ہے کہ کتنا ہی قوی ہیکل ہو ایک معمولی آدمی اسے زیر کر سکتا ہے۔ یہ تو وقتی نقصان ہے لیکن سب سے زیادہ نقصان یہ ہے کہ شراب پھیپھڑوں اور جگر کو خراب کر دیتی ہے۔ شرابی کی طاقت جاتی رہتی ہے۔ حرارت رہنے لگتی ہے اور وہ یا تو مر جاتا ہے یا ایسا بیمار اور ناتواں ہو جاتا ہے کہ مرنے کی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔

چرواہا: تم کتنی بھی شراب کی برائی کرو لیکن میں نہ ڈر سکتا ہوں نہ اسے چھوڑ سکتا ہوں۔ اگرچہ تمہارے کہنے سے اب مجھے خیال ہوا کہ میں بڑا قوی اور بہادر پہلوان تھا۔ اپنے سامنے آدمی کی کوئی ہستی نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن اب وہ طاقت اور وہ کس بل نہیں رہے۔ طبیعت کچھ مضمحل رہتی ہے۔ کسی مشقت کے کام کو کرتے ہوئے سانس پھول جاتا ہے۔ میں عرصہ سے اس بات کو محسوس کر رہا ہوں کہ پورا سانس نہیں لے سکتا۔ لیکن میری عمر کے ساتھ ساتھ میری طاقت کا انحطاط ہوتا جاتا ہے۔ اس میں شراب کی خرابی کو دخل نہیں ہے۔

عرب: دیکھو تم ابھی جوان ہو، قوی بھی ہو۔ اس لئے تمہیں شراب کے نقصانات کا زیادہ احساس نہیں ہوتا۔ جب جوانی کی قوت جاتی رہے گی تو سو بیماروں کے ایک بیمار ہو جاؤ گے۔ اگر تم شراب کو اب بھی چھوڑ دو تو پھر ایسے ہی ہو سکتے ہو کہ کسی جوان کو بھی نظر میں نہ لاؤ۔

چرواہا: واہ واہ۔ میں اور ایسی نعمت کو چھوڑ دوں۔ ہرگز یہ نہیں ہو سکتا۔ لو تم بھی پیو۔

چرواہے نے پھر عرب کی طرف پیالہ بڑھایا۔ عرب نے کراہت سے منہ پھیر لیا چرواہا نے شراب اس کے اوپر انڈیل دی۔ انہیں ناگوار تو بہت ہوا لیکن بندھے ہوئے تھے کچھ نہ کر سکے، غم و غصہ کھا کر رہ گئے۔ لیکن اس باتوں کے سلسلہ کا یہ اثر ہوا کہ چرواہے نے خنجر جو پٹی میں سے کھینچ لیا تھا اسے پھر میان میں داخل کر دیا۔

عرب نے دریافت کیا:

”تمہارا آقا کہاں گیا ہے؟“

چرواہا: شہنشاہ ہرقل اعظم کی خدمت میں گیا ہے۔ وہ ہر سال جایا کرتا ہے لیکن اس مرتبہ سال بھر سے پہلے ہی چلا گیا ہے۔ خود شہنشاہ نے اسے طلب کیا تھا۔

عرب: کب تک آ جائے گا؟

چرواہا: آخری اطلاع یہ ہے کہ وہ انطاکیہ (دارالسلطنت) سے چل پڑا ہے۔ ایک یا دو روز ہی میں آنے والا ہے۔

اب عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ دھوپ کی سفیدی سنہرے پن میں تبدیل ہونے لگی تھی۔ آفتاب کی حدت بہت حد تک کم ہو گئی تھی۔ اس وقت وہی لڑکی جس نے اس چرواہے سے عرب کو ہوشیار کیا تھا، اپنی بکریاں لے کر آئی۔ وہ عرب کو بندھا ہوا دیکھ کر کچھ افسردہ خاطر ہو گئی لیکن بولی کچھ نہیں۔ افسوس بھری نگاہوں سے دیکھتی چلی گئی۔ اسے دیکھ کر چرواہے نے کہا:

''لو وہ خوبصورت ہرنی اپنی بکریاں لیے جا رہی ہے، مجھے بھی چلنا چاہیے!''

اس نے بکریوں کو جمع کیا اور عرب کو ساتھ لے کر بستی میں چلا گیا۔ اس نے رات کے وقت عرب کو کچھ کھانا اور پانی دیا۔ صبح ہوتے ہی پھر اپنے ساتھ بکریوں اور عرب کو لے کر اسی مقام پر آ گیا جہاں گزشتہ روز بیٹھا تھا۔ پھر اس نے شراب پینی شروع کی اور تلچھٹ عرب کے اوپر ڈالتا رہا۔ رات کو پھر انہیں اپنے ساتھ لے گیا۔ اسی طرح تین دن گزر گئے۔

چوتھے روز دوپہر کے وقت چرواہے نے زیادہ شراب پی اور کئی پیالے عرب کے اُوپر بھی انڈیل دیئے۔ عرب کو بہت ہی غصہ آیا۔ انہیں غضب ناک دیکھ کر چرواہا ہنسنے لگا۔

اسی وقت قراقرسوئی کی طرف سے گرد وغبار اڑا۔ سب سے پہلے عرب نے دیکھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہی لڑکی جو عرب کو ملی تھی اپنی بکریاں لئے آئی۔

چرواہا نے اس سے کہا:

''کیوں، آج سویرے کیوں چلی آئی؟''

لڑکی: آج میری طبیعت کچھ اچھی نہیں ہے۔

چرواہا: یہ تمہارے پیچھے غبار کیسا اڑ رہا ہے؟

لڑکی: میرا خیال ہے کوئی لشکر آ رہا ہے۔

چرواہا: مکار! یہ نہیں کہتی کہ ڈر کر بھاگی جا رہی ہے۔ مت جا، میرے پاس ٹھہر، کسی کی یہ مجال نہیں ہو سکتی کہ تیری یا تیری بکریوں کی طرف آنکھ بھر کر بھی دیکھ سکے۔

لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بڑھی چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی غبار چھٹ گیا اور عربوں کی فوج آتی ہوئی نظر آئی۔ چرواہا عربی لشکر کو دیکھ کر زرد پڑ گیا۔ عرب کا چہرہ فرطِ مسرت سے چمک اٹھا۔ ان دونوں کے دیکھتے دیکھتے عربی رسالے ان کے قریب آ گئے۔

یہ مسلمان تھے۔ ان مسلمانوں نے جوں ہی عرب کو دیکھا وہ رک گئے۔ انہوں نے اپنے سپہ سالار سے جا کر کہا۔ اس لشکر کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ بڑھ کر عرب کے پاس آئے۔ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور کہا:

''ابن عامر رضی اللہ عنہ! تم اور یہاں اور اس حالت میں؟''

ان عرب کا نام حضرت عامر بن طفیل دوسی رضی اللہ عنہ تھا۔ وہ نہایت بہادر، مشہور شہسوار اور جنگجو تھے۔

انہوں نے کہا:

''ہاں میں دھوکا کھا گیا۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: کیسے؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی اسیری کا تمام واقعہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سنایا۔

چرواہا جو کچھ ان پر سختیاں اور زیادتیاں کرتا رہا تھا وہ بھی بیان کیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے تلوار کھینچ کر چرواہے پر ایسا وار کیا کہ اس کا سر قلم ہو کر دور جا گرا۔

سب سے پہلے انہوں نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی مشکیں کھولیں۔ پھر تمام بکریاں اپنے ساتھ لے لیں اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

''ہمارا خط کہاں ہے؟''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خط دے کر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے پاس جو ملکِ شام میں سپہ سالار تھے، بھیجا تھا۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''خط میرے پاس موجود ہے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تم میں سفر کی قوت ہے؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: جی ہاں ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اچھا تو تم ابھی روانہ ہو جاؤ اور احتیاط کو اپنی چادر گردانو۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اسی وقت اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر ملکِ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

باب ۳

شمعونہ

حضرت عامر بن طفیل دوسی رضی اللہ عنہ ملکِ شام کی جانب نہایت احتیاط، ہوشیاری اور تیزی سے چلے جا رہے تھے۔ وہ آرکہ میں پہنچے۔ آرکہ کا قلعہ نہایت وسیع اور مضبوط تھا۔ وہ اسی کے سامنے سے ہو کر گزرے۔

جب پھاٹک آیا تو انہوں نے دروازہ میں سے ایک لڑکی کو نکلتے ہوئے دیکھا۔ وہ پہلی ہی نظر میں اسے پہچان گئے۔ وہ وہی لڑکی تھی جو انہیں ان کی گرفتاری سے پہلے بکریاں چراتی ہوئی ملی تھی۔ اس لڑکی کو آرکہ میں سے نکلتے دیکھ کر وہ نہایت متعجب ہوئے۔

انہوں نے اونٹنی روک لی۔ لڑکی بے تکلفی اور قدرے بے حجابی سے ان کی طرف بڑھی جب وہ قریب آئی تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم یہاں؟''

لڑکی نے جواب دینے کے بجائے خود سوال کیا:

''تمہیں اس ظالم نے چھوڑ کیسے دیا؟''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو یہ مناسب نہ لگا کہ وہ اونٹنی پر سوار رہ کر لڑکی سے باتیں کریں۔ انہوں نے اونٹنی کو بٹھایا۔ نیچے اترے اور فرمایا:

''اس نے رہا کہاں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مدد بھیجی۔''

اس کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے آنے اور اپنے رہائی پانے کا حال مفصل سنایا۔

لڑکی نے کہا:

''اللہ کا شکر ہے۔''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: بیٹی! تم نے مجھ سے اظہار ہمدردی کیا تھا میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔

لڑکی: مجھے آپ سے ہمدردی ضرور پیدا ہوگئی تھی۔ مگر میں کچھ کر نہ سکتی تھی۔ وہ نہایت ہی بدمعاش تھا، اور اس کا آقا قداح اس سے بھی زیادہ شریر تھا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا کہ لڑکی عربی میں اچھی طرح گفتگو کر رہی تھی۔ وہ خوبصورت تھی۔ اس کا رنگ کھلا ہوا گندمی تھا۔ خدوخال نہایت دلکش تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور بہت ہی اچھی تھیں۔ اس کی صورت میں ایسی جاذبیت تھی کہ دیکھنے کو جی چاہتا تھا۔

وہ عیسائی لڑکی تھی۔ عیسائی لڑکیوں میں بے پردگی کی وجہ سے حجاب نہیں ہوتا لیکن اس میں حجاب تھا۔ وہ حیا بار آنکھیں اٹھا کر جب بات کرتی تھی تو اس کی صورت اور بھی پیاری معلوم ہونے لگتی تھی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''تم آرکہ میں کیوں آئی تھیں؟''

لڑکی: آپ کی رہائی کی تدبیر کرنے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: تم نے میرے لئے بڑی زحمت گوارا کی۔ لیکن آرکہ کا حاکم تمہاری کیا مدد کر سکتا تھا؟

لڑکی: آرکہ کے حاکم کے پاس نہیں بلکہ حکیم شمعان کے پاس۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: حکیم شمعان کون ہے؟

لڑکی: ایک نہایت عالم شخص ہے۔ اس علاقہ کے تمام لوگ اس کی عزت کرتے ہیں۔ اس کی معمولی سی بات بھی فرمان کا حکم رکھتی ہے۔ معمولی آدمی تو کیا اعلیٰ حکام اور فرمانروا بھی اس کی بات کو نہیں ٹال سکتے۔ اس کے پاس پرانے زمانے کی ایسی کتابیں ہیں جن میں بادشاہوں کے حالات اور قوموں کے تذکرے موجود ہیں۔ گزرے ہوئے واقعات کے علاوہ آئندہ کے بھی کچھ حالات درج ہیں۔ میں نے ان سے آپ کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا وہ اس قوم کا فرد ہے جس کی حمایت اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ اس کی قوم تمام ملکِ شام پر قابض ہو جائے گی۔ اللہ اُسے رہا کرائے گا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: کیا حکیم کاہن[1] اور اعراف ہے؟

---

[1] عرب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت بہت سے ایسے لوگ تھے جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے تھے۔ ان میں سے گزشتہ حالات بتانے والوں کو کاہن اور آئندہ کے حالات بتانے والوں کو اعراف کہتے تھے۔

(مصنف)

لڑکی: نہیں۔ نہ وہ کاہن ہیں نہ اعراف، البتہ ان کتابوں کے عالم ہیں جن میں گزشتہ حالات اور آئندہ کے واقعات لکھے ہیں۔ ان کتابوں کو ملاحم[1] کہتے ہیں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: انہوں نے کچھ اور بھی کہا تھا؟

لڑکی: جی ہاں، کہا تھا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: کیا؟

لڑکی: کہا تھا کہ ایران کی طرف سے سب سے پہلا اسلامی علم جو آئے گا وہ سیاہ رنگ کا ہوگا، اور اس لشکر کا سردار نہایت قوی ہیکل، گرانڈیل اور گداز جسم کا ہوگا۔ اس کے دونوں مونڈھوں میں بڑا فرق ہوگا۔ ان کے چہرہ پر چیچک کے نشان ہوں گے۔ یہ شخص ملکِ شام کو فتح کرے گا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ کی قسم ہمارا علم سیاہ ہے۔ ہمارا سردار ایسا ہی ہے۔ جیسا شمعان نے بیان کیا ہے بیٹی! کیا ایک بات بتاؤ گی؟

لڑکی: پوچھیے!

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: تمہیں میری ذات سے اس قدر ہمدردی کیوں ہوئی؟

لڑکی: میں نہیں جانتی۔ مجھے خود حیرت ہے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: تم نے شمعان سے نہیں پوچھا؟

لڑکی: پوچھا تھا، وہ کہتے ہیں میرا (لڑکی کا) کوئی راز ہے۔ وہ راز اسے معلوم ہے۔ اس ہمدردی کا تعلق اس راز سے ہے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: حیرت ہے۔ تمہارے راز کو میری ہمدردی سے کیا تعلق؟ میں پہلے کبھی اس نواح میں نہیں آیا۔

لڑکی: میں خود بھی حیران ہوں۔ میں نے ان سے بہت پوچھا لیکن انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ مجھے اپنی بیٹی سمجھتے ہیں اور بیٹی کی طرح چاہتے ہیں۔ میری پرورش بھی انہوں نے کی ہے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: کیا تمہارے والدین نہیں ہیں؟

لڑکی: نہیں۔ میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی وہ فوت ہو چکے تھے۔ جب میں نے ہوش

---

[1] ملاحم جمع ہے ملحمہ کی۔ ملحمہ کے معنی مفسرین نے فتنہ وشورش اور حرب کے لکھے ہیں یعنی وہ کتاب جس میں لڑائی، فتنہ اور شورش کا تذکرہ ہو۔ عیسائیوں میں اس وقت ایسی بہت سی کتابیں موجود تھیں۔ (مصنف)

سنبھالا تو اپنے آپ کو شمعان کی آغوش میں پایا۔ میں انہیں حقیقی باپ سمجھتی تھی۔ لیکن ایک روز یہ عقدہ کھل گیا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: کیسے کھلا؟

لڑکی: ایک روز مجھے معلوم ہوا کہ قلعہ کے فرمانروا یعنی بادشاہ کی بیوی حکیم شمعان سے جنہیں میں اپنا باپ سمجھتی تھی، ملنے آرہی ہے۔ اس روز ہمارا مکان خوب آراستہ کیا گیا تھا۔ یہ اب سے دو برس پہلے کی بات ہے۔ بادشاہ کی بیگم آئی، حکیم نے اس روز مجھے نہایت اچھے کپڑے اور خالص سونے کے زیورات پہنائے تھے۔ ہم سب نے بادشاہ کی بیگم کا استقبال کیا۔ وہ نہایت شاندار عورت تھی۔ ایسے ریشمی کپڑے پہنے تھے، جس کے دامنوں اور حاشیوں پر سنہری لیس لگی ہوئی تھی۔ جواہرات کے زیورات پہنے تھی۔ جب میں نے اسے سلام کیا تو اس نے مجھے بہت پیار کیا۔ گود میں اٹھالیا۔ سینے سے لگایا۔ مجھے اس کی آغوش میں ماں کی سی گود کی راحت محسوس ہوئی۔ وہ جتنی دیر بھی ہمارے مکان میں ٹھہری مجھے اپنے ساتھ رکھا۔ اپنے کئی زیور اتار کر مجھے پہنائے۔

جب وہ رخصت ہونے لگی تو حکیم شمعان کے خاص کمرہ میں کچھ باتیں کرنے کے لئے گئی۔ اتفاق سے میں بھی اس کمرہ کے پاس والے کمرہ میں کچھ لینے گئی۔ میں نے سنا کہ بادشاہ کی بیگم تیز لہجہ میں کہہ رہی تھی:

''میں شمعونہ کو ضرور لے جاؤں گی۔''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: شمعونہ کون؟

لڑکی: میرا نام شمعونہ ہے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: اچھا وہ تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی!

لڑکی: جی ہاں!! حکیم نے نرمی سے کہا:

'اب تم اسے نہیں لے جاسکتیں۔ سوچو میں نے کس قدر تکلیفیں اٹھا کر اسے پالا ہے۔ وہ میرے گھر کا چراغ ہے میرا گھر بے چراغ نہ کرو۔'

میں کھٹکی کہ حکیم نے مجھے پالا ہے۔ کیا میں اس کی بیٹی نہیں؟ ابھی میں یہ سوچ ہی رہی تھی کہ بادشاہ کی بیگم نے کہا:

'اگر تم خوشی سے نہ دو گے تو میں زبردستی لے جاؤں گی۔'

حکیم نے کہا:

'تم بادشاہ کی بیگم ہو زبردستی لے جاسکتی ہو لیکن ایک ہفتہ اسے اور میرے

پاس رہنے دو۔ آئندہ اتوار کو لے جانا۔'

بادشاہ کی بیگم رضامند ہوگئی۔ میں وہاں سے چلی آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ کی بیگم رخصت ہونے لگی۔ اس نے مجھے بلایا وہ اس وقت میری خوابگاہ کے کمرہ میں تھی۔ مجھے اس نے پیار کیا اور کہا:

''شمعونہ! تم ہمارے پاس رہو گی!'

میرے دل میں اس کی محبت پیدا ہو چکی تھی۔ میں نے کہا:

'بڑی خوشی سے۔'

بیگم: میں تمہیں آئندہ اتوار کو لینے آؤں گی۔

لڑکی: میں تیار رہوں گی۔

بیگم: مجھے خوف ہے کہیں شمعان مجھے دھوکہ نہ دے۔ تمہیں کسی اور جگہ نہ پہنچا دے۔

لڑکی: مگر وہ ایسا نہ کریں گے۔

بیگم: اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اسے تجھ سے باپ جیسی محبت ہے۔

یہ دوسرا موقع تھا کہ میرے دل میں یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ کیا شمعان میرا باپ نہیں ہے؟

میں نے بادشاہ بیگم سے کہا:

'وہ میرے باپ ہیں۔ محبت ہونا قدرتی بات ہے!'

بادشاہ کی بیگم نے کہا:

'وہ تیرا باپ.......... خیر اس سے کیا۔ ابھی مجھے کچھ نہیں کہنا چاہیے۔ ہاں اتنا ضرور کہتی ہوں کہ تم کہیں چلی نہ جانا۔'

اتنے میں حکیم شمعان آ گئے۔ بیگم ہم سے رخصت ہو کر چلی گئی۔

ابھی شمعونہ نے اپنی داستان اتنی ہی بیان کی تھی کہ قلعہ کے اندر سے چند سوار نکلے۔

شمعونہ انہیں دیکھ کر گھبرا گئی۔ اس نے کہا:

''مجھے ڈر ہے کہیں یہ مجھے گرفتار کرنے نہ آئے ہوں، آپ مجھے بچا سکتے ہیں؟''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: ہاں بچا سکتا ہوں۔

شمعونہ: مجھے اپنے ساتھ اونٹنی پر سوار کر کے لے چلئے، جلدی کیجئے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے جلدی سے شمعونہ کو اونٹنی پر سوار کیا۔ پھر خود سوار ہوئے اور اسے تیزی سے دوڑا دیا۔ خوش قسمتی سے سواروں نے شمعونہ کو نہیں دیکھا اور وہ آگے بڑھ گئے۔

باب ۴

بوڑھا پادری

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے شمعونہ کو خوفزدہ دیکھ کر اور اس کی عاجزی سے مدد کرنے کی درخواست پر جلدی سے اسے اپنی اونٹنی پر بٹھالیا اور تیزی سے وہاں سے چل بھی دیئے۔ لیکن جب کچھ دور نکل گئے اور تعاقب کا اندیشہ جاتا رہا تو انہیں یہ خیال آیا کہ اُن کا یہ فعل عقل مندوں کی نگاہوں میں مناسب نہ ہوگا۔

ایک غیر کفو لڑکی کو بغیر کسی استحقاق اور زیادہ واقفیت کے اس طرح لے چلنا ٹھیک نہیں تھا۔ برابری کے رشتہ کے بغیر انہیں رہ رہ کر عجب ہو رہا تھا کہ شمعونہ ان کے ساتھ آنے پر کس طرح تیار ہوگئی۔ (وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کے خلاف غلط باتوں کا طومار باندھ کر ساری عیسائی قوم کو مسلمان کی مخالفت پر اس درجہ برانگیختہ کر دیا ہے کہ ان کی عورتیں اور بچے تک مسلمانوں سے سخت قسم کا تعصب رکھنے لگے ہیں۔) شمعونہ ایک عیسائی لڑکی ہے۔ وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ وہ کیوں میرے ساتھ آنے پر تیار ہوگئی، کیا وہ تعصب نہیں رکھتی؟

شام کے قریب انہوں نے ایک درخت کے سایہ میں قیام کیا۔ درخت سے پتے توڑ کر اونٹنی کے سامنے ڈال دیئے۔ عصر کی نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر انہوں نے شمعونہ سے دریافت کیا:

"کہیں تم نے میرے ساتھ آنے میں غلطی تو نہیں کی شمعونہ؟"

شمعونہ: نہیں میں نے غلطی نہیں کی ہے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: تم نے مجھ پر اعتماد کیسے کر لیا؟

شمعونہ: مجھے حکیم شمعان نے کہا تھا کہ مسلمان نہایت نیک، دیندار اور خدا ترس ہوتے ہیں۔ اگر تو دیکھے کہ آرکہ کے سپاہی تجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں اور کوئی مسلمان ہو تو تُو اس مردِ مسلمان کی

حمایت میں چلی جانا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ چند ہی گھنٹے بعد یہ واقعہ پیش آ جائے گا۔ میں نے حکیم شمعان کے کہنے پر عمل کیا ہے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: اب تم کہاں جانا چاہتی ہو؟

شمعونہ: جہاں آپ جائیں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: میں تو اسلامی لشکر میں جا رہا ہوں جو ملکِ شام کو فتح کرنے پر مامور ہوا ہے۔

شمعونہ: اسلامی لشکر کہاں ہے؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: قریب ہی ملکِ شام کی سرحد پر ہے۔

شمعونہ: مجھے بھی وہیں لے چلیں۔ کیا مسلمانوں کے ساتھ عورتیں نہیں ہوں گی؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: ضرور ہوں گی۔ ہم مسلمان اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر جہاد پر جایا کرتے ہیں۔

شمعونہ: بس تو میں اسلامی خواتین میں رہوں گی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: کیا تم اسے پسند کرو گی؟

شمعونہ: کیوں نہیں، بڑی خوشی سے رہوں گی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: حکیم شمعان کو یہ بات ناگوار تو نہیں لگی ہوگی؟

شمعونہ: ناگوار نہ لگی ہوگی۔ وہ عیسائیوں سے مسلمانوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ انہوں نے مجھے خود کہہ دیا تھا کہ اگر تو مسلمانوں میں چلی جائے تو مجھے اطلاع کر دینا۔

اب مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ کر کھجوریں اور ستو تھیلے میں سے نکالے۔ کھجوروں کو مل کر پانی میں بھگویا، اس میں ستو ڈالے۔ گٹھلیاں نکال کر پھینک دیں۔ پہلے ایک پیالہ جو لکڑی کا تھا بھر کر شمعونہ کو دیتے ہوئے فرمایا:

"لو بیٹی! پیو۔"

شمعونہ: اتنا؟ یہ تو بہت زیادہ ہے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: کچھ زیادہ نہیں ہے۔ پی بھی جاؤ۔

شمعونہ: نہیں بہت زیادہ ہے کچھ کم کر لیجئے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ کم کر کے فرمایا:

"لو پیو۔"

شمعونہ نے لے کر پی لیا۔ اس کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پیا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اچھا تم اپنی بقیہ داستان سنا دو۔''

شمعونہ: نہ معلوم کیوں اس وقت طبیعت کچھ پریشان ہے۔ آج نہیں پھر کسی روز سنا دوں گی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: لیکن طبیعت میں اضطراب کیوں ہوا؟

شمعونہ: معلوم نہیں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: شاید اپنے آدمیوں کے بچھڑنے کا غم ہے۔

شمعونہ: غم بالکل نہیں، بلکہ جب مسلم خواتین میں پہنچنے کا خیال آتا ہے تو دل کو کچھ خوشی ہوتی ہے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: پھر کیا بات ہے؟

شمعونہ: فکر نہ کیجئے کوئی خاص بات نہیں ہے۔ اکثر انسان خود بخود کچھ مضطرب ہو جایا کرتا ہے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: کہیں یہ بات تو نہیں کہ میں اور تم دونوں اس جنگل بیابان میں تنہا ہیں؟

شمعونہ: اگر یہ خیال ہوتا تو میں آپ کے ساتھ آتی ہی کیوں؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: تب شاید جنگل میں رات بسر کرنے کے خیال سے کچھ انتشار ہے؟

شمعونہ: دو سال سے میں صحرائی زندگی بسر کر رہی ہوں، مجھے آبادی سے ویرانہ زیادہ پسند ہے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: اچھا تم لیٹ جاؤ۔

یہ فرماتے ہی حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے ایک چادر بچھا دی۔

شمعونہ: ابھی لیٹنے کا وقت کہاں ہوا ہے؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اس کی طبیعت سے اضمحلال اور افسردگی دور کرنے کے لئے کچھ باتیں شروع کر دیں۔ ان باتوں میں شمعونہ کا دل بہل گیا۔

جب عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور اپنے لئے دوسری چادر پہلی چادر سے ذرا فاصلہ پر بچھا کر خود لیٹ گئے اور شمعونہ سے فرمایا:

''بیٹی اب تم بھی لیٹ جاؤ۔''

شمعونہ بھی لیٹ گئی۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''دیکھو تم مطلق نہ ڈرنا۔ میری نیند ایسی ہے کہ ذرا سے کھٹکے پر آنکھ کھل جاتی ہے۔ اوّل تو میں سوتا بہت کم ہوں۔''

شمعونہ: اطمینان رکھیے میں ڈروں گی نہیں

تھوڑی دیر میں شمعونہ غافل ہو کر سو گئی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے آہستہ سے اسے آواز دی۔ جب وہ نہ بولی تو انہوں نے فرمایا:
'معصوم سو گئی ہے، مجھے اس سے کس قدر محبت ہو گئی'

اس کے بعد وہ بھی سو گئے۔ صبح سویرے بیدار ہوئے حاجت سے فارغ ہو کر کے نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر کچھ دیر قرآن مجید کی تلاوت کی۔ جب آفتاب نکل آیا تب وہ شمعونہ کے پاس آئے۔ دیکھا تو وہ ابھی تک سو رہی تھی۔ اس کے سونے کا انداز نہایت پیارا تھا۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے آہستہ سے فرمایا: 'جوانی اور معصومیت سو رہی ہے۔'

وہ پھر الگ جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد شمعونہ اٹھی۔ اس نے آنکھیں مل کر انگڑائی لی۔ چل کر حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''سو اٹھی شمعونہ؟''

شمعونہ: جی ہاں! میں سویرے اٹھنے کی عادی تھی لیکن تعجب ہے آج دیر تک سوئی رہی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: شاید رات کو آنکھ کھل گئی ہو گی!

شمعونہ: نہیں، جب سے سوئی تھی، اب تک سوتی ہی رہی۔

اگرچہ ابھی تک شمعونہ نے منہ نہ دھویا تھا لیکن اس کی صورت اس وقت بھی بڑی پیاری معلوم ہو رہی تھی۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''ذرا جلدی ضروریات سے فراغت کر لو۔''

شمعونہ نے حاجت سے فارغ ہو کر ہاتھ منہ دھویا۔ اس عرصہ میں حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اونٹنی پر پالان کسا، پیچھے کی طرف شمعونہ کو بٹھایا، آگے خود سوار ہوئے اور اونٹنی کو تیزی سے چھوڑ دیا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''اب تو طبیعت مضطرب نہیں ہے تمہاری شمعونہ؟''

شمعونہ: جی نہیں!

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: تو اپنی داستان کہہ ڈالو!!

شمعونہ: میری داستان کچھ دلچسپ نہیں ہے اور کسی وقت سن لیجئے گا۔ میں سب سنا دوں گی۔ اچھا ہے کہیں اطمینان سے بیٹھ کر سناؤں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: ٹھیک ہے۔ شاید ہم کل اسلامی لشکر میں پہنچ جائیں۔ وہیں چل کر سنانا۔

شمعونہ: چاہتی میں بھی یہی ہوں!

ان دونوں نے دوپہر کو ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام کیا۔ اس وقت دونوں نے کھجوریں کھا کر پانی پی لیا۔ تیسرے پہر کو پھر چل پڑے۔ عصر کے وقت وہ ایک گرجا کے سامنے پہنچے۔ یہ گرجا ایک بلند ٹیلہ پر چشمہ کے کنارے ایک پُر فضا مقام پر واقع تھا۔ گرجا کے احاطہ سے باہر ایک بوڑھا پادری کھڑا تھا۔ اس نے جب ایک عیسائی لڑکی کو ایک مسلمان کے ساتھ جاتے دیکھا تو اسے تعجب ہوا۔ اس نے اشارہ سے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا۔ جب حضرت عامر رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا:

''تم اس عیسائی لڑکی کو کہاں لے جا رہے ہو؟''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: اس لڑکی ہی سے دریافت کیجئے۔

شمعونہ: میں خود مسلم خواتین میں جا رہی ہوں!

پادری: کیوں؟

شمعونہ: میری خوشی!

پادری نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

''تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قاصد ہوں، اسلامی لشکر کی طرف جا رہا ہوں۔

پادری: حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے قاصد ہو؟ کیا انہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے جو اپنی دلیری کی وجہ سے مشہور ہو گئے ہیں؟ جنہوں نے سب سے پہلے موتہ کے مقام پر عیسائیوں کو زبردست ہزیمت دی تھی؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: جی ہاں!

پادری: یہ شخص زبردست فاتح ہیں۔ مجھے ان کے حالات سننے کا بڑا اشتیاق ہے۔ اگر آپ آج رات کو یہاں قیام کر کے ان اسلامی سپہ سالار کے حالات سنا دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ میں بھی کچھ ان کے متعلق بتاؤں گا۔ اگر آپ یہاں سے آگے بڑھ گئے تو رات جنگل میں بسر کرنی ہوگی۔ اس سے اچھا ہے یہیں ٹھہر جائیں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: مجھے کچھ عذر نہیں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اونٹنی بٹھائی۔ پہلے خود اترے پھر شمعونہ کو سہارا دے کر اتارا۔ پادری نے اونٹنی ایک طرف بندھوا دی اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ اور شمعونہ کو لے کر گرجا میں داخل ہوا۔

باب ۵

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے عصر کی نماز پڑھی۔ اس عرصہ میں پادری نے شمعونہ سے دریافت کیا:

''بیٹی! کیا تم حکیم شمعان کی دختر ہو؟''

شمعونہ: مشہور ایسا ہی ہے۔

پادری: دو برس سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا جب میں نے تمہیں دیکھا تھا۔ تمہارے سب واقعات مجھے معلوم ہیں۔

شمعونہ: کہتے ہیں میرے متعلق کوئی راز ہے!

پادری: یہ سچ ہے وہ راز مجھے معلوم ہے۔ لیکن جب تک حکیم شمعان زندہ ہیں۔ میں اس راز کا ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکال سکتا۔

اب حضرت عامر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ کر آ گئے۔ پادری نے ان سے کہا:

''میں ایک کتاب اٹھا کر لاتا ہوں۔ اس میں کچھ گزشتہ اور کچھ آئندہ کے لوگوں کے حالات لکھے ہوئے ہیں۔ انہیں سننا اور جو میں دریافت کروں وہ بتانا۔''

پادری اٹھ گیا اور ایک پرانی کتاب جسے دیمک لگی ہوئی تھی اٹھا کر لایا۔ اس نے اسے پڑھنا شروع کیا۔ اس میں لکھا تھا:

''سرزمینِ عرب میں ایک نبی پیدا ہوں گے۔ ان کی قوم انہیں سخت اذیتیں دے گی۔ وہ وطن سے جلاوطن کر دیئے جائیں گے۔ ان کی تعلیم نیکی، پرہیز گاری، صداقت اور توحید پرستی کی ہو گی۔ ان کا دین چمکے گا۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے پاس بلا لے گا۔"

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: اللہ کی قسم عرب میں یہ نبی مبعوث ہوئے۔ ان کی قوم نے انہیں بے حد ستایا۔ وہ لوگوں کی زیادتیوں سے تنگ آ کر اپنے وطن مکہ سے مدینہ منورہ میں ہجرت کر گئے۔ ان کی تعلیم کا خلاصہ وہی ہے جو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان کا وصال ہو چکا ہے۔

پادری: ان کے جانشین موزوں قد کے ہوں گے جن کا رنگ کھلتا ہوا گندمی ہوگا۔ چہرہ نرم، پیشانی چوڑی، ناک موزوں اور آنکھیں بڑی ہوں گی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: اس وقت وہی خلیفہ ہیں۔ ان کا نام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔

پادری: عراق کی طرف سے ایک علم آئے گا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کا بھیجا ہوا ہوگا۔ یہ علم سیاہ رنگ کا ہوگا۔ اس کے زیر سایہ دلیرانِ عرب ہوں گے۔ ان کی داڑھیاں ہوں گی۔ ان کا سپہ سالار ایک مضبوط جسامت اور شہسوار شخص ہوگا۔ اس کا سینہ کشادہ ہوگا۔ دونوں شانوں میں خاصا فاصلہ ہوگا۔ چہرہ پر چیچک کے نشان ہوں گے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: ہم لوگ عراق ہی سے آئے ہیں۔ ہمارا علم سیاہ ہے اور اس کا نام رایۃ العقاب ہے۔ ہمارا سپہ سالار ایسا ہی ہے جیسا آپ نے کہا، ان کا نام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہے۔

پادری نے کتاب بند کر کے کہا:

"یہ شخص عظیم الشان فاتح ہوگا۔ تمام ملکِ شام ان کے ہاتھ پر فتح ہو جائے گا۔ اب تم ان کے حالات مجھے سناؤ!"

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: لیکن ان کے حالات ایسے نہیں ہیں جو ذرا سی دیر میں بیان کیے جا سکیں۔

پادری: یہ میں بھی سمجھتا ہوں۔ میری یہ خواہش ہے کہ میں ان کے تمام حالات سنوں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: بہت اچھا! میں اس وقت تک کے تمام حالات آپ کو سناؤں گا۔

اس وقت چند پادری اور کچھ عورتیں آئیں۔ پادری نے انہیں اپنے پاس بٹھا کر حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے کہا:

"یہ اس گرجا کے دیندار مرد اور عورتیں ہیں۔ مرد راہب اور عورتیں راہبہ (نن) کہلاتی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نفسانی خواہشات کو جانتے بھی نہیں۔ ہمیشہ کنوارا رہنے کا عہد کر کے گرجا میں داخل ہوئے ہیں اور اپنی تمام عمر عبادت و ریاضت میں گزار دینے کا عہد کر چکے ہیں۔"

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: کیا مذہب عیسوی میں شادی نہ کرنے والوں کا رتبہ بڑھا ہوا مانا گیا ہے؟

پادری: شادی نہ کرنا زبردست قربانی ہے، اس سے ان کا رتبہ بڑھ جاتا ہے! کیا تمہارے مذہب میں یہ بات نہیں ہے؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: ہمارے مذہب میں یہ بات نہیں، ہمارے ہاں شادی کرنا ضروری ہے۔

پادری: خیر تم حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے واقعات سناؤ۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: سنئے!! ہمارے رہبر و ہادی، فخر انسان و فخر رسل، رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے معزز ترین خاندان میں سے تھے۔ ان کی آٹھویں پشت میں ان کی جد اعلیٰ مرّہ تھے۔ مرّہ کے تین بیٹے کلاب، تمیم اور نقیظ ہوئے۔ کلاب آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مورثِ اعلیٰ تھے۔ تمیم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجودہ خلیفہ کے جدِّ بزرگوار تھے، اور نقیظ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مورث تھے۔

پادری: گویا حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی قریش کے معزز ترین خاندان سے ہیں اور ان کا سلسلہ نسب تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آٹھویں پشت میں مل جاتا ہے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: جی ہاں!! نقیظ کا بیٹا مخزوم تھا جو تمام قریش میں کثیر العیال اور فارغ البال شخص گزرا ہے۔ بنی مخزوم کا مشہور قبیلہ اس شخص کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ چونکہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مورث ہے اس لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ مخزومی کہلاتے ہیں۔ مخزوم کی نسل میں ایک شخص مغیرہ تمام قریش میں مشہور جنگجو اور بہادر شہسوار گزرا ہے۔ وہ تمام قریش کی فوج کا سردار تھا۔ اس کا لقب صاحب الاعنہ پڑ گیا تھا۔ اس کا بیٹا ولید ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ اسی ولید کے بیٹے حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہیں۔

ولید بن مغیرہ نہایت خوبصورت اور وجیہہ تھا۔ اس کی اسی خوبصورتی کی وجہ سے اسے ریحانۂ قریش (قریش کا پھول) کہتے تھے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے سب ہی نعمتیں عطا کی تھیں۔ حسن و جمال کے علاوہ فصاحت، لیاقت، دولت اور حشمت بھی عطا فرمائے تھے۔ وہ تجارت بھی کرتا تھا اور زراعت بھی۔ اسی لئے اس کی ریاست و امارت بڑھی ہوئی تھی۔ اس کے سینکڑوں باغ و بستان تھے۔ ہزاروں مویشی بکریاں، گھوڑے اور اونٹ تھے۔ تجارت کا یہ عالم تھا کہ اس کی تجارتی کوٹھی میں بزازی سے لے کر جواہرات تک فروخت کے لئے موجود رہتے تھے۔ اس کے قافلے بیرونِ عرب میں تجارت کے لئے جاتے تھے۔ بیسیوں ایجنٹ تھے جو مختلف ممالک میں جا کر خرید و فروخت کرتے تھے۔ اس کی دولت کا یہ عالم تھا کہ اس کے خزانہ میں ایک لاکھ دینار سرخ اور دس

لاکھ روپیہ ہر وقت نقد موجود رہتا تھا۔ انہی وجوہات سے وہ وحید القوم (یگانہ قوم) بھی مشہور تھا۔ لیکن اس کے تمول و ذی جاہ ہونے نے اسے اللہ تعالیٰ سے روگردان کر دیا تھا۔ وہ بتوں کا پرستار تھا۔ جب رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ شروع کی اور بتوں کے پرستاروں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی پرستش کی تلقین کی تو ساری قوم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بھڑک اٹھی۔ قوم کے سرکردہ لوگوں نے متفقہ طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنی اور انہیں (استغفر اللہ) اذیت پہنچانی شروع کر دی۔ ولید نے بھی عداوت پر کمر باندھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو جس قدر اذیتیں پہنچائی گئیں اور ان کے خلاف جس قدر ظالمانہ منصوبے بنائے گئے ان میں سے زیادہ تر ولید ہی کے دماغی اختراع کا نتیجہ تھے۔

اگرچہ ولید سمجھ چکا تھا کہ اسلام حق ہے، قرآن شریف انسانی کلام سے بالاتر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لیکن دولت کے غرور، امارت کے فخر اور قریش کے لیڈر رہنے کے زعم میں وہ صداقت کو اختیار کرنے کی بجائے اس کی مخالفت میں ہمہ تن مصروف ہو گیا تھا۔

وہ آبائی جہالت کو نہ چھوڑ سکا۔ آخر اسلام کی مخالفت کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کی امارت جاتی رہی۔ دولت خاک میں مل گئی اور وہ خود بھی مارا گیا۔ اسی ولید کے ایک بیٹے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ولید کے بیٹے تو بہت سے ہوئے لیکن ان میں سے سات مشہور ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں: سمیان عاص، قیس، عبدالشمس، ولید توبتقلیہ، ہشام، حمارہ اور خالد۔ ان میں حضرت ولید رضی اللہ عنہ، حضرت ہشام رضی اللہ عنہ، حضرت حمارہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ باقی باپ کی طرح دولتِ اسلام سے محروم ہی رہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقریباً بیس سال قبل پیدا ہوئے۔ انہوں نے کفر کی آغوش میں آنکھیں کھولیں، کفر کی گود میں پرورش پائی اور کفر کے ہی عالم میں ہوش سنبھالا۔ ان کی والدہ کا نام لبابہ صغریٰ بنت حارث الہلالیہ تھا۔

لبابہ صغریٰ تین بہنیں تھیں۔ ایک لبابہ صغریٰ، دوسری لبابہ کبریٰ جن کی کنیت ام فضل رضی اللہ عنہا تھی اور ان کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ تیسری ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا تھا۔ اس طرح حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی اعزاء میں ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب ہوش سنبھالا تو انہیں ان کے والد نے تعلیم دلانی شروع

کی۔ لیکن ان کی طبیعت کا رجحان علم حاصل کرنے کی طرف نہیں تھا۔ بڑی مشکل سے انہوں نے کچھ تعلیم حاصل کی۔ آخر تعلیم سے بھاگ نکلے۔

البتہ شہسواری اور جنگی فنون اعلیٰ پیمانہ پر حاصل کیے۔ یہاں تک کہ وہ نہایت بہادر، جنگجو اور دلیر ہو گئے۔ اہل قریش نے نوجوانی ہی کے عالم میں انہیں فوج کی سپہ سالاری سپرد کر دی۔ وہ بھی اپنے باپ کے ساتھ مسلمانوں کو ستانے اور انہیں اذیت پہنچانے میں کوشاں رہتے تھے۔ کفار کے لشکر کی سپہ سالاری انہیں حق و صداقت کی طرف راغب نہیں ہونے دیتی تھی۔ وہ اسلام کو حق سمجھتے ہوئے بھی اس سے روگردانی کرتے رہے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اس قدر بیان کر کے خاموش ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا:

"چونکہ دن چھپ رہا ہے۔ مجھے مغرب کی نماز پڑھنی ہے۔ اس لئے اب نماز پڑھ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تذکرہ بیان کروں گا۔"

یہ کہتے ہی حضرت عامر رضی اللہ عنہ اُٹھے، وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے۔ جب نماز پڑھ کر آئے تو پادری نے انہیں اور شمعونہ کو کھانا پیش کیا۔

باب ٦

حضرت خالد رضی اللہ عنہ آغوشِ اسلام میں

جب حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے کھانے سے فراغت حاصل کر لی تو پادری نے کہا:
''اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تذکرہ شروع کیجئے۔''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: جب کفار مکہ کی زیادتیوں اور سختیوں سے تنگ آ کر مسلمان اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے پہنچ گئے اور وہاں کے لوگوں نے مسلمانوں کی آؤ بھگت کی تو مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ انہیں کسی قدر آرام ملا۔

کفار مکہ کو یہ بات ناگوار گزری۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کے فکر میں رہے۔ پہلے تو انہوں نے اہل مدینہ ہی کو مسلمانوں کے خلاف ورغلایا لیکن جب وہ ان کے فریب میں نہ آئے تو مکہ والوں نے خود مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا۔

چنانچہ سب سے پہلے مکہ کے ایک سردار کرز بن جابر نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کی چراگاہ پر چھاپہ مارا اور بہت سے اونٹ پکڑ کر لے گیا۔ مسلمانوں کو بڑا غصہ آیا۔ اب تک انہوں نے کفار کے خلاف معاندانہ کاروائی کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ سچ پوچھو تو مسلمانوں میں اس قدر قوت ہی نہیں تھی کہ وہ کفار کے خلاف کوئی کاروائی کر سکتے۔ لیکن اب انہوں نے بھی تہیہ کر لیا کہ مشرکین سے انتقام لیا جائے۔

اتفاق سے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ مکہ کے مشرکوں کا ایک قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں ملکِ شام سے تجارت کرنے کے بعد واپس آ رہا ہے۔ چونکہ وہ قافلہ مدینہ کے قریب سے ہو کر گزرنے والا تھا اس لئے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ والوں پر رعب ڈالنے کے لئے مسلمانوں کی ایک مختصر جماعت کو قافلہ روکنے کے لئے روانہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے یہ مقصد تھا کہ مکہ والوں پر مسلمانوں کا رعب پڑ جائے۔ انہیں

خیال ہو کہ اگر مسلمانوں کی مخالفت کی جاتی رہی تو وہ ان کے قافلوں کو روک دیں گے۔

ابوسفیان کو بھی مسلمانوں کی یورش کرنے کا حال معلوم ہو گیا۔ اس نے مکہ کے سرکردہ لوگوں کو اطلاع دے کر مدد طلب کی۔ ابوجہل ایک ہزار سوار پیادے لے کر اس کی مدد کو روانہ ہوا۔

اس نے اپنے ساتھ مکہ کے بہت سے معزز لوگوں کو بھی لے لیا۔ ابھی یہ لوگ راستہ ہی میں تھے کہ انہیں ابوسفیان نے خبر بھیجی کہ قافلہ چھپ کر بخیریت آ گیا ہے آپ واپس چلے آئیں۔ لیکن ابوجہل نہ مانا۔ اس نے کہا:

''اب تو مسلمانوں کا خاتمہ کر کے ہی واپس لوٹیں گے۔''

چونکہ مسلمانوں کی جمعیت بہت ہی کم تھی اس لئے ابوجہل اور کفار کو یہ یقین تھا کہ وہ تمام مسلمانوں کو قتل کر کے اسلام ہی کو مٹا دیں گے۔ چنانچہ وہ بدر کے مقام تک پہنچ گئے۔

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کفار کے حملہ آور ہونے کی اطلاع ہو گئی۔ چنانچہ وہ بھی مسلمانوں کی جمعیت لے کر چلے اور بدر میں پہنچے۔

مسلمان کل تین سو تیرہ تھے۔ ان میں کئی کم عمر بچے اور کئی بہت ہی بوڑھے آدمی تھے۔ گھوڑے فقط دو ہی تھے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دو سوار تھے۔ زرہ کسی کے پاس بھی نہ تھی۔ ہتھیاروں کا بھی یہ حال تھا کہ کسی کے پاس تلوار تھی تو نیزہ نہ تھا اور نیزہ تھا تو تلوار نہ تھی۔

کفار کی ایک ہزار جمعیت میں سو سواروں کا رسالہ تھا اور یہ سب سوار آہن پوش تھے۔ ظاہر ہے کہ برابر کا مقابلہ نہ تھا لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمان ایسی دلیری سے لڑے کہ کفار کے حوصلے پست ہو گئے۔ ان کے صرف ستر ہی آدمی مارے گئے تھے کہ ان پر مسلمانوں کی ہیبت چھا گئی اور وہ بے تحاشا میدانِ جنگ چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اس فراری کی وجہ یہ ہوئی کہ کفار کے تقریباً تمام سرکردہ لوگ مارے گئے۔

ابوجہل، عتبہ، زمعہ، عاص، امیہ، ابوالبختری، شیبہ، ولید (حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے والد) اور منبہ بن الحجاج، یہ کفار کے سرتاج و سردار تھے جو مارے گئے۔ مسلمانوں کو یہ زبردست فتح حاصل ہوئی۔ یہ واقعہ ۱۷/ رمضان ۲ ھ کا ہے۔ اس میں صرف چودہ مسلمان شہید ہوئے تھے۔

کفار کو اس ہزیمت کا بڑا صدمہ تھا۔ انہوں نے زبردست تیاری کی اور تین ہزار کا عظیم الشان لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع ہوئی تو وہ بھی ایک ہزار کی جمعیت لے کر اُن کا مقابلہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ مسلمانوں کے ساتھ کچھ منافق لوگ بھی شریک ہو گئے تھے۔ ان منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔

پادری: یہ بتائیے کہ یہ منافق کون لوگ تھے؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: منافق وہ تھے جو دل سے مسلمان نہ ہوئے تھے۔ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے ظاہراً مسلمان ہو گئے تھے۔

پادری: لیکن اس لڑائی میں مسلمان ایک ہزار کہاں سے آ گئے؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: جنگِ بدر کے بعد تقریباً ایک سال کا وقفہ مل گیا تھا۔ اس عرصہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے قبائل کو مسلمان کر لیا تھا۔

پادری: ہاں سمجھ میں آ گیا، اب آگے کہئے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: منافق جو واپس گئے ان کی تعداد تین سو تھی۔ ان کے چلے جانے کے بعد مسلمان کل سات سو رہ گئے۔ احد کے مقام پر پہنچ کر جو مدینہ سے تقریباً دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر ہے، کفار سے مقابلہ ہو گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں اپنے پشت کی طرف گھاٹی میں تعینات کر کے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ ہرگز نہ چھوڑیں کیونکہ اس طرف سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا اندیشہ تھا۔

جنگ شروع ہوئی۔ اس لڑائی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ اس وقت تک کفر کی حالت میں تھے اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے۔ وہ سو سواروں پر افسر تھے۔ مسلمان اس مرتبہ بھی نہایت بے جگری سے لڑے اور انہوں نے کفار کو شکست دے دی۔ مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے لگے۔

جو تیرانداز گھاٹی کی پشت پر تعینات کئے گئے تھے وہ بھی یہ خیال کر کے کہ کافر بھاگ رہے ہیں، اپنی جگہ چھوڑ آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا، وہ اپنا رسالہ لے کر اس طرف سے حملہ آور ہوئے۔ یہ حملہ اتنا اچانک ہوا کہ مسلمان گھبرا گئے۔ مفرور کفار کے قدم جم گئے۔ نہایت کشت و خون ہوا۔

آخر مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی اور فتح شکست سے بدل گئی۔ کفار کو یہ ہمت تو نہ ہوئی کہ وہ مدینہ پر حملہ کرتے، انہوں نے فتح ہی کو غنیمت سمجھا اور وہ اُحد ہی سے لوٹ آئے۔ اس طرح احد کے مقام پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بے مثل شجاعت اور فنونِ جنگ سے واقفیت کی وجہ سے کفار کو کامیابی ہوئی (اُس وقت آپ رضی اللہ عنہ اسلام نہیں لائے تھے)۔ یہ واقعہ ماہ شوال ۳ ھ میں ہوا۔

اس کے بعد کفار کو مدینہ پر حملہ کرنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی۔ لیکن اب یہودیوں نے

مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کیا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اسلام دن بدن ترقی کر رہا ہے، لوگ جوق در جوق مسلمان ہو رہے ہیں تو انہیں مسلمانوں سے عداوت ہوگئی۔ انہوں نے بلاوجہ ہنگامہ آرائی شروع کر دی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سمجھایا لیکن وہ باز نہ آئے۔ مجبوراً ان سے بھی جدال و قتال کیا گیا۔ جب انہیں ہزیمتیں ہوئیں اور خیبر کی جنگ میں ان کی بالکل ہی کمر ٹوٹ گئی، تب وہ بھی سیدھے ہوگئے۔

اب مسلمانوں کو قدرے اطمینان نصیب ہوا اور انہوں نے تمام عرب میں تبلیغ شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ کی شان، قبیلے کے قبیلے مسلمان ہوتے چلے گئے۔ جب یہ خبر بیرونِ پہنچی تو آتش پرست اور عیسائی چونکے۔

چونکہ ایران میں آتش پرستوں کی اور شام و فلسطین میں عیسائیوں کی زبردست سلطنتیں تھیں اور یہ دونوں سلطنتیں مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فکر ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سمجھ لیا کہ ان دونوں سلطنتوں میں سے اگر ایک بھی عرب پر حملہ آور ہوئی تو مسلمانوں کی خیر نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان فرمانرواؤں کو تذبذب میں ڈالنے کے لئے خود ہی سلاطینِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کے مراسلے روانہ کر دیئے۔

رؤسائے عرب، قیصرِ روم (عیسائی شہنشاہ)، شہنشاہ کسریٰ (شہنشاہ ایران)، شاہ حبش اور عزیزِ مصر کے پاس قاصد بھیجے۔ سوائے شاہ حبش کے اور سب بادشاہ ان مراسلوں کو پڑھ کر سخت برانگیختہ ہوئے۔ لیکن یہ سمجھ کر چپ ہوگئے کہ کہیں مسلمانوں کی طاقت زیادہ تو نہیں بڑھ گئی۔ اس خیال سے انہیں عرب پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

مگر شاہ ایران نے یہ گستاخی کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مراسلہ کو پھاڑ دیا۔

بیرون عرب میں دعوت اسلام کے پروانے بھیجنے کا یہ اثر ہوا کہ عرب کے مشرک اور یہودی بھی مسلمانوں سے خائف ہوگئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت ولید رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے ۷ھ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا۔ یہ خیال رہے کہ ولید رضی اللہ عنہ مدینہ میں اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے۔

''عزیز بھائی!!! اس وقت ساری دنیا گمراہی اور تاریکی میں پڑی ہوئی تھی۔

یہودی اور عیسائی خدا کے بیٹے بتاتے تھے۔ عرب اور دوسرے ممالک بت پرست تھے۔ ایران میں آگ پوجی جاتی تھی۔ آخر غیرتِ حق کو حرکت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی ﷺ بھیجا۔ یہ نبی ﷺ ہیں جو امی (ان پڑھ) ہیں۔ انہوں نے ہزاروں سختیاں جھیل کر اسلام کی تبلیغ کی۔ اللہ تعالیٰ مددگار تھا۔ لوگ مسلمان ہونے لگے۔ نیک روحیں کھنچی چلی آرہی ہیں۔ تم کس وقت کا انتظار کر رہے ہو؟ آنحضور اکرم ﷺ تمہیں پوچھتے تھے۔ تم حضور اکرم ﷺ سے خوب واقف ہو۔ وہ راست گو ہیں، نیک ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں پیغمبری عطا نہ کی ہوتی تو وہ کبھی نبوت کا دعویٰ نہ کرتے۔

تم خود دانشمند ہو۔ سوچو، لکڑی یا پتھر کے بت پرستش کے قابل نہیں ہو سکتے۔ وہ خدا نہیں ہیں۔ بلکہ سچ پوچھو تو وہ انسان کاریگر اُن کے خالق ہیں جو انہیں بناتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں شیطان گمراہ کئے رہا۔ ہم بڑے مغالطہ اور حماقت میں گرفتار رہے۔"

تمہارا بھائی ولید از مدینہ

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس یہ خط پہنچا اور انہوں نے پڑھا تو فوراً ہی کہا:

"ولید رضی اللہ عنہ نے سچ لکھا ہے، بت خدا نہیں ہو سکتے۔ ہم غلطی پر ہیں۔"

چنانچہ وہ اپنے دوست حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (فاتحِ مصر) کے پاس گئے۔ انہوں نے اپنے بھائی کا خط ان کے سامنے رکھ کر کہا:

"اسے پڑھ کر بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر کہا:

"سچ پوچھتے ہو تو ولید رضی اللہ عنہ نے درست لکھا ہے۔ میں خود بھی مسلمان ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: پھر دیر کیا ہے؟ مدینہ چلو!

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ: ضرور! آج میں حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی ذکر کروں گا۔ ان کا بھی مسلمان ہونے کا ارادہ تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ضرور ذکر کر لو۔ لیکن چلنا ہے تو جلد چلو۔ میرا دل مسلمان ہونے کے لئے

بہت بے قرار ہے۔ سوچتا ہوں میں آج تک اندھیرے ہی میں پڑا رہا۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ: اور میں بھی۔ شیطان نے ہماری آنکھوں پر پردہ ڈالے رکھا ورنہ ہمیں تو سب سے پہلے مسلمان ہو جانا چاہیے تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ چلے آئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا، وہ بھی تیار ہو گئے۔ غرض یہ تینوں بہادر شہسوار اور معزز اعرابی مکہ سے مدینہ روانہ ہوئے اور دربارِ رسالت میں پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا:

''کہو کس ارادہ سے آئے ہو؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''مسلمان ہونے کے لئے۔''

آنحضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ اب مکہ نے اپنے جگر گوشے ہماری طرف اس لئے بھیجے ہیں تاکہ وہ مسلمان ہو کر اسلام کی خدمت کریں!''

چنانچہ حضور نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت ان تینوں کو مسلمان کر لیا۔ چونکہ جنگِ احد کی وجہ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی شہرت ہو گئی تھی، اس لئے جب مسلمانوں نے سنا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں تو انہیں دیکھنے اور ان سے ملنے کے لئے مسلمانوں کا جمِ غفیر اُمڈ آیا۔ عام طور پر مسلمانوں کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے سے خوشی ہوئی۔

اتنا بیان کر کے حضرت عامر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

باب ۷

موتہ پر یورش

کچھ وقفہ کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر کہنا شروع کیا:

"حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے امتحان کا وقت جلد ہی آ گیا۔ ہوا یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ مشرکینِ مکہ اور کچھ یہود بصریٰ میں اس لیے گئے ہیں تا کہ وہاں کے عیسائی فرمانروا کو مسلمانوں پر چڑھا لائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ بصریٰ کا بادشاہ ہرقل اعظم کا باج گزار ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ہی حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بصرہ کے پاس دعوتِ اسلام کا پروانہ دے کر بھیجا۔ جب حضرت حارث رضی اللہ عنہ شہر موتہ پہنچے تو وہاں کے گورنر شرجیل بن عمرو غسانی نے انہیں گرفتار کر کے شہید کر ڈالا۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ ایلچیوں کو کوئی قوم یا کوئی بادشاہ بھی قتل نہیں کیا کرتا۔ لیکن عیسائیوں نے ایک اسلامی سفیر کو قتل کر کے اپنی وحشیانہ بربریت اور سفلہ پن کا ثبوت دیا۔ ہرقل اعظم کو جو عیسائیوں کا شہنشاہ ہے یہ چاہیے تھا کہ شرجیل کو معزول کر دیتا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت کرتا مگر وہ اپنی سلطنت کی وسعت و فراخی پر مغرور تھا۔ اس نے مسلمانوں کو حقیر سمجھا۔ نہ اپنے گورنر سے کوئی باز پرس کی نہ ہادیٔ اسلام سے معافی چاہی۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ مسلمانوں کو بھی بڑا رنج ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"عیسائیوں نے ایک مسلمان کا ناحق خون بہا کر ہمیں اعلانِ جنگ دیا ہے۔ ہم نے اعلانِ جنگ قبول کر لی۔ مسلمان کے خون کا ایک قطرہ ہرقل اعظم کی سلطنت سے زیادہ قیمتی ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت اعلانِ جہاد کر دیا۔ سرفروش مسلمانوں کی آمد شروع ہو گئی۔

تین ہزار مجاہدین جمع ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے علم تیار کر کے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، عطا کیا اور اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا اور کہا کہ:

"اگر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سردار ہوں۔ وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سردار ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو فوجی لوگوں کو اختیار ہے کہ جسے پسند کریں سردار بنا لیں۔"

اس لشکر میں بڑے بڑے معزز مسلمان تھے۔ ایک حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے جو ہاشمی تھے اور آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے۔ دوسرے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے جو رؤسائے انصار سے تھے۔ تیسرے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے جو مکہ کے معزز لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ اور بھی ان کے ہم پایہ لوگ کئی تھے۔

ایسے معزز اور بزرگ لوگوں کے ہوتے ہوئے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غلام کو سپہ سالار مقرر کیا تو بعض لوگوں نے، جن کے دلوں میں تمول و عزت ہی کی قدر و منزلت تھے، چرچے شروع کیے۔ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تم اب تک بھی جھوٹے نسب پر فخر کرتے ہو۔ اسلام اس فخر کو مٹانے اور مسلمانوں میں مساوات قائم کرنے آیا ہے۔ تم میں اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر چہ میگوئیاں کرنے والوں نے معذرت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"دیکھو یہ مہم حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے کے لئے ہے۔ اوّل دشمن سے قصاص طلب کرنا، اگر وہ قصاص ادا کر دے تو ہرگز نہ لڑنا، بلکہ دعوتِ اسلام دینا۔ نہایت نرمی سے گفتگو کرنا اور اس مقام پر بھی جانا جہاں حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے ادائے حق کے فرض میں اپنی جان دی ہے۔"

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکرِ مجاہدین کو رخصت کیا۔ مجاہدین ہرقل اعظم کی زبردست سلطنت سے ٹکرانے کے لئے موتہ کی طرف روانہ ہوئے۔

شرجیل والیِ موتہ کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں مسلمان اپنے سفیر کا انتقام لینے کے لئے یورش نہ کر دیں۔ اس لئے اس نے مسلمانوں کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے بہت سے جاسوس مقرر کر رکھے تھے۔ ان جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ مسلمانوں کا لشکر انتقام لینے کے لئے چلا آ رہا ہے۔ وہ کچھ گھبرا گیا۔ اس نے فوراً فوجوں کو فراہم کرنا شروع کر دیا۔ ایک لاکھ سپاہ اس کے پاس جمع ہو گئی۔ اس نے ہرقل اعظم کو بھی مدد کیلئے لکھا۔

اگرچہ اس کے پاس عظیم الشان لشکر جمع ہو گیا تھا لیکن مسلمانوں کے رعب کی وجہ سے اسے یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ عرب میں داخل ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتا۔ وہ موتہ ہی میں رہ کر مسلمانوں کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔

اس کا ارادہ قلعہ بند ہو کر لڑنے کا تھا۔ لیکن جب اس کے جاسوسوں نے اسے یہ اطلاع دی کہ مسلمانوں کی کل جمعیت ہی تین ہزار ہے تو اس کا دل قوی ہو گیا اور اس نے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنے کا قصد کر لیا۔ اپنے بھائی شدوس کو پانچ ہزار سوار دے کر ہراول دستہ کے طور پر آگے روانہ کیا۔

جب مسلمان معان کے مقام پر پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ شرجیل کے پاس ایک لاکھ کا ٹڈی دل عیسائی لشکر ہے۔ اس خبر کو سن کر بعض مسلمان متردد ہوئے۔

تردد کی بات بھی تھی کہاں ایک لاکھ اور کہاں تین ہزار۔ بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ آنحضور نبی محترم ﷺ کو اطلاع دی جائے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ”مسلمانو!! یہ کیا تردد ہے۔ ہم فتح و کامرانی حاصل کرنے کے ارادہ سے نہیں آئے۔ بلکہ شہادت کی دولت حاصل کرنے آئے ہیں۔ اگر خوش دلی سے یہ سعادت حاصل ہو جائے تو زہے نصیب اور اگر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے تو یہ اس کا انعام ہوگا۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس مختصر تقریر نے لوگوں کو گرما دیا۔ ان کے دلوں میں جوشِ جہاد اور شوقِ شہادت کا ایسا جذبہ پیدا ہو گیا کہ وہ ایک لاکھ دشمنوں سے ٹکرانے کو تیار ہو گئے۔

اسلامی لشکر جب معان سے بڑھ کر مشارف کے قریب پہنچا تو عیسائیوں کے ہراول دستے سے سامنا ہو گیا۔ اس عیسائی لشکر کا سردار شرجیل کا بھائی شدوس تھا۔ شدوس نے مسلمانوں کی فوج اپنے سے کم دیکھ کر جھٹ حملہ کر دیا۔

مسلمانوں نے جم کر مقابلہ کیا اور خود بھی اس جوش و جذبہ سے حملہ آور ہوئے کہ

عیسائیوں کی صفیں کی صفیں کاٹ ڈالیں۔ اثنائے جنگ میں شدوس مارا گیا۔ عیسائی گھبرا کر بھاگ نکلے اور موتہ میں ہٹ آئے۔

جب شرجیل نے اپنے بھائی کے مارے جانے کا حال سنا تو اسے بڑا دُکھ ہوا۔ اس نے مسلمانوں سے انتقام لینے کا حلف اٹھایا۔

اگلے روز مسلمان موتہ[1] میں پہنچ گئے۔ چونکہ شرجیل کو اپنے بھائی کے مارے جانے کا غم تھا، اس لئے اس نے مسلمانوں کے وہاں آتے ہی اپنے لشکر کو ترتیب دیا۔ مسلمانوں نے بھی صفیں مرتب کر لیں۔

یہ قیصرِ روم کے باقاعدہ لشکر سے مسلمانوں کی پہلی لڑائی تھی۔ اگر قیصرِ روم (عیسائی بادشاہ) عادل و منصف ہوتا اور وہ شرجیل کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیتا تو مسلمانوں سے عیسائیوں کی جنگ ہی نہ ہوتی، نہ ہرقل اعظم کی سلطنت جاتی، نہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں عداوت ہوتی۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے شرجیل کے پاس پیغام بھیجا:

> ''ہم اپنے قاصد حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کے لئے آئے ہیں۔ اگر تم قصاص ادا کر دو تو ہم تم سے کوئی تعرض نہ کریں گے، واپس چلے جائیں گے۔''

جب یہ پیغام شرجیل کے پاس پہنچا تو چونکہ اس کا لشکر ایک لاکھ تھا اور مسلمان کل تین ہزار ہی تھے، اس لئے اسے سخت ناگوار گزرا۔ اس نے اپنی فوج کی کثرت پر پھول کر نہایت ہی ناشائستہ جواب دیا اور کہا:

> ''تم بھوکے ننگے عربوں کی بھی یہ مجال ہوئی کہ ہمارے منہ لگو۔ ہم تمہیں ہمیشہ حقیر و ذلیل سمجھتے رہے تم ہماری اطاعت کرتے تھے۔ ہمارے ملک میں ملازمت اور تجارت کے لئے آتے تھے۔ ہم تمہاری پرورش کرتے تھے۔ آج تم ہمارے مقابلے پر آئے ہو۔ نہیں جانتے کہ ہماری قوت و حشمت کس قدر ہے؟ ہمارے پاس اتنی فوجیں ہیں کہ ہم سارے عرب کو جب چاہیں پامال کر ڈالیں۔''

---

[1] موتہ شہر کا بھی نام تھا اور شہر کے قریب جو وادی تھی اس کا نام بھی تھا۔ یہ ملکِ شام کی حدود پر واقع تھا۔ بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلہ پر تھا یہاں ہرقل اعظم کا گورنر رہتا تھا جو سرحد کی حفاظت پر مامور تھا۔ (مصنف)

یہ نامناسب جواب سن کر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''عیسائیوں کو اپنی حشمت اور اپنی فوجوں پر گھمنڈ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے۔ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔''

پھر انہوں نے اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے فرزندانِ اسلام! ہم نے اتمامِ حجت کر لی۔ دشمن لڑائی پر آمادہ ہے۔ ہم حق پر ہیں اللہ تعالیٰ ہماری حمایت کرے گا۔ ہم جنت کے متلاشی ہیں اور ''الجنۃ تحت ظلال السیوف'' (جنت شمشیروں کے سایہ میں ہے) اور اللہ تعالیٰ مجاہدوں سے پیار رکھتا ہے۔''

جیسا خود اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے:

''ان اللّٰہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص.''

ترجمہ: ''یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اسلام کی حمایت میں دیوارِ آہنی کی طرح جم کر بغیر کسی لغزش کے لڑتے ہیں۔''

(پارہ:۲۸، سورۂ صف)

اس آیت کو سن کر مسلمانوں کے ایمان تازہ ہو گئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے باوجود تعداد میں دشمنوں سے بہت ہی کم ہونے کے، آمادہ بہ جنگ ہو گئے۔

اگر چہ وہ دیکھ رہے تھے کہ عیسائیوں کا ٹڈی دل لشکر چاروں طرف حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا ہے۔ لیکن ان پر ان کی کثرت کا کچھ بھی اثر نہ تھا تھوڑی ہی دیر میں عیسائی لشکر کو حرکت ہوئی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اتنا کہہ کر چپ ہو گئے۔

باب ۸

خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر بیان فرمانا شروع کیا:

عیسائی لشکر بڑھا چلا آ رہا تھا۔ اس کے چلنے سے زمین دہل رہی تھی۔ مسلمان نہایت استقلال سے اسے دیکھ رہے تھے۔ آخر عیسائی فوجیں مسلمانوں سے ٹکرا گئیں۔ عیسائیوں نے نہایت زبردست حملہ کیا۔

شرجیل چاہتا تو یہ تھا کہ اس کا بے پناہ لشکر مسلمانوں کو روندتا اور کچلتا ہوا بڑھا چلا جائے۔ اس کا یہ بھی خیال تھا کہ مسلمان اس کے لشکر کے سیلاب کو روک نہ سکیں گے۔ خس و خاشاک کی طرح آگے آگے بہے چلے جائیں گے۔

لیکن جب مسلمانوں نے عیسائیوں کے پرزور حملہ کو روک لیا اور تلواریں سونت کر نہایت بے خوفی سے جنگ شروع کر دی تو شرجیل کو تعجب ہوا۔

"تعجب کی بات یہ بھی تھی کہ کہاں ایک لاکھ عیسائی اور کہاں گنتی کے تین ہزار مسلمان گویا ایک مسلمان کے مقابلہ میں تینتیس ۳۳ عیسائی تھے۔ دوسرے معنوں میں مسلمانوں سے عیسائی ۳۳ گنا زیادہ تھے۔ ہمارے زمانے کے مسلمان جب ان حیرت ناک واقعات کو سنتے ہیں تو فرطِ استعجاب سے انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ بعض تاریخوں سے ناواقف یا بھولے بھالے مسلمان تو اس بات کو مبالغہ اور فسانہ نویسوں کی جدتِ طبع خیال کرتے ہیں۔ ہم دوسرے مصنفین کے متعلق تو نہیں کہہ سکتے البتہ اپنی تصانیف کے متعلق ضرور کہتے ہیں کہ کسی ناول میں بھی ذرا سا مبالغہ بھی نہیں کیا ہے۔ صحیح تاریخی واقعات لکھے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ کوئی شخص

کسی ایک واقعہ کو بھی تاریخ کے خلاف ثابت نہیں کر سکتا۔ ہم نے اپنا ہر ناول کئی کئی تاریخوں سے واقعات مستخرج کر کے لکھا ہے۔

بعض مسلمان دریافت کرتے ہیں کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان ہی ایسے بہادر کیوں تھے کہ ایک ایک آدمی ایک ہزار دشمنوں سے جاٹکراتا تھا اور ہم اس زمانہ کے مسلمان اس قدر کم حوصلہ پست ہمت اور بزدل کیوں ہیں کہ دشمنوں سے تو کیا اپنے سائے سے بھی ڈرتے ہیں۔ اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے، وہ پختہ عقیدہ کے مسلمان تھے، ان کا ایمان مضبوط تھا۔ اللہ تعالیٰ پر کامل اعتقاد رکھتے تھے، دیندار و پرہیزگار تھے۔ دنیا اور دنیا کی زندگی کو ہیچ سمجھتے تھے۔ موت سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ اس کا استقبال کرنے کو ہر وقت تیار رہتے تھے۔ ہم مسلمانوں کے ایمان کا یہ حال ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور ہر ایک سے ڈرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو روزہ نماز کے پابند ہوتے۔ نہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں نہ نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے تو اس پر اعتماد بھی نہیں رکھتے۔ دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ موت سے ڈرتے ہیں۔ اس سے ہماری بہادری زنگ آلود ہو گئی ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے لگیں تو بالکل بے خوف ہو جائیں۔ ہماری بہادری پھر عود کر آئے، ہم پھر زمانہ پر بھاری ہو جائیں، پھر ہر قوم ہم سے ڈرنے لگے!

(مصنف)

حضرت عامر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے:

موتہ کے مقام پر عیسائیوں اور مسلمانوں میں جنگ شروع ہو گئی۔ فریقین نے تلواریں کھینچ لی تھیں۔ جنگجو نہایت دلیری سے لڑنے لگے۔ لڑائی کا زور بڑھ گیا۔ دور تک جنگ کی آگ مشتعل ہو گئی۔ کشت و خون شروع ہو گیا۔ سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں علم تھا۔ وہ علم کو حرکت دے کر حملہ کرتے تھے اور ہر حملہ میں ایک یا دو عیسائیوں کو مار ڈالتے تھے وہ نہایت بہادر اور تجربہ کار سپہ سالار تھے۔ لشکر کو نہایت عمدگی سے لڑا رہے تھے اور خود بھی بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ وہ جوش میں آ کر حملے کر رہے تھے۔ ایک ہی مرتبہ دشمنوں کو قتل کرتے ان کی صفوں میں گھستے چلے گئے۔

عیسائیوں نے چاروں طرف سے انہیں نرغہ میں لے کر برچھیوں، نیزوں اور تلواروں سے ان پر حملے شروع کر دیئے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا۔ کسی نے ان کے سینہ پر نیزہ مارا اور وہ شہید ہو کر گرے۔

اسلامی علم ان کے ہاتھ سے گرنے ہی والا تھا کہ اتفاق سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے قریب پہنچ کر جلدی سے علم ہاتھ میں لیا اور اس جوش سے حملہ کیا کہ اپنے سامنے والی صف کو الٹ دیا۔ بہت سے دشمنوں کو مار ڈالا۔

مگر عیسائی اس قدر زیادہ تھے کہ جتنے مرتے تھے، اس سے دگنے پھر آ موجود ہوتے۔ عیسائیوں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ پر بھی نرغہ کیا۔ ان پر تلواروں اور نیزوں کی بارش کر دی لیکن انہوں نے پُر زور حملے کر کے بہت سے عیسائیوں کو کاٹ ڈالا۔

آخر عیسائیوں نے ان کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ وہ پیادہ ہو کر لڑنے لگے۔ ان کے ایک ہاتھ میں علم تھا اور دوسرے میں تلوار، ڈھال نہ تھی اس لئے کافروں کا ہر وار زخم لگا جاتا تھا۔ اتفاق سے ان کے داہنے شانہ پر تلوار پڑی اور ہاتھ شانہ سے کٹ گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے بائیں ہاتھ سے علم سنبھال لیا۔ کسی نے آپ رضی اللہ عنہ کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے علم کو سینہ سے لگا کر گردن سے روک لیا۔

ایک عیسائی نے آپ رضی اللہ عنہ کی گردن پر تلوار ماری، آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو کر گرے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر نوے زخم آئے تھے۔ یہ سب زخم آگے کی طرف تھے۔

اب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا انہوں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھ کر فرمایا:

"مجھے اس وقت ایک حدیث مبارک یاد آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

'اَفْضَل الجهادَ اَنْ یعقر جوادكَ و تهرق دمك.'

(ابوداؤد، کتاب الصلاۃ: حدیث ۱۴۴۹، نسائی: حدیث ۲۵۲۶)

'اعلیٰ درجہ کا جہاد وہ ہے کہ غازی کے گھوڑے کی کونچیں کاٹی جائیں اور اس کی لاش میدان میں خون میں تر بتر پڑی ہو۔'

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اعلیٰ جہاد کیا۔"

اب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نہایت جوش سے حملے کر کے عیسائیوں کو پیچھے ہٹا دیا لیکن ان کی نئی فوج پھر آگے بڑھ آئی۔ پھر خونریز جنگ شروع ہو گئی۔

عیسائیوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو چاروں طرف سے گھیر کرانہیں بھی شہید کر ڈالا۔ ان کے شہید ہوتے ہی رایۃ اسلام زمین پر گر پڑا۔ مسلمانوں میں کچھ پریشانی کے آثار ظاہر ہوئے۔

حضرت ثابت بن اکرم رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں کو مار مار کر ہٹایا اور علم اٹھا لیا، اور بلند آواز سے کہا:

''مسلمانو! اب کسی کو امیر عسکر منتخب کرو۔''

بہت سے مسلمانوں نے کہا:

''اخیناںبلک!'' یعنی ''ہم آپ رضی اللہ عنہ کو امیر تسلیم کرتے ہیں۔''

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ انصاری تھے۔ انہوں نے فرمایا:

''ماآنابفاعل فافطلحرا اعلیٰ خالدبن الولید رضی اللہ عنہ.''

''یعنی میں امارت کا اہل نہیں ہوں، بہتر یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر بنالو۔''

سب نے بلند آواز سے کہا:

''ہمیں منظور ہے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے معزز و افضل ہیں۔ جنگ بدر میں موجود تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے ہوتے مجھے امارت زیب نہیں دیتی۔ میں آپ رضی اللہ عنہ کے زیرِ علم عام سپاہی کی طرح خدمت اسلام کروں گا۔''

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ: تم شہسوار اور تجربہ کار ہو۔ سپہ سالاری کے فرائض انجام دے چکے ہو۔ امارت کے تم ہی مستحق ہو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر'' کہہ کر علم اٹھا کر مسلمانوں کی طرف دیکھا۔

چونکہ اس وقت تک تین امیر شہید ہو چکے تھے اس لئے مسلمانوں پر مایوسی چھا گئی تھی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا:

''مسلمانو!! جنت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ حوریں تمہارے استقبال کے لئے درِ جنت پر آ کھڑی ہوئی ہیں۔ جہاد کرو اور جنت کے مستحق ہو

جاؤ۔"

یہ کہتے ہی انہوں نے علم کو حرکت دی اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے اس نعرہ کی تکرار کی اور سب نے نہایت جوش اور قوت سے پُر زور حملہ کر دیا۔ خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:

"اے مالک و مختار، اے خدائے واحد۔ آج پہلی مرتبہ میں نے اسلام کی حمایت میں تلوار اٹھائی ہے۔ میری شرم تیرے ہاتھ میں ہے۔"

یہ کہتے ہی انہوں نے اس شدت سے حملہ کیا کہ کئی رومی عیسائیوں کو مار ڈالا۔ کئی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ اب تک تو عیسائی غالب اور مسلمان مغلوب نظر آئے تھے، اب مسلمان غالب نظر آنے لگے تھے۔ میدانِ جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کبھی میمنہ پر حملہ کرتے تھے اور کبھی میسرہ پر۔ کبھی قلب میں گھس جاتے تھے اور کبھی ساقہ پر جا ٹوٹتے تھے۔ انہوں نے حملے کر کر کے تمام عیسائی لشکر کو ہلا ڈالا۔ عیسائیوں کے سر کٹ کٹ کر اولوں کی طرح گرنے لگے۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ خون کے پرنالے بہہ گئے۔ اس روز لڑتے لڑتے ان کے ہاتھ میں کئی تلواریں ٹوٹ گئیں [1]۔

جب کوئی تلوار ٹوٹ جاتی تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے:

"کون ہے جو حصول ثواب کے لئے تلوار دے؟"

کوئی نہ کوئی مسلمان آپ رضی اللہ عنہ کو تلوار دے دیتا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سرفروشی سے لڑتے دیکھ کر تمام مسلمان بھی نہایت ہی بے جگری سے لڑنے لگے۔ انہوں نے عیسائیوں کو منہزم کر دیا۔ لاشوں پر لاشیں گرا دیں۔ عیسائی شام کے وقت بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور عیسائیوں کا تعاقب کر کے انہیں دُور دُور تک قتل کیا۔ اس طرح مسلمانوں کو شاندار اور حیرتناک فتح حاصل ہوئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اتر کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں اظہار شکر کے لئے سجدہ ریز ہو گئے۔ اس معرکہ میں صرف بارہ مسلمان شہید ہوئے۔ ان کے جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کر دیا گیا۔ عیسائی بے شمار مارے گئے۔ مسلمانوں کو مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ چونکہ یہ مہم قصاص لینے کے لئے بھیجی گئی تھی اس لئے موتہ میں عیسائیوں کو شکست دے کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے۔

---

[1] صحیح بخاری میں ہے کہ جنگ موتہ کے دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں۔ (مصنف)

جس روز موتہ کے مقام پر حشر خیز جنگ ہو رہی تھی اسی روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشفِ نبوت سے میدان جنگ کا ملاحظہ فرما رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمرہ میں مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مسلمانو!! تمہارے بھائی مسلمان موتہ کے مقام پر بے شمار عیسائیوں سے ٹکرا گئے۔ خونریز جنگ شروع ہوگئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا۔ اب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے علم لیا ہے۔ بڑی دلیری سے لڑ رہے ہیں۔ دشمنوں نے ان کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے۔ وہ بھی شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا۔ انہیں دو پر عطا کئے ہیں (اسی روز سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، جعفر طیار کے نام سے مشہور ہو گئے)۔ اب علم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سنبھالا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خوب دادِ مردانگی دی۔ وہ بھی شہید ہو گئے۔ حُلّہ ہائے بہشتی پہنا کر تختِ زرّیں پر بٹھائے گئے ہیں۔ حوریں پیش خدمت مقرر ہوئی ہیں۔ اب علم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لیا ہے۔ وہ ''سیف من سیوف اللّٰہ'' یعنی ''اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔''

اسی وجہ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سیف اللّٰہ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اب میں عشاء کی نماز پڑھ لوں تب سناؤں گا۔''

چنانچہ وہ نماز پڑھنے چلے گئے۔

باب 9

معاہدہ شکنی

جب حضرت عامر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ کر آئے تو پادری نے کہا:

”میں آپ رضی اللہ عنہ کا مشکور ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ اسلامی سپہ سالار حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے واقعات سنا رہے ہیں۔ نہ معلوم کیوں مجھے ایک عرصہ سے ان کے حالات سننے کا اشتیاق تھا، لیکن ایک عرض ہے۔“

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: فرمایئے!

پادری: ایک تو یہ کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا کوئی واقعہ بیان کرنے سے نہ رہ جائے، دوسرے اس سلسلہ میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حالات آئیں انہیں بھی تفصیل سے بیان کرنا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: اطمینان رکھیے ایسا ہی ہوگا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کرنا شروع کیا:

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ موتہ کی مہم سے واپس آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا شکریہ ادا کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تمام مسلمانوں نے ان کی بہادری کی تعریف کی۔ اس روز سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ افسری خدمات انجام دینے لگے۔

۶ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی جمعیتِ کثیر کے ساتھ حج کرنے کے ارادہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا کوئی مسلمان مکہ میں داخل نہ ہو، ورنہ جنگ شروع کر دی جائے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں خونریزی کو پسند نہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو صلح کی ترغیب دی، وہ تیار ہو گئے۔ لیکن کفار نے صلح کی جو شرائط پیش کیں وہ نہایت سخت تھیں۔ ان میں یہ بھی تھا کہ اس سال مسلمان حج نہ کریں، عمرہ کر کے واپس چلے جائیں۔ البتہ آئندہ سال

آ کر حج کر سکتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ اور ان کے ہمراہی مسلمان محض حج کے قصد سے آئے تھے، اس کی ممانعت ہو گئی لیکن رسول اللہ ﷺ نے مان لیا۔

اس صلح نامہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ عرب کے وہ قبائل جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے ہیں، فریقین یعنی مسلمانوں اور مکہ کے مشرکوں میں سے جس سے چاہیں معاہدہ کر کے اس کے حلیف بن جائیں۔ فریقین ان قبائل سے دوستانہ تعلقات رکھیں گے۔ یہ صلح حدیبیہ کے مقام پر ہوئی تھی اور دس سال کے لئے معاہدہ ہوا تھا۔

لیکن قریش یعنی کفار مکہ اس معاہدہ کے پابند نہ رہ سکے۔ انہوں نے معاہدہ شکنی کی۔ ہوا یہ کہ مکہ معظّمہ کے قریب خزاعہ اور بنو بکر دو قبائل آباد تھے۔ ان دونوں میں خاندانی عداوت ومخاصمت چلی آتی تھی۔ ان میں سے ایک قبیلہ خزاعہ تو مسلمانوں کا حلیف بن گیا اور دوسرا قبیلہ بنو بکر کفارِ مکہ کا دوست ہو گیا۔

قبیلہ خزاعہ کا مسلمانوں سے مل جانا بنو بکر اور کفار مکہ کو سخت ناگوار گزرا۔ چنانچہ دونوں اس قبیلہ کے دشمن ہو گئے۔ بنو بکر کا سردار اس وقت نوفل تھا۔ اس نے خزاعہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مکہ کے مشرکوں سے مدد مانگی تو وہ خوشی سے تیار ہو گئے۔ پھر تاخت کی اور انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ اہل خزاعہ کثیر تعداد میں مارے گئے۔ اس قبیلہ کے چند لوگوں نے بلند آواز سے کہا:

''یا محمد ﷺ! قریش اور بنو بکر نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ انہوں نے معاہدہ کے پرزے اڑا دیئے ہیں۔ ہماری مدد کیجئے اور ہماری فریاد سنئے!''

اس وقت رسول اللہ ﷺ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تھے اور وضو فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے یہ آواز سنی فوراً ہی فرمایا:

''لبیک لبیک۔'' یعنی ''حاضر ہوں، حاضر ہوں۔''

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے دریافت کیا:

''یا رسول اللہ لبیک کس کے جواب میں فرمایا؟''

آنحضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''خزاعہ پر بنو بکر اور قریش نے ظلم کیا ہے۔ انہوں نے مجھے امداد کے لئے پکارا تھا۔ ان کے جواب میں مَیں نے لبیک کہا ہے۔''

اس رات کی صبح کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''رات بنوبکر اور قریش نے خزاعہ کے لوگوں کو قتل وغارت کیا ہے۔''

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

''قریش معاہدہ شکنی کی جرأت نہیں کر سکتے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے بدعہدی کی اور اب انہیں سزا دینے کا وقت قریب آ گیا ہے۔''

اس واقعہ کے چند روز بعد ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فریاد کی آواز سنی۔ جو یہ تھی:

''لاھم انی ناشیدا محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کچھ غم نہیں ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد دلائیں گے
حلف ابینا وبیه الاتلدا
وہ معاہدہ جو ان کے اور ہمارے درمیان ہوا ہے
ان القریش احلقوك المواعدا
قریش نے وعدہ خلافی کی ہے
اونقضوا میثاتك المرکدا
انہوں نے مضبوط معاہدہ کو توڑ ڈالا ہے!''

ساتھ ہی چالیس ناقہ سوار حاضر ہوئے۔ بدیل بن ورقہ اور عمرو بن سالم قبیلہ خزاعہ کے سردار، آگے آگے تھے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بٹھا کر ان سے واقعہ پوچھا۔ انہوں نے اپنی خونچکاں داستان بیان کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا ملال ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تشفی دی اور فرمایا:

''تم اطمینان رکھو۔ انشاء اللہ قریش اور بنوبکر سے تمہارا انتقام لیا جائے گا۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت مسلمانوں کو تیاری کا حکم فرمایا۔ بنوخزاعہ مطمئن ہو کر واپس چلے آئے۔

ادھر کفار مکہ کو خیال ہوا کہیں خزاعہ کے لوگ مسلمانوں کے پاس فریادی بن کر نہ چلے

جائیں۔ انہوں نے ابوسفیان کو جو نہایت سرکردہ اور معزز تھا، تجدید صلح کے لئے روانہ کیا۔

ابوسفیان کو کفار نے اس لئے بھی روانہ کیا تھا کہ ان کی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں۔ یہ خیال کیا گیا تھا کہ شاید ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ ابوسفیان کے کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش کر کے معاہدہ کی تجدید کرادیں۔

جب ابوسفیان مدینہ میں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!! کچھ غلط فہمی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیف قبیلہ خزاعہ کے ساتھ کچھ زیادتی ہوگئی ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مجھے معلوم ہے۔''

ابوسفیان: مکہ کے معززین نے مجھے تجدیدِ صلح کے لئے بھیجا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''گویا معاہدہ بچوں کا کھیل ہے، جب چاہا کرلیا اور جب چاہا توڑ دیا۔''

ابوسفیان: اس مرتبہ ہمیں معاف کر دیا جائے۔ آئندہ ہم معاہدہ کے سختی سے پابند رہیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ جواب نہیں فرمایا بلکہ کبیدہ خاطر ہو کر ابوسفیان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ ابوسفیان دیر تک بیٹھا رہا۔ کئی مرتبہ عرض معروض بھی کیا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ مایوس ہو کر اٹھ گیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور بولا:

''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ!! تم قریشی ہو، ہمارے بھائی ہو، میں تجدیدِ صلح کے لئے آیا ہوں۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش کر کے تجدید معاہدہ کرادو۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں قریشی ضرور ہوں، تمہارا ہم وطن بھی ہوں لیکن تمہارا بھائی نہیں رہا۔ کیونکہ میں مسلمان ہوں اور تم کافر ہو۔ تم نے خزاعہ پر حملہ کر کے معاہدہ کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا بڑا ملال ہے۔ وہ اہل مکہ سے بہت ناخوش ہو گئے ہیں۔ ان سے انتقام لینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اب یہ کسی کی مجال نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمہاری سفارش کر

سکے۔"

یہ روکھا جواب سن کر ابوسفیان اٹھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر تجدیدِ معاہدہ کی درخواست کی۔انہوں نے فرمایا:

"تم نے بدبختی سے معاہدہ کو توڑ ڈالا، اب اس کی سزا بھگتنے کو تیار ہو جاؤ۔"

اب ابوسفیان اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ بیٹی نے باپ کو سلام کیا۔ابوسفیان نے دعا دی۔اس نے بستر پر بیٹھنا چاہا۔ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"ابا، ذرا ٹھہریئے۔"

ابوسفیان ٹھہر گئے۔ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر تہہ کر دیا۔ابوسفیان کو سخت ناگوار گزرا۔اس نے کہا:

"بیٹی!! تجھے باپ سے زیادہ عزیز یہ بستر ہے۔"

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

"بے شک! کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بسترِ پاک ہے اور آپ ابھی تک مشرک ہیں، ناپاک ہیں۔"

ابوسفیان: میرے پیچھے تو بہت ہی خرابیوں میں مبتلا ہو گئی ہے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

"یہ آپ کا خیال ہے۔"

ابوسفیان: میں تجدیدِ معاہدہ کے لئے آیا ہوں مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیار نہیں۔تم سفارش کر دو گی تو وہ ضرور مان جائیں گے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

"آپ نے اور آپ کی قوم نے معاہدہ شکنی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو بڑی اذیت پہنچائی ہے۔کسی میں بھی یہ حوصلہ نہیں ہے کہ تمہاری سفارش کر سکے۔"

ابوسفیان کو بیٹی سے اس جواب کی امید نہ تھی۔لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ اسلام کی محبت نے تمام علائق کی محبت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

(الاصابہ: ج ۴، ص ۳۰۶، رقم: ۴۴۴۔طبقات ابن سعد: ج ۸، ص ۷۱)

ابوسفیان وہاں سے آکر سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حضور میں گیا اور ان سے سفارش کی استدعا کی۔ انہوں نے فرمایا:

''میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا سخت ملال ہے کہ تم نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔ وہ ضرور انتقام لیں گے۔ کوئی بھی سفارش کی جرأت نہیں کر سکتا۔''

اس وقت سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی گود مبارک میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ اس وقت وہ تقریباً پانچ سال کے تھے۔ ابوسفیان کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسوں کو بہت چاہتے ہیں اور ان کی بات کو مانتے ہیں۔ اس لئے اس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا:

''اگر آج تم یہ کہہ دو کہ میں نے دونوں فریق میں بیچ بچاؤ کرا دیا تو آج ہی سے تم عرب کے سردار تسلیم کر لئے جاؤ۔''

جناب سیدہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

''بچوں کو ان معاملات میں دخل دینے کا کیا حق ہے؟''

ابوسفیان مایوس و نامراد ہو کر واپس لوٹ گیا۔ اس کے چلے جانے کے چند ہی روز بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سفیر مکہ میں قریش کے پاس بھیجا اور انہیں لکھا کہ تمہارے سامنے تین شرطیں پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں سے جو چاہو قبول کر لو۔ شرائط یہ ہیں؛

یا خزاعہ کے لوگوں کا خون بہا ادا کرو اور ان سے معافی مانگو۔

یا بنوبکر کی حمایت سے الگ ہو جاؤ۔

یا اعلان کر دو کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

ادھر تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفیر روانہ کیا اور ادھر جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

باب ۱۰

فتح مکہ

کچھ وقفہ کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد قریش مکہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے شہر کے تمام سرکردہ لوگوں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ ان میں ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن امیہ زیادہ معزز تھے۔

عکرمہ نے کہا:

''تم مدینے گئے تھے، تم نے مسلمانوں کی کیا کیفیت دیکھی؟''

ابوسفیان: مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ ان میں زبردست اتفاق ہے۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت زیادہ اطاعت کرتے ہیں۔

صفوان: کیا ان میں اتنی قوت ہے کہ وہ مکہ پر حملہ آور ہو سکیں۔

ابوسفیان: میرے خیال میں اتنی طاقت نہیں ہے۔

عکرمہ: یہاں مسلمانوں کے بہت سے رشتہ دار ہیں وہ اپنے قریبی عزیزوں سے لڑنے کے لئے ہرگز نہ آئیں گے۔

صفوان: ہم بنو بکر کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔

ابوسفیان: اہل خزاعہ سے معافی مانگنا ہماری انتہائی توہین و رسوائی ہے۔

عکرمہ: تب ہمیں اعلان کر دینا چاہیے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

ابوسفیان: یہی اعلان کرنا پڑے گا۔

ایک مشرک نے کہا:

''میرا خیال ہے کہ مسلمان مکہ پر چڑھ دوڑیں گے اور اسے فتح کر لیں

گے۔"

عکرمہ: یہ بزدلانہ خیال ہے۔

غرض بحث کے بعد یہی قرار پایا کہ حضور اکرم ﷺ کو جواب دے دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

اسلامی قاصد کو یہی جواب دے دیا گیا۔ اس نے لوٹ کر حضور اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں قریش مکہ کا جواب عرض کر دیا۔ چونکہ جنگی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ۱۰/ رمضان المبارک ۸ھ کو دس ہزار مجاہدینِ اسلام کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کیا۔

اس وقت تک مسلمانوں کا اتنا عظیم الشان لشکر کسی مہم پر نہیں گیا تھا۔ نہایت شان اور رعب ظاہر ہو رہا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہراول دستہ میں ایک ہزار سواروں کے ساتھ تھے۔ یہ لشکر جس راستہ سے گزرا، مشرکوں میں تہلکہ ڈالتا چلا گیا۔

جب یہ فوجِ الٰہی مقامِ جحفہ میں پہنچی تو اسے آنحضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ مع اپنے اہل و عیال کے آتے ہوئے ملے۔ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اب اسلام لانے کے لئے مکہ سے مدینہ جا رہے تھے۔

جوں ہی انہوں نے اس عظیم الشان لشکر کو دیکھا حیران رہ گئے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے اپنے اہل و عیال کو مدینہ بھیج دیا اور خود جہاد کے قصد سے لشکرِ اسلام کے ساتھ مکہ کی طرف چلے۔

یہ فوجِ الٰہی نہایت خاموشی اور احتیاط سے سفر کرتی ہوئی وادیٔ مرالظہران میں پہنچی۔ یہ مقام مکہ معظمہ سے صرف چار کوس کے فاصلہ پر تھا۔ جب مشرکین مکہ کو اسلامی لشکر کے اچانک اور بھاری تعداد میں آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ نہایت اور حد درجہ پریشان ہوئے۔ ان میں کھلبلی پیدا ہو گئی۔ انہوں نے ابوسفیان کو اسلامی لشکر کی صحیح خبر لانے کے لئے بھیجا۔

ابوسفیان رات کے وقت چند جوانمردوں کو ساتھ لے کر تحقیقِ حال کے لئے چلا۔ کچھ رات گئے وادیٔ مرالظہران میں پہنچا۔ اس وقت تمام اسلامی لشکر میں آگ اس کثرت سے روشن تھی کہ تمام صحرا وادیٔ آتش بن رہا تھا۔

اس روشنی میں جب ابوسفیان نے اسلامی لشکر کی کثرت دیکھی تو اس پر اور اس کے ساتھیوں پر ہیبت چھا گئی۔ اس نے بے ساختہ کہا:

''ہمارے خدا' خدا نہیں ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا بے شک خدا ہے۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نظر آ رہا تھا کہ جب اسلامی لشکر سیلاب کی طرح مکہ معظمہ میں داخل ہوگا تو قریش مکہ کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے گا۔ وہ اس خیال سے مکہ کی طرف چلے کہ کوئی آدمی مل جائے تو اہلِ مکہ کو یہ پیغام بھیج دیں کہ ''زندگی اور امن چاہتے ہو تو یا تو مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ کی ادائیگی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کر لو۔''

اتفاق سے انہیں ابوسفیان مل گیا۔ انہوں نے فرمایا:

''تم نے معاہدۂ حدیبیہ کو توڑ کر اپنی تباہی کو دعوت دی ہے۔ فوراً واپس مکہ میں جاؤ اور قریش سے کہو کہ یا تو مسلمان ہو جائیں یا ادائیگی جزیہ پر صلح کریں۔''

ابوسفیان نے کہا:

''ایک تو ہمیں تیاری کا موقع نہ مل سکا، دوسرے یہ میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا کثیر لشکر لا سکیں گے۔ اب امن و سلامتی دشوار ہے۔ کیا تم مجھے امان دے سکتے ہو۔''

یہ بات تمام عرب کو معلوم تھی کہ جس کسی کو کوئی مسلمان امان دے دیتا تھا، وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے ہوتی تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''افسوس، مجھے امان دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ البتہ تم میرے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں چلو۔ ممکن ہے انہیں تم پر رحم آ جائے اور وہ تمہیں امان دے دیں۔''

ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں کو مکہ لوٹا دیا اور خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلا۔ جوں جوں وہ بڑھتا اور لشکرِ اسلام کو دیکھتا جاتا تھا اس کے حواس گم ہوتے جاتے تھے۔

اتفاق سے اس روز پہرے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعیناتی تھی وہ ایک فوجی دستہ کے ساتھ لشکرِ اسلام کے گرد گھوم رہے تھے۔ انہوں نے ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ بڑھ کر اس کے پاس آئے اور فرمایا:

''او سفاک کافر! آخر تو مسلمانوں کے پنجہ میں پھنس ہی گیا نا!''

یہ کہہ کر انہوں نے اسے قتل کرنا چاہا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''نہیں عمر رضی اللہ عنہ! ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

میں جا رہا ہے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رک گئے اور ان دونوں کے ساتھ ہو لئے۔ یہ تینوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پہنچے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جلدی سے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !! ابوسفیان وہ خونخوار کافر ہے جس نے مسلمانوں کو بہت زیادہ اذیتیں پہنچائی ہیں۔ اب کفر اور کافروں کے استحصال کا وقت آ گیا ہے۔ اجازت دیجئے کہ میں اس کافر کا سر اڑا دوں۔"

ابوسفیان نے مسلمانوں پر نہایت ہی وحشیانہ مظالم کئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازش کی تھی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت للعالمین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے عمر رضی اللہ عنہ ٹھہرو۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

"ایک روز وہ تھا کہ میں تنہا تھا۔ تم نے مجھے اذیتیں دیں اور اس قدر ستایا کہ مجھے چھپ کر اپنے وطن سے ہجرت کرنی پڑی۔ آج میرے ساتھ فوجِ الٰہی ہے۔ کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں آیا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں ہے؟"

ابوسفیان: یقین آ گیا۔ اگر ہمارے خدا' خدا ہوتے تو آج ضرور ہمارے کام آتے۔

حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کیا تمہیں اس میں شبہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں؟"

ابوسفیان: یہ بات تو بنائے نزاع ہے۔

حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اب تم کیا چاہتے ہو؟"

ابوسفیان: مجھے غور کرنے کے لئے ایک رات کی مہلت دی جائے۔

حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"منظور ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی چلے گئے۔ صبح ہوتے ہی ابوسفیان نے دربارِ رسالت مآب میں آ کر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ!! آپ اخوب واقف ہیں کہ میں اپنی قوم کا سردار اور ذی جاہ شخص ہوں۔ آج میرے رتبہ کے مطابق مجھے کوئی اعزاز دیجئے۔''

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم کیا چاہتے ہو؟''

ابوسفیان رضی اللہ عنہ: میں یہ چاہتا ہوں کہ جو شخص میرے گھر میں پناہ لے لے اس کو امان دی جائے۔

حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''منظور ہے، تم پہاڑ پر چڑھ کر فوج الٰہی کی پُر جلال روانگی کا نظارہ دیکھو!''

(بخاری: کتاب المغازی، حدیث ۴۲۸۰، سیرت ہشام: جلد۲۔ص ۲۴۵)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ لشکرِ اسلام نے کوچ کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے بحرِ ذخار میں تلاطم آ گیا۔ عرب کے وہ قبائل جو مسلمان ہو چکے تھے کوہ شکن موجوں کی طرح بڑھے۔

سب سے آگے حضرت خالد رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے ساتھ ایک ہزار سوار تھے جن کے ہتھیار دھوپ میں جگمگا رہے تھے۔ وہ اور ان کے ساتھی اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے بڑھے۔ ان کے پیچھے قبیلہ جہینہ کے جوشیلے لوگ، جو سب ہتھیار بند تھے، شان کے ساتھ بڑھے۔ پھر مذیہم اور ان کے پیچھے سلیم کے قبائل نعرے لگاتے چلے۔

ان کے بعد انصاری لشکر اس شان سے آیا کہ دیکھنے والے دہل گئے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے دل پر خاص اثر ہوا۔ وہ مرعوب ہو گئے۔ انصار کے علمبردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر جوش میں آ کر فرمایا:

''آج گھمسان کی لڑائی کا دن ہے، آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔''

کسی نے اسی وقت آنحضور ﷺ تک بھی ان کے یہ الفاظ پہنچائے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سعد رضی اللہ عنہ نے غلط کہا آج حرمتِ کعبہ کا دن ہے۔''

حضور اکرم ﷺ نے اسی وقت حکم فرمایا کہ سعد رضی اللہ عنہ سے علم لے کر ان کے بیٹے کو دے دو۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ڈرے کہ شاید رسول اللہ ﷺ خفا ہو گئے۔

چونکہ مسلمان حضور ﷺ کی خفگی کو اللہ تعالیٰ کی خفگی خیال کرتے تھے اس لئے حضرت

سعد رضی اللہ عنہ دوڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ مبارک میں آئے اور عرض کیا:

''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر خفا ہو گئے؟''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''نہیں!! میں خفا نہیں ہوں۔ بلکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ مکہ میں خونریزی ہو۔ مجھے اندیشہ ہوا کہیں جوش میں آ کر تم خونریزی شروع نہ کر دو۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہو گیا۔ وہ اپنے بیٹے کے زیرِ علم چلے گئے۔ جب لشکر مکہ کے سامنے پہنچا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لشکر میں کئی اعلان کر دیئے۔ جو یہ تھے؛ کہ بلا وجہ خونریزی نہ کی جائے۔ اپنی طرف سے جنگ کی ابتداء نہ کی جائے۔ جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے یا جو شخص حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں پناہ لے یا جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے اور جو شخص بغیر ہتھیار لگائے ملے ان سب کو امان دی جائے۔

(بخاری: کتاب المغازی۔ حدیث ۴۲۸۰، سیرت ہشام: جلد۲، ص ۲۳۵)

پادری: حقیقت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں ورنہ ان لوگوں سے ایسا نرم سلوک جنہوں نے انہیں اور مسلمانوں کو ستایا، انہیں جلاوطن کیا، ہرگز نہ کرتے بلکہ ان سے انتقام لیتے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: انہوں نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مکہ میں پہنچ کر اعلان کر دیا کہ 'جو شخص میرے گھر میں پناہ لے گا اسے امان دی جائے گی۔'

مکہ والوں نے اسلامی لشکر کی کثرت دیکھ لی تھی لیکن پھر بھی انہوں نے قسمت آزمائی کا ارادہ کیا۔ چنانچہ صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو قریشی فوج کو لے کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جوش آ گیا۔ انہوں نے پرزور حملے کر کے یکے بعد دیگرے تیرہ کافروں کو مار ڈالا۔ کافروں پر ایسی ہیبت چھائی کہ وہ بھاگ نکلے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تلواروں کی چمک دیکھی۔ انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بلا کر باز پرس کی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تمام واقعہ عرض کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کی یہی مرضی تھی۔"

گویا حضور ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ مکہ میں خون کا ایک قطرہ بھی بہے۔ اب اسلامی لشکر نہایت شان کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھا۔ کفار میں مزاحمت و مدافعت کی قوت ہی باقی نہ رہی تھی۔ اسلامی لشکر کے دستے مختلف راستوں اور گھاٹیوں کے ذریعہ سے مکہ میں داخل ہونے لگے۔ کفار جگہ جگہ گروہ در گروہ کھڑے، فوجِ الٰہی کے مکہ میں داخلہ کا پُر ہیبت نظارہ دیکھ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ شاہانہ شان کے ساتھ تشریف لا رہے تھے۔ جب آپ ﷺ مکہ کے اندر پہنچے تو آپ کو دفعتاً یاد آ گیا کہ ایک وہ وقت تھا جب آپ ﷺ کو اہل وطن نے ہجرت پر مجبور کیا تھا اور آپ ﷺ کو چھپ کر ہجرت کرنی پڑی تھی اور آج آپ ﷺ شاہانہ عظمت کے ساتھ مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اونٹ کے پالان ہی پر سجدہ ریز ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے جلو میں اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور بہت سے جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جوش میں آ کر قرآن شریف کی یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔

"جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا."

(سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۸۱)

یعنی "حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے ہی والا تھا۔"

چونکہ مسلمانوں کو یہ احتمال تھا کہ کہیں کوئی کافر اچانک رسول اللہ ﷺ پر حملہ نہ کر دے، اس لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنا رسالہ لے کر آ گئے۔ اس رسالہ نے محافظت کے فرائض انجام دینے شروع کر دیئے۔

رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے حرمِ کعبہ میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے سواری پر ہی خانہ کعبہ کا طواف کیا اور پر جوش آواز میں فرمایا:

"آج سے خانہ کعبہ سے معبودانِ باطل کی پرستش کا دور ختم ہوا۔ اب یہاں اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی جائے گی۔"

اسی وقت آپ ﷺ نے حکم فرمایا:

"معبودانِ باطل کو اللہ تعالیٰ کے گھر سے نکال کر پھینک دو۔"

اس وقت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کعبہ کے کنجی بردار تھے۔ ان سے کنجی منگائی گئی۔ خانہ کعبہ کھولا گیا۔ وہاں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت تھے۔ سب کو نکال کر باہر پھینک دیا گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان تصویروں کو جو دیواروں پر نقش تھیں، مٹا ڈالا۔ کفار کھڑے اپنے معبودوں کی اس تذلیل کو دیکھ رہے تھے۔ لیکن دم نہ مار سکتے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے تیور و شجاعت سے ڈرتے تھے جو اپنا رسالہ لئے حرم کعبہ کے باہر کھڑے تھے۔

آخر کعبہ کفر و شرک کی نجاستوں سے صاف کر دیا گیا۔ اس طرح ایک عرصہ کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بت شکن کی یادگار بتوں کی آلائش سے پھر پاک ہوئی۔ کفار کا زور ٹوٹ گیا اور مکہ مکرمہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔

باب ۱۱

فتوحات

جب حضرت عامر رضی اللہ عنہ چپ ہوئے تو پادری نے کہا:
''وہ نظارہ کیسا اچھا ہوگا جب اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہوا!''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: نہایت ہی عجیب نظارہ تھا۔ ہر مسلمان کو جوش تھا، خوشی تھی۔ مجاہدین کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے۔ کفار جنہیں اپنی دولت پر اور اپنی کثرت پر غرور تھا، منہ لٹکائے ہوئے تھے۔

اگرچہ کفار نے مسلمانوں کو سخت ترین اذیتیں پہنچائی تھیں اور اب موقع تھا کہ ان سے انتقام لیا جاتا لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا تھا کہ کسی کو بلا وجہ قتل نہ کیا جائے۔ اس لئے کوئی ایک شخص بھی نہیں مارا گیا۔

پادری: اور نہ کفار کو مسلمان ہونے پر مجبور کیا گیا؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: بالکل نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان بھی نہیں فرمایا کہ جو مسلمان ہو جائے گا اسے امان دی جائے گی۔

پادری: فتح مکہ میں دو باتیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ایک تو یہ کہ جن لوگوں نے مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچائیں اور اتنا ستایا کہ وہ ترکِ وطن پر مجبور ہوئے، ان سے انتقام لینا تو کیا انہیں سزا تک نہیں دی گئی۔ دوسرے یہ کہ کسی شخص کو مسلمان ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا گیا۔ میرے دل پر ان دونوں باتوں کا بڑا اثر ہوا ہے۔ اچھا اب آپ رضی اللہ عنہ آگے بیان کیجئے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمانا شروع کیا:

جب مکہ میں تسلط ہو گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرزمینِ عرب سے بت پرستی کی لعنت دور کرنے کی جدوجہد شروع فرمائی۔ کئی چھوٹے چھوٹے دستے مختلف مقامات اور مختلف

قبائل میں صنم خانوں کو نابود کرنے کے لیئے روانہ کیئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تین ہزار سواروں کے ساتھ قبیلہ بنو کنانہ کی طرف روانہ کیا۔ یہ قبیلہ ایک پُر فزا نخلستان میں آباد تھا اور عُزیٰ نامی بت کی پرستش کیا کرتا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے نخلستان میں پہنچ کر اہل قبیلہ کو پیغام دیا کہ "بت خدا نہیں ہیں، ان کی پرستش چھوڑ دو۔" اس پر اہلِ قبیلہ نے کہا:

"ہمارا بت، بت نہیں بلکہ خدا ہے۔ اگر تمہیں کچھ شک ہے تو اسے توڑ کر دیکھو۔ یہ ہرگز نہ ٹوٹے گا اور اپنے توڑنے والوں کے پرخچے اڑا دے گا۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حرم کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے اور وہ سب توڑ توڑ کر پھینک دیئے گئے۔ وہ بھی ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے، تمہارا بت بھی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

امیر قبیلہ: ہمارے بزرگ احمق نہیں تھے۔ انہوں نے اس خدا (بت) کی کرامات دیکھ کر ہی اس کی پوجا شروع کی تھی۔ اسے توڑنا تو درکنار کوئی اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اگر میں نے تمہارے اس خدا (بت) کو توڑ ڈالا تو تمہیں افسوس ہوگا؟

امیر قبیلہ: ہرگز افسوس نہ ہوگا۔ البتہ یہ خیال ضرور ہے کہ اگر ہمارے خدا (بت) نے تمہیں کوئی نقصان پہنچا دیا تو تمہارے صاحب (عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے صاحب کہا کرتے تھے) کہیں ہم سے باز پرس نہ فرمائیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اطمینان رکھو وہ ہرگز باز پرس نہ فرمائیں گے۔ لیکن اگر میں نے تمہارے اس خدا (بت) کو توڑ ڈالا اور مجھے یا میرے ساتھیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا تب تم کیا کرو گے؟

امیر قبیلہ: ہم اس بت کی پرستش چھوڑ دیں گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: غور کر لو۔

امیر قبیلہ: غور کر لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اچھا تم اپنے تمام اہلِ قبیلہ کو جمع کر لو تا کہ وہ اپنے خدا (بت) کا انجام دیکھ لیں۔

امیر قبیلہ نے اپنے تمام اہلِ قبیلہ کو بلا لیا۔ مرد، عورتیں اور بچے بوڑھے سب کھنچے چلے آئے۔ مندر کے باہر زبردست ہجوم جمع ہو گیا لیکن مشرک مندر سے فاصلہ پر رہے کیونکہ انہیں کامل یقین تھا کہ اگر ان کے عُزیٰ کو توڑنے کے لیئے حملہ کیا گیا تو بت غضب ناک ہو کر مندر کو مسلمانوں کے اوپر الٹ دے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ دو تین اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر مندر کی طرف چلے۔ انہوں نے امیرِ قبیلہ سے کہا:

''آؤ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔''

امیر قبیلہ: ہم یہیں کھڑے رہ کر تماشہ دیکھیں گے۔

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مندر کے اندر پہنچے۔ ایک بڑا بت پتھر کے چبوترہ پر رکھا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر اس بت کو توڑ ڈالا۔ پھر اس کے کئی ٹکڑے اٹھا کر باہر لائے اور قبیلہ والوں کے سامنے پھینک کر کہا:

''لو تمہارے خدا (بت) کے ٹکڑے پڑے ہیں!''

قبیلہ والوں نے حیرت سے دیکھا۔ بت ٹوٹ گیا تھا لیکن نہ مندر کو حرکت ہوئی تھی اور نہ کسی مسلمان کے نکسیر تک پھوٹی تھی۔ امیرِ قبیلہ نے کہا:

''حقیقت میں ہم آج تک خرافات و گمراہی میں پڑے رہے۔ پتھر کی مورت کو پوجا کئے جاتے ہیں، میں تو مسلمان ہوتا ہوں۔''

یہ کہتے ہی وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے اہل وعیال بھی مسلمان ہو گئے۔ بہت سے قبیلہ کے مردوں اور عورتوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں سے لوٹ آئے۔ قبیلہ بنو کنانہ کے بہت سے وہ لوگ جو مسلمان ہو گئے تھے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلے آئے۔

جب نواحِ مکہ سے بھی بت پرستی کی لعنت دور کر دی گئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض قبائل کی طرف تبلیغِ اسلام کے لئے وفود روانہ کئے۔ چونکہ یہ احتمال تھا کہ قبائل کے لوگ جو کافر و مشرک ہیں جنگ نہ کرنے لگیں۔ اس لئے ہر وفد کے ساتھ کچھ لشکر بھی بھیجا گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بنو خزیمہ کی طرف بھیجا جو یلملم میں آباد تھا۔ بنو خزیمہ کے قبیلہ والوں نے یہ غلطی کی کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ یلملم میں پہنچے تو وہ باقاعدہ ہتھیار بند ہو کر مقابلہ میں نکل آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو طیش آ گیا۔ انہوں نے بنو خزاعہ کو دعوتِ اسلام دینے کی بجائے ان سے جنگ کرنے کا قصد کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا:

''کیا تم بے دین ہو؟''

چند لوگوں نے چلا کر کہا:

''صبانا صبانا۔'' یعنی ''ہم بے دین ہیں، ہم بے دین ہیں۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کر دیا۔ پہلے ہی حملہ میں بنو خزاعہ کے کئی آدمی مارے

گئے۔ ان پر مسلمانوں کی ہیبت چھا گئی۔ انہوں نے فوراً اطاعت اختیار کر لی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس چلے آئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے واپس آنے پر آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ بنوخزاعہ کو تبلیغِ اسلام نہیں کی گئی۔ بعض نے یہ کہا کہ وہ لوگ مسلمان تھے ان پر بلاوجہ حملہ کیا گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے جواب طلب کیا۔ انہوں نے عرض کیا:

''بنوخزاعہ مسلمان نہیں تھے، وہ مسلح ہو کر مقابلہ میں آئے تھے۔ اگر میں ان پر حملہ نہ کرتا تو وہ مسلمانوں پر حملہ کر دیتے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لیکن تم تبلیغ کے لئے بھیجے گئے تھے۔ مجبوری کی حالت میں لڑنے کی اجازت دی گئی تھی مگر تم نے جاتے ہی جنگ شروع کر دی۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: میں یقین دلاتا ہوں کہ میں نے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بے گناہ معلوم ہوئے۔ لیکن چونکہ ایسی شہادت بھی گزری تھی جس میں یہ پایا جاتا تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بے وجہ حملہ کیا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احتیاط کے طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بنوخزاعہ کے مقتولین کا خون بہا بھیجا۔

اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو کوئی تنبیہہ یا ہدایت نہیں کی لیکن یہ دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوخزاعہ کو خون بہا بھیجا اور آئندہ احتیاط کرنے کا قصد کر لیا۔

اس کے بعد غزوۂ حنین پیش آیا جس میں قبائلِ عرب نے عظیم پیمانہ پر جنگی تیاریاں کی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربوں کے اس متفقہ لشکر کے مقابلہ میں مجاہدینِ اسلام کو لے کر پہنچے۔

یہ کفر و اسلام کا زبردست معرکہ تھا۔ اس میں بھی مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ کفار ہزیمت اٹھا کر بھاگ گئے۔ اس لڑائی میں قبیلہ بنوثقیف بھی کافروں کی طرف سے شریکِ جنگ ہوا تھا۔ یہ قبیلہ ہزیمت اٹھا کر طائف چلا گیا۔ اہلِ طائف کے مشرکوں نے اسے پناہ دے دی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف پر لشکر کشی کی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مقدمۃ الجیش کے طور پر کچھ لشکر دے کر روانہ کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہایت بہادر اور بڑے پُرجوش تھے۔ وہ سب سے پہلے مالک بن عوف کے قلعہ کے سامنے پہنچے۔ مالک قلعہ بند ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زبردست حملہ کر کے

قلعہ فتح کر لیا اور اسے منہدم کرا کر زمین کے برابر کرا دیا۔ وہاں سے وہ آگے روانہ ہوئے۔

کچھ فاصلہ پر قلعہ الحم تھا۔ وہاں کے لوگ بھی قلعہ بند ہو کر مدافعت کرنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس قلعہ پر بھی زبردست حملہ کیا۔ مسلمان اس شان سے حملہ آور ہوئے کہ اہلِ قلعہ انہیں نہ روک سکے۔ یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس قلعہ کو بھی منہدم کرا دیا۔

اب وہ الحم سے بڑھ کر طائف میں جا پہنچے۔ طائف والوں کو بھی میدان میں نکل کر مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ بھی قلعہ میں محصور ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چند روز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی لشکر لے کر آ گئے۔ مسلمانوں نے کئی حملے کئے لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ تب قلعہ شکن آلات یعنی دبابے اور منجنیقیں تیار کر دی گئیں اور ان سے کام لیا گیا۔ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس قسم کے آلات استعمال کئے گئے۔

جب دبابوں اور منجنیقوں کو قلعہ کی طرف بڑھایا گیا تو کفار نے قلعہ کے اوپر سے لوہے کی گرم سلاخوں اور تیروں کا مینہ برسا دیا۔ مجبوراً مسلمان پیچھے ہٹ آئے۔ بیس روز تک محاصرہ رہا لیکن طائف فتح نہ ہو سکا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس روز کے بعد محاصرہ اٹھا لیا اور وہاں سے تشریف لے آئے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔

باب ۱۲

جوشِ جہاد

کچھ وقفہ کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمانا شروع کیا:

جنگ موتہ میں عیسائیوں کی ایک لاکھ سپاہ کو تین ہزار مسلمانوں نے شکست دی تھی۔ خیال تھا کہ عیسائی اس سے عبرت و نصیحت حاصل کر کے مسلمانوں کے منہ نہ لگیں گے لیکن افسوس ایسا نہ ہوا۔ رومی عیسائیوں نے اس ہزیمت کا انتقام لینے کے لئے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ تیاری موتہ کے حکمران شرجیل نے کی۔ وہ قبیلہ غسانی کی ایک شاخ کا سردار تھا۔ یہ قبیلہ عربی النسل تھا۔ شرجیل بھی عرب ہی تھا، وہ عیسائی ہو گیا تھا۔

اس زمانہ میں عرب اور شام کے درمیان عربوں کی بہت ہی چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور حکومتیں تھیں۔ یہ تمام عرب ریاستیں پہلے بت پرست تھیں، پھر عیسائی ہو گئی تھیں۔ مسلمان ان عربوں کو جو عیسائی ہو گئے تھے عرب متنصرہ کہا کرتے تھے۔ یعنی وہ عرب جنہوں نے نصرانیت اختیار کر لی تھی اور عیسائی ہو گئے تھے۔

جوں جوں عرب میں اسلام ترقی کرتا جاتا تھا اور مسلمانوں کی حکومت بڑھتی جاتی ان عرب عیسائیوں کو شاق گزرتا جاتا تھا۔ وہ بظاہر مسلمانوں سے موافقت رکھتے تھے لیکن در پردہ ان کے بدترین دشمن تھے۔ اسلام کے مخالفوں سے ساز باز رکھتے تھے اور اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے شرارتیں کرتے رہتے تھے۔

یہ عرب متنصرہ کی ریاستیں اس قدر چھوٹی چھوٹی تھیں کہ مسلمان جب چاہتے انہیں ختم کر ڈالتے۔ لیکن ایک تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خونریزی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے دوسرے ان عیسائی ریاستوں کی پشت پناہی رومی شہنشاہ ہرقل اعظم کر رہا تھا۔ ہرقل اعظم کی سلطنت نہایت وسیع اور بڑی باعظمت و قوی تھی۔

اس سلطنت کی بنیاد اٹلی کے مشہور شہر روم میں پڑی تھی۔ اسی مناسبت سے اس سلطنت کو رومی سلطنت کہتے تھے اور اسی لئے ان عیسائیوں کو رومی عیسائی کہا جاتا تھا۔ ایک زمانہ میں یہ سلطنت یورپ اور ایشیاء کے کثیر حصہ پر چھائی ہوئی تھی۔

کچھ عرصہ کے بعد رومی شہنشاہ کے دو بیٹے ہوئے۔ اس شہنشاہ نے ان دونوں بیٹوں میں اس طرح سلطنت تقسیم کر دی کہ تمام یورپ کا علاقہ اپنے بڑے بیٹے کو دے دیا۔ اس سلطنت کا دارالحکومت بدستور شہر روم رہا۔ دوسرے چھوٹے بیٹے کو یورپ میں قسطنطنیہ اور اس کے مضافات کا علاقہ اور ایشیائی ممالک آرمینیا، ایشیائے کوچک، مصر، طرابلس، شام اور فلسطین دے دیئے۔ اس نئی حکومت کے دو دارالسلطنت قرار پائے۔ ایک یورپ میں قسطنطنیہ، دوسرا ایشیاء میں انطاکیہ۔ یہ سلطنت نہایت زبردست اور بڑی باہیبت و پُر جلال تھی۔

اس وقت اس سلطنت کا شہنشاہ ہرقل اعظم تھا۔ اگرچہ وہ اسلام کی باتیں سن سن کر اسلام کی طرف جھک گیا تھا اور چاہتا تھا کہ یا تو مسلمان ہو جائے یا مسلمانوں سے مصالحت کر لے لیکن کسی قدر بزدل اور پست ہمت تھا۔ اپنے درباریوں اور ارکینِ سلطنت سے ڈرتا تھا۔ اس کے درباری سخت مغرور اور فوجی افسر بڑے متکبر تھے۔ ماتحت حکمران بھی بڑے متعصب تھے۔ وہ سب مسلمانوں کو مٹا کر تمام عرب پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔

شرجیل اور دوسرے مختصرہ عرب حکمرانوں نے مسلمانوں کے اوپر اس قدر پابندیاں لگا دی تھیں کہ اپنی قلمرو میں سے کسی مسلمان کو نہ گزرنے دیتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت حارث رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کی حیثیت سے اس ریاست میں پہنچے تو اس نے نہایت وحشیانہ اور سفاکانہ پن کے ساتھ انہیں بے گناہ شہید کرا دیا۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کی جنگ کی ابتداء اسی واقعہ سے ہوئی۔

شرجیل کو موتہ میں جو ہزیمت ہوئی تھی، سے بڑی ندامت تھی۔ اس نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے فوجیں فراہم کرنی شروع کیں۔ اس کی ہم قوم وہم مذہب ہمسایہ ریاستوں نے بھی اس کی مدد کی۔

اس نے ہرقل اعظم سے بھی مدد طلب کی۔ ہرقل اعظم نے چالیس ہزار فوجِ گراں معہ جنگی ساز و سامان کے اپنے مشہور سپہ سالار رقباد کو دے کر شرجیل کی مدد کے لئے بھیجا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عیسائیوں کی ان جنگی تیاریوں کا حال معلوم ہو گیا۔ جاسوسوں نے یہ بھی بتایا کہ خود قیصر بھی عظیم الشان فوج لے کر شرجیل کی مدد کے لئے آ رہا ہے۔ عیسائیوں کا

ارادہ عرب پر حملہ کرنے کا تھا۔

اس سال عرب میں سخت قحط پڑا تھا۔ کوئی چیز بھی پیدا نہ ہوئی تھی۔ عربوں کی حیات کا مدار کھجوروں پر ہے۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے کھجوریں کچی ہی گر گئی تھیں۔ بارش نہ ہونے سے گرمی اس قدر پڑ رہی تھی کہ باہر دھوپ میں نکلنا سخت دشوار ہو گیا تھا۔ کھجوروں کی نئی فصل جو آ رہی تھی اس کی بابت خیال تھا کہ وہ اچھی ہو گی اور اس کے پکنے پر عرب سے قحط دور ہو جائے گا۔

جبکہ عرب میں قحط پڑا ہوا تھا اور امساکِ باراں کی وجہ سے گرمی حدِ انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، مسلمان اپنے ہی حال میں گرفتار تھے۔ جہاد پر جانا بڑا ہی دشوار تھا۔ لیکن اگر عیسائی عرب پر حملہ کر دیتے تو مسلمانوں کی دھاک جاتی رہتی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا اعلان کر دیا اور ان قبائل کو بھی جو مدینہ سے باہر رہتے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے، شرکتِ جنگ کی دعوت دی۔

جہاد کا اعلان ہوتے ہی مسلمان اپنے نخلستان اور کھجوروں کی فصل کو چھوڑ چھاڑ کر جوق در جوق آنے لگے۔ ہر طبقہ کے لوگ آ رہے تھے۔ امراء بھی، متوسط درجہ کے لوگ اور غرباء بھی۔

ان میں سے جو امیر لوگ آئے تھے ان کے پاس گھوڑے، زرہیں اور ہتھیار بھی تھے۔ اوسط درجہ والوں کے پاس بھی گھوڑے اور ہتھیار تھے مگر زرہیں نہ تھیں۔ غریبوں کے پاس نہ تو گھوڑے تھے اور نہ ہتھیار، کچھ بھی نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کا اعلان کر دیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جنگ کے لئے چندہ اکٹھا کیا گیا۔ اس چندہ میں ہر شخص نے حسبِ حیثیت حصہ لیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو اپنا مال تجارت کے لئے ملکِ شام میں بھیج رہے تھے انہوں نے وہ تمام مال چندہ میں دے دیا۔

اس میں نو سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے اور باقی جو سامان تھا وہ ایک ہزار دینار طلائی میں فروخت ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چندہ میں ہمیشہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جایا کرتے تھے۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھنے کے خیال سے تمام مال و اسباب کے دو حصے کئے۔

ایک حصہ اہل و عیال کے لئے رکھ لیا اور ایک حصہ چندہ میں دے دیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ بھی مال و اسباب تھا سب لا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

''کیالائے اور کیا چھوڑ آئے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''آدھامال وسامان لے آیا ہوں، آدھا اہل وعیال کے لئے چھوڑ آیا۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا:

''تم کیالائے اور کیا چھوڑ آئے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''گھر میں جو کچھ تھا سب لے آیا اور گھر والوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیا۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ انہیں اس سے زیادہ عطا فرمائے گا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو افسوس ہوا کہ اس موقع پر بھی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نہ بڑھ سکے۔ پچھتانے لگے کہ کیوں وہ بھی سارا مال نہ لے آئے۔

اگرچہ اس موقع پر مقتدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بڑی بڑی رقمیں چندہ میں دیں لیکن پھر بھی تمام مجاہدین کے لئے سواریاں اور ہتھیار مہیا نہ ہو سکے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مجاہدین اپنے جوتے درست کر لیں۔ پاؤں میں جوتا ہونے سے سپاہی سوار کے حکم میں رہتا ہے۔''

مدینہ میں جو یہودی اور منافقین تھے وہ عیسائیوں سے سازش کئے ہوئے تھے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ مسلمان عیسائیوں پر چڑھ نہ جائیں بلکہ عیسائی مدینہ پر چڑھ آئیں۔ چنانچہ جب انہوں نے مسلمانوں کو جنگی تیاریوں میں مصروف دیکھا تو ہمت شکن باتیں کہنا شروع کیں۔

کہنے لگے: ''سخت قحط پڑا ہوا ہے، امسال فصل اچھی ہے۔ اگر ہم سب جنگ پر چلے گئے تو وقت پر فصل نہ کاٹی جا سکے گی۔ اس سے سخت نقصان ہوگا۔ پھر قحط پڑ جائے گا۔ پھر گرمی اس شدت کی ہے کہ گھر سے باہر نکلنا ہی دشوار ہے۔ سفر کیسے کیا جا سکے گا؟''

اور: ''تعجب نہیں کہ شدتِ گرمی سے لوگ مرنے لگیں۔ اس کے علاوہ سنا ہے ہرقل اعظم نے بے شمار فوجیں جمع کی ہیں۔ ان کا مقابلہ دشوار ہے۔ اچھا یہی ہے کہ مدینہ میں رہ کر ہی عیسائیوں کے آنے کا انتظار کریں۔ عیسائی یا تو عرب کی گرمی کی تاب نہ لا کر حملہ ہی نہ کریں گے یا

ان کے سپاہی جھلس کر مر جائیں گے۔"

غرض طرح طرح کی باتیں کر کر کے مسلمانوں کو پست ہمت کرنے لگے۔ لیکن مسلمانوں پر ان کی ان باتوں کا مطلق بھی اثر نہ ہوا اور وہ برابر تیاری کرتے رہے۔ مدینہ کے باہر سے مسلمان اس بھاری تعداد میں آئے کہ یہودی اور منافقین دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

لیکن ان آنے والوں میں بھی زیادہ تعداد ناداروں اور مفلسوں کی تھی۔ ان میں سے ہزاروں ایسے رہ گئے جن کے لئے سواری تو کیا جوتے اور ہتھیار تک مہیا نہ ہو سکے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں گھر جانے کی اجازت دے دی تو وہ رو پڑے۔ انہوں نے حسرت سے کہا، 'وائے قسمت ہم جہاد کے ثواب سے محروم رہ گئے!'

ان لوگوں کی شان میں سورۂ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔

'ولا علی الذین اذاما اتوك لتحملهم قلت لا اجدما احملكم عليه تو تو واعينهم تفيض من الدمع حزنا الا يجدو ماينفقون٥'

'اور ان لوگوں پر کوئی اعتراض نہیں ہے جو تمہارے پاس سواری مانگنے آئے اور تم نے عذر کر دیا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے۔ وہ واپس گئے، اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ کہتے تھے افسوس ہمارے پاس خرچ نہیں ہے۔'

اس طرح یہ لوگ واپس چلے گئے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اس قدر بیان کر کے رک گئے۔

باب ۱۴

حیرت انگیز واقعہ

کچھ وقفہ کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمانا شروع کیا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب فوج کا جائزہ لیا تو تیس ہزار مجاہدین تھے۔ان میں دس ہزار سوار تھے جن کے پاس عمدہ نسل کے عربی گھوڑے تھے۔تمام سپاہیوں کے پاس اچھے اور نئے جوتے تھے۔اس سے پہلے کسی مہم کے لئے اتنی بھاری جمعیت مسلمانوں کی جمع نہ ہوئی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔تمام لشکر مدینہ سے نکل کر ثنیة الوداع نامی پہاڑی پر آ کر خیمہ زن ہو گیا۔عبداللہ بن ابی جو منافقوں کا سردار تھا، اپنے ساتھ منافقوں کا دستہ لے کر آیا اور پہاڑ کے نشیبی دامن میں خیمہ زن ہو گیا۔

مسلمانوں کو خیال آیا کہ شاید اس مرتبہ وہ بھی ہمراہ چلنے پر آمادہ ہے لیکن دراصل وہ اور اس کے ہمراہی اب بھی مسلمانوں کو بہلا پھسلا کر واپس مدینہ میں لے جانے کے لئے آئے تھے۔

چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو بہکانے میں انتہائی کوشش کی لیکن ایک مسلمان بھی واپس جانے پر آمادہ نہ ہوا۔جب منافق مایوس ہو گئے تو وہ یہ کہہ کر واپس لوٹے کہ اپنی پکی فصل کو چھوڑ کر کون لڑنے مرنے جائے۔اگر فصل نہ کاٹی تو بچے بھوکے مر جائیں گے۔پھر ایسی تپش ہے کہ بدن جھلسے جاتے ہیں۔گرمی سے دل الٹا جاتا ہے۔

ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں پر ان کی واپسی کا اثر پڑے گا، اور سب نہ سہی تو تھوڑے بہت تو ضرور ہی ان کے ساتھ واپس لوٹ چلیں گے۔لیکن ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب ایک مسلمان بھی واپس نہ ہوا۔

پادری: حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی تھے۔اُن کے پیروکار اُن کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے تھے۔افسوس ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مدت تک تبلیغ کی، بڑے بڑے معجزے

دکھائے لیکن بارہ حواری (صحابہ رضی اللہ عنہم) بھی جب امتحان کا وقت آیا تو روگرداں ہو گئے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: لیکن جو شخص مسلمان ہوا، اس نے ہزاروں مظالم سہنے پر بھی اسلام نہ چھوڑا۔ اگر میں وہ واقعات بیان کروں..........

پادری نے قطعِ کلام کرتے ہوئے کہا:

''اُن واقعات کو رہنے دیں۔ آپ جو حالات بیان کر رہے ہیں کیے جائیں۔''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمانا شروع کیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکرِ الٰہی کو لے کر روانہ ہوئے۔ وہ ٹھنڈے وقت میں سفر کرتے، اور جب دھوپ تیز ہو جاتی تو قیام کر دیتے۔ جب وہ علاقہ حجر میں پہنچے۔ تو راستے میں وہ بستیاں آئیں جہاں عاد اور ثمود آباد تھے اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے سبب مقہور و مغضوب ہو کر برباد ہو گئے تھے۔ وہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ وہ مقام ہے جہاں عذابِ الٰہی نازل ہو چکا ہے۔ کوئی شخص نہ یہاں کا پانی پیئے اور نہ کسی استعمال میں لائے، بلکہ تیزی سے اس مقام کو طے کرے اور استغفار پڑھتا رہے۔''

چنانچہ مسلمانوں نے اس علاقہ کو بہت جلد طے کر لیا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو ترتیب دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دو ہزار سوار دے کر ہراول کے طور پر آگے روانہ کیا اور تین اور سرداروں کو دو دو ہزار سواروں کے ساتھ ان کے پیچھے بھیجا۔ ان کے بعد وہ تمام لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ عیسائی جاسوسوں نے سب سے پہلے شرجیل کو یہ اطلاع دی کہ ''مسلمانوں کا عظیم الشان لشکر بڑھا چلا آ رہا ہے، اور ہراول میں وہی سردار (حضرت خالد رضی اللہ عنہ) ہے جس نے موتہ کے مقام پر عیسائیوں کو شکست دی تھی۔''

اس وقت تک ہرقل اعظم شرجیل کے پاس نہیں پہنچا تھا۔ شرجیل نے اسے اطلاع دی۔ قاصد کو بھیج کر کہلایا:

''مسلمانوں کا لشکر قریب آ گیا ہے۔ اس لشکر کے ساتھ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنھوں نے عرب میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ جلد لشکر لے کر آ جائیں تا کہ مسلمانوں کا اور ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ کر دیا جائے۔''

ہرقل اعظم کو یہ خیال تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں۔ وہ مسلمانوں سے تو لڑنے کو تیار تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کو تیار نہ تھا۔ چنانچہ اس نے کہا:

"مدعیِٔ نبوت خود لشکر لے کر آئے ہیں، ان سے لڑنا اپنی تباہی کو دعوت دینا ہے!"

چنانچہ وہ اپنا لشکر لے کر انطاکیہ واپس لوٹ گیا۔

جب شرجیل نے ہرقل اعظم کے واپس چلے جانے کی خبر سنی تو وہ بہت گھبرایا۔ وہ بھی اپنی فوج لے کر ٹل گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملکِ شام کی سرحد پر پہنچ کر چشمۂ تبوک پر خیمہ زن ہوئے۔ تبوک سرحدِ شام پر ایک مشہور مقام ہے جو مدینہ اور دمشق کے وسط میں مدینہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس چشمہ پر بیس روز تک مقیم رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ہرقل اعظم تو واپس چلا گیا ہے اور شرجیل کترا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرحدی فرمانرواؤں کو مطیع و فرمانبردار بنانے کے لئے چند فوجی دستے ان کی طرف روانہ کئے۔ ان رئیسوں اور فرمانرواؤں نے اطاعت کرنی شروع کر دی۔

سب سے پہلے ارضِ ایلہ کا حکمران یوحنا حاضرِ خدمت ہوا اور اس نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی۔ اس کے بعد جربا اور اذاح کے فرمانرواؤں نے بھی حاضر ہو کر ادائے جزیہ پر مصالحت کر لی۔ لیکن تبوک کے قریب ایک مقام دومتہ الجندل تھا جہاں کا حاکم رکیدر بن عبدالملک، بنو کندہ کے قبیلہ سے تھا اور عیسائی ہو گیا تھا، اس نے اطاعت اختیار نہیں کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی گوشمالی کیلئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو چار سو سواروں کے ہمراہ روانہ کیا اور چلتے وقت فرمایا:

"رکیدر تمہیں نیل گائے کا شکار کرتا ہوا ملے گا، اسے گرفتار کر لانا۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز پڑھ کر روانہ ہوئے اور رات بھر سفر کر کے صبح ہونے سے کچھ پہلے قلعہ دومتہ الجندل کے قریب پہنچے۔

رکیدر کو اسی وقت ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ رکیدر کا محل پھاٹک کے قریب تھا اور اس وقت وہ اور اس کی بیوی دونوں فصیل کے اوپر پھاٹک کے بالکل نزدیک سو رہے تھے۔

چاندنی رات تھی۔ دودھیا چاندنی چٹکی ہوئی تھی۔ اتفاق سے ایک نیل گائے نے آ کر پھاٹک کو اپنے سینگوں سے کھرچنا شروع کیا۔ رکیدر اور اس کی بیوی دونوں کی آنکھ کھل گئی۔ چونکہ مسلمانوں کے حملہ آور ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے رکیدر نے اٹھ کر جھروکے سے جھانکا۔ وہ سمجھا تھا کہ مسلمان آ گئے مگر جب نیل گائے کو دیکھا تو بڑا خوش ہوا۔ اس نے ہتھیار لگائے۔ گھوڑا طلب کیا

اور اپنے بھائی حسان کو بلایا۔ اسے ساتھ لے کر چند سواروں کی معیت میں نیل گائے کے شکار کے لئے پھاٹک کھول کر قلعہ سے باہر نکلا۔

ان لوگوں کو دیکھتے ہی نیل گائے جنگل کی طرف بھاگی۔ یہ لوگ اس کے تعاقب میں دوڑے۔ نیل گائے آگے تھی اور یہ سب اس کے پیچھے۔ وہ چکر کاٹتی اور دوڑتی ہوئی اس طرف جا نکلی جس طرف سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی سپاہ لئے آ رہے تھے۔ گائے تو جلدی سے جھپکی دے کر جنگل میں جا گھسی اور رکیدر معہ اپنے بھائی اور ہمراہیوں کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے آ گیا۔

اس وقت صبح صادق ہو چکی تھی۔ گرمیوں کی صبح تھی۔ پتہ پتہ اور ذرہ ذرہ چمک اٹھا تھا۔ نسیم سحری چل رہی تھی۔ جنگلی پھول کھلے ہوئے تھے اور خوش الحان طیور زمزمہ سنجی کرنے لگے تھے۔ نہایت کیف آور سماں ہو گیا تھا۔

رکیدر مسلمانوں کی صورتیں دیکھتے ہی تھرا اُٹھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بیس سواروں کو ساتھ لے کر اسے، اس کے بھائی حسان اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیا۔ حسان نے یہ حماقت کی کہ مسلمانوں کی کثرت دیکھتے ہوئے بھی تلوار میان سے کھینچ لی۔ رکیدر نے منع بھی کیا لیکن وہ نہ مانا اور لڑائی شروع کر دی۔ رکیدر بھی لڑنے لگا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہر چند انہیں سمجھایا۔ لڑائی سے روکنا چاہا لیکن وہ باز نہ آئے۔ مجبور ہو کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حملہ کا حکم دے دیا۔ مسلمانوں نے پرجوش حملے کر کے یکے بعد دیگرے حسان اور اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا۔

رکیدر کو گرفتار کر لیا اور واپس لوٹے۔ راستہ ہی میں انہوں نے صبح کی نماز پڑھی۔ اگرچہ ساری رات مسلمان چلتے رہے تھے اور ان کی آنکھیں نیند سے بھری ہوئی تھیں مگر اس وقت بھی انہوں نے آرام نہیں کیا اور عین ظہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رکیدر کو دست بستہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ رکیدر نے جاں بخشی کی درخواست کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان بخشی کر دی۔ اس نے ادائے جزیہ پر مصالحت کر لی اور قلعہ میں واپس جا کر دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو نیزے اور چار سو زرہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور نذرانہ کے بھیجیں۔ یہ واقعات ماہ شعبان 9ھ کے ہیں۔

چونکہ سرحدِ شام کے تمام حکمران مطیع و فرمانبردار ہو گئے تھے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوجِ الٰہی کو لے کر مدینہ منورہ چلے آئے۔ اس سے مسلمانوں کی دھاک تمام غیر مسلموں پر بیٹھ گئی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اس قدر بیان فرما کے چپ ہو گئے۔

باب ۱۴

خوش عقیدگی

چونکہ اب رات زیادہ ہوگئی تھی اس لئے شمعونہ اور راہبہ عورتیں اور لڑکیاں جمائیاں لینے لگیں۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اب رات زیادہ ہوگئی ہے، میرے خیال میں آرام کرنا چاہیے۔''

پادری: اگر تم تھک گئے ہو تو آرام کرو۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: میں نہیں تھکا بلکہ عورتوں کے آرام کا خیال ہے۔

پادری: جن عورتوں کو نیند آرہی ہے وہ جا سکتی ہیں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: شمعونہ! تم بھی سو رہو۔

شمعونہ: میں سننا چاہتی ہوں۔

نہ شمعونہ گئی اور نہ کوئی راہبہ گئی، سب بیٹھی رہیں۔ پادری نے کہا:

''تم کچھ اور حالات بیان کرو۔''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو تعجب تھا کہ پادری کو ان حالات سے کیا دلچسپی ہے۔ انہوں نے چاہا بھی کہ دریافت کریں لیکن مناسب نہ لگا۔ چنانچہ انہوں نے بیان فرمانا شروع کیا:

غزوۂ تبوک کا یہ اثر ہوا کہ یہودیوں، عیسائیوں اور منافقین کو مسلمانوں کی مخالفت کی جرأت نہ رہی۔ ادھر مکہ کے مشرکوں میں یہ حوصلہ نہ رہا کہ وہ مسلمانوں کی عداوت پر قائم رہتے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو بنو امیہ کے نہایت ذی اثر اور ذی عزت سردار تھے، مسلمان ہوگئے۔

صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ اور عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ جو قریش کے سردار تھے، مکہ سے بھاگ گئے تھے، مگر پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوگئے۔ ان کے مسلمان ہونے سے کفار کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ اس کا اثر عرب کے تمام مشرکوں پر پڑا اور اب

سب مسلمانوں کو اطمینان نصیب ہوا۔

۱۰ھ میں منافقوں کا سردار و رہنما عبداللہ بن ابی بھی فوت ہو گیا۔ اس سے منافقوں کا شیرازہ بکھر گیا۔ غرض اب کوئی فریق ایسا باقی نہ رہا جو مسلمانوں کو جنگ میں الجھاتا۔ مسلمان امن و اطمینان سے رہنے لگے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لئے مبلغوں کو روانہ کیا۔ ادھر عرب کے قبائل خود بخود سنبھل گئے اور اطراف عرب سے کفار وفود در وفود مسلمان ہونے کے لئے آنے لگے۔

جب تک مسلمان جنگ و جدل میں مصروف رہے، اس وقت تک اسلام تیزی سے نہ پھیل سکا۔ لیکن اب جب کہ اطمینان نصیب ہوا تو اسلام بڑی تیزی سے پھیلنے لگا۔ قبائل کے قبائل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خود بخود مسلمان ہونے لگے۔

چنانچہ اسلام کا اثر حجاز سے نکل کر ایک طرف یمن، بحرین، یمامہ، عمان اور دوسری طرف عراق و شام کی حدود تک پہنچ گیا۔ بعض قبائل کے وفود خود بخود آ کر مسلمان ہونے لگے۔ بعض قبائل مبلغوں کی سعی سے اسلام لانے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا."

ترجمہ: "جب اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت آئی تو تم نے دیکھا کہ لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ ربیع الثانی ۱۰ھ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو چار سو سواروں کے ساتھ علاقہ طبران کی طرف روانہ کیا اور ہدایت کی کہ اس علاقہ کے قبائل کو تین مرتبہ دعوتِ اسلام دینا۔ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو اسلام کی تعلیم دینا، لڑائی ہرگز نہ کرنا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ رسالہ لے کر روانہ ہوئے۔ جوں ہی وہ علاقہ طبران میں پہنچے، قبیلے کے قبیلے ایسے آنے لگے جیسے وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہی منتظر ہوں۔ اس نواح کے تمام قبائل نے اسلام قبول کر لیا۔ مسلمان ہونے والوں میں بنو حرث کا قبیلہ بھی تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی تعلیم دے کر پختہ عقیدہ والے مسلمان بنا دیئے۔

لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ محض سپہ سالار ہیں لیکن جب انہیں اسلام کی

تعلیم دیتے دیکھا اور لوگوں نے جو مسائل پوچھے، ان کے مناسب اور معقول جوابات دیئے تو سب کو بڑی حیرت ہوئی اور یہ ماننا پڑا کہ وہ اچھے مبلغ اور زبردست عالم دین بھی ہیں۔ اس نواح کے لوگوں کو مسلمان کر کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ واپس چلے آئے۔

ماہ ذیقعدہ ۱۰ھ میں رسول اللہ نے حج کے لئے تیاری شروع کی۔ مسلمانوں کو معلوم ہو گیا۔ تمام اطراف سے مسلمان گروہ در گروہ آنے لگے۔ تھوڑی ہی مدت میں مسلمانوں کی اس قدر کثیر جمعیت فراہم ہو گئی جسے دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سارا عرب مسلمان ہو کر حج کے قصد سے اُمڈ آیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ جب مدینہ سے روانہ ہوئے تو ایک لاکھ مسلمان آپ کے جلو میں تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی حضور اکرم ﷺ کے ہمرکاب تھا۔ لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ جس طرف نظر جاتی تھی، آدمیوں کے سر ہی سر نظر آتے تھے۔

راستہ میں بھی لوگ برابر شامل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کی سواری مکہ معظمہ کے قریب پہنچی تو مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اس سے چار سال قبل یعنی ۶ھ میں جب رسول اللہ ﷺ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے تو حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ صرف چودہ سو مسلمان تھے اور چار سال ہی کے بعد یہ نوبت آئی کہ مسلمانوں کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار تک پہنچ گئی۔

دراصل جب تک مسلمانوں کو مشرکوں، یہودیوں اور عیسائیوں نے لڑائیوں میں اُلجھائے رکھا، اس وقت تک اسلام کو ترقی ہوئی نہ تبلیغ کا موقع ملا اور نہ زیادہ تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔ لیکن جب لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور مسلمانوں کو امن کا زمانہ ملا تو چار سال میں لاکھوں آدمی مسلمان ہو گئے۔ اس تیزی سے اسلام پھیلا کہ دنیا کا کوئی مذہب بھی اس سرعت سے نہ پھیلا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام سچا دین ہونے کی وجہ سے بڑی سرعت سے پھیلا اور دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ گیا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، دراصل وہ تاریخ سے بالکل ناواقف ہیں۔ انہیں معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی ملک کے حکمران نہیں تھے۔ ان کے پاس لشکر بھی نہ تھا اور دولت بھی نہ تھی۔ کوئی بادشاہ ان کا حامی و مددگار نہیں تھا۔ ان کی قوم بھی ان کی دشمن ہو گئی تھی۔ انہیں ان کے اہلِ وطن نے اس قدر ستایا، اس درجہ اذیتیں دیں کہ وہ سخت تنگ آ گئے۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ ان کی قوم والوں نے انہیں قتل کرنے کی سازش کی۔ مجبور ہو کر وہ

چھپ کر ہجرت کر گئے۔ ایسی صورت میں تلوار سے کیسے کسی کو مسلمان کر سکتے تھے؟

آٹھویں ذی الحجہ ۱۰ھ کو جمعرات کے روز حضور اکرم ﷺ نے معہ تمام مسلمانوں کے مقامِ منیٰ میں قیام فرمایا۔ جمعتہ المبارک کے روز نمازِ فجر ادا کر کے منیٰ سے روانہ ہوئے اور عرفات میں قیام کیا۔

جب دوپہر ڈھل گئی تو حضور اکرم ﷺ اپنی قصواء نامی ناقہ پر سوار ہو کر مجمعِ عام میں تشریف لائے اور بلند آواز سے فرمایا:

''لوگو!! سمٹ آؤ تا کہ سب خطبہ سن سکو۔''

لوگ حضور اکرم ﷺ کے گرد آ کر جمع ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ناقہ پر بیٹھے ہی بیٹھے خطبہ پڑھا۔ یہ خطبہ نہایت پُر زور اور فصیح و بلیغ تھا۔ اس خطبہ کی چند باتیں بیان کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ لوگو!! جس طرح یہ مہینہ، یہ دن اور یہ شہر حرام ہے، اسی طرح مسلمانوں کا مال اور مسلمانوں کا خون مسلمان پر حرام رہے گا۔ جس مسلمان سے کسی مسلمان کو ایذا پہنچے وہ مسلمان نہیں ہے۔ سب سے زیادہ شریف و نجیب وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ شراب جوا اور سود حرام کر دیئے گئے۔ نماز وقت پر جماعت کے ساتھ پڑھو۔ تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ عورتوں کی عزت و عظمت کرو۔''

خطبہ کے ختم ہوتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ تمام مسلمانوں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ صفیں اتنی لمبی تھیں کہ ایک سرے کا آدمی دوسرے سرے والے کو نظر نہ آتا تھا۔ نہایت پر کیف منظر تھا۔

نماز پڑھ کر حضور اکرم ﷺ مؤقف کی طرف تشریف لے چلے۔ چونکہ انبوہ کثیر جلو میں تھا اس لئے ہجوم میں اضطراب و انتشار پیدا ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سکون کے ساتھ!!!''

چنانچہ مجمع کا انتشار جاتا رہا۔ ۱۰ ذی الحجہ کو حضور اکرم ﷺ تشریف لے گئے۔ مسلمانوں کا بے پایاں سمندر ہمرکاب تھا۔ مہاجرین داہنی جانب تھے اور انصار بائیں جانب۔ بیچ میں عام مسلمانوں کی صفیں تھیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں کا سمندر کوہ شکن موجیں مار رہا

تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے ناقہ کی مہار حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے تھے۔ چونکہ دھوپ تیز ہو گئی تھی اس لئے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ناقہ پر پیچھے بیٹھ کر کپڑا تان لیا۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ میلوں تک فرزندانِ توحید پھیلے ہوئے تھے۔ ہر شخص خوش تھا۔ ہر ایک کے دل میں جوش تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے قربانی کی۔ صاحبِ زکوٰۃ لوگوں نے بھی قربانیاں کیں۔ قربانی سے فارغ ہو کر حضور اکرم ﷺ نے معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بلوا کر سر کے بال مبارک اتروائے۔ لوگوں نے تبرکاً اور تعظیماً ان مبارک بالوں کو ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ چونکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ حفاظتی رسالے کے افسر تھے اس لئے اس وقت وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے۔ انہوں نے بھی حضور اکرم ﷺ سے پیشانی کے چند بال مبارک دیئے جانے کی درخواست کی۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں بھی موئے مبارک عطا فرما دیئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

"یارسول اللہ ﷺ!! میری تمنا ہے کہ میں ان مبارک بالوں کی برکت سے لڑائیوں میں فتح حاصل کروں۔ حضور اکرم ﷺ دعا فرمائیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی!

پادری: اب سمجھ میں آیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فتوحات رسول اللہ ﷺ کی دعا کی وجہ سے ہیں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: میں بھی ایسا ہی سمجھتا ہوں، اور تمام مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اب رات زیادہ ہوگئی ہے۔ انشاء اللہ بشرطِ زندگی صبح کچھ اور حالات بیان کروں گا۔

پادری: تمہاری یادداشت بہت اچھی ہے اور طریقۂ بیان بھی اچھا۔ خوب حالات بیان کرتے ہو۔ واقعی رات زیادہ ہوگئی ہے، اب آرام کرو۔

چنانچہ سب اُٹھ کر آرام کرنے چلے گئے۔ شمعونہ راہبات کے ساتھ چلی گئی۔

باب ۱۵

فتنۂ اِرتداد

جب صبح ہوئی تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر اول نماز پڑھی، پھر قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی۔ گرجے میں گھنٹا بجا، راہب اور راہبات جمع ہو گئے۔ پادری نے نماز پڑھائی۔ شمعونہ نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ پادری حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے پاس آ بیٹھا۔ چونکہ وہ عربی اچھی طرح جانتا تھا اس لئے توجہ سے قرآن مجید سننے لگا۔

تھوڑی دیر میں حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے تلاوت ختم کی۔ دعا مانگی اور پادری سے کہا:

"اب اجازت دیجئے۔ مجھے بہت جلد سپہ سالارِ اسلام کی خدمت میں حاضر ہونا ہے۔"

پادری: دوپہر تک آپ ٹھہریئے۔ اس عرصہ میں اب تک کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے واقعات سنا دیجئے۔ پھر میں یہ بتاؤں گا کہ میں کون ہوں اور مجھے مسلمانوں کے حالات سننے کا کیوں شوق ہے؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ خود یہ چاہتے تھے کہ پادری سے یہ معلوم کریں کہ اسے یہ حالات سننے کا اشتیاق کیوں ہے۔ اب جب کہ پادری نے خود کہا کہ وہ بتا دے گا کہ اسے یہ حالات سننے کا کیوں شوق ہے تو انہیں خیال ہوا کہ پادری کا بھی شاید کوئی راز ہے۔

چنانچہ انہوں نے پوچھا:

"کیا اس میں کوئی راز ہے؟"

پادری: ہاں!! مگر ابھی اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ آؤ پہلے ناشتہ کر لو۔

پادری نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ اور شمعونہ کو ناشتہ کرایا۔ جب ناشتہ سے فراغت ہوئی تو کئی راہب اور ننیں (راہبائیں) بھی آ گئیں۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ کو حضور اکرم ﷺ نے وفات پائی۔ مسلمانوں پر کوہِ غم ٹوٹ پڑا۔ عالمِ اسلام پر افسردگی چھا گئی۔ ہر مسلمان مرد، عورت اور بچہ کو سخت رنج و قلق ہوا۔

جب آپ ﷺ نے وصال فرمایا تو تمام جزیرہ نما عرب آپ ﷺ کے تحت میں تھا۔ عراق، یمن اور نجران پر قبضہ تھا۔ آپ ﷺ دین کے بادشاہ تو تھے ہی، دنیا کے بھی شہنشاہ ہو گئے تھے۔

آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں اگرچہ صاف طور پر اپنے جانشین کا اعلان نہیں فرمایا تھا لیکن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرما دیا تھا کہ قوم تمہارے باپ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے سوائے کسی کو خلیفہ مقرر نہ کرے گی۔

چنانچہ جب آپ ﷺ کے وصال کے بعد مسئلہ خلافت میں نزاع ہوا تو مسلمانانِ جمہور نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ چنانچہ ایک دن میں تیس ہزار مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس سے پتہ چل گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قوم میں کس قدر ہر دل عزیز تھے۔

لیکن حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت عرب کی حالت کچھ عجیب ہو رہی تھی۔ بعض فتنہ جُو لوگوں کی طبیعتوں میں حضور اکرم ﷺ کا اقتدار و جاہ دیکھ کر خود بھی نبی بننے کا خیال پیدا ہوا تھا۔

چنانچہ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں یمامہ کے باشندہ مسیلمہ نے دعویٰ نبوت کیا۔ وہ نواحِ یمامہ میں بڑا با اثر اور ہر دل عزیز شخص تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ عرب کے شہنشاہ بن گئے تو اس نے حضور اکرم ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں بھی نبی ہوں مجھے بھی اپنی نبوت میں شریک کر لیجیے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''وہ جھوٹا ہے۔''

اسی روز سے مسیلمہ، مسیلمہ کذّاب کے نام سے مشہور ہوا۔

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد اور بھی بہت سے لوگوں نے نبوت کے دعوے کیے، اور مرد تو مرد عورتیں بھی مدعیانِ نبوت بن بیٹھیں۔ سلمٰی بنت مالک اور سجاح بنت الحرث، یہ دو عورتیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں نہایت حسین و جمیل تھیں۔ ان کی نبوت کی گرم بازاری ان کی قابلیت یا ذاتی وصوف کی وجہ سے نہیں بلکہ حسن کی وجہ سے ہوئی۔

مردوں میں مسیلمہ کذاب یمامہ میں، اسود عنسی یمن میں اور طلیحہ اسدی خیبر میں نبی بن بیٹھے۔ ان علاقوں کے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے ان کے عقائد ابھی پختہ نہ ہونے پائے تھے کہ ان جھوٹے نبیوں نے لوگوں کو یہ کہہ کہہ کر ورغلانا شروع کر دیا کہ اب خدا نے ہمیں نبی بنا کر بھیجا ہے، ہماری اطاعت کرو۔

سادہ لوح لوگ ان کے شیطانی جال میں پھنس کر مرتد ہو گئے اور جھوٹے نبیوں کی پیروی کرنے لگے۔ ادھر بہت سے جاہ پسند قبائل کے سردار حصولِ امارت کے خیال سے جھوٹے نبیوں کے ہم نوا ہو گئے۔

لوگوں کے مرتد ہونے کی خبریں اس تسلسل اور کثرت سے آئیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سن سن کر ملول، متفکر اور متوحش ہو گئے۔ ان کذابوں نے ان مسلمانوں کو جو ابھی تک ان کے ورغلانے میں نہیں آئے تھے یہ کہہ کر اشتعال دلایا کہ تم سے زکوٰۃ جو لی جاتی ہے یہ دراصل خراج ہے۔

عرب بھڑک اٹھے۔ انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، اور خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ ہم لوگ اذانیں دیتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ معاف کر دی جائے۔ اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے کہ تمام عرب بھڑک رہا ہے لیکن ان کے استقلال میں فرق نہیں آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے، میں معاف نہیں کر سکتا۔ تم لوگ از راہِ تکبر و تفاخر اس کی ادائیگی سے انکار کرتے ہو تو میں بزورِ تلوار زکوٰۃ وصول کروں گا۔"

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ مصلحت یہی ہے کہ فی الحال زکوٰۃ کی وصولی بند کر دی جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"اس سے اسلام میں رخنہ پڑ جائے گا۔ میں اپنی زندگی میں ایسا نہ ہونے دوں گا۔"

عرب بگڑ گئے اور وہ مرتد ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کی دھمکیاں دینے لگے۔ سارا جزیرہ نما عرب بھڑک اٹھا۔ ارتداد کے شعلے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئے۔ قبائل کے قبائل مرتد ہو گئے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اب بھی نہیں گھبرائے۔ بعض قبائل نے مدینہ پر

حملہ بھی کر دیا لیکن خلیفہ اوّل نے انہیں ہزیمت دے کر بھگا دیا۔ پھر بھی کشتیِ اسلام ڈگمگاتی ہی رہی۔

اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے جھوٹے نبیوں کی گوشمالی کا ارادہ فرمایا کیونکہ وہی ارتداد کی آگ کو ہوا دے دے کر بھڑکا رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اوّل طلیحہ اسدی کی سرکوبی کے لئے کچھ لشکر دے کر نامزد کیا، اور حکم دیا کہ طلیحہ کی مہم سے فارغ ہو کر مالک بن نویرہ پر چڑھائی کریں۔

مالک بن نویرہ قبیلہ بنو تمیم سے تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہو گیا تھا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے علاقہ کا عامل یعنی گورنر مقرر کر دیا تھا۔ وہ بھی بغاوت و سرکشی پر آمادہ ہو گیا تھا۔

طلیحہ کے گرد لشکرِ کثیر جمع ہو گیا۔ وہ اس فوج کو لے کر نجد کے مشہور چشمہ بزاخہ پر خیمہ زن ہوا۔ اس کے ساتھ قبائلِ بنو اسد، ہوازن، بنو طے اور بنو عامر وغیرہ بھی شامل ہو گئے۔ اس سے اس کی جمعیت اور بھی بڑھ گئی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ لشکر لے کر چلے۔ طلیحہ کو بھی اسلامی لشکر کے حملہ آور ہونے کی اطلاع ہو گئی تھی۔ لیکن چونکہ اس کے پاس جمعیت کافی تھی، اس لئے اسے فکر نہ ہوا۔ اس نے اپنے لشکر کے دو حصے کئے۔ ایک حصہ پر عتبہ بن حصن کو اور دوسرے پر اپنے بھائی حبال کو سردار مقرر کیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اوّل قبیلہ طے کی بستیوں میں پہنچے، وہاں کے لوگوں کو سمجھایا۔ انہوں نے ارتداد سے بیزاری کا اظہار کیا اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے چند معززین کو بھیجا کہ ان کے قبیلہ کے جو لوگ طلیحہ کے لشکر میں شامل ہو گئے ہیں انہیں واپس لے آئیں۔ چنانچہ وہ گئے اور اپنے تمام آدمیوں کو بلا لائے۔ یہ جنگجو لوگ جب آئے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھایا اور جہاد کا ثواب بیان کر کے اسلامی لشکر میں بھرتی ہو جانے کی ترغیب دی۔ وہ لوگ بڑی خوشی سے فوجِ الٰہی میں شامل ہو گئے۔ اس سے طلیحہ کے لشکر میں کچھ کمی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فوج میں کچھ اضافہ ہو گیا۔

اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اپنا لشکر لے کر چشمہ بزاخہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے دو مسلمانوں عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ اور ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ کو جاسوسی کی خدمات پر مامور کر کے طلیحہ کے لشکر کی خبر لانے کے لئے بھیجا۔ یہ دونوں سراغ لگاتے ہوئے چلے اور دشمن کی فوج کے

قریب جا پہنچے۔ اتفاق سے دشمن کے سپاہیوں نے انہیں دیکھ لیا۔ انہوں نے جا کر حبال کو اطلاع دی۔ وہ چند سپاہیوں کو ساتھ لے کر اس ہوشیاری سے آیا کہ ان دونوں مسلمانوں کو ان کے آنے کی اطلاع نہ ہوئی۔ اچانک حبال کے سپاہی ان دونوں پر آپہنچے اور انہوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔

حبال ان دونوں کو لے کر طلیحہ کے سامنے پہنچا۔ طلیحہ نے ان سے مسلمانوں کے لشکر کی تعداد پوچھی تو انہوں نے بتانے سے انکار کر دیا۔ طلیحہ نے کہا:

"اگر تم نے مسلمانوں کے لشکر کی صحیح تعداد نہ بتائی اور میری نبوت پر ایمان نہ لائے تو میں تمہیں قتل کرادوں گا۔"

وہ دونوں نہایت پختہ عقیدہ کے مسلمان تھے۔ انہوں نے اسے نبی ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ طلیحہ نے اسی وقت ان دونوں کو شہید کرا دیا۔ جب مسلمانوں کو ان کے شہید ہو جانے کی اطلاع ہوئی تو انہیں بڑا رنج ہوا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو طیش آ گیا اور انہوں نے تیزی سے کوچ کر دیا۔

اس قدر کہہ کر حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار کر لی۔

باب ١٦

جھوٹے نبی کا انجام

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر اپنا بیان جاری کیا:

مسلمانوں کی آمد کی خبریں مسلسل طلیحہ کے پاس پہنچ رہی تھیں۔ وہ کچھ گھبرا رہا تھا لیکن اپنی گھبراہٹ کو اس لئے چھپائے ہوئے تھا کہ کہیں اس کے پیرو بد دل نہ ہو جائیں۔

اسے علمِ کہانت حاصل تھا۔ وہ لوگوں کے ہاتھ دیکھ کر پچھلی باتیں بتا دیا کرتا تھا۔ اس علم ہی کے زور پر اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اور اس کے اس علم سے ہی مرعوب ہو کر لوگوں نے اسے نبی مان لیا تھا۔ وہ اچھا خاصا تعلیم یافتہ تھا۔ مقفّٰی عبارت بولتا تھا۔ اس سے اس کی جھوٹی دکانداری چمک اٹھی تھی۔

وہ اکثر چادر اوڑھ کر بیٹھ جاتا اور کہتا کہ اب مجھ پر وحی نازل ہونے والی ہے۔ تھوڑی دیر میں چادر سے منہ نکال کر کہتا مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ وہ اپنے مکان کے گوشہ میں چادر اوڑھے وحی کے نزول کا انتظار کر رہا تھا کہ اس کی بیوی آ گئی۔

اس نے سمجھا کوئی غلام کام سے جی چرا کر آ بیٹھا ہے۔ اس نے ایک دو ہتڑ رسید کیا۔

طلیحہ نے منہ چادر سے نکال کر کہا:

"بدبخت تو کہاں آ مری؟ بھائی جبرائیل وحی لئے آ رہے تھے، وہ واپس لوٹ گئے!!"

اس کی بیوی کو بڑا افسوس ہوا۔ وہ ایسے ہی تماشے کرتا رہتا تھا۔

شمعونہ اس واقعہ کو سن کر بے ساختہ ہنس پڑی۔ ہنسنے سے اس کے شہابی چہرہ پر حسن کی رَو دوڑ گئی۔ اس نے کہا:

"اچھا نبی تھا، عورت نے مارا تو اُسے، اور ڈر کر جبرائیل واپس بھاگ

گئے؟"

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: نبی کہاں، وہ تو کوئی مسخرا تھا، شعبدہ باز تھا۔

پادری: اسے نقال کہیے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: ہاں نقال ہی تھا۔

پادری: اس کا حشر کیا ہوا؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: سنئے!

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمانا شروع کیا:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی چشمہ بزاخہ کے سامنے ایک میدان میں خیمہ زن ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ طلیحہ کے پاس بے شمار لشکر ہے۔ انہوں نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ تم نبی نہیں ہو۔ جنگ کر کے فضول خونریزی نہ کرو۔ بہتر یہ ہے کہ مسلمان ہو جاؤ اور ادعائے نبوت سے توبہ کرو۔

طلیحہ کو سخت ناگوار گزرا۔ اس نے اسی وقت اپنے لشکر کو میدانِ جنگ میں نکل کر مسلح ہونے کا حکم دیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہاری باتوں کا جواب تلوار کی نوک سے دیا جائے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی فوج کو میدان میں صف بستہ کر دیا۔ انہوں نے اپنی سپاہ کے تین حصے کئے۔ ایک حصہ پر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے حصہ پر ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو سردار مقرر کیا اور تیسرا حصہ اپنے تحت میں رکھا۔

اسلامی لشکر نہایت شان کے ساتھ طلیحہ کے لشکر کی طرف بڑھا۔ سب سے پہلے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے پرزور حملہ کیا۔ اُدھر سے عتبہ بن حصن ان کے مقابلہ میں آیا۔ بہادروں نے تلواریں میانوں سے کھینچ لیں، جنگ شروع ہوگئی۔

جواں مرد دلیری سے لڑنے لگے۔ تلواریں زور شور سے چلنے لگیں۔ سروتن کے فیصلے ہونے لگے۔ سروں کے سر اور دھڑوں پر دھڑ کٹ کر گرنے لگے۔ خون کی بارش ہونے لگی۔

نہایت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ سرفروش بڑی جانبازی سے جنگ کر رہے تھے۔ طلیحہ کی فوج مسلمانوں کو پیچھے دھکیل کر پامال کرنا چاہتی تھی لیکن مسلمان پہاڑی چٹان کی طرح جم گئے تھے اور بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ وہ اس فکر میں تھے کہ کفار کی صفیں درہم برہم کر دیں، مگر کفار بھی

جو خون مسلمانوں میں تھا وہی ان میں بھی تھا۔ پھر ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ وہ جوش میں آ آ کر حملے کرتے تھے اور مسلمانوں کو پیچھے ہٹانے میں پورا زور صرف کر رہے تھے۔ لیکن مسلمان انہیں ایک قدم بھی نہ بڑھنے دیتے تھے۔ وہ نہایت استقلال سے لڑ رہے تھے۔

چونکہ فریقین جوش میں آ آ کر حملے کر رہے تھے اس لئے فریقین کے سپاہی کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ لاشوں پر لاشیں گرتی جاتی تھیں۔ تازہ لاشوں سے خون اس طرح نکل نکل کر بہہ رہا تھا جس طرح مشک کا دہانہ کھل جانے سے پانی بہنے لگتا ہے۔ جگہ جگہ خون کے چکدے جم گئے تھے اور سوار لاشوں کو پامال کرتے پھر رہے تھے۔

اچانک کفار نے سنبھل کر نہایت جوش سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے اس حملہ کو روکنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا لیکن وہ کافروں کے سیلاب کو نہ روک سکے۔ قدم قدم پیچھے ہٹنے لگے۔

جب وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گئے تب ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنی سپاہ کے ساتھ حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے اس شدت سے حملہ کیا کہ کفار پیچھے ہٹتے اور دبتے چلے گئے۔

مسلمان شیر ہو کر بڑھنے اور نہایت سختی سے حملہ کرنے لگے۔ کافروں نے ہر چند مسلمانوں کے حملہ کو روکنا چاہا لیکن نہ روک سکے، وہ بہت پیچھے ہٹ گئے۔ مسلمانوں کے اس پُر زور حملے نے ان کے بہت سے سپاہیوں کو ختم کر دیا۔

اب طلیحہ کا بھائی حبال اپنا لشکر لے کر آ ٹوٹا۔ اس نے نہایت زور سے حملہ کیا۔ اس کے حملہ کی شان سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی فوج یا تو مسلمانوں کو قتل کر ڈالے گی یا ہزیمت دے کر بھگا دے گی لیکن مسلمانوں نے بڑے استقلال سے کفار کے اس کوہ شکن حملہ کو روکا، اور بڑی بے جگری سے جنگ شروع کر دی۔

اس وقت جنگ کے شعلے نہایت تیزی سے بھڑک اٹھے تھے۔ سر و تن کے فیصلے جلد جلد ہونے لگے۔ لاشوں پر لاشیں گرنے لگیں۔ مسلمانوں نے کافروں کی کئی صفیں کھول دیں۔ ہر صف میں گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔

کافر مسلمانوں پر اور مسلمان کافروں پر جھپٹ جھپٹ کر حملے کرنے لگے۔ ہر حملہ میں فریقین کے کچھ نہ کچھ سپاہی قتل و مجروح ہو کر گر جاتے تھے۔

یہ معرکہ حق و باطل تھا۔ حاملانِ دین متین کی تعداد کم تھی۔ باطل پرست بہت زیادہ تھے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مسلمان کم ہونے کی وجہ سے زیادہ مرتے لیکن تعجب کی یہ بات تھی کہ کفار

زیادہ مر رہے تھے، اس سے ان کی تعداد کم ہوتی چلی جا رہی تھی۔

جب کہ لڑائی نہایت زور وشور سے ہو رہی تھی، سر کٹ کٹ کر گیندوں کی طرح اچھل رہے تھے اور دھڑ تناور درختوں کی طرح گر رہے تھے، اس وقت طلیحہ جنگ سے جان بچا کر چادر اوڑھے چشمہ کے کنارہ بیٹھا گویا وحی آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ عتبہ گھوڑا دوڑا کر اس کے پاس آیا اور بولا:

''اے رسول!! (لعنت اللہ علیہ) یہ وقت میدانِ جنگ سے الگ ہو کر چادر اوڑھ کر بیٹھنے کا نہیں ہے۔ اٹھیے، جنگ گاہ میں پہنچ کر اپنے معتقدین کی ہمت بڑھائیے۔''

طلیحہ نے چادر کا پلہ منہ کے اوپر سے ہٹا کر کہا:

''اس وقت نہ بولو، میں خدا سے ہمکلام ہونے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وحی آنے والی ہے۔ تم سپہ سالار ہو، تمہارا کام لڑنا ہے۔ جا کر لڑو!''

عتبہ لوٹ آیا اور لڑائی میں مشغول ہو گیا۔ عین اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنا دستہ لے کر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ انہوں نے پُر زور حملے کر کے کافروں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ ان کے ہمراہیوں نے دشمن کا صفایا کر ڈالا۔ پہلی تمام صف کو کاٹ کر ڈال دیا، اور دوسری صف کو منتشر کر کے تیسری صف میں دراڑیں ڈال دیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہایت سختی اور بڑی دلیری سے حملے کر رہے تھے۔ وہ جس طرف ٹوٹ کر گرتے تھے، کشتوں کے پشتے لگا دیتے تھے۔ ان کی تلوار بجلی کی طرح کوندر ہی تھی۔

انہوں نے بہت سے کافروں کو مار ڈالا تھا۔ اور جس شان سے وہ حملے کر رہے تھے اس سے تأثر پایا جاتا کہ وہ تنہا ہی تمام لشکرِ اعداء کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔

انہی کی سی دلیری کے ساتھ ان کا دستہ بھی لڑ رہا تھا۔ ہر مجاہد جھپٹ جھپٹ کر حملہ کر کے اپنے مدِمقابل کو مار ڈالتا تھا۔ اس سے کفار پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ عتبہ یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ پھر دوڑ کر طلیحہ کے پاس آیا اور کہا:

''اے رسول (لعنت اللہ علیہ) آپ کی امت پر بڑا نازک وقت آ گیا ہے۔ کمبخت مسلمانوں نے پُر زور حملہ کر دیا ہے۔ ہمارے ساتھی مایوس و بے دل ہو کر پیچھے ہٹنے لگے ہیں۔ ان کی خبر لیجئے اور بتائیے کہ وحی نازل ہوئی یا نہیں؟''

طلیحہ نے پھر چادر سے منہ نکال کر کہا:

''ابھی تک وحی نہیں آئی مگر قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھائی جبرائیل عنقریب آنے والے ہیں اور یہ یقین ہے کہ وہ فتح وظفر کی خوش خبری لے کر آئیں گے۔ تم جاؤ اور شدت سے حملے کر کے مسلمانوں کی صفیں الٹ دو۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے عرب میں کوئی اعرابی جبرائیل کے نام سے بھی واقف نہ تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر شخص جان گیا تھا۔ عتبہ پھر لوٹ کر جنگ میں مصروف ہو گیا۔

اس وقت جنگ اور بھی شدت سے ہونے لگی تھی۔ مسلمان پر زور حملے کر کر کے مرتدوں اور کافروں کو بے دریغ قتل کر رہے تھے۔ اگرچہ کفار بھی اپنی پوری قوت سے لڑ رہے تھے لیکن وہ مسلمانوں کی کوہ شگاف تلواروں کو نہ روک سکتے۔ مسلمان جب تلواریں مارتے تھے تو ان کے بھنڈارے کھل جاتے تھے۔

اب مسلمان اکا دکا ہی کوئی مرتا تھا اور کفار بڑی تیزی سے گرتے چلے جا رہے تھے۔ کفار مرعوب ہو گئے تھے۔ اب نہ ان میں جوش رہا تھا اور نہ ہمت۔ عتبہ اپنے سپاہیوں کی یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ پھر دوڑ کر طلیحہ کے پاس پہنچا۔ دیکھا تو وہ بدستور چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ اس وقت اس کی بیوی بھی اس کے پاس بیٹھی تھی۔ عتبہ نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں جلدی سے پوچھا:

''کہیے جبرائیل آئے؟''

طلیحہ نے منہ ڈھکے ہوئے ہی جواب دیا:

''ابھی نہیں آئے۔ وہ خدا کے حضور میں حکم حاصل کرنے کے لئے گئے ہیں۔ تم بار بار مجھے مخاطب نہ کرو، کہیں جبرئیل واپس نہ لوٹ جائیں۔ جاؤ اور جی کھول کر لڑو۔''

طلیحہ کوئی نبی تو تھا نہیں، فقط اپنے پیروؤں کو بہکا رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے معتقد لڑائی جاری رکھیں، بس۔ اگر فتح ہو جائے تو وہ کہہ دے گا کہ فتح کی خوشخبری آ چکی تھی اور شکست ہو جائے تو کہے گا کہ چونکہ قسمت میں ہزیمت تھی اس لئے وحی نہ آئی تھی۔

عتبہ پھر لوٹ کر لڑائی میں مشغول ہو گیا۔ لیکن اس نے دیکھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صفوں کی صفوں کو الٹ دیا ہے۔ انہوں نے اور ان کے رسالوں نے بے شمار کافروں کو مار ڈالا

ہے۔ پہلے تو مسلمان تھوڑے اور کافر زیادہ تھے اور اب کافروں کی بھاری تعداد مارے جانے کی وجہ سے مسلمان زیادہ ہو گئے تھے۔

عتبہ نے سمجھ لیا کہ اگر جنگ کی یہی صورت رہی تو اس کا ایک سپاہی بھی زندہ باقی نہ بچے گا۔ وہ بڑا ہراساں ہوا اور بھاگ کر پھر طلیحہ کے پاس آیا اور کہا:

''اے رسول!! تیری ساری امت کٹی جا رہی ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تیرے دلیروں کو مار ڈالا اور تیرے لشکر کی صفوں کو الٹ دیا ہے۔ جلد بتا، کیا وحی آئی ہے؟''

طلیحہ بھی یہ باتیں سن کر گھبرا گیا۔ اس نے کہا:

''بھائی، جبرائیل آ کر کہہ گئے ہیں کہ جو تیری قسمت میں لکھا ہے وہی پیش آئے گا۔''

عتبہ کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا۔ اس نے غضب ناک ہو کر کہا:

''مکار اور فریبی انسان! تو جھوٹا اور دغا باز ہے، تو نے ہم سب کو دھوکہ دیا!''

طلیحہ کچھ نہ بولا۔ عتبہ بکتا جھکتا میدانِ جنگ میں پہنچا، اس نے بلند آواز سے کہا:

''لوگو!! طلیحہ جھوٹا ہے، وہ نبی نہیں ہے۔ اس نے ہمیں دھوکہ دیا۔ میں تو جاتا ہوں۔''

چنانچہ وہ اپنا لشکر لے کر بھاگ گیا۔ اب مرتدین کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ بھی نہایت بدحواس ہو کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل اور گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ بہت سے کافر مارے گے۔ بہت سے گرفتار کر لئے گئے۔ بہت کم بھاگ کر اپنی جانیں بچا سکے۔ اتفاق سے عتبہ بھی گرفتار ہو گیا۔

جب طلیحہ نے دیکھا کہ اس کا تمام لشکر منتشر ہو گیا تو وہ بھی اپنی بیوی کو لے کر بھاگا۔ اس کے بھاگتے ہی میدانِ جنگ سے کفار کا خاتمہ ہو گیا۔ مسلمانوں نے طلیحہ کے کیمپ پر قبضہ کر لیا، بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا۔

اس قدر بیان فرما کے حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے بیان روک لیا۔

باب ۱۷

جھوٹی نبیّہ

کچھ توقف کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمانا شروع کیا:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اور قیدی علیحدہ کر کے باقی سب کو مجاہدینِ اسلام میں تقسیم کر دیا۔ انہوں نے چند روز چشمہ کے کنارے پر قیام کیا۔ پھر وہاں سے سلمیٰ بنت مالک کی طرف بڑھے۔

سلمیٰ کافی خوبصورت اور ماہر عورت تھی۔ بڑی نازک ادا اور شیریں بیان تھی۔ اس نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو ہزاروں حسن پرست اس کے گرد جمع ہو گئے۔ وہ اپنا لشکر لئے مقامِ خواب میں مقیم تھی کہ طلیحہ کا شکست خوردہ لشکر بھاگ کر وہاں پہنچا۔

سلمیٰ بے نقاب ہو کر ان کے سامنے آ گئی۔ اس نے ان بھگوڑوں کو ٹھہرنے کا اشارہ کیا۔ وہ رک گئے۔ سلمیٰ نے کہا:

''تم طلیحہ کے ساتھی ہو؟''

ان میں سے بعض نے جواب دیا کہ ہاں!!

سلمیٰ: طلیحہ جھوٹا تھا۔ وہ نبی نہیں تھا۔ نبیوں کی خدا مدد کیا کرتا ہے۔ انہیں شکست نہیں ہوتی۔ تائیدِ ایزدی سے ہمیشہ فتح ہوا کرتی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی نبی تھے۔ لیکن ان کی وفات کے بعد خدا نے مجھے نبی بنایا ہے۔ مجھ پر بھی کتاب نازل کی ہے، کیا تم سننا چاہتے ہو؟

چونکہ اس کی بھولی صورت اور دلکش گفتگو سن کر مرتدوں پر کافی اثر ہوا تھا، اس لئے انہوں نے کہا:

''سنایئے!''

سلمیٰ نے ترنم ریز لہجہ میں اپنا مقفّیٰ کلام پڑھنا شروع کیا۔ اس کے چند فقرے یہ تھے:

''ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا، سلمٰی کو نبوت کے لئے منتخب کیا۔
اب انہیں نجات ملے گی جو سلمٰی کی شریعت پر عمل کریں گے۔ اے لوگو!! تم
کہاں بھٹکے جاتے ہو؟ ہماری نبیہ کی اطاعت کرو۔ زمین و آسمان ہمارے
قبضہ میں ہے۔ ہم جسے چاہتے ہیں زمین کا مالک کر دیتے ہیں۔''

سلمٰی نے کچھ ایسے لہجہ میں یہ عبارت پڑھی کہ احمقوں کے دل اس کی طرف کھنچ گئے۔

انہوں نے کہا:

''بڑا پُر اثر لہجہ ہے، ہم تم پر ایمان لاتے ہیں۔''

سلمٰی کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ وہ شعلہ رُو تو تھی ہی اور بھی بھبوکا بن گئی۔ اس نے اُن سب کو اپنے مذہب میں داخل کر لیا۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ کس قدر احمق تھے۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ ایک شخص نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے انہیں دھوکہ دیا۔ وہ سارے راستہ میں طلیحہ کو گالیاں دیتے چلے آئے تھے۔ اب ایک عورت نے انہیں بہکا لیا۔

انہوں نے یہ بھی نہ سمجھا کہ اس سے پہلے کوئی عورت نبی نہیں ہوئی ہے۔ وہ اس کے فریب میں آگئے۔ دراصل حسین عورت مردوں کو بہت جلد پھسلا لیتی ہے۔

کہتے ہیں عرب بڑے غیور تھے۔ عورتوں کی کوئی قدر و منزلت نہ کرتے تھے۔ مگر جب سے اسلام نے عورتوں کے حقوق قائم کئے اس وقت سے ان کی عزت ہونے لگی تھی۔ لیکن چند ہی روز میں عربوں کی اس قدر تالیفِ قلوب ہوگئی کہ انہوں نے عورتوں کی نبوت پر بھی ایمان لانا شروع کر دیا۔

سلمٰی کے پاس طلیحہ سے کہیں زیادہ لشکر جمع ہو گیا تھا۔ وہ سن رہی تھی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی فوج لئے اسی کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔ اسے خیال تھا کہ وہ مسلمانوں کو بھی اپنے حسن کے جال میں پھنسا لے گی اس لئے اسے کچھ زیادہ فکر و تشویش نہیں تھی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بھی معلوم ہو گیا تھا کہ سلمٰی عظیم الشان لشکر لئے مقام ''خواب'' میں مقیم ہے، وہ اسی طرف کوچ کر رہے تھے۔ چنانچہ ایک روز وہ بھی مقام ''خواب'' میں جا داخل ہوئے۔

سلمٰی نے محمل میں سوار ہو کر اسلامی لشکر کی آمد کو دیکھا۔ چونکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت کم سپاہ تھی اس لئے وہ اتنا کم لشکر دیکھ کر بہت مسرور ہوئی۔ اس نے اپنے معتقدین کے

سر کردہ لوگوں سے مسکرا کر کہا:

''خدا نے اسی وقت مجھ پر وحی نازل کی ہے۔ خدا فرماتا ہے ہم اپنی نبیہ کی مدد کریں گے۔ جو لشکر عداوت کی راہ سے آیا ہے وہ شکست کھا کر بھاگ جائے گا۔''

یہ سن کر اس کے مریدین کو بڑی خوشی ہوئی۔ سلمٰی نے اگلے روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا:

''میں نبیہ ہوں، تم میری باتیں اور خدا کا کلام سنو۔ میں تمہیں ہدایت کی طرف بلاتی ہوں۔''

چونکہ سلمٰی کے حسن کی شہرت تھی، اس لئے اسے خیال تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کی دعوت پر دوڑے چلے آئیں گے اور جب وہ چلے آئیں گے تو انہیں بہکا لینا کوئی بڑی بات نہیں۔

لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ پختہ عقیدہ کے مسلمان تھے۔ انہوں نے کہلوا دیا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم سلمٰی جھوٹی ہے، وہ نبیہ نہیں ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر آخرالزماں ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ جو دعویٰ نبوت کرے وہ جھوٹا ہے۔ اس سے کہہ دو کہ دنیاوی جاہ وحشمت کے لئے اپنی عاقبت خراب نہ کرے اور تائب ہو کر مسلمان ہو جائے۔ اسی میں اس کی بہتری ہے۔''

جب سلمٰی کے پاس یہ پیغام پہنچا تو اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے اسی وقت اپنا لشکر میدان میں لا کر صف بستہ کر دیا۔ وہ خود محمل میں سوار ہو کر آئی تھی۔

اس کا محمل نہایت خوبصورت، شاندار اور بیش قیمت تھا۔ ریشمی کپڑے کے پردے تھے جن میں سنہرا کارچوبی کام کیا گیا تھا۔ سُچے موتیوں کی جھالریں لٹکی ہوئی تھیں۔ دھوپ میں اس کا محمل جگمگا رہا تھا۔ اس کے محمل کے گرد ایک رسالہ ننگی تلواریں لئے اس کی حفاظت پر مامور تھا۔ اس رسالہ میں اس علاقہ کے منتخب بہادر لوگ شامل تھے۔ ان کی بہادری پر سلمٰی کو ناز تھا۔

چونکہ اس کا لشکر بہت زیادہ تھا اس لئے کافی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اپنی فوج لے کر میدان میں آ گئے۔ انہوں نے بھی اپنے رسالوں کو نہایت قاعدہ میں صف بستہ کیا۔

سلمٰی کے اشارہ سے جنگ شروع ہو گئی۔ اس کا بے پناہ لشکر موجیں لیتا ہوا مسلمانوں کی

طرف بڑھا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگا کر حملہ کر دیا۔

سلمیٰ کے ہر سپاہی کے دل میں یہ خیال تھا کہ وہ اپنی بہادری کی وجہ سے سلمیٰ کے دل میں گھر کر لے، اس لئے اس کی فوج کا ہر سپاہی نہایت دلیری سے لڑنے لگا۔ مسلمان جہاد کے خیال سے آئے تھے۔ وہ لڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا چاہتے تھے اس لئے وہ بھی نہایت بے جگری اور بڑی دلیری سے لڑنے لگے۔

تلواریں جدال و قتال کرنے لگیں۔ جنگجو تلواریں کھا کھا کر قتل و زخمی ہو ہو کر گرنے لگے۔ فریقین کے سپاہی جوش میں بھرے ہوئے بڑی سختی سے حملے کر رہے تھے۔ تلواروں پر تلواریں پڑ رہی تھیں۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں۔ سر اچھل رہے تھے۔ خون کے فوارے ابل رہے تھے۔ نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی۔

ہر مسلمان نہایت بہادری سے لڑ رہا تھا۔ بڑی تیزی سے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہا تھا۔ مسلمان کافروں کی صفیں توڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کافر بھی مسلمانوں کو منتشر و منہزم کرنے کے لئے پوری طاقت صرف کر رہے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ابھی تک لڑائی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً ان کا جوش ہیجان میں آ گیا۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر اپنے رسالۂ خاص کو ساتھ لے کر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ ان کے حملہ نے کفار کی صفوں کو ہلا دیا۔ انہوں نے پُرزور حملے کر کے کئی صفوں کو الٹ دیا۔ اب وہ سلمیٰ کے محمل کی طرف بڑھنے لگے۔ چونکہ کفار خوب جانتے تھے کہ کسی جنگ کی فتح و شکست کا فیصلہ سپہ سالار کے قتل و منہزم ہونے پر ہوتا ہے اور ان کی سپہ سالاران کی نبیہ سلمیٰ تھی۔ اس لئے انہوں نے کوشش کی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے سپاہی سلمیٰ تک نہ پہنچنے پائیں۔ لیکن وہ مسلمانوں کے سیلاب کو نہ روک سکے۔ مسلمان نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے تیزی سے سلمیٰ کی طرف بڑھنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سب سے آگے تھے اور جس طرح جنگل کے درختوں کو کاٹ کر صاف کیا جاتا ہے اس طرح حضرت خالد رضی اللہ عنہ کافروں کو قتل کرتے ہوئے راستہ بناتے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ آخر وہ اور ان کے ساتھ تقریباً پانچ سو مسلم جانباز سلمیٰ کے قریب پہنچ گئے۔

انہوں نے سلمیٰ کے رسالہ خاص پر حملہ کر دیا۔ اس رسالہ نے بڑی دلیری سے ان کے حملہ کو روکا اور نہایت بہادری سے جنگ شروع کر دی۔ مسلمانوں نے انہیں تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا اور دم کے دم میں آدھے رسالے کو کاٹ ڈالا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جوش میں آ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ باقی رسالہ بھاگ نکلا۔ اب

مسلمانوں نے محمل کے ناقہ کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ ناقہ گرا، اس کے گرتے ہی سلمیٰ محمل سے اچھل کر گری۔ اسی وقت چند تلواریں اس کے اوپر پڑیں اور اس کے جسم کا قیمہ ہو گیا۔

اپنی نبیہ کو مقتول دیکھتے ہی کفار کے پیر اکھڑ گئے۔ وہ بدحواس ہو کر بھاگے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل و گرفتار کرنا شروع کیا۔ ان کی بہت زیادہ تعداد ماری گئی۔ کافی لوگ گرفتار ہوئے اور بہت تھوڑے بھاگ سکے۔ اس طرح ایک جھوٹی نبیہ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

اتنا کہہ کر حضرت عامر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

باب ۱۸

ایک اور مدعی نبیہ

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمانا شروع کیا:

سلمٰی بنت مالک کے ساتھ بھی بہت کچھ ساز و سامان تھا۔ وہ سب مسلمانوں کو مال غنیمت میں ملا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تمام قیدی اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ دربار خلافت میں روانہ کیا اور خود سجاح بن الحرث کی طرف روانہ ہوئے جو دوسری جھوٹی نبیہ تھی۔

سجاح بن الحرث نہایت حسین، گل رخ، سیم تن، نازک اور شیریں گفتار و سبک رفتار تھی۔ وہ شاعرہ بھی تھی اور ادیبہ بھی۔

اس کا کلام فصیح و بلیغ ہوتا تھا۔ اس کی آواز میں ایسی شیرینی تھی کہ جب وہ گفتگو کرتی تو سننے والوں کو بڑا کیف آتا۔ اسے جو دیکھتا اس کا دلدادہ و شیفتہ ہو جاتا۔

اس نے جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدار اور جاہ و جلال دیکھا تو اس کے دماغ میں بھی نبیہ بن جانے کا خیال پیدا ہوا۔

چنانچہ اس نے پہلے پہل تو اپنے قبیلہ کے سرکردہ لوگوں کو اپنے دامِ حسن میں پھانسا۔ جب دیکھا کہ بڑے بڑے معزز اور رئیس اس کا دم بھرنے اور اس کے اشاروں پر دوڑنے لگے ہیں تو اس نے دعویٰ نبوت کر دیا۔

سجاح قبیلہ تغلب سے تھی۔ یہ قبیلہ قریش کی ٹکر کا تھا۔ اس قبیلہ میں ہذیل عمران بڑا معزز و با اثر تھا۔ سجاح نے سب سے پہلے اسی کو تبلیغ کی۔ وہ اس کی چشم فسوں ساز کا شکار ہو کر اس کا حلقہ بگوش ہو گیا۔ اب سجاح کی خوشی ہذیل کی خوشی تھی۔ وہ اسے خوش کرنے کے لئے خود بھی تبلیغ کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سارا قبیلۂ تغلب سجاح کا معتقد ہو گیا۔

اب سجاح نے دوسرے قبائل کو تاڑ کا۔ چنانچہ قبیلہ بنی شیبان اور قبیلہ بنی تمر میں گئی۔ ان

دونوں قبائل کے سرداروں کو اس نے بلا کر گفتگو کی۔ وہ اس قدر شیریں ادا، خوش آواز اور خوش گفتار تھی کہ جو کوئی اس سے ایک مرتبہ بات کر لیتا تھا، اس کا معتقد ہو جاتا تھا۔

دراصل یہ اس کے بڑھے ہوئے حسن کی کارفرمائی تھی۔ چنانچہ اس نے بنی شیبان کے سردار سلیل بن قیس اور بنی تمر کے سردار عقبہ بن بلال کو اپنا معتقد بنا لیا۔ ان دونوں نے کوشش کر کے اپنے اپنے قبیلہ کو سجاح کا مطیع و فرمانبردار بنا دیا۔

اس نے اس عرصہ میں سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا۔ اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مدینہ پر چڑھائی کر کے اسے فتح کر لینا چاہیے۔ چنانچہ وہ چار ہزار سواروں کا رسالہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئی۔ ابھی چند ہی منزلیں طے کی تھیں کہ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اپنی طرف آنے کی خبر سنی۔ چونکہ وہ ان کی شجاعت و دلیری سے بخوبی واقف تھی اس لئے بڑی متوحش و متذبذب ہوئی۔

سجاح کو یہ بھی خوف ہوا کہ یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے، کہیں وہ بھی اس کے اوپر حملہ نہ کر دے۔ چنانچہ یہ تجویز سوچی کہ پہلے مسیلمہ کے خطرہ کو دور کر دے تا کہ اس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ رہے۔ لیکن وہ مدینہ پر حملہ کرنے کا اعلان کر چکی تھی۔ اسے یہ بات مناسب معلوم نہ ہوئی کہ خود اپنے حکم سے بجائے مدینہ کے، یمامہ پر لشکر کشی کر دے۔ عورت نہایت چالاک تھی، نہ اس نے اس کے متعلق کسی سے کچھ مشورہ لیا، نہ کوئی تذکرہ کیا۔ بلکہ رات کو کچھ فقرے موزوں کئے اور صبح کو اپنے پیروؤں سے کہا:

''رات مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ مدینہ پر حملہ کرنے سے پہلے یمامہ پر یورش کر کے مسیلمہ کا مقابلہ کیا جائے۔''

بعض لوگوں نے دریافت کیا:

''کیا یہ خدا کا حکم ہے؟''

سجاح: ہاں!! یہ خدا کا حکم ہے۔

لوگوں نے کہا:

''تب ہم اطاعت کرتے ہیں۔''

چنانچہ وہ لشکر لے کر یمامہ کی طرف بڑھی۔

مسیلمہ کذاب کو جب اس کے حملہ آور ہونے کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت گھبرایا۔ اگرچہ مسیلمہ کے پاس کافی لشکر تھا مگر اس نے سنا تھا کہ سجاح ایسی خوبصورت اور ماہ رُو عورت ہے کہ جو

اسے ایک نظر دیکھ لیتا ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا غلام بے دام بن جاتا ہے۔ اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کے معتقد اس کے دامِ حسن میں گرفتار ہو کر اس سے بغاوت نہ کر جائیں۔

لیکن مسیلمہ کذاب تھا نہایت چالاک اور بڑا فریبی۔ وہ ایک عورت سے کیا ہار مانتا۔ اس نے تیاری شروع کر دی اور فوجیں بھرتی کرنے لگا۔ اسی وقت اسے معلوم ہوا کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اسلامی لشکر دے کر یمامہ پر حملہ کرنے بھیجا ہے۔ اب اسے بڑا فکر ہوا۔

یہ بات درست تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا تھا۔ یہ دونوں معزز سردار یمامہ سے کچھ فاصلہ پر تھے۔ لیکن چونکہ وہ تبلیغ کرتے ہوئے آرہے تھے اسلئے ان کے جلد آنے کی توقع نہ تھی۔

ادھر سجاح یمامہ کے قریب پہنچ گئی تھی۔ اس چالاک آدمی نے یہ سوچا کہ یا تو سجاح کو ملا کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے یا اس کے لشکر کو کسی حکمت سے منتشر کر کے اس کی طرف سے بے فکر ہو جائے۔ چنانچہ اس نے سجاح کے پاس قاصد بھیج کر دریافت کیا:

''تم کس ارادہ سے آرہی ہو؟''

سجاح نے قاصد کو جواب دے کر لوٹایا:

''میں مدینہ پر حملہ کے ارادہ سے جارہی تھی کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی کہ پہلے مسیلمہ سے مقابلہ کیا جائے۔''

مسیلمہ سہم گیا لیکن اس نے قسمت آزمائی کرنے کا تہیہ کر لیا۔ چنانچہ فوراً پھر قاصد بھیج کر یہ پیغام دیا:

''مجھ پر وحی نازل ہوئی کہ تم بھی نبی ہو۔ تم سے مصالحت کرنا ہی مناسب ہے۔ جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ تھے تو میں نے انہیں پیش کش کی تھی کہ آدھا عرب ان کا رہے گا اور آدھا میرا۔ لیکن معاملہ طے ہونے سے پہلے ہی انہوں نے وصال فرمایا۔ اب اگر تم مجھ سے مصالحت پر آمادہ ہو تو میں آدھا ملکِ عرب تمہیں دے دوں گا۔ اگر تمہیں منظور ہو تو شرائط طے کرنے کے لئے تنہا میرے پاس آجاؤ۔''

سجاح اس مکار کے دامِ فریب میں گرفتار ہو کر اس کے پاس چلی گئی اور اپنے پیروؤں سے کہہ گئی کہ مسیلمہ سچا نبی ہے، تم آہستہ آہستہ چلے آؤ۔ میں اس سے مصالحت کی شرائط طے کرنے

جا رہی ہوں۔

جب سجاح یمامہ میں پہنچی تو مسیلمہ نے اس کا بڑا شاندار استقبال کیا اور اپنے باغ میں جو جنت نظیر کہلاتا تھا اسے اتارا۔ اس کے لئے کئی شاندار خیمے نصب کرا کے شاہانہ طریقے پر انہیں آراستہ کر دیا۔ سجاح اس تزک و احتشام اور شان و شوکت کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اگلے روز اس کا لشکر بھی آ گیا جو قلعہ سے ذرا فاصلہ پر خیمہ زن ہو گیا۔

جس روز سجاح کا لشکر آ کر مقیم ہوا، اس روز مسیلمہ کذاب بھی سجاح سے ملنے آیا۔ مسیلمہ بھی خوش رو نوجوان تھا۔ اس سے پہلے دونوں نے ایک دوسرے کو نہ دیکھا تھا۔ اب جو دیکھا تو ایک دوسرے کی طرف کھنچ گئے۔ دونوں کی آنکھوں میں سرور و مستی چھا گئی۔

دونوں جھوٹے اور مکار تھے۔ دونوں خواہش نفس کا شکار ہو گئے۔ معاملاتِ نبوت تو پڑے ہی رہ گئے، محبت کی منزلیں طے ہونے لگیں۔

سجاح نے دلفریب نگاہیں اٹھا کر مسیلمہ کو دیکھ کر دریافت کیا:

"کیا تمہارا خدا اِس وقت وحی نازل کر سکتا ہے؟"

مسیلمہ نے جواب دیا:

"کیوں نہیں!"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور کچھ دیر خاموش رہا۔

پھر دفعتہً اس نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا کر کہا:

"مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ تم بھی اسی طرح برحق نبی ہو جس طرح میں ہوں۔ تمہارا معجزہ تمہارا دلفریب حسن ہے۔ تمہاری دلربائی جہادِ اکبر ہے۔ تمہاری ناز و انداز کی گرمی تالیفِ قلوب ہے اور تمہاری ہم آغوشی میں جنت ہے۔ تمہارے لبِ جاں بخش کا بوسہ جامِ کوثر ہے۔ اگرچہ میری شریعت میں عورت سے ہم آغوشی جائز نہ تھی لیکن آج سے جائز کر دی گئی ہے!"

سجاح ان باتوں کو سن کر مست و سرشار ہو گئی۔ اس کی ہوشربا آنکھوں میں اس قدر مستی چھلک آئی کہ مسیلمہ نے دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہ اس کے دامِ فریب میں آ گئی ہے۔

چنانچہ اس نے کہا:

"ہم دونوں نبی ہیں، ہمیں مل کر کام کرنے کا حکم بھی ہو چکا ہے پھر کیوں نہ ہم نکاح کر کے یک جان دو قالب ہو جائیں!"

سجاح اس قدر فریفتہ ہوگئی تھی کہ اس نے بغیر کسی حجت وتکرار کے منظور کرلیا۔ مسیلمہ نے کہا:

"نکاح کا مطلب اقرار کرنے سے ہے۔ ہم دونوں نے اقرار کرلیا، نکاح ہوگیا۔"

سجاح اگرچہ بڑی چالاک تھی لیکن اس وقت ایسی مدہوش ہوگئی کہ اس بات کو بھی بلا عذر مان لیا۔ چنانچہ وہ مسیلمہ کذاب کے پاس تین روز تک بطور داشتہ کے رہی۔

دونوں نے خوب دادِ عیش دی۔ چوتھے روز سجاح اپنے لشکر میں آئی۔ لوگوں نے پوچھا:

"کیسا رہا؟"

سجاح نے جواب دیا:

"سب معاملہ طے ہوگیا!"

مالک بن نویرہ ایک ذی وجاہت شخص تھا۔ اسے سجاح سے بڑی محبت تھی۔ اس نے دریافت کیا:

"کیا طے ہوا؟"

سجاح نے جواب دیا:

"خدا کے حکم کے بموجب ہم دونوں نے نکاح کرلیا ہے!"

مالک: مسیلمہ نے تمہارا مہر کیا مقرر کیا؟

سجاح یہ سن کر گھبرا گئی۔ چونکہ باقاعدہ نکاح نہ ہوا تھا اس لئے مہر بھی مقرر نہ ہوا تھا اور چونکہ اس پر بدبختی سوار ہوچکی تھی اس لئے وہ کوئی بات بنا کر بھی نہ کہہ سکی۔

اس نے کہا:

"مہر کا معاملہ طے نہیں ہوا تھا، اب ہو جائے گا!"

چنانچہ وہ اسی وقت مسیلمہ کے پاس گئی لیکن مسیلمہ باغ میں سے قلعہ کے اندر جاچکا تھا۔ جس باغ کو اس کے لئے شاہانہ طریقہ پر آراستہ کیا گیا تھا۔ اس وقت وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اس نے دربانوں سے کہا:

"میں مسیلمہ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

دربانوں نے اطلاع کی۔ مسیلمہ جھروکہ میں آبیٹھا اس نے کہا:

"کیا کہنے آئی ہو تم سجاح؟"

سجاح کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ مسیلمہ اس کے پاس نہیں آیا۔ اس نے کہا:

''آپ نے میرا مہر مقرر نہیں کیا، میری قوم مہر طلب کرتی ہے۔''

مسیلمہ: تمہاری قوم بڑی احمق ہے۔ نبیوں کے نکاح میں مہر نہیں ہوا کرتا۔ لیکن خیر چونکہ تمہاری قوم کو مہر لینے پر اصرار ہے اس لئے اپنے مؤذن سے کہو کہ وہ اعلان کر دے کہ میں نے عشاء اور فجر کی نماز تمہارے مہر میں معاف کر دی اور چونکہ دولتِ دنیا سے مہر کا واسطہ نہیں ہوتا اس لئے آدھی کھجور مہر مقرر کر دیا گیا ہے اور لو یہ مہر اپنی قوم کو دے دو۔''

اس وقت مسیلمہ کھجوریں کھا رہا تھا۔ اس نے آدھی کھجور سجاح کی طرف پھینک دی۔ اب سجاح کی آنکھیں کھلیں۔ وہ سمجھی کہ دھوکہ دے کر اس کے گوہرِ عصمت کو بے آب کیا گیا ہے۔

وہ پریشان حال واپس آئی اور مسیلمہ کی گفتگو سے لوگوں کو اطلاع دی۔ چونکہ تمام سرکردہ لوگ اس کے فدائی تھے، وہ اس کے بے عصمت ہو جانے سے بددل ہو گئے۔

مالک بن نویرہ نے کہا:

''یہ عورت نہایت ہی ہنگامہ پرور، بندہ نفس اور مفسدہ پرداز نکلی۔ بلا وجہ لوگوں کے سر کٹواتی ہے اور خود مزے اڑاتی ہے۔ اس کے ہم معاون تھے، اسے ہم سے پوچھ کر نکاح کرنا چاہیے تھا۔ یہ خود بھی ذلیل ہوئی اور ہمیں بھی ذلیل کرایا۔ میں تو اس کا ساتھ چھوڑ کر جاتا ہوں!''

چنانچہ وہ اپنی فوج لے کر اسی وقت چلا گیا اور باقی سب لوگ بھی رفو چکر ہو گئے۔ اس کے قبیلہ کے چند لوگ اس کے ساتھ رہ گئے۔ وہ مسیلمہ کے پاس گئی۔ اس سے التجا کی کہ وہ اسے اپنے پاس رکھ لے۔

مسیلمہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ سجاح کا لشکر منتشر ہو گیا ہے اور یہی اس کا منشاء بھی تھا۔ اب وہ اسے کیوں اپنے پاس رکھ کر اپنے دامن میں ناگن پالتا۔ چنانچہ اس نے اسے دھتکار دیا۔

سجاح مایوس و غمزدہ ہو کر وہاں سے چلی۔ ابھی اس نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ معہ لشکر کے پہنچ گئے۔ مسلمانوں کے دیکھتے ہی سجاح کے ہمراہی بھاگ نکلے۔ سجاح بھی بمشکل بھاگ کر اپنے قبیلہ تغلب میں جو جزیرہ میں آباد تھا، جا پہنچی۔

اس قدر بیان کر کے حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے وقف کیا۔

---

[1] معتبر تاریخوں میں لکھا ہے کہ سجاح جزیرہ میں پہنچ کر گمنامی کی زندگی بسر کرنے لگی۔ یہاں تک کہ گمنامی کی حالت میں مرگئی۔ لیکن بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ جب حسن کا آفتاب ڈھل گیا تب وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ واللہ اعلم! (مصنف)

باب ۱۹

الزام

پادری نے کہا:

''یہ جھوٹے نبی بھی عجب قسم کے لوگ تھے۔ اگر چہ جانتے تھے کہ خود جھوٹے ہیں مگر دوسروں کو ورغلانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جاہ وجلال، عزت وعظمت اور امتیوں کی محبت و وارفتگی دیکھ کر لوگوں کے منہ میں پانی بھر آیا، اور وہ حریصِ جاہ ہو کر نبوت کی نقالی کرنے لگے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر یہ فرما دیا تھا کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''انما اخاف علی امتی الائمة المضلین و انه سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی اللّٰه وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی.''

(رواہ مسلم شریف عن حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ)

''مجھے اپنی امت کے حق میں گمراہ کرنے والے اماموں (خانہ ساز نبیوں) کی طرف سے بڑا اندیشہ ہے اور میری امت میں تیس کذاب (جھوٹے) ضرور پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک اس بات کا مدعی ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔''

پادری: اچھا تم حالات بیان کرو!

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فرمانا شروع کیا:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ سجاح کی مہم سے فارغ ہو کر مالک بن نویرہ کے تعاقب میں چلے۔ مالک مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا تھا۔ وہ سجاح کا ساتھ چھوڑ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خوف سے قبیلہ بنو تمیم کی بستیوں کی طرف بھاگ گیا تھا، اور موضع بطاح میں جا کر مقیم ہو گیا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اس کا سراغ لگاتے ہوئے وہاں پہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ جن مرتد قبائل میں پہنچیں، وہاں جا کر اوّل اذان دیں۔ اگر ان کے جواب میں قبیلہ والے بھی اذان دیں تو اس بستی پر تاخت نہ کی جائے۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بطاح میں پہنچ کر اذان دلائی۔ اذان کے جواب میں اذان کی آواز نہیں آئی۔ چنانچہ بستی پر چھاپہ مارا گیا۔ مالک بن نویرہ کو گرفتار کر کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ اور چند اور لوگوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

''ہمیں اپنی اذان کے جواب میں اس بستی سے اذان کی آواز آئی تھی۔
خلیفہ کے حکم کے خلاف اس گاؤں پر چھاپہ مارا گیا۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے نہیں سنی!''

احتیاط کے طور پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تمام سپاہیوں سے دریافت کیا۔ مسلمانوں کی زیادہ تعداد بھی یہی کہتی تھی کہ آواز نہیں آئی۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خود مالک بن نویرہ سے اس معاملہ میں گفتگو کی۔ اس نے گفتگو کو لایعنی طول دے دیا، اور باتیں کرتے ہوئے کئی مرتبہ یہ کہا:

''تمہارے صاحب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسا فرمایا ہے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ترش رو ہو کر فرمایا:

''کیا وہ تمہارے صاحب نہ تھے؟''

مالک نے اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا بلکہ اور باتیں شروع کر دیں۔ چونکہ اس کی باتوں سے ارتداد ٹپک رہا تھا لہٰذا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ضرار بن الذر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا اور انہوں نے تلوار سے مالک کا سر اڑا دیا۔

مالک کے قتل کئے جانے سے وہ لوگ جو کہتے تھے کہ اذان کی آواز آئی تھی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے ناخوش ہو گئے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بہت خفا ہوئے۔ انہوں نے صاف طور پر کہا:

''کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں۔''

وہ اس روز وہاں سے بغیر حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے اجازت لئے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ انہوں نے پہلے یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے بہت برہم ہوئے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بے احتیاطی کی شکایت کی اور سفارش کی کہ انہیں معزول کر کے ان سے مالک کا قصاص لیا جائے۔

ابھی مدینہ منورہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ سرگوشیاں ہو رہی تھیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کی بیوہ سے نکاح کر لیا۔ مالک کی بیوی بہت زیادہ خوبصورت اور شیریں ادا تھی۔ جب یہ خبر مدینہ منورہ میں پہنچی تو عام طور پر مسلمان حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئے اور انہوں نے دربارِ خلافت میں انہیں سزا دیئے جانے کی درخواست کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خلاف شہادت طلب کی۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پیش کئے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اس بناء پر مسترد کر دی کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فوجی قانون کی خلاف ورزی کی۔ وہ اپنے افسر حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے اجازت لئے بغیر چلے آئے تھے۔

چنانچہ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کے احکام کی تعمیل کریں۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ چلے گئے۔

لیکن چونکہ خلافت کے بعض اراکین حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر الزام لگا رہے تھے اس لئے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جوابدہی کے لئے طلب کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ان کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں اور وہ جانتے تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بڑے تیز مزاج ہیں، سخت سرزنش کریں گے۔ اس لئے وہ خفیہ طور پر خلیفۃ المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا:

''تم نے مالک کو بلاوجہ کیوں قتل کرایا؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''مجھے مالک سے کوئی دشمنی نہ تھی جو میں بلاوجہ اسے قتل کرا دیتا۔ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کے حسب الحکم اذان دلائی۔ بستی والوں نے جواب میں اذان

نہیں کہی۔ کم سے کم میں نے اور دوسرے ہزاروں مسلمانوں نے اذان نہیں سنی۔ صرف ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور چند اور لوگ کہتے تھے کہ انہوں نے اذان کی آواز سنی ہے۔ میں نے تحقیقات کی تو عام مسلمانوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ پھر میں نے خود مالک بن نویرہ سے اس کے متعلق استفسار کیا۔ اس نے بھی کوئی معقول جواب نہیں دیا اور دورانِ گفتگو بھی اس نے کئی مرتبہ کہا کہ تمہارے صاحب (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایسا فرمایا ہے، میں نے پوچھا کیا وہ تیرے صاحب نہ تھے؟ اس نے اس کا بھی کوئی معقول جواب نہیں دیا۔ ان سب باتوں کے علاوہ وہ جھوٹی نبیہ سجاح کے ساتھ رہا۔ اگر وہ مسلمان ہوتا اور مرتد نہ ہو گیا ہوتا تو سجاح کے ساتھ ہرگز نہ رہتا۔ ان باتوں سے بالکل ثابت ہے کہ وہ مسلمان نہ تھا!''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی اس گفتگو سے مطمئن ہو گئے۔ انہوں نے ان لوگوں سے جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی سزا دہی کا مطالبہ کر رہے تھے، صاف طور پر کہہ دیا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ مگر پھر بھی ازراہِ احتیاط خلیفۃ المومنین رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کا خون بہا بیت المال سے ادا کیا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اس قدر بیان فرما کر خاموش ہو گئے۔

باب ۲۰

مسیلمہ کذّاب کا انجام

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے کچھ وقفہ کے بعد پھر بیان فرمایا:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے پھر یمامہ میں آ گئے۔ انہوں نے مالک بن نویرہ کی بیوہ سے نکاح کر لیا تھا۔ ان کا نام ام تمیم تھا۔ وہ جس قدر خوبصورت اور صاحبِ جمال تھیں، اسی قدر دانشمند اور بہادر بھی تھیں۔ انہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ان سے بہت زیادہ محبت ہو گئی تھی اور یہ محبت آخر دم تک قائم رہی۔

اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یمامہ کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا۔ چند ہی روز کے بعد ان کے پاس عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی اپنی فوجیں لے کر پہنچ گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس تمام لشکر کو لے کر یمامہ کی طرف روانہ ہوئے۔ خلیفۃ المومنین رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تھی کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ بہت زیادہ لشکر ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے کچھ اور فوج بھیج دی تھی۔ یہ فوج بھی راستہ ہی میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے مل گئی۔ اب مسلمانوں کی کل تعداد تیرہ ہزار ہو گئی۔ لیکن جاسوسوں سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ چالیس ہزار لشکرِ جرار ہے۔ اتنے بھاری لشکر کا مقابلہ کچھ آسان نہ تھا مگر مسلمانوں نے دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت کا کچھ خیال نہیں کیا۔ وہ یمامہ کی طرف بڑھتے رہے۔

جب مسیلمہ کذاب کو معلوم ہوا کہ اسلامی لشکر قریب آ گیا ہے تو اس نے اپنے ایک مشہور اور بہادر سردار مجاعہ نامی کو ساٹھ آدمیوں کے ہمراہ مسلمانوں کی تعداد اور نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس وقت مسلمان یمامہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر مقام عضر میں مقیم تھے۔ اسلامی ہراول دستہ وہاں سے یمامہ کی طرف روانہ ہوا۔ حسنِ اتفاق سے اس اسلامی دستہ کا

سامنا مجاعہ بن مرارہ اور اس کے ساتھیوں سے ہو گیا۔

مسلمانوں نے اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کر کے اسے یعنی مجاعہ کو گرفتار کر لیا، اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے لا کر پیش کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مجاعہ سے پوچھا:

''مسیلمہ کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے؟''

مجاعہ نے جواب دیا:

''مسیلمہ کو ہم جھوٹا سمجھتے ہیں۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تم مسلمان ہو گئے تھے پھر اس کے ساتھ کیوں ہو؟

مجاعہ: بے شک ہم مسلمان ہو گئے تھے لیکن یہ قومی معاملہ ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: افسوس ہے تم مسلمان ہو کر قومی معاملے کا خیال کرتے ہو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مجاعہ کو قید کر دیا اور لشکر لے کر شہرِ یمامہ کے سامنے جا کر مقیم ہوئے۔ مسیلمہ کذاب کو یہ معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی تعداد تیرہ ہزار ہے۔ چونکہ اس کے ساتھ چالیس ہزار کی جمعیت تھی اس لیے وہ بے دھڑک اپنا لشکر لے کر قلعہ سے نکلا اور باغ میں جس کا نام اس نے حدیقۃ الرحمان رکھا تھا، مقیم ہوا۔

اس باغ کے گرد بھی مضبوط فصیل تھی۔ اگلے روز وہ اپنا کل لشکر لے کر میدان میں نکلا۔ اس نے اپنی ساری سپاہ دو حصوں میں تقسیم کی۔ ایک حصہ پر رجال بن عنفوہ کو اور دوسرے پر محکم بن طفیل کو سردار مقرر کیا۔ ان دونوں سرداروں نے لشکر کو صف بستہ کر دیا۔

ادھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اپنی فوج لے کر میدان میں نکلے۔ انہوں نے لشکر کو ترتیب دیا۔ میمنہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اور میسرہ میں زید بن الحارث رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ علم ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو دیا۔

جب صف بندی ہو چکی تب مسیلمہ نے اپنے لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس کی فوجی صفیں کوہ شکن موجوں کی طرح مسلمانوں کی طرف بڑھیں۔ مسلمانوں نے بھی پیش قدمی شروع کی۔ دونوں لشکر بھڑ گئے، تلواریں تڑپ کر میانوں سے نکل آئیں۔ ہنگامۂ کارزار شروع ہو گیا۔ مسیلمہ کے لشکر نے نہایت سخت حملہ کیا۔

اگرچہ مسلمانوں نے نہایت جوانمردی اور صبر و استقلال سے مرتدوں کے اس حملہ کو روکا لیکن پھر بھی وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گئے۔ مگر پھر جم گئے اور نہایت دلیری سے لڑنے لگے۔ جنگ

کے شعلے بھڑک اٹھے۔تلواروں پر تلواریں پڑنے لگیں۔سَر، کٹ کٹ کر اچھلنے اور دھڑ، دھڑا دھڑ گرنے لگے۔خون کی بارش شروع ہوگئی۔بہادر مرد خون سے ہولی کھیلنے لگے۔

اگرچہ مسلمان بڑی پھرتی اور جوش سے لڑ رہے تھے لیکن مرتدین بھی نہایت دلیری سے جنگ کر رہے تھے۔وہ مسلمانوں کو دباتے بڑھے چلے آ رہے تھے۔یہاں تک کہ پیچھے ہٹتے ہٹتے مسلمان اپنے کیمپ سے جا ملے۔

مرتدین ایک اسلامی کیمپوں میں گھس گئے۔اتفاق سے چند کفار حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خیمۂ خاص میں جا گھسے۔وہاں ان کی اہلیہ محترمہ ام تمیم موجود تھیں۔وہ اس وقت نہتی تھیں۔اس کے علاوہ دشمن اچانک خیمہ میں جا گھسے تو وہ مقابلہ نہ کر سکیں۔کفار نے انہیں گرفتار کر لیا اور قتل کرنا چاہا۔ اتفاق سے مجاعہ قریب ہی ایک خیمہ میں نظر بند تھا، نکل آیا۔اس نے کفار کو ڈانٹا:

"اگر تم نے ام تمیم کو قتل کر دیا تو مسلمان تمہارے ایک ایک زن و فرزند کو مار ڈالیں گے!"

چنانچہ وہ ان کے قتل سے باز رہ گئے۔عین اس وقت مسلمانوں نے سنبھل کر پُر زور حملہ کیا۔انہوں نے بہت سے کفار کو مار ڈالا۔ادھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سختی سے حملہ کر کے انہیں پسپا کیا۔جو کفار اسلامی کیمپ میں آ گھسے تھے وہ بدحواس ہو کر بھاگے۔

اسلامی لشکر کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ان کے ساتھ بھی پانچ سو سواروں کا رسالہ تھا۔انہوں نے اس شدت سے حملہ کیا کہ مرتدین پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

اتفاق سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مسیلمہ کے سپہ سالار محکم بن طفیل کے قریب پہنچ گئے۔انہوں نے جوش میں آ کر ایسا تلوار کا وار کیا کہ محکم کا سر کٹ کر دور جا گرا۔مگر اسی وقت اسلامی علم بردار ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جلدی سے علم اٹھا کر اس جوش سے حملہ کیا کہ کافر گھبرا گئے۔

ادھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پُر زور حملے کر کے دشمنوں کو پیچھے دھکیلا۔مرتدین پیچھے ہٹ کر باغ کی دیوار سے جا لگے۔مسیلمہ کذاب نے اپنے سپاہیوں کو جوش و غیرت دلائی اور للکار کر کہا:

"بہادرو!! مجھ پر ابھی وحی نازل ہوئی ہے کہ فتح تمہاری ہوگی۔کامیابی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔بڑھ کر حملہ کرو۔"

مرتدوں نے سنبھل کر نہایت جوش سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے پُر زور حملہ کو نہایت استقلال سے روکا۔ پھر خونریز جنگ شروع ہوگئی۔

اگرچہ مسلمان نہایت بہادری سے لڑ رہے تھے لیکن مرتین انہیں قدم قدم پر پیچھے ہٹاتے اور دباتے چلے آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ پھر مسلمان اپنے کیمپ کے قریب پہنچ گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو للکارا اور خود نہایت سختی سے حملہ کیا۔ ادھر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور دوسرے سرکردہ مسلمانوں نے پُر زور حملے کر کے کافروں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کیا۔

جب کفار زیادہ تعداد میں مارے جانے لگے تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کی صفیں درہم برہم ہوگئیں، مسیلمہ بھی بھاگا۔ رجال کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ اس نے بھاگتے بھاگتے مسیلمہ سے کہا:

''باغ میں گھس جاؤ! باغ میں گھس جاؤ!!''

مسیلمہ کذاب بھاگ کر باغ میں گھس گیا۔ مرتدین بھی بھاگ بھاگ کر باغ میں داخل ہونے لگے۔ مسلمان بھی ان کا تعاقب کرتے ہوئے باغ کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ کافروں نے جلدی سے پھاٹک بند کر لیا۔

جو کفار باغ سے باہر رہ گئے، اوّل تو مسلمانوں نے انہیں ٹھکانے لگایا، پھر باغ کے دروازہ پر حملہ کر دیا۔ دشمنوں نے فصیل پر چڑھ کر تیروں کا مینہ برسا دیا لیکن مسلمان برابر دروازہ توڑنے میں مصروف رہے۔ آخر انہوں نے دروازہ توڑ ڈالا اور شیروں کی طرح باغ میں داخل ہو کر کافروں پر ٹوٹ پڑے۔

اگرچہ دشمنوں کی تعداد اب بھی بہت زیادہ تھی لیکن ان پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا تھا۔ وہ لڑ ضرور رہے تھے لیکن ان میں جوش و خروش باقی نہ رہا تھا، محض مدافعت کر رہے تھے۔ جبکہ مسلمان جھپٹ جھپٹ کر انہیں قتل کر رہے تھے۔

جب کافروں کی زیادہ تعداد ختم ہوگئی تو مسیلمہ کے معتقدین نے اس سے پوچھا:

''تیرے خدا نے جو فتح کا وعدہ کیا تھا وہ کب پورا ہوگا؟''

مسیلمہ نے انہیں جھڑک کر کہا:

''یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے۔ اپنی عزت و ناموس اور اپنے اہل و عیال کے لئے لڑو!''

اس کے معتقدین پھر جنگ میں شامل ہو گئے۔ پھر زور وشور سے جنگ شروع ہو گئی۔
پھر سروں پر سر اور دھڑوں پر دھڑ گرنے لگے۔ خون آلودہ تلواریں خون کی بارش کرنے لگیں۔

جنگ زور وشور سے ہو رہی تھی۔ اس وقت مسیلمہ اپنے لشکر کو جوش دلاتا پھر رہا تھا۔ اتفاق سے وحشی [1] نے اسے دیکھ لیا۔ یہ وہی وحشی ہے جو حربہ (برچھی) چلانا خوب جانتا تھا اور جس نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو اپنے حربے سے شہید کیا تھا۔ اب وہ مسلمان ہو گیا تھا اور اسلامی لشکر کے ساتھ جہاد کرنے آیا تھا۔ اس نے تاک کر اپنا حربہ مسیلمہ کے مارا۔ اگرچہ مسیلمہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا لیکن حربہ دونوں زرہیں توڑ کر پیٹ میں لگا اور پار ہو گیا۔ مسیلمہ نے زور سے چیخ ماری اور گرا۔ گرتے ہی تڑپا اور مر گیا۔ اس کے مرتے ہی کافروں کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل وگرفتار کرنا شروع کر دیا۔ ہزاروں کو مار ڈالا اور ہزاروں کو گرفتار کر لیا۔ آخر میدانِ جنگ کافروں کے وجود سے پاک ہو گیا اور مسلمان واپس لوٹے۔ انہوں نے فتح پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جب انہوں نے مقتولین کا شمار کیا تو سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) کفار مارے گئے تھے۔ لیکن مسلمان بھی ایک ہزار سے کچھ زیادہ شہید ہوئے تھے۔ ان شہیدوں میں کلام اللہ شریف کے حفاظ زیادہ تھے۔ تمام مسلمانوں کو ان کے شہید ہو جانے کا بڑا رنج وقلق ہوا۔ سب سے پہلے شہیدوں کی تجہیز وتکفین کی گئی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اس قدر بیان کرنے کے بعد دم لینے کے لئے چپ ہو گئے۔

---

[1] وحشی کہا کرتا تھا کہ میں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے 'خیر الناس' سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور اب اسلام قبول کرنے کے بعد 'شر الناس' یعنی مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔

باب ۲۱

وفائے عہد

کچھ وقفہ کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا بیان پھر شروع کیا:

یہ معرکہ نہایت ہی سخت ہوا تھا۔ عربوں کی عربوں سے خونریز جنگ تھی۔ پھر چالیس ہزار مرتدین کا تیرہ ہزار مسلمانوں سے مقابلہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور مسلمانوں کو زبردست فتح حاصل ہوئی۔

جب شہیدوں کی تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی تب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مجاعہ بن مرارہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا:

''مجھے مسیلمہ دکھاؤ۔''

اس نے میدان جنگ میں جا کر مسیلمہ کی لاش دکھائی۔ اس کی صورت نہایت بدہیت ہو گئی تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا:

''افسوس ہے تم لوگوں نے ایسے بدقوارہ اور لاغر اندام شخص کو نبی مانا!''

مجاعہ: یہ بدقوارہ نہ تھا۔ بلکہ زندگی میں خوش اندام اور خوشرو تھا۔ مرنے کے بعد اس کی ہیئت بدل گئی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: وہ کافر ہو کر مرا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا ہی میں خوار کر دیا۔ عاقبت میں نہ معلوم کس قدر عذاب ہو گا۔

چونکہ اب شام ہو گئی تھی، اس لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے کیمپ میں واپس آئے۔ اگر وہ اسی وقت یمامہ پر بھی حملہ کر دیتے تو قلعہ فتح ہو جاتا۔ لیکن انہوں نے دوسرے روز پر حملہ ملتوی کر دیا۔ اس جنگ میں مسلمان زیادہ زخمی ہو گئے تھے لہٰذا اُن کی مرہم پٹی کی گئی۔

رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ میں گئے تو حضرت ام تمیم

نے انہیں فتح پر مبارک باد دی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کا شکریہ ادا کر کے کہا:

''میں نے سنا ہے کافروں نے تمہیں گرفتار کر لیا تھا!''

حضرت ام تمیم: یہ سچ ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر کہا:

''وہ تمہاری بہادری کیا ہوئی جس پر تمہیں ناز تھا؟''

حضرت ام تمیم: بہادری کیا کرتی، دشمن اچانک خیمہ میں آ گھسے۔ میں نہتی تھی، مقابلہ نہ کر سکی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: دراصل خوبصورت عورتیں بہادر نہیں ہوا کرتیں۔

حضرت ام تمیم: ممکن ہے یہ صحیح ہو۔ لیکن میری بہادری سے میری قوم خوب واقف ہے۔ اگر کوئی موقع آ گیا تو شاید آپ بھی قائل ہو سکیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: قائل تو میں اب بھی ہوں۔

حضرت ام تمیم: میرے جسم میں عربی خون، بازوؤں میں عربی قوت اور سینہ میں اسلامی جوش ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: درست ہے۔

حضرت ام تمیم: آپ کو اپنی شہ زوری اور قوت پر ناز ہے نا؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: بہادروں میں جو باتیں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ سب مجھ میں موجود ہیں۔

حضرت ام تمیم نے مسکرا کر کہا:

''ذرا دور ہی رہنا بہادر صاحب!''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: کیا تمہیں شک ہے؟

حضرت ام تمیم: اللہ تعالیٰ نہ کرے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: خیر، کھانا تیار ہو گیا ہو تو لے آؤ۔

حضرت ام تمیم کھانا لائیں۔ دونوں نے ساتھ بیٹھ کر کھایا اور عشاء کی نماز پڑھ کر سو رہے۔ دوسرے روز صبح ہوتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تیاریاں شروع کیں۔ مجاعہ ابھی تک قید تھا اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے ملنے کی خواہش کی۔ سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اسے بلا لیا۔ مجاعہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اگرچہ مسیلمہ مارا گیا ہے اور اس کے ساتھ جو لشکر تھا وہ بھی پراگندہ ہو گیا لیکن اب بھی شہر اور قلعہ کے اندر کافی فوج ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور آپ کا مقابلہ کریں گے۔ اگر آپ مجھے رہا کر دیں تو میں بھی صلح کی کوشش کروں؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے منظور کر لیا۔ انہوں نے مجاعہ رضی اللہ عنہ کو رہا کر دیا۔ مجاعہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی بہبود کے خیال سے صلح کی کسی کی طرف داری کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ اسے اپنی قوم اور اپنے شہر کی فکر دامن گیر تھی۔ قلعہ میں فوج بالکل نہ رہی تھی۔ وہ خوب جانتا تھا کہ اگر مسلمانوں نے حملہ کر دیا تو شہر اور قلعہ کو تاراج کر ڈالیں گے۔

مجاعہ رضی اللہ عنہ قلعہ میں آیا تو اس نے ان عورتوں کو، جن کے عزیز لڑائی میں مارے گئے تھے، روتے اور بین کرتے ہوئے دیکھا۔ مجاعہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

''اے خواتین عرب! یہ کیا بے صبری ہے۔ تمہاری گریہ و زاری سے مسلمان یہ سمجھیں گے کہ قلعہ کے اندر مرد نہیں رہے، عورتیں اور بچے ہیں۔ وہ ابھی قلعہ پر چڑھ دوڑیں گے اور تمہارے بچوں کو غلام اور تمہیں کنیزیں بنالیں گے۔ رونا موقوف کرو اور مردانہ لباس پہن کر فصیل پر چلو۔''

عورتیں ڈر گئیں۔ وہ خاموش ہو کر اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئیں۔ مجاعہ رضی اللہ عنہ نے تمام عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کر اور مسلح کر کے فصیل پر چڑھا دیا اور خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بولا:

''ذرا آپ رضی اللہ عنہ ایک نظر قلعہ کی فوج کا معائنہ کر لیں!''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

''مصالحت کا کیا ہوا؟''

مجاعہ رضی اللہ عنہ: میں ابھی عرض کروں گا۔ پہلے آپ فوج کو دیکھ لیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ مجاعہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلے۔ قلعہ کے قریب پہنچ کر جب انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو تمام فصیل پر سپاہیوں کو بکھرے ہوئے پایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے دیکھ لیا، کافی لشکر موجود ہے!''

مجاعہ رضی اللہ عنہ: میرا خیال درست نکلا۔ قوم جنگی تیاریاں کر رہی تھی۔ جب میں نے جا کر سمجھایا تو وہ صلح پر آمادہ ہو گئی۔ اب آپ بتائیے کن شرائط پر صلح چاہتے ہیں؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اگر شہر اور قلعہ والے آدھا مال و املاک، آدھے غلام اور کنیزیں دیں تو صلح ہو سکتی ہے۔

مجاعہ رضی اللہ عنہ: یہی میرا خیال تھا کہ آپ ایسا مطالبہ کریں گے۔ چنانچہ میں نے ان کے سامنے یہ بات پیش کی تھی مگر وہ اس پر آمادہ نہیں ہوئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: وہ کیا چاہتے ہیں؟

مجاعہ رضی اللہ عنہ: وہ چوتھائی مال و املاک، چوتھائی ساز و سامان، چوتھائی غلام اور چوتھائی کنیزیں دینے پر آمادہ ہیں۔ جنگ سے صلح بہتر ہے اگر آپ اس پر آمادہ ہوں تو صلح ہو سکتی ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: مجھے منظور ہے۔

مجاعہ رضی اللہ عنہ: بس تو آپ صلح نامہ لکھیے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ تیار کیا۔ اس کی دو نقلیں کی گئیں۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ، حضرت ضرار رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دستخط جبکہ کفار کی جانب سے مجاعہ رضی اللہ عنہ اور چند اور معززین شہر کے دستخط، دونوں نقلوں پر ہوئے۔

مجاعہ رضی اللہ عنہ چند مسلمانوں کو ساتھ لے کر چوتھائی سامان لانے کے لئے گیا۔ مسلمانوں نے قلعہ میں داخل ہو کر دیکھا کہ وہاں سپاہی ایک بھی نہیں۔ یا تو شہری لوگ ہیں یا عورتیں ہیں۔ مجاعہ رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی سامان، مال، غلام اور کنیزیں لیں اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر واپس آیا۔

مسلمانوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ قلعہ میں ایک سپاہی بھی نہیں ہے۔ مجاعہ رضی اللہ عنہ نے فریب دیا تھا۔ شہری لوگوں اور عورتوں کو جنگی لباس پہنا کر فصیل پر کھڑا کر دیا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزرا۔ انہوں نے مجاعہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

"تم نے مجھے فریب کیوں دیا؟"

مجاعہ رضی اللہ عنہ: قلعہ اور شہر والوں کی بھلائی کے لئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اگر میں اب صلح سے انکار کر دوں؟

مجاعہ رضی اللہ عنہ: میں جانتا ہوں آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جانشین (خلیفۃ المومنین) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفائے عہد کا حکم دیا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تُو نے سچ کہا، ہم مسلمان بد عہدی نہیں کر سکتے۔

عین اس وقت ایک اعرابی اونٹ پر سوار آتے نظر آئے۔ وہ کچھ فاصلہ پر آکر اونٹ سے اتر گئے اور ناقہ کی مہار پکڑ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں سلام کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب دے کر انہیں غور سے دیکھ کر پہچان لیا۔

وہ حضرت مسلمہ بن وقش رضی اللہ عنہ تھے۔ جب وہ بیٹھ گئے۔ تب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''امیر المومنین تو بخیریت ہیں؟''

حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی طرح ہیں۔ یہ خط آپ کو دیا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کھول کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا:

''عبداللہ ابوبکر صدیق مسلمانوں کے والی کی طرف سے خالد بن ولید سپہ سالارِ اسلام کے نام! ساری تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہیں جو واحد و یکتا ہے اور لائقِ ثناء حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ہے جو دنیا میں ہدایت کے لئے آئے۔ پس بعد از سلام تمہیں معلوم ہو کہ اگر مسیلمہ کذاب پر اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمائے تو تم اس کے قبیلہ بنو حنیفہ کے تمام مردوں کو قتل کر ڈالنا اور عورتوں اور بچوں کو قید کر کے لے آنا۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لئے اس وقت موقع تھا کہ وہ اس بناء پر صلح نامہ کو مسترد کر دیتے کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے جو حکم بھیجا ہے، اس کی تعمیل ضرور ہے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے قاصد سے مخاطب ہو کر کہا:

''تم دیر سے پہنچے۔ بنو حنیفہ سے صلح ہو چکی۔ بدعہدی مسلمانوں کا شیوہ نہیں اس لئے صلح نامہ مسترد نہیں کیا جا سکتا۔''

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت اور غلاموں اور کنیزوں کا پانچواں حصہ دربارِ خلافت میں روانہ کیا اور باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اتنا بیان فرما کر چپ ہو گئے۔

باب ۲۲

ایرانیوں کی خودسری

کچھ وقفہ کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمانا شروع کیا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کو یمن کی طرف تبلیغِ اسلام کے لئے بھیجا۔ ان دونوں بزرگوں کی کوشش سے یمن کے تمام قبیلے مسلمان ہو گئے۔ حتیٰ کہ باذن جو ایرانی سلطنت کی طرف سے ملکِ یمن کا گورنر تھا وہ بھی مسلمان ہو گیا۔

اس علاقہ میں اسود بن کعب عنسی نے دعویٰ نبوت کر کے فتنۂ ارتداد کھڑا کر دیا تھا۔ ۱۰ھ میں باذن نے جو یمن کے گورنر تھے اور مسلمان ہو گئے تھے وفات پائی۔ ان کے مرنے پر اسود تمام علاقہ کا مالک و حکمران بن گیا۔

اسود نہایت ظالم تھا۔ اس کے مظالم سے تنگ آ کر اس کی بیوی اور اس کے تین سردار قیس، فیروز اور داد ویہ اس کے مخالف ہو گئے۔ ان چاروں نے مل کر سازش کی اور فیروز نے ایک رات اسود کو اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔

اس طرح اسود کا بھی خاتمہ ہو گیا اور تمام جھوٹے نبی ٹھکانے لگا دیئے گئے۔ عرب میں جو ارتداد کے شعلے بھڑک اٹھے تھے وہ بجھا دیئے گئے۔ دنیائے اسلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس بے نظیر کارنامہ پر قیامت تک انہیں خراجِ تحسین ادا کرتی رہے گی۔

پادری: حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کشتیِ اسلام کو ورطۂ ہلاکت سے نکال لیا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: جی ہاں! جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زمامِ حکومت ہاتھ میں لی اور عنانِ خلافت کو سنبھالا تو اس وقت کشتیِ اسلام طوفانِ ارتداد میں تھپیڑے کھا رہی تھی۔ عرب کے گوشہ گوشہ میں ارتداد کے چشمے پھوٹ نکلے تھے۔ مرتدین کی جمعیتیں اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے

کے لئے اپنی پوری طاقت اور پورے جوش سے شمشیر بکف ہوگئی تھیں۔ ادھر ایک طرف ہرقل اعظم اور دوسری طرف شاہ ایران نے مسلمانوں کو مٹانے کے لئے جنگی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ یہ تمام باتیں ایسی حوصلہ شکن اور ہمت کو پست کر دینے والی تھیں کہ بڑے بڑے مستقل مزاج بھی متزلزل ہو جاتے۔

لیکن آفرین ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہمت و جرأت کو۔ ان کے عزم و استقلال میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ وہ مطلق نہ گھبرائے بلکہ پیکر عزم و استقلال بن کر پہاڑ کی طرح کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے ایک طرف کچھ لشکر رومی سلطنت کی سرحد پر بھیج دیا۔ دوسری طرف یمن میں جو ایرانی سلطنت کے زیر اثر تھا، اپنی فوجیں بھیج دیں اور جھوٹے نبیوں اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرنے والے مرتدوں پر لشکر کشی کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کی قلیل مدت میں تمام مرتدین کو مسخر کر لیا گیا۔ جھوٹے نبیوں کا خاتمہ کر دیا اور تمام ملکِ عرب میں امن و امان قائم کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس کارنامہ کے ساتھ بڑے سے بڑے فاتح کا کارنامہ نہیں ملتا۔ کیونکہ دنیا میں جس قدر بھی فاتح گزرے ہیں ان کے پاس دولت تھی، ملک تھا، حکومت تھی اور فوجی جمعیت تھی۔ ان کی قوم کی ہمدردی اور مددان کے شاملِ حال تھی۔ اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ نہ تھا۔ نہ دولت تھی نہ فوج تھی، (بہت کم مسلمان رہ گئے تھے۔ فتنۂ ارتداد سے صرف مدینہ منورہ، طائف اور مکہ کے لوگ بچے رہے تھے۔) نہ قوم ساتھ تھی، صرف استقلال تھا، ہمت تھی۔ ایمانی قوت، تدبر اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس پر اعتماد تھا۔ چنانچہ انہوں نے تمام طاغوتی طاقتوں اور شیطانی قوتوں کو زیر وزبر کر ڈالا اور کشتیِ اسلام کو کوہ شکن طوفانوں سے باہر نکال لائے۔

۱۱ھ میں عرب سے فتنہ و فساد کا طوفان فرو ہو گیا اور عرب سے لے کر بحرِ قلزم تک اور عراق سے لے کر افریقہ تک اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔ ایرانی شہنشاہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اہلِ عرب آپس ہی میں ٹکرا کر فنا ہو جائیں گے اور نہ اسلامی سلطنت رہے گی نہ مسلمان۔ لیکن جب اسلامی سلطنت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مضبوط کر لیا اور تمام عرب اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے تو ایرانی بادشاہ کو بڑا ناگوار لگا اور وہ اس اسلامی سلطنت کو مٹانے کی تیاری کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے لشکر جمع کرنا شروع کر دیا۔ اب تک مسلمانوں کا ایرانی سلطنت پر حملہ آور ہونے کا خیال نہ تھا لیکن جب اس کی جنگی تیاریوں کی خبر سنی تو مجبوراً مسلمانوں کو تیاری کرنی پڑی۔

بدقسمتی سے ایرانی حکومت نے اس وقت کھلم کھلا اعلانِ جنگ دیا جب فتنۂ ارتداد کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ ہوا یہ کہ طبرین میں دو قبیلے نہایت زبردست تھے۔ ایک عبدالقیس اور دوسرا بنوبکر بن وائل۔ یہ دونوں قبیلے مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر جب فتنۂ ارتداد کی ہوا چلی تو قبیلہ عبدالقیس تو بدستور اسلام پر قائم رہا لیکن قبیلہ بنوبکر مرتد ہو گیا اور قبیلہ عبدالقیس کو پیغام بھیجا کہ وہ بھی مرتد ہو جائے۔ اس کے انکار کرنے پر قبیلہ بنوبکر نے حطم کو اپنا سردار مقرر کر کے قبیلہ عبدالقیس پر چڑھائی کر دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبدالقیس کی مدد کے لئے وعلاء بن الحضرمی کو کچھ لشکر دے کر بھیجا۔ حطم نے شاہِ فارس سے مدد کی درخواست کی۔ شاہِ فارس مسلمانوں کو مٹانے کی فکر ہی میں تھا۔ اس نے فوراً ایرانی لشکر حطم کی مدد کے لئے روانہ کر دیا۔

جب خلیفۃ المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کے آنے کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے نعمان بن صادق رضی اللہ عنہ کو کچھ اور فوج دے کر روانہ کیا۔ مسلمانوں اور ایرانیوں کی جنگ ہوئی۔ اس معرکہ میں ایرانیوں اور حطم دونوں کو ہزیمتِ کامل ہوئی اور طبرین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

ایرانیوں اور مسلمانوں کی یہ پہلی جنگ تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایرانی سلطنت کے متعلق دو پیشین گوئیاں کی تھیں۔ ایک یہ کہ سلطنتِ ایران ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی، دوسری یہ کہ ایران کی کنجیاں اللہ تعالیٰ نے میرے حوالے کر دی ہیں۔ ان پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا۔

میں بیان کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطینِ عالم کے نام اسلامی دعوت نامے بھیجے تھے تو شاہِ ایران کے پاس بھی بھیجا تھا۔ اس وقت خسرو بادشاہ تھا جس بدبخت نے نامۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاک کر ڈالا تھا اور یمن کے گورنر باذن کو لکھا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گرفتار کر کے بھیج دو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر مغرور تھا اور عربوں کی کوئی وقعت ہی نہ سمجھتا تھا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ مغرور خسرو شاہِ ایران نے ان کے نامہ کو چاک کر ڈالا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"سلطنتِ ایران بھی اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔"

گستاخ شاہ خسرو کو جلد ہی اس کی گستاخی کی سزا مل گئی۔ اس کے بیٹے شیرویہ ہی نے اسے مار ڈالا

اور خود تخت نشین ہو گیا۔ اور ادھر باذن مسلمان ہو گیا۔ اس نے صوبہ یمن مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔ اس طرح ایرانی سلطنت کے جلد ہی ٹکڑے ہونے شروع ہو گئے۔

چونکہ شیرویہ ملک کے اندرونی جھگڑوں کے طے کرنے میں مصروف رہا اس لئے وہ باذن کے مسلمان ہو جانے پر ان سے کوئی باز پرس نہ کر سکا اور نہ ملکِ یمن واپس لینے کا کوئی انتظام کر سکا۔ چند ہی روز کے بعد شیرویہ بھی قتل کر دیا گیا۔ اراکینِ سلطنت نے اس کے کم سن بیٹے اردشیر کو تخت نشین کیا۔ اس معصوم بچہ کو ایرانی سپہ سالار شہریار نے مار ڈالا اور خود بادشاہ ہو گیا۔

لیکن وہ بھی زیادہ عرصہ حکومت نہ کر سکا۔ اراکینِ سلطنت نے اسے قتل کر کے شیرویہ کی بہن کو تخت نشین کیا۔ اس کا نام پوران تھا۔

ایک پیغمبر ﷺ کے نامہ نامی کی توہین کرنے کے صلہ میں ایرانی سلطنت پر اللہ تعالیٰ کے غضب کا نزول ہو گیا تھا۔ اس کے بادشاہ مار ڈالے جانے لگے تھے۔ سلطنت میں ابتری پیدا ہو گئی تھی۔ پوران کے زمانہ میں حضور اکرم ﷺ نے وصال فرمایا۔ وہ بھی چند ہی روز کے بعد تخت خالی کر گئی۔ اس کے بعد کئی نو عمر لڑکے اور عورتیں تخت نشین ہوئے لیکن اطمینان سے سلطنت کرنا کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ تھوڑے تھوڑے دن حکومت کر کے یا تو مار ڈالے گئے یا مر گئے۔ آخر میں یزدجرد بادشاہ ہوا۔ اس کی قسمت میں لکھا تھا کہ اس کے عہد میں ایرانی عظیم الشان سلطنت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

یزدجرد نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لے کر اوّل سلطنت کو مضبوط و مستحکم کیا اور پھر مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اس کی تیاری کا علم ہو گیا۔ انہوں نے بھی جنگی تیاریاں کرنا شروع کر دیں۔

اتفاق سے ۱۱ھ میں قبیلہ بنوشیبان کے ایک رئیس مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو عراق کے رہنے والے تھے، مدینہ میں آ کر مسلمان ہوئے۔ یہ وہی زمانہ تھا جب ایرانیوں کے عرب پر حملہ آور ہونے کی مسلسل خبریں آ رہی تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ سے اس معاملہ میں مشورہ لیا۔ انہوں نے کہا:

"عراق کے لوگ ایرانی حکومت کے ظلم و ستم سے تنگ آ گئے ہیں۔ اگر انہیں ساتھ لے کر ایرانی حدود پر چھاپے مارے جائیں تو ایرانیوں کو عرب پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو گی۔"

چونکہ یہ رائے بہت معقول تھی اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بہت پسند آئی۔ انہوں نے حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ ہی کو اسلامی علم دے کر اس مہم پر روانہ کر دیا اور یہ ہدایت کر دی کہ ایرانیوں سے جم کر مقابلہ نہ کریں بلکہ جنگ کو طول دیں۔

چنانچہ وہ شروع ۱۲ھ میں روانہ ہوئے اور عراق کے لوگوں کو ساتھ لے کر ایران کی سرحد پر جا پہنچے اور چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔

جب ایرانیوں کو چھاپے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو انہیں بڑا غصہ آیا۔ چنانچہ دربارِ ایران نے حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے دربارِ خلافت میں خبر کی اور مدد کی درخواست کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو کچھ فوج دے کر بھیجا اور حکم دیا کہ وہ بالائی عراق پر حملہ کریں اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو، جو اس وقت تک یمامہ میں مقیم تھے، لکھا کہ اپنا لشکر لے کر زیریں عراق پر حملہ کریں۔ دونوں بزرگ روانہ ہو گئے۔

حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ مقام ایلہ میں مقیم تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر ان کے پاس پہنچ گئے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ دم لینے کے لئے رک گئے۔

باب ۲۳

ایرانیوں اور مسلمانوں کی پہلی جنگ

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا:

مقام ایلہ میں پہنچ کر جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اسلام کا جائزہ لیا تو اٹھارہ ہزار جنگجو مجاہدین شمار میں آئے۔ ایلہ کے سامنے ایران کا صوبہ جھیرتھا۔ اس صوبہ کا گورنر ہرمز تھا۔ یہ شخص نہایت بہادر اور بڑا انڈر تھا۔

وہ کئی مرتبہ ہندوستان تک حملے کر چکا تھا، اسی لئے اس کی دھاک عراق سے ہندوستان تک بیٹھی ہوئی تھی۔ ایرانی دربار میں اس کا شمار اوّل درجہ کے امراء میں تھا اور ایرانی اوّل درجہ کے امراء تاج پہنا کرتے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اتمامِ حجت کے لئے ہرمز کو ایک خط لکھا۔

اس خط کا خلاصہ یہ ہے:

> ''ایرانیوں نے طبرین کے باغیوں کی امداد کر کے اسلامی حکومت کو اعلانِ جنگ دے دیا ہے۔ اسلامی سلطنت نے ایران کے اس اعلانِ جنگ کو منظور کر لیا ہے۔ میں خلیفۃ المومنین رضی اللہ عنہ کے حکم سے لڑائی پر مامور ہو کر آیا ہوں۔ لیکن چونکہ مسلمان جنگ کو اچھا نہیں سمجھتے، میں اتمامِ حجت کے لئے تمہیں لکھتا ہوں کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہے اور اگر بدبختی سے مسلمان ہونا گوارا نہ کرو تو جزیہ دو۔ اس میں بھی تمہارے لئے بھلائی ہے اگر تم نے ان دونوں باتوں سے انکار کیا تو مجبوراً مجھے حملہ کرنا پڑے گا۔''

جب یہ خط ہرمز کے پاس پہنچا تو وہ بہت بگڑا۔ اس نے فوراً دربارِ ایران کو اطلاع دی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خط شاہِ ایران کے پاس بھجوا دیا۔ چونکہ اس کے پاس لشکر تیار تھا لہٰذا وہ پچاس ہزار جنگجو ساتھ لے کر ابلہ کی طرف بڑھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ابلہ میں پہنچ کر عراق کے ان عربوں کو جو ایرانی سلطنت سے سخت ناخوش تھے، جاسوسی پر مامور کیا۔ جاسوس خبر لائے کہ ہرمز پچاس ہزار سوار لے کر آ رہا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دشمنوں کی کثرت کی مطلق پرواہ نہ کی۔

انہوں نے اپنے لشکر کے تین حصے کیے۔ ایک حصہ پر قعقاع بن عمر رضی اللہ عنہ کو، دوسرے پر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو سردار مقرر کیا اور تیسرا حصہ اپنے تحت رکھا۔ ہر سردار ایک دن کے فاصلے سے ایرانی لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ جب ایرانی لشکر کے قریب پہنچے تو تینوں سردار مل گئے۔ اسلامی لشکر ایرانیوں کے سامنے خیمہ زن ہو گیا۔

مسلمانوں کا خیال تھا کہ ایرانی پورے حشم و خدم کے ساتھ آئے ہیں اور فوراً مقابلہ میں نکلیں گے۔ لیکن ہرمز کو اس کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ مسلمانوں کے کارنامے سن چکا تھا۔ اس نے ایران سے مدد طلب کی تھی اور اس مدد کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

جاسوسوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع بھی پہنچا دی۔ انہوں نے اس بات کو مناسب نہ سمجھا کہ وہ ہرمز کے میدان میں نکلنے کا انتظار کریں اور ایرانی لشکر کی تعداد بڑھنے دیں۔ چنانچہ ایک روز وہ خود ہی میدان میں نکلے اور لشکر کو باقاعدہ صف بستہ کر دیا۔

مجبوراً ہرمز کو بھی میدان میں نکلنا پڑا۔ اس نے بھی اپنے لشکر کو ترتیب دی۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف بستہ ہو گئے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ میدان میں نکلے اور انہوں نے اپنے مقابلے کے لئے ہرمز کو پکارا۔

چونکہ ہرمز مشہور دلاور تھا اس لئے شاہانہ ساز و سامان سے مسلح ہو کر میدان میں نکلا۔ وہ لوہے کی زرہ بکتر پر چاندی کی زرہ پہنے تھا۔ زرہ پر جو لباس تھا وہ ریشم کا اور بیش قیمت تھا۔ اس کی شمشیر اور خنجر کے دستے جواہرات سے مزیّن تھے۔ سر پر چاندی کا خود تھا اور اس پر زرّیں تاج اوڑھے تھا۔ اس کی رکابیں اور لگام خالص چاندی کے تھے۔ زین میں لوہے کے بجائے چاندی لگی ہوئی تھی جبکہ زین پوش ریشم کا تھا اور اس میں جواہرات کی جھالریں لٹکی ہوئی تھیں۔ گھوڑے کی کلغی خالص سونے کی تھی۔

اسے کشتی پر بڑا بھروسہ تھا۔ وہ نہایت قوی ہیکل اور گرانڈیل تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ

چھریرے بدن کے تھے۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ وہ کشتی میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو زیر کر کے مار ڈالے گا۔ چنانچہ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو پیادہ ہو کر لڑنے کی دعوت دی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے منظور کر لیا۔ دونوں گھوڑوں سے اترے اور لڑنے لگے۔ پہلا وار ہرمز نے کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پینترا بدل کر وار خالی دیا، پھر خود حملہ کیا۔ ہرمزا چھل کر پیچھے ہٹ گیا اور تیزی سے بڑھ کر حملہ آور ہوا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور سمٹ کر اس پھرتی سے جھپٹ کر ہرمز کی کلائی پکڑی کہ وہ پیچھے نہ ہٹ سکا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی تلوار چھین لی۔

ہرمز جلدی سے انہیں لپٹ گیا۔ دونوں کشتی لڑنے اور زور آزمائی کرنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زور لگا کر کے اس کی کمر کو پکڑ کر اُٹھایا اور الا اللہ کا نعرہ لگا کر اسے زور سے پٹخا اور اس کے سینہ پر چڑھ کر اس کا سر کاٹا اور دشمنوں کی طرف پھینک دیا۔

ایرانیوں کو جوش و غصہ آ گیا۔ چنانچہ ایک دستہ سرپٹ گھوڑے دوڑاتا ہوا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ اس دستہ کو حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کے اسلامی دستہ نے روک لیا۔ ان دونوں دستوں میں جنگ شروع ہوگئی۔ تلواریں میانوں سے نکل آئیں اور سرو تن کے فیصلے ہونے لگے۔ تلواریں جلدی جلدی چلنے لگیں۔ جنگجو کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ خونریز لڑائی ہونے لگی۔

چونکہ تمام ایرانی لشکر کو جوش آ گیا تھا اس لئے اب سارا لشکر بڑھا۔ ان لشکریوں کو مسلمانوں کی بہادری کا علم تھا۔ ان کے سرداروں نے تمام ایرانیوں کو ایک دوسرے سے زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، اسی وجہ سے اس جنگ کا نام ذات السلاسل مشہور ہوا۔

جوں ہی تمام ایرانی لشکر حملہ آور ہوا، فوراً ہی اسلامی لشکر بھی بڑھا۔ دونوں لشکروں میں ہولناک ٹکر ہوگئی۔ سرفروشوں نے تلواریں سونت لیں اور نہایت جوش سے حملہ آور ہوئے۔

صاف و شفاف تلواریں بلند ہوئیں، انسانی سمندر میں ڈوبیں اور خون اگلتی ہوئی اٹھیں۔ گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ ایرانی مسلمانوں کو دبا کر آگے بڑھنا چاہتے تھے لیکن مسلمان جم کر لڑنے لگے اور ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کے گھوڑوں کے قدم زمین میں گڑ گئے ہوں۔ ہر چند ایرانیوں نے انہیں پسپا کرنے کے لئے پرزور حملے کئے لیکن وہ ایک قدم بھی مسلمانوں کو نہ ہٹا سکے۔

ایرانیوں کو یہ بھی زعم تھا کہ ان کی تعداد زیادہ ہے، ان کے پاس نئی قسم کے آلاتِ حرب ہیں نیز جنگی سامان کافی ہے۔ سواروں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔ مسلمان تعداد میں کم تھے۔ سوار چند ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ پیادے سواروں سے زیادہ تھے۔ ان کے پاس پورے ہتھیار ہی

نہ تھے، اسی لئے ایرانی پُر زور حملے کر رہے تھے۔

لیکن مسلمان صبر واستقلال سے جنگ میں مصروف تھے۔ انہیں قوت اور اپنے ساز و سامان پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ تھا۔ وہ نہایت اطمینان سے لڑ رہے تھے۔

مسلمان چاہتے تھے کہ ایرانیوں کی صفیں الٹ دیں لیکن چونکہ ایرانی زنجیروں میں ایک دوسرے سے جکڑے ہوئے تھے اس لئے مسلمانوں کو آگے بڑھنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ چند مسلمانوں نے تلواروں سے زنجیریں کاٹ کر لشکر کے بیچ میں گھس جانا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ان مسلمانوں نے خفا ہو کہا، 'اللہ تعالیٰ غارت کرے ان آگ پوجنے والوں کو، کمبخت زنجیروں میں جکڑ کر مرنے آئے ہیں!' پھر بھی وہ ان ایرانیوں کو، جو اُن کے سامنے تھے، پُر زور حملے کر کر کے قتل کر رہے تھے۔

یہ زنجیریں خود ایرانیوں ہی کے لئے وبالِ جاں بن گئیں۔ ایک تو وہ جکڑے ہوئے ہونے کی وجہ سے آزادی کے ساتھ نہ لڑ سکتے تھے، دوسرے جو ایرانی مارے گئے تھے، ان کی لاشیں لٹکی پھر رہی تھیں۔ ان لاشوں کو دیکھ کر ایرانی گھوڑے بدکنے اور زور کر کے زنجیریں توڑنے لگے۔ آخر بہت سے گھوڑوں نے زنجیریں توڑ ڈالیں اور بھاگنے لگے۔ ایرانی گھوڑوں کو قابو میں کرنے کی کوششیں کر رہے تھے اور مسلمان انہیں قتل کر رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی گھنٹوں کی لڑائی میں بے شمار ایرانی مارے گئے۔

آخر ایرانیوں کی شکست ہوئی۔ وہ بڑی بدحواسی کے ساتھ بھاگے مگر زنجیروں نے انہیں بھاگنے ہی نہ دیا۔ مسلمانوں نے جھپٹ کر انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ ان کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے گئے۔ بڑی مشکل سے بہت تھوڑے ایرانی بھاگ سکے ورنہ سب مارے جاتے۔

یہ ایرانیوں اور مسلمانوں کی پہلی جنگ تھی۔ اس میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتح ہوئی۔ چونکہ ایرانی بڑے ساز و سامان کے ساتھ آئے تھے اس لئے مسلمانوں کے ہاتھ بہت مالِ غنیمت آیا۔ مسلمانوں میں یہ قاعدہ تھا کہ جو شخص جس دشمن کو قتل کرتا تھا اس کا تمام سامان اس کی ملکیت ہو جاتا تھا۔ چونکہ ہرمز کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا، اس لئے اس کے شاہانہ کپڑے، تاج اور دوسرا سامان حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ملا۔ یہ سب سامان لاکھوں روپے کی مالیت کا تھا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تاج فروخت کیا تو ایک لاکھ روپے میں بکا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر دم لیا اور خاموش ہو گئے۔

باب ۲۴

زبردست فتح

کچھ وقفہ کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمانا شروع کیا:

ہرمز نے جب شاہ کسریٰ سے مدد طلب کی تھی تو دربارِ ایران نے صوبہ رہواز کے گورنر قارن کو پچاس ہزار سپاہ کے ساتھ اس کی مدد کے لئے بھیج دیا تھا اور اس کے ساتھ انوشجان اور قباد، دو مشہور اور بہادر سپہ سالار بھی بھجوا دیئے تھے۔ ابھی یہ لشکر ہرمز کے پاس نہ پہنچا تھا کہ مسلمانوں نے اسے شکست دے دی۔ اس کا شکست خوردہ لشکر قارن کو راستہ میں ملا۔ قارن نے اس لشکر کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ اس سے اس کی جمعیت اور بھی بڑھ گئی۔ وہ نہرِ شنی کے کنارے پر، جو دریائے دجلہ کے مغرب کی طرف واقع ہے، موضع مداد میں مقیم ہو گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس ایرانی لشکر کے آنے کی اطلاع ہوگئی۔ وہ بھی شیرانِ اسلام کو لے کر چلے اور اسی مقام پر، جہاں ایرانی لشکر مقیم تھا، آ کر خیمہ زن ہو گئے۔

قارن کے ساتھ تقریباً ایک لاکھ لشکر ہو گیا تھا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف اٹھارہ ہزار مجاہدین تھے۔ یہ دیکھ کر قارن نے غرور میں آ کر جلد ہی ایک روز اپنا لشکر میدان میں لا کر صف بستہ کر دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اوّل اس کے پاس مصالحت کا پیغام بھیجا۔ قاصد سے کہلایا کہ اگر تم جزیہ ادا کر دو تو صلح ممکن ہے۔ قارن کو یہ پیغام بہت ہی برا لگا۔ اس نے نہایت نامناسب جواب دیا۔ مجبوراً حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی فوجِ الٰہی لے کر میدان میں آ گئے اور آتے ہی صفیں مرتب کر لیں۔

قارن نے سب سے پہلے انوشجان کو تنہا لڑنے کے لئے بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تمام ایران میں شہرت ہو گئی تھی۔ قارن بھی خوب جانتا تھا کہ اسلامی لشکر کے وہی روحِ رواں ہیں۔

اگر کسی طرح وہ گرفتار کر لیے جائیں یا مارے جائیں تو شاید مسلمان بددل ہو کر بھاگ نکلیں۔ اسے یہ کیا خبر تھی کہ مسلمان بددل اور مایوس ہونا جانتے ہی نہیں۔ بہر حال اس کا یہ خیال تھا اور وہ اس بات سے بھی خوب واقف تھا کہ انوشجان بھی بڑا بہادر، جنگجو اور جری ہے۔ اس نے اسے سمجھا دیا کہ میدان میں نکل کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو طلب کرنا اور جس طرح بھی ممکن ہو انہیں گرفتار کر لینا یا قتل کر دینا۔

انوشجان کو بھی اپنی دلیری پر ناز تھا۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لینا یا قتل کر ڈالنا مشکل ہے۔ میں ابھی آپ کے سامنے اسے دست و پا بستہ لا کر حاضر کرتا ہوں۔ وہ اکڑتا ہوا میدان میں نکلا اور اسلامی لشکر کے قریب جا کر بولا:

''اگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دعویٰ مردانگی ہے تو میرے مقابلے میں آئے!''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اطلاع ہوتے ہی اپنا گھوڑا بڑھایا اور انوشجان کے مقابلہ میں آ کر فرمایا:

''معلوم ہوتا ہے تمہیں اپنی بہادری پر غرور ہے!''

انوشجان: کیوں نہ ہو، میرے مقابلہ کا آج ایران میں ایک شخص بھی نہیں ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: بہادر آدمی اکثر عقلمند بھی ہوتے ہیں!

انوشجان: میری جنگجوئی و عقلمندی، دونوں کی شہرت ہے!!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اگر یہ بات ہے تو سوچو کیا آگ پرستش کیے جانے کے قابل ہے؟ وہ اپنے پجاریوں کو بھی اسی طرح جلا ڈالتی ہے جس طرح دشمنوں کو۔ اگر تم کہو کہ وہ نورِ الٰہی ہے تو نورِ الٰہی جلاتی نہیں، البتہ انسانی آنکھیں اسے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتیں اور انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔ پرستش کے قابل تو وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے آگ کو پیدا کر کے اسے گرمی اور روشنی عطا کی۔ اُس اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں پوجتے؟

انوشجان: میں تم سے مذہبی بحث کرنے نہیں آیا لڑنے آیا ہوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: لیکن مجھے تبلیغ کرنے اور سمجھانے کا بھی حکم ہے اور میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ پس، تم قیامت کے روز یہ نہیں کہہ سکتے کہ میرے کانوں میں حق کی آواز نہیں پہنچی تھی۔ اب میں جہاد کے لئے تیار ہوں۔

انوشجان نے تلوار سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا وار روک کر خود بھی حملہ کرنا چاہا لیکن انوشجان نے جلدی سے دوسرا وار کیا۔ اس کی تلوار حضرت

خالد رضی اللہ عنہ کی تلوار پر پڑی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تلوار چھن سے دو ٹکڑے ہو گئی۔ انہوں نے جلدی سے بقیہ آدھا حصہ بھی زمین پر پھینک دیا۔

یہ دیکھ کر انوشجان کو بڑی مسرت ہوئی۔ اس نے سمجھ لیا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر کامیابی حاصل کرنے میں اب کوئی رکاوٹ باقی نہیں۔ چنانچہ اس نے پھر تیسرا حملہ نہایت زور سے کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس عرصہ میں پھرتی سے نیزہ ہاتھ میں لے لیا تھا۔ انہوں نے ڈھال پر انوشجان کی تلوار روکی اور اپنے گھوڑے کو ذرا پیچھے ہٹا کر نیزہ سے حملہ کیا۔ نیزہ کی انی کی چمک سے انوشجان کی آنکھیں جھپک گئیں۔ نیزہ اس کی زرہ پر پڑا' اور زرہ کو توڑ کر اس کے پیٹ میں گھس گیا۔ اس نے ہولناک چیخ ماری اور لڑکھڑاتا ہوا زمین پر گرا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جلدی سے گھوڑے سے اتر کر خنجر نکالا اور اس کا سر کاٹ کر نیزہ کی انی پر چڑھا لیا۔

ایرانیوں نے جب اپنے سردار کو اس طرح مارے جاتے دیکھا تو انہیں جوش و غصہ آ گیا۔ وہ ایک دم اسلامی لشکر کی طرف بے پناہ سیلاب کی طرح بڑھے۔ ادھر سے مسلمان بھی آگے بڑھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں کسی نے بڑھ کر تلوار دے دی۔ وہ تنہا ہی ایک لاکھ ایرانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔

لیکن دونوں لشکر ایک ساتھ ان کے پاس پہنچے۔ انہوں نے اللہ اکبر کا پُر زور نعرہ لگا کر ایرانیوں پر حملہ کر دیا۔ ان کے ساتھ ہی تمام مسلمانوں نے حملہ کیا۔ ایرانیوں نے بھی حملہ کیا اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔

فریقین جوش میں بھر کر نہایت ہی بے خوفی سے لڑنے لگے۔ اگرچہ دونوں فریقین کے سپاہی کٹ کٹ کر گر رہے تھے لیکن لڑنے والوں کو مرنے والوں کا مطلق بھی خیال نہ ہوتا تھا۔ ان کے پیشِ نظر ایک ہی بات تھی' لڑو اور مر جاؤ۔ چنانچہ وہ لڑ رہے تھے' مار رہے تھے اور مر رہے تھے۔

دفعتہً حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ نے پُر زور حملے کر کے کئی ایرانیوں کو مار ڈالا اور اپنے سامنے سے دشمنوں کو ہٹا کر دوسری صف پر حملہ کیا۔ انہیں آگے بڑھتے ہوئے دیکھ کر تمام مسلمانوں کو جوش آ گیا۔ انہوں نے دانت بھینچ بھینچ کر سختی سے حملے کئے اور ایرانیوں کو کاٹتے چھانٹتے بڑھے چلے گئے۔ انہوں نے پہلی اور دوسری دونوں صفوں کا صفایا کر دیا تھا۔

قباد نے جب یہ کیفیت دیکھی تو وہ آگے بڑھا۔ اس نے ایرانیوں کو للکار کر جوش دلایا اور مسلمانوں پر نہایت سخت حملہ کیا۔ اس نے دو مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ اتفاق سے حضرت

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے فرمایا:

''او ناکس کافر!! تو نے دو دینداروں کو میری آنکھوں کے سامنے شہید کیا ہے، لے سنبھل تیری قضا بھی آ پہنچی!''

یہ کہتے ہی انہوں نے جوش میں آ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ ایک مرتبہ تو قباد گھبرا گیا۔ لیکن وہ بھی مشہور سردار تھا۔ اس نے حواس درست کر کے ان کا وار روکا اور خود بھی حملہ کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس کا وار روک کر تلوار کا بھرپور ہاتھ مارا۔ قباد نے ڈھال پر روکا۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی تلوار نے اس کی ڈھال کاٹ ڈالی۔ قباد سخت بدحواس ہو کر پیچھے ہٹا، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اس کے سر پر تلوار ماری۔ تلوار خود سے پھسل کر اس کی گردن پر پڑی اور سر کاٹ گئی۔ قباد چوں بھی نہ کر سکا اور مردہ ہو کر گر گیا۔

ایرانیوں کا یہ دوسرا سردار تھا جو مارا گیا۔ ایرانیوں کو بڑا طیش آیا۔ بہت سے ایرانی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے دشمنوں کے وار روکنے شروع کئے۔ اس وقت وہاں ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ آ گئے۔ وہ ننگے بدن ہو کر صرف تہہ بند باندھ کر نیزہ سے لڑا کرتے تھے۔ نیز گھوڑے پر زین نہیں کستے بلکہ ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر لڑا کرتے تھے انہوں نے للکار کر کہا:

''او آتش پرستو!! دور ہو جاؤ، دیکھو تمہاری قضا آ پہنچی۔ میں ضرار بن الازور ہوں۔ میرا نیزہ بے پناہ ہے!''

یہ کہتے ہی انہوں نے پُرزور حملہ کر کے کئی ایرانیوں کو مار ڈالا۔ ادھر دو تین مجوسیوں کو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ٹھکانے لگایا۔ ایرانی ان کے سامنے سے منتشر ہو گئے۔

مسلمان برابر صفیں چیرتے، ایرانیوں کو قتل کرتے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان سب سے آگے تھے۔ وہ نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ان کے جسم پر کئی زخم آ چکے تھے۔ ہر زخم لگنے سے ان کا جوش بڑھتا تھا اور وہ اور بھی سختی سے حملے کرتے تھے۔ وہ ایرانیوں کو مارتے کاٹتے قلب لشکر میں جا پہنچے۔ یہاں قارن تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس سے مخاطب ہو فرمایا:

''یہ کیا بزدلی ہے کہ تیرے سپاہی لڑ رہے ہیں اور تو کھڑا تماشہ دیکھ رہا ہے؟ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہوں۔ میرے مقابلہ میں آ اور مردِ میدان بن۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا نام سنتے ہی قارن کے حواس جاتے رہے لیکن پھر بھی وہ تلوار سونت کر مقابلہ میں آ گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر حملہ کیا۔ ان کے پہلے

ہی وار نے قارن کو کاٹ ڈالا۔ ایرانی بدحواس ہو گئے اور پشت پھیر کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کے تعاقب میں دوڑ کر انہیں قتل اور گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ آخر ایرانی تیس ہزار لاشیں میدانِ جنگ میں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اس جنگ میں ہزاروں ایرانی گرفتار ہوئے۔

ان قیدیوں میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے باپ بھی گرفتار ہوئے تھے۔ وہ عیسائی مذہب رکھتے تھے۔ عراق کے جو عرب عیسائی ہو گئے تھے وہ بھی ایرانیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑتے تھے۔

چونکہ ایرانی نہایت دولت مند تھے اس لئے بڑے ساز و سامان سے لڑنے آئے تھے۔ ان کی بے شمار دولت اور ان گنت قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اس معرکے میں مسلمان دو سو سے کچھ زیادہ شہید ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے شہیدوں کی نمازِ جنازہ پڑھ کر انہیں دفن کرایا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرائی۔

اگلے روز مالِ غنیمت اور قیدیوں کا خمس نکال کر دربارِ خلافت میں روانہ کیا۔ جب یہ سامان مدینہ میں پہنچا تو عام طور پر مسلمان بہت خوش ہوئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دعائیں دینے لگے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ پھر خاموش ہو گئے تھے۔

باب ۲۵

ایک اور فتح

کچھ وقفہ کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ فرمانا شروع کیا:

قارن کے مارے جانے کی خبر سن کر دربارِ کسریٰ میں جوش و غضب کا طوفان اٹھ آیا۔ شاہِ ایران بھی بہت برہم ہوا۔ چونکہ ایرانیوں نے جنگ کی تیاریاں پہلے ہی سے کر رکھی تھیں اس لئے کافی فوجیں موجود تھیں۔

اب شاہ کسریٰ نے ایک مشہور جنگجو اور بہادر سردار اندرزگر کو بھاری جمعیت دے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیجا۔ شاہ کسریٰ نے چلتے وقت اسے یہ ہدایت بھی کی کہ اسلامی سپہ سالار (حضرت خالد رضی اللہ عنہ) کا یا تو سر لانا، یا اسے گرفتار کے ہمارے سامنے پیش کرنا۔

اندرزگر نے جواب میں عرض کیا:

"اعلیٰ حضرت اطمینان رکھیں، میں ضرور اسے گرفتار کر کے لاؤں گا۔"

اندرزگر اپنا بے پناہ لشکر لے کر روانہ ہوا۔ اوّل تو اس کے ساتھ ایران کے دارالسلطنت مدائن سے ہی کافی لشکر آیا تھا، اس کے علاوہ وہ، راستہ میں جس قدر شہر اور قلعے آئے، ان سب میں چوتھائی لشکر ساتھ لیتا رہا۔ اس سے اس کی جمعیت اور بھی بڑھ گئی۔ وہ مقام دجلہ میں جا کر مقیم ہوا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کی آمد کا حال اسی وقت معلوم ہو گیا تھا جب وہ مدائن سے چلا تھا۔ اگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ چاہتے تو جس جگہ وہ مقیم تھے، وہیں ٹھہر کر ایرانیوں کے آنے کا انتظار کرتے رہتے۔ لیکن اس بات کو وہ بزدلی اور کم ہمتی سمجھتے تھے، اس لیے انہوں نے بھی وہاں سے پیش قدمی شروع کر دی۔

شاہ کسریٰ نے اندرزگر کی مدد کے لئے ایک اور بہادر اور جنگ آزما سردار بہمن جادویہ کو لشکرِ گراں دے کر بھیجا اور ان عرب ریاستوں کو بھی، جو اُس کے ماتحت باج گزار تھے اور مذہباً

عیسائی تھے، فرمان صادر کیئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ فوجیں لے کر شاہی لشکر میں شامل ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں۔

بہمن جادویہ کو بھی ہدایت کر دی کہ وہ زیادہ سے زیادہ عیسائی عربوں کو ساتھ لے کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے اور عیسائی عربوں کو مسلمان عربوں سے لڑا دے۔ بہمن جادویہ بڑے تزک واحتشام، شان وشوکت، ساز وسامان اور جاہ وجلال کے ساتھ روانہ ہوا۔

اس عرصہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ مقام دجلہ میں پہنچ کر اندرزگر کے لشکر کے سامنے اپنی فوج لے کر خیمہ زن ہو گئے۔ وہ اس بات کے منتظر تھے کہ ایرانی میدان میں نکلیں لیکن اندرزگر، بہمن جادویہ کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

اگرچہ اندرزگر کے پاس مسلمانوں سے چار گنا لشکر تھا لیکن اتنی جمعیت پر بھی اسے میدان میں نکلنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بھی معلوم ہو گیا کہ بہمن جادویہ کی سرکردگی میں مزید ایرانی لشکر آ رہا ہے اور ایرانی اس لشکر کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ دونوں لشکروں کو مل جانے دیں۔ چنانچہ ایک روز صبح کی نماز پڑھتے ہی وہ اپنی فوج لے کر میدان میں نکلے اور لشکر کو ترتیب سے صف بستہ کرنے لگے۔

اب ایرانیوں کو بھی میدان میں نکلنا ضروری ہو گیا۔ اندرزگر بھی اپنا بے پناہ لشکر لے کر میدان میں نکل آیا۔ اس نے بھی صفیں مرتب کیں اور لڑائی پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن اب بھی اس نے یہ انتظام کیا کہ دست بدست جنگ شروع نہ ہو۔ دور ہی سے لڑائی ہوتی رہے۔ چنانچہ اس نے پانچ ہزار تیر انداز آگے بڑھا دیئے اور انہیں تیر افگنی کا حکم دے دیا۔

دراصل وہ لڑائی کو طول دینا چاہتا تھا کہ بہمن جادویہ بھی اپنا لشکر لے کر اس سے آملے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہایت تجربہ کار سپہ سالار تھے۔ وہ اس کی حکمتِ عملی کو سمجھتے تھے۔ انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ ایرانیوں سے روبرو مقابلہ کریں گے۔

چنانچہ انہوں نے ایک ہزار تیر اندازوں کو اس طرح مقرر کیا کہ نصف قلب کے داہنے بازو پر اور نصف بائیں بازو پر متعین کیئے اور انہیں حکم دیا کہ ایک ساتھ تیر برسائیں۔ نیز قلب کو ہدایت کی کہ وہ تیر اندازوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے رہیں اور میمنہ اور میسرہ میں احکام بھیجے کہ وہ پیش قدمی کر کے ایرانی لشکر سے لڑائی کریں۔

مسلمان ہوشیار ہو گئے [illegible] سے پیش

قدمی شروع کی۔ اوّل ایرانی تیراندازوں نے تیروں کی بارش شروع کی۔ انہوں نے اسلامی لشکر کے قلب کو نشانہ بنایا۔ قلب کے سپاہیوں نے ڈھالوں پر تیروں کو روکا پھر بھی چند مسلمان زخمی ہو گئے۔ فوراً ہی جواب میں اسلامی تیراندازوں نے بھی تیر برسائے۔ ان کے تیر ایک ساتھ کمانوں سے نکلے اور بجائے ایرانی قلب میں پڑنے کے قلب کے بازوؤں پر پڑے۔ ایرانیوں کو یہ خیال ہی نہیں تھا کہ مسلمان اس عجیب ڈھنگ سے تیراندازی کریں گے اور آڑے ترچھے تیر ماریں گے۔ ان اسلامی تیروں نے ایرانیوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ ابھی وہ سنبھلے بھی نہ تھے کہ پھر باڑھ پڑی اور پھر بہت سے ایرانی مقتول و مجروح ہو گئے۔

اس تیراندازی سے ایرانیوں کا بہت اور مسلمانوں کا معمولی نقصان ہو رہا تھا۔ چونکہ مسلمان برابر بڑھ رہے تھے اس لئے وہ ایرانی لشکر کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ مسلمانوں کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر مجبوراً ایرانیوں کو بھی بڑھنا پڑا۔ آخر دونوں لشکر ٹکرا گئے۔

فریقین نے تلواریں کھینچ لیں اور نہایت جوش سے حملہ آور ہوئے۔ جدال و قتال کا بازار گرم ہو گیا، جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ تیراندازوں نے کمانیں پشتوں پر ڈالیں اور تلواریں سونت کر لڑائی میں مصروف ہو گئے۔

چونکہ مسلمانوں کو بڑا جوش تھا لہٰذا وہ سر ہتھیلیوں پر رکھ کر ایرانی صفوں میں گھس گئے اور ایرانی بہادروں کو قتل کرتے ہوئے ان کی صفوں کو زیر و زبر کرنے لگے۔ ایرانی بھی دلیر اور جنگجو تھے۔ وہ بھی مسلمانوں کو مار مار کر ہٹانے کی کوشش کرنے لگے۔ نہایت زبردست خونریزی شروع ہو گئی۔ سروں پر سر اور دھڑوں پر دھڑ گرنے لگے۔ خون پانی کی طرح بہنے لگا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کے قلب میں سے نکل کر ایرانی فوج کے قلب پر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ ان کے رسالے نے بھی انہیں کے جوش کے ساتھ حملہ کیا۔ انہوں نے کئی ایرانی صفوں کو کھول دیا اور بہت سے ایرانی بہادروں کو پامال کر ڈالا۔ ان کی تلواروں نے ایرانیوں کا ستھراؤ کر دیا۔ وہ صفوں کو الٹتے، سپاہیوں کو مارتے کاٹتے اور ہٹاتے اندرزگر کی طرف بڑھے۔

اگرچہ ایرانی قدم قدم پر انہیں روکنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن مسلمان رکنے کے لئے نہ بڑھے تھے۔ وہ مزاحمت کرنے والوں کو قتل کر کے بڑھ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اندرزگر کے قریب پہنچ گئے۔ مسلمانوں کو اپنے سے اس قدر قریب دیکھ کر اندرزگر گھبرا گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے دعوتِ جنگ دی لیکن اسے حرارت نہیں آئی۔ اس نے پیچھے ہٹ کر اپنے رسالہ میں پناہ لینی چاہی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جھپٹ کر اس پر حملہ کیا اور پہلے ہی حملہ

میں اس کا سر اڑا دیا۔

ایرانی اپنے سپہ سالار کے مارے جاتے ہی گھبرا کر بھاگے۔ مسلمانوں نے دور تک ان کا تعاقب کر کے انہیں زخمی اور قتل کیا جبکہ ہزاروں کو گرفتار کر لیا۔ جب ایرانی بہت دور نکل گئے تب مسلمان واپس لوٹ آئے۔

اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کچھ مسلمانوں کو شہیدوں کی تجہیز و تکفین پر، کچھ کو زخمیوں کی مرہم پٹی پر اور کچھ کو مالِ غنیمت جمع کرنے پر مقرر کیا۔ چونکہ ایرانی دولت مند تھے اس لئے بڑے ساز و سامان کے ساتھ لڑنے کے لئے آتے تھے اور جب بھاگتے تھے تو لاکھوں روپے کی مالیت کا اسباب چھوڑ جاتے تھے اور یہی دولت مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں ملتی تھی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ پھر رُک گئے۔

باب ۲۶

ایرانیوں کو ایک اور ہزیمت

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے تھوڑی دیر رک کر پھر بیان فرمایا:

بہمن جادویہ چونکہ عربی ریاستوں میں ٹھہرتا، وہاں سے لشکر لیتا اور جو ریاستیں راستہ سے کچھ فاصلہ پر تھیں، وہاں سے فوج طلب کرتا آ رہا تھا، اس لئے وہ وقت پر اندرزگر کی مدد کو نہ پہنچ سکا۔ اسے راستہ ہی میں اس کے مارے جانے اور اس کی فوج کے پراگندہ ہو جانے کا حال معلوم ہوا۔ اسے بڑا افسوس ہوا، ساتھ ہی مسلمانوں پر غصہ بھی آیا کہ جو بھی لشکر ان کے مقابلہ پر جاتا ہے وہ اسے ہی ہزیمت دے کر بھگا دیتے ہیں۔ اس نے اپنے ماتحت افسران کے سامنے حلف اٹھایا کہ وہ مسلمانوں کو کامل شکست دے کر انہیں عرب کے اندر دھکیل دے گا اور اسلامی سپہ سالار کو گرفتار کرے گا۔

اب اس نے ذرا تیزی سے کوچ کرنا شروع کیا۔ راستہ میں اسے اندرزگر کا شکست یافتہ لشکر بھی بھاگ کر آتا ہوا ملا۔ اس فوج کے سپاہی نہایت ہی شکستہ خاطر اور بہت ہی زیادہ مرعوب وخوفزدہ تھے۔ جب ان فوجیوں سے بہمن جادویہ نے مسلمانوں کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا:

> ''مسلمان انسان نہیں دیو ہیں یا جن ہیں۔ کوئی قوت ان کے سیلاب کو روک نہیں سکتی۔ جب وہ جوش میں آکر حملہ آور ہوتے ہیں تو دشمنوں کو گھاس پھوس کی طرح کاٹ ڈالتے ہیں۔ وہ ڈرنا اور جھجکنا جانتے ہی نہیں۔''

بہمن جادویہ: شاید ان کی تعداد اس سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے جتنی ہمارے جاسوس بیان کرتے ہیں۔

ایرانی: جی نہیں، ان کی تعداد بہت معمولی اور اسی قدر ہے جس قدر بیان کی جاتی ہے۔ اٹھارہ

ہزار سے کچھ کم ہی ہیں، زیادہ نہیں! مگر ایک مسلمان ایک لاکھ ایرانیوں سے لڑسکتا ہے۔

بہمن جادویہ نے بگڑ کر اور برا سا منہ بنا کر کہا:

''کیا واہیات اور بزدلی کی باتیں کرتے ہو تم؟ تم پر ان کا خوف غالب ہو گیا ہے۔ تم مطلق نہ گھبراؤ، میں ان سب کا قلع قمع کر دوں گا۔''

غرض بہمن جادویہ نے ان مفرور سپاہیوں کو تسلی دے کر اپنے ساتھ لے لیا۔ اس نے مقام لیس میں پہنچ کر اپنے لشکر کا جائزہ لیا۔ ایک لاکھ سے بھی زیادہ سوار اور پیادے نکلے۔ اس عظیم الشان تعداد کو دیکھ کر بہمن جادویہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے فخر وغرور کے ساتھ کہا:

''اب دیکھوں گا کہ کس طرح مسلمان میرا مقابلہ کر سکتے ہیں۔''

اسے یہ خیال تھا کہ مسلمان برابر لڑائیاں کرتے چلے آ رہے ہیں، تھک گئے ہوں گے۔ اس کا لشکر تازہ دم تھا، پھر مسلمانوں سے پانچ گنا سے بھی زیادہ تھا، اس لئے اسے قطعی اپنی فتح کا یقین تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بھی ایرانیوں کے اس ٹڈی دل لشکر کے آنے اور مقام لیس میں مقیم ہونے کی اطلاع ہو گئی۔ انہوں نے دشمنوں کی اس کثیر جمعیت کا بھی کچھ خیال نہیں کیا اور اپنے لشکر کو لیس کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اسلامی فوج آگے بڑھنے لگی۔

بہمن جادویہ کو یہ خیال تھا کہ مسلمان اس کے لشکر کی کثیر تعداد سن کر اس کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کریں گے اور اپنے بادشاہ (خلیفہ) سے مدد طلب کریں گے۔ لیکن وہ سخت متحیر ہوا جب اس نے سنا کہ مسلمان بے خوف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔

وہ سوچنے لگا یہ کیا بات ہے؟ کیا وہ ایرانیوں کو بزدل اور کم ہمت سمجھنے لگے ہیں یا وہ انسان نہیں حقیقت میں دیو یا جن ہی ہیں؟ وہ کچھ متفکر سا ہو گیا اور اسے لیس سے آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

دراصل مسلمانوں کے جارحانہ حملوں اور پیش قدمیوں نے ان کا رعب وخوف دشمنوں پر بٹھا دیا تھا۔ اتفاق سے شاہ کسریٰ نے بہمن جادویہ کو دربار میں طلب کیا۔ وہ بہت خوش ہوا اور اس نے لشکر کی کمان ایک عیسائی عربی سردار مالک بن قیس کے سپرد کر کے اسے ہدایت کی کہ میری واپسی تک حتی الامکان جنگ کو ٹالنا۔ اگر مسلمان ہی لڑائی شروع کر دیں تو نہایت بہادری سے جنگ کرنا۔ ایرانیوں پر مسلمانوں کا رعب غالب آ گیا ہے۔ تم عرب ہو، مسلمانوں کے جنگی ڈھنگ

غرض بہمن جادو یہ مالک بن قیس کو اچھی طرح سمجھا کر اور ہر طرح کی ہدایتیں دے کر کے دربارِ ایران میں شرکت کی غرض سے مدائن کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس کے جانے کے تیسرے ہی روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اپنا لشکر لے کر لیس میں پہنچ گئے۔ لیس دریائے دجلہ کے کنارہ پر واقع تھا۔ وہ دریا کے کنارے مناسب مقام پر مقیم ہو گئے۔

مسلمانوں نے دو روز تک ایرانیوں کے میدان میں نکلنے کا انتظار کیا لیکن ایرانی میدان میں نہ نکلے۔ وہ جنگ کو ٹالنا چاہتے تھے۔ اس دو روز کے عرصہ میں مسلمانوں کا کسلِ راہ دور ہو گیا اور وہ لڑائی کے لئے بالکل تیار ہو گئے۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ تیسرے روز لشکر لے کر میدان میں نکلے۔ مالک بن قیس نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اپنے مطالبات پیش کرو!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسی پیغامبر کے ہاتھ جواب دیا:

''شاہِ ایران نے اسلامی حکومت کے باغیوں کی مدد کی ہے، وہ بلا کسی شرط کے معافی مانگے اور مسلمان ہو جائے، مسلمان نہ ہو تو جزیہ ادا کرے۔ یہی ہمارا مطالبہ ہے۔''

مالک بن قیس ان شرائط کو سن کر نہایت برانگیختہ ہوا۔ اسے اس قدر جوش آیا کہ اسی وقت اپنا لشکر لے کر میدان میں نکل آیا۔ چونکہ اس کے ساتھ بہت ہی زیادہ لشکر تھا اس لئے اسے یہ یقین تھا کہ وہ مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دے گا۔

ایرانیوں نے میمنہ اور میسرہ دور تک پھیلا دیئے۔ قلب میں بھی لمبی لمبی صفیں قائم کیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اگرچہ میمنہ، میسرہ اور قلب سب ہی قائم کئے لیکن چونکہ ان کے پاس لشکر تھوڑا تھا اس لئے وہ ایرانیوں کے پورے محاذ میں اپنی فوج نہ پھیلا سکے بلکہ ان کے میمنہ اور میسرہ اور قلب ایرانیوں کے قلب کے محاذ میں قائم ہو سکے۔

صفیں قائم ہونے کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ میں نکلے۔ انہوں نے اپنے مقابلہ کے لئے ایرانی لشکر کے سپہ سالار کو طلب کیا۔ ادھر مالک بن قیس بھی عرب تھا۔ ایک تو اس میں غیرت تھی، دوسرے وہ یہ خیال کر کے کہ اگر اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالا یا قید کر لیا تو اس کی شہرت ہو جائے گی اور شاہ کسریٰ اس کی بڑی عزت و عظمت کرے گا، فوراً میدان میں نکل آیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا۔ وہ نہایت گرانڈیل اور قوی ہیکل تھا۔ انہوں نے فرمایا:

"بشرے سے تم دانش مند معلوم ہوتے ہو!"

مالک: میری فراست کا سکہ ایرانیوں پر بیٹھا ہوا ہے اسی لئے مجھے اس بے پناہ لشکر کا سپہ سالارِ اعظم مقرر کیا گیا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: مگر یہ کیا عقل مندی ہے کہ تم عیسائی ہو گئے؟ تم عرب ہو، ہم بھی عرب ہیں، مگر ہم مسلمان ہیں اور تم عیسائی ہو؟

مالک: تمہارا مذہب نیا ہے!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تم ناواقفیت کی بناء پر ایسا کہہ رہے ہو، ہمارا مذہب بہت پرانا ہے۔ عیسائی اور موسائی مذہبوں سے بھی پہلا۔ جو مذہب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا وہی ہمارا ہے!

مالک: عیسائی مذہب سچا مذہب ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: جو مذہب حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے وہ بے شک سچا تھا! مگر عیسائیوں نے اس میں تحریف کر لی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ ایک خدا کے تین خدا بنا دیئے۔ ایک خدا، دوسرا خدا کا بیٹا اور تیسرا روح القدس۔ بتاؤ کیا یہ عقل مندی ہے کہ ہم کسی کو بھی خدا کا بیٹا مانیں؟ یہ خدا کی وحدانیت کی توہین ہے۔ توحید عیسائیوں میں نہیں مسلمانوں میں ہے۔ ہم کہتے ہیں "هو الله احد." یعنی "اللہ تعالیٰ ایک ہے!!"

مالک: میں مذہبی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ شاید تم مجھ سے ڈر گئے ہو جو ایسی باتیں کرنے لگے ہو۔ اگر یہ بات ہے تو تم بھی میرے ساتھ آ جاؤ، میں شاہ کسریٰ سے کہہ کر تمہیں اچھا عہدہ دلا دوں گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: میں تمہیں تبلیغ کرنا چاہتا تھا لیکن معلوم ہوا تم دنیوی جاہ و عزت کو پسند کرتے ہو۔ رہا میرے ڈرنے کا سوال، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا قوی دل عطا فرمایا ہے جس میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا خوف نہیں سماتا۔

مالک: تب آؤ، لڑو!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: مجھے منظور ہے، پہلے تم حملہ کرو۔

مالک نے جوش میں آ کر تلوار سے حملہ کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی تلوار کو اپنی ڈھال پر روکا اور خود بھی حملہ کیا۔ مالک نے نہایت پھرتی سے ان کے حملہ کو روکا۔

چونکہ دونوں فنونِ جنگ سے خوب ماہر تھے اس لئے نہایت ہوشیاری سے جنگ کرنے لگے۔ فریقین کے سپاہی گردنیں اٹھا اٹھا کر جنگ کا تماشہ دیکھنے لگے۔

ایک مرتبہ مالک نے بڑی پھرتی سے حملہ کیا۔ ساتھ ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بھی حملہ

کیا۔ دونوں کی تلواریں ساتھ اٹھیں لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تلوار سبقت لے گئی اور مالک کا سر کاٹ کر دور جا گرایا۔

جوں ہی ایرانیوں نے اپنے سپہ سالار کو مردہ ہو کر گرتے دیکھا انہوں نے جوش میں آ کر مسلمانوں پر حملہ کیا۔ ایرانیوں کو دوڑتے دیکھ کر مسلمان بھی دوڑ پڑے۔ دونوں فریق دونوں طرف سے جھپٹے چلے آرہے تھے۔ جس جگہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تھے، اس جگہ آمنے سامنے آ کر مل گئے۔

دونوں فریق ایک دوسرے پر نہایت جوش سے حملہ آور ہوئے۔ تلواریں تڑپ کر میانوں سے نکل آئیں۔ خونریز جنگ شروع ہوگئی۔ سروتن کے فیصلے ہونے لگے۔ لاشوں پر لاشیں گرنے لگیں۔ ایرانی سپاہیوں سے آگے عیسائی عرب تھے۔ انہیں اپنی بہادری پر ناز تھا، وہ بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔

مسلمانوں نے نہایت صبر و استقلال سے جنگ شروع کر دی۔ شروع شروع میں انہوں نے ایرانیوں کے حملوں کو روکا۔ جب ان کے حملوں میں کچھ کمی واقع ہوئی تو انہوں نے پُرزور حملے کر کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ ان کی برق پاش تلواریں ایرانیوں اور عربوں کو بے دریغ قتل کرنے لگیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پھرتی سے حملے کر کے عیسائیوں کو اس طرح کاٹنا اور ایرانی صفوں کو زیروزبر کرنا شروع کیا جیسے وہ مٹی کے بنے ہوں اور گوشت پوست کے انسان نہ ہوں۔

چونکہ ایرانی لمبائی میں دور تک پھیلے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے ہلالی صورت میں بڑھ کر مسلمانوں کو نرغہ میں لے لیا۔ اب یہ صورت ہوگئی کہ مسلمانوں کے چاروں طرف ایرانی اور عیسائی عرب چھا گئے اور بڑے جوش سے لڑنے لگے۔

لیکن جس جوش وخروش سے مسلمان لڑ رہے تھے وہ عیسائیوں میں نہ تھا۔ ہر مسلمان خونخوار شیر بن گیا تھا اور زوردار حملے کر کے عیسائیوں کو گھاس پھونس کی طرح کاٹ رہا تھا۔

اگرچہ ایرانی بھی مسلمانوں کو شہید وزخمی کر رہے تھے لیکن مسلمان شاید ہی مر کر گرتا تھا اور جو زخمی ہوتا تھا وہ اور بھی جوش کے ساتھ لڑنے لگتا تھا۔ ایرانی اس کثرت سے مر رہے تھے کہ ان کی لاشوں سے میدان پٹا تھا اور جو ایرانی زخمی ہو جاتا تھا وہ میدانِ جنگ سے ہٹ جاتا تھا۔

مسلمانوں نے اس قدر خونریزی کی کہ ان کے کپڑوں پر خون کے چکدے جم گئے۔ خصوصاً حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر تو ایسا معلوم ہونے لگا جیسے انہوں نے گوشت کے لوتھڑے

چپکائے ہوں۔

ایرانیوں کے خون سے زمین سیراب ہوگئی اور فالتو خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ آخر ایرانیوں کو ہزیمت ہوئی۔ وہ بدحواس ہوکر بھاگے۔ مسلمان ان کے پیچھے لگ گئے اور دور تک انہیں قتل اور گرفتار کرتے چلے گئے۔

ایرانی ایسے بدحواس ہوکر بھاگے کہ ان کے ہزاروں سپاہی دریا میں گر کر ڈوب گئے۔ جب ایرانی دور نکل گئے، تب مسلمان واپس لوٹ آئے۔ اس لڑائی میں ستر ہزار ایرانی مارے گئے۔ مسلمان ایک سو اڑتیس شہید ہوئے۔ مؤرخین کو حیرت ہے کہ مسلمانوں نے ایرانیوں کی اتنی بھاری تعداد کو کیسے مار ڈالا۔

اس معرکے میں مسلمانوں کو اس قدر مالِ غنیمت ملا کہ جب پانچواں حصہ نکال کر چار حصے سپاہیوں میں تقسیم کیے گئے تو ہر مجاہد کے حصے میں کئی کئی ہزار روپے کی مالیت کا سامان آیا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اس قدر بیان فرما کر خاموش ہوگئے۔

باب ۲۷

حیرتناک واقعہ

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمانا شروع کیا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے چند روز لیس میں قیام کیا۔ جب زخمی مسلمانوں کے زخم مندمل ہو گئے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ جیشِ اسلام کو لے کر حیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حیرہ دریائے دجلہ کے کنارے پر نہایت آباد اور خوشنما شہر تھا۔ اس شہر میں ایرانی لشکر بہت زیادہ تھا۔ جب حیرہ والوں کو مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے دربارِ ایران سے مدد طلب کی اور خود بھی بڑے زور و شور سے مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب مجاہدینِ اسلام کو لے کر حیرہ کے سامنے پہنچے تو ایرانیوں پر مسلمانوں کا کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ میدان میں نکل کر مقابلہ کی جرأت ہی نہ ہوئی اور وہ قلعہ میں محصور ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اگلے ہی روز قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔

حیرہ کا قلعہ نہایت مضبوط تھا۔ مسلمانوں نے کئی مرتبہ اس پر زوردار حملے کئے لیکن ایرانیوں نے اس کثرت سے سنگ باری اور تیر اندازی کی کہ مسلمانوں کا فصیل تک پہنچنا دشوار ہو گیا۔ ہر مرتبہ انہیں واپس لوٹنا پڑا۔

حیرہ کا قلعہ دار عمرو بن عبدالمسیح ایک عرب عیسائی تھا۔ کچھ تو وہ بہادر اور تجربہ کار سپہ سالار تھا کچھ اسے قلعہ کی مضبوطی پر ناز بھی تھا، اس لئے وہ سمجھتا تھا کہ یہ قلعہ فتح نہ ہو سکے گا اور مسلمانوں کو ناکام واپس جانا پڑے گا۔ پھر بھی مسلمانوں کے پرزور حملوں کو دیکھ کر وہ کچھ خائف اور پریشان ہو گیا تھا۔ مدائن سے اب تک امدادی لشکر نہ آیا تھا۔ اس نے پھر شاہ کسریٰ کی خدمت میں طلبِ امداد کے لئے یادداشت روانہ کی۔

اس وقت اردشیر ایران کا بادشاہ تھا جو کچھ دنوں سے علیل تھا۔ چونکہ بیماری طول پکڑتی

جارہی تھی، اس لئے اہلِ حیرہ کی پہلی درخواست اور دوسری یادداشت میں سے کوئی چیز بھی اس کے سامنے نہ بھیجی جا سکی اور درباریوں میں سے کوئی شخص بھی اپنی ذمہ داری پر لشکر بھیجنے کو تیار نہ ہوا۔

چند ہی روز کے بعد اردشیر کا انتقال ہوگیا۔ جوں ہی اس کے مرنے کی خبر مشہور ہوئی، حیرہ والوں کو بڑا خوف ہوا۔ چنانچہ قلعہ کے اندر جو ایرانی لشکر تھا وہ ایک رات کو کشتیوں میں بیٹھ کر دریائے دجلہ کے راستے بھاگ گیا۔ اب قلعہ کے اندر صرف عیسائی عربوں کا ہی لشکر رہ گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بھی یہ بات معلوم ہوگئی کہ ایرانی فوج بھاگ گئی ہے۔ انہوں نے قومی پاسداری کے خیال سے عمرو بن عبدالمسیح کے پاس پیغام بھیجا:

"بزدل ایرانی بھاگ گئے ہیں، اب تمہیں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔ تم ہمارے ہم قوم عرب ہو۔ اگر تم مصالحت کر لو تو یہ بات تمہارے ہی لئے بہتر ہے اور اگر تم نے انکار کیا تو پھر ہم ایسا سخت حملہ کریں گے کہ تم کسی طرح نہ روک سکو گے۔"

عمرو بن عبدالمسیح نے اس نرم پیغام کا جواب نہایت ہی درشت لہجہ میں دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اگلے روز تمام لشکر کو لے کر قلعہ پر دھاوا کر دیا۔

قلعہ کے ایک سمت دریا تھا اور تین طرف میدان تھے۔ مسلمانوں نے تینوں اطراف سے محاصرہ کر رکھا تھا اور تمام طرفوں سے نہایت سخت حملہ کیا۔

اہلِ حیرہ نے تینوں طرف بڑی تیزی اور پھرتی سے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ اس روز تمام مسلمان پیادہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو ڈھالوں کے پیچھے چھپا لیا۔ قلعہ والوں کے تیر اور پتھروں کے ٹکڑے کھٹا کھٹ ڈھالوں پر آ آ کر پڑ رہے تھے۔ چونکہ مسلمان اپنی حفاظت اچھی طرح کر رہے تھے اس لئے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچ رہا تھا۔

فصیل والے نہایت حیرت سے مسلمانوں کی پیش قدمی کو دیکھ رہے تھے۔ وہ بڑے جوش اور غصہ میں آ آ کر فلاخنوں کے ذریعے سنگ ریزے اور کمانوں کے ذریعہ سے تیر پھینک رہے تھے لیکن مسلمان بڑے استقلال اور نہایت صبر سے دشمنوں کے واروں کو روکتے قدم قدم بڑھے چلے جا رہے تھے۔ آخر جب وہ بڑھتے بڑھتے فصیل کے قریب پہنچ گئے تو عمرو بن عبدالمسیح نے کہا:

"اب مدافعت فضول ہے یہ مسلمان نہ دیو ہیں نہ جن، بلکہ شیطان ہیں۔ کم بختوں پر تیروں اور پتھروں کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا!"

چنانچہ اس نے اسی وقت قلعہ کا پھاٹک کھولنے کا حکم دیا۔ پھاٹک کھلا اور پادریوں کی ایک جماعت سفید جھنڈا ہاتھوں میں لئے ہوئے قلعہ سے باہر نکلی۔

اس جھنڈے کو دیکھتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ٹھہر جانے کا حکم دیا، چنانچہ وہ رک گئے۔ قلعہ والوں نے بھی تیر افگنی اور سنگ اندازی بند کر دی۔

پادری حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ٹھہرے۔ ان میں ایک پادری بہت ہی ضعیف العمر تھا۔ اس کی داڑھی سَن کی طرح سفید تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس پادری کا نام عبدالمسیح تھا۔ وہ بھی عرب تھا۔ کسی زمانہ میں عیسائی ہو گیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد مذہبی تعلیم حاصل کر کے پادری بن گیا تھا۔ اس وقت اس کی عمر تین سو سال کے قریب بتائی جاتی تھی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: میں اس سے واقف ہوں، وہ دنیا کا معمر ترین انسان ہے!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: بے شک ہوگا!!

اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا:

''میں مصالحت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اب مصالحت کا وقت گزر گیا۔ میں نے خود صلح کی دعوت دی لیکن عمرو بن عبدالمسیح نے نہایت سخت جواب دے کر صلح کا دروازہ بند کر لیا۔

عبدالمسیح: اس وقت واقعی قلعہ دار سے غلطی ہوئی۔ اب آپ مہربانی کیجئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اب صرف دو ہی باتوں پر صلح ہو سکتی ہے، یا تو تمام قلعہ والے مسلمان ہو جائیں یا جزیہ ادا کریں اور اس بات کا حلف اٹھائیں کہ اسلامی سلطنت کے خلاف کوئی حرکت نہ کریں گے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کے دشمنوں کی کبھی کوئی مدد نہ کریں گے۔

عبدالمسیح: ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہم سے صرف ایک سال کے لئے مصالحت کر لیں اور تاوانِ جنگ لے کر چلے جائیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: یہ نہیں ہو سکتا!

عبدالمسیح: دیکھئے اگر آپ رضی اللہ عنہ نے مصالحت سے انکار کر دیا تو میں یہ زہر اپنے ساتھ لایا ہوں۔ یہ اس قدر مہلک زہر ہے کہ مجھ جیسے پانچ آدمیوں کو دم کے دم میں فنا کر ڈالے۔ میں یہ زہر کھا کر اپنا خاتمہ کر لوں گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تم شاید اس بات کے قائل نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے موت کا وقت مقرر کر دیا ہے۔ کوئی شخص اس سے پہلے یا بعد میں نہیں مر سکتا۔ پروردگارِ عالم فرماتا ہے:

"وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا."

(سورۃ آل عمران)

"یعنی اور کوئی شخص بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے نہیں مر سکتا، ہر ایک کی موت کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔"

عبدالمسیح: ممکن ہے آپ کا اس بات پر ایمان واعتقاد ہو لیکن یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ کوئی شخص زہر ہلاہل کھائے اور زندہ بچ جائے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر ایمان واعتقاد ہے۔

عبدالمسیح: کیا کوئی مسلمان ایسا ہے جو یہ زہر کھالے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: میں خود کھا سکتا ہوں۔

عبدالمسیح: معاف کیجئے، یا تو آپ عقل سے خالی ہیں یا اپنی زندگی سے تنگ آگئے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ لایئے زہر مجھے دیجئے اور میں آپ کو تقدیرِ الٰہی پر کامل ایمان رکھنے کا کرشمہ دکھاتا ہوں۔

عبدالمسیح تو خود ایسا چاہتا تھا کہ کسی طرح حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خاتمہ ہو جائے۔ اس نے جھٹ زہر ان کے حوالہ کر دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر زہر نہایت ہی بے تکلفی سے کھالیا اور سابقہ باتوں کی طرح عبدالمسیح سے باتوں میں مشغول رہے۔

تمام پادری انہیں حیرت وخوف بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ انہیں یقینِ کامل تھا کہ زہر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خاتمہ کر ڈالے گا۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس قدر پسینے آئے کہ تمام جسم تر ہو گیا۔ چہرہ تمتما گیا اور آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ پادریوں نے سمجھا کہ اب ان کا خاتمہ قریب ہے۔ زہر کا اثر شروع ہو گیا تھا۔ ابتدائی علامات ظاہر ہونے لگیں۔

مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد پسینہ خشک ہو گیا نیز چہرہ کا تغیر دور ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تم نے دیکھا؟ جس زہر کو تم سم قاتل سمجھے ہوئے تھے، اس نے مجھ پر بالکل بھی اثر نہیں کیا۔ جو مسلمان کامل الایمان ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر ایمان رکھتے ہیں۔"

تمام پادری سخت متحیر ہو رہے تھے۔ عبدالمسیح نے کہا:

''مسیح کی قسم، تم نے یہ معجزہ نہایت ہی حیرتناک دکھایا ہے۔ تم سے لڑنا بڑی حماقت ہے۔ آج خدا تمہارا طرف دار ہے۔ کوئی قوم تمہیں شکست نہیں دے سکتی۔ ہمیں کچھ مہلت دو تا کہ ہم قلعہ میں واپس جا کر قلعہ والوں کو صلح کی ترغیب دیں۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: مہلت منظور ہے۔

پادری چلے گئے۔ انہوں نے عمرو اور قلعہ کے دوسرے تمام معززین کو ایک جگہ جمع کر کے کہا:

''مسلمانوں کا خدا پر اور اس کے احکام پر بڑا اعتقاد ہے۔ وہ زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ تم سب کو یہ بات معلوم ہے کہ میں زہرِ ہلاہل لے کر گیا تھا۔ وہ زہر کئی آدمیوں کی موت کے لئے کافی تھا، لیکن اسلامی سپہ سالار نے اسے نہایت بے تکلفی سے کھا لیا اور اس کا ان پر مطلق بھی اثر نہیں ہوا۔ تم ایسے لوگوں سے نبرد آزما نہیں ہو سکتے۔ مناسب یہ ہے کہ ان کی تمام شرطیں منظور کر لو۔''

قلعہ والوں کو اس واقعہ کے سننے سے بڑی حیرت ہوئی۔ اس سے ان کا یہ خیال اور بھی پختہ ہو گیا کہ مسلمان انسان نہیں، کوئی اور ہی مخلوق ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کی تمام شرائط ماننے کا اقرار کر لیا۔

عبدالمسیح پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا:

''قوم مسلمان ہونے پر تو تیار نہیں۔ البتہ جزیہ دینے پر آمادہ ہے!''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح منظور کر لی۔ لشکر واپس لوٹا لیا اور عمرو بن عبدالمسیح والیِ حیرہ کو بلا کر صلح کی دستاویز تحریر کر کے اس پر خود دستخط کئے اور اس کے بھی کرائے۔ اس کے بعد عمرو سے جزیہ کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ عمرو نے حساب لگا کر دو لاکھ روپے ادا کر دیئے۔ اس طرح حیرہ پر بھی مسلمانوں کا تسلط ہو گیا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ پھر خاموش ہو گئے۔

باب ۲۸

انبار کی فتح

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے سلسلۂ کلام جاری کرتے ہوئے کہا:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حیرہ کے نواح میں بہت سی چھوٹی ایرانی ریاستیں ہیں۔ یہ ریاستیں جاگیرداروں کے ماتحت ہیں۔ ہر ریاست کے پاس ریاست کے علاقہ کی حفاظت کے لئے لشکر بھی ہوتا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اُن رئیسوں یا جاگیرداروں کو اسلامی حکومت کا مطیع اور فرمانبردار بنانے کے لئے کئی چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کئے۔ چنانچہ حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ، حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ، قعقاع بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرات ضرار بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عینیہ بن الشماس رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور جاگیرداروں کے نام اسلامی دستوں کی روانگی سے پہلے ہی قاصدوں کے ذریعہ سے خطوط بھیجے گئے۔ ان سب خطوں کا مضمون ایک ہی تھا۔

پادری: کیا مضمون تھا؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: ان خطوں کا مضمون یہ تھا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''حضرت خالد رضی اللہ عنہ امیر عسکر اسلامیہ کی طرف سے معلوم ہو کہ ساری تعریف اسی اللہ تعالیٰ کی ہے جو واحد و یکتا ہے۔ جس نے اربعہ عناصر آگ، پانی، مٹی اور ہوا کو پیدا کیا ہے۔ جو کائنات کے خالق ہے۔ جس نے تمہارے اتحاد کو توڑ کر تمہارے نظام کو درہم و برہم کر دیا ہے۔ تم اسی اللہ تعالیٰ کا شکر کرو کہ تم پر جو جابرانہ حکومت تھی اس کا دور ختم ہو گیا ہے۔

اب تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم اسلامی حکومت کے وفادار و فرمانبردار بن جاؤ۔ جزیہ ادا کر کے ہماری ذمہ داری میں آ جاؤ، ہم تمہارے دشمنوں سے تمہاری حفاظت کریں گے۔ جزیہ حفاظت کا ٹیکس ہی ہے۔ اگر تم نے انکار کیا تو تمہارا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑے گا جو موت کو ایسا عزیز سمجھتے ہیں جیسا تم شراب کو محبوب رکھتے ہو!''

جب یہ خطوط جاگیرداروں کے پاس پہنچے تو انہوں نے اسلامی حکومت کی فرمانبرداری کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ جب ان کے علاقوں میں اسلامی دستے پہنچے تو انہوں نے اطاعت قبول کر لی۔

بعض جاگیردار اور ان کی رعایا مسلمان ہو گئی، بعض نے ادائیگیِ جزیہ پر صلح کر لی۔ اس طرح دریائے دجلہ تک کا تمام علاقہ مسلمانوں کے تحت و تصرف میں آ گیا۔

خوش قسمتی سے مسلمانوں کو چند روز اس لیے آرام کرنے کا موقع مل گیا کہ اردشیر کے انتقال کے بعد شاہی خاندان میں کوئی ایسا جواں مرد باقی نہ رہا تھا جو تخت نشین ہوتا۔

درباریوں میں بادشاہ کے انتخاب پر جھگڑا ہو گیا۔ چونکہ ان لوگوں میں خود غرضی پیدا ہو گئی، اس لئے بادشاہ کے انتخاب کا معاملہ بہت زیادہ الجھ کر رہ گیا۔ لیکن جب درباریوں نے دیکھا کہ مسلمان برابر فتوحات کرتے بڑھتے چلے آ رہے ہیں تو وہ متفق و متحد ہو گئے اور سب نے مل کر بساط کے گورنر شیرزاد کو بادشاہ تسلیم کر کے اسے تخت نشین کر دیا۔

شیرزاد نہایت بہادر اور بڑا مدبر تھا۔ وہ پہلے ہی تاجدار تھا، اب شاہ کسریٰ بن گیا۔ وہ خود جنگ کرنے اور مسلمانوں کو ایران سے نکالنے کے لئے عظیم الشان لشکر لے کر روانہ ہوا۔ لیکن جب انبار کے مقام پر پہنچا تو اس پر مسلمانوں کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ آگے بڑھنے کی جرأت ہی نہ ہوئی۔

انبار نہایت مضبوط قلعہ تھا۔ وہ حیرہ اور مدائن کے عین درمیان میں واقع تھا۔ چونکہ ایرانیوں کو رومیوں کے حملہ آور ہونے کا اندیشہ رہتا تھا، اس لئے انہوں نے قلعہ انبار کو اس قدر مضبوط اور وسیع بنایا تھا کہ رومی اسے ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے۔ ایرانی اس قلعہ میں سب سے زیادہ فوج اور سب سے زیادہ سامانِ حرب بھی رکھتے تھے۔

ان سب انتظامات کے باوجود شیرزاد پر مسلمانوں کا کچھ ایسا رعب چھایا کہ اس نے اس قلعہ کو بھی غیر محفوظ سمجھ کر اس کے مزید استحکام کے لئے اس کے گرد خندق کھود کے مورچے بھی تیار کر لئے اور گرد و نواح کے علاقہ سے مزید فوجیں منگوانی شروع کر دیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بھی انبار میں ایرانیوں کے جمع ہونے کا حال معلوم ہوا۔انہوں نے اس طرف بڑھنے کا قصد کیا۔ابھی انہوں نے وہاں سے کوچ نہ کیا تھا کہ دربارِ خلافت سے ان کی مدد کے لئے کچھ اور لشکر آ گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب دربار خلافت میں ایرانیوں کے بھاری تعداد میں آنے اور مسلمانوں کے استقلال و جرأت سے لڑائی کے حالات لکھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل نے ان کی مدد کے لئے فوج بھیج دی تھی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نئی اور پرانی دونوں فوجوں کو لے کر چلے اور انبار کے سامنے جا کر خیمہ زن ہو گئے۔ان کا خیال تھا کہ چونکہ شیرزاد کے پاس بہت زیادہ لشکر ہے اس لئے وہ میدان میں نکل کر مقابلہ کرے گا۔لیکن شیرزاد کچھ ایسا سہم گیا تھا کہ اسے میدان میں نکلنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔اس نے اپنا نصف لشکر فصیل پر چڑھا دیا اور نصف قلعہ کے اندر رکھا۔کچھ فوج خندق اور مورچوں کی حفاظت پر متعین کر دی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا محاصرہ کر کے حملے شروع کر دیئے۔جب مسلمان حملہ کرتے تو ایرانی ان کی اس قدر مزاحمت کرتے کہ انہیں خندق اور مورچوں تک نہ آنے دیتے۔

ایک روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے نہایت زور سے حملہ کیا۔ایرانیوں نے تیروں اور سنگ ریزوں کی بارش شروع کی۔ان کی تیز اندازی سے مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچا۔تقریباً ایک ہزار شیرانِ اسلام کی آنکھیں تیروں سے مجروح ہو کر بیکار ہو گئیں۔مگر شیرانِ اسلام اس سے بددل یا پست ہمت نہیں ہوئے۔ان پر کسی قسم کا ہراس طاری نہ ہوا بلکہ زخمی ہو کر وہ اور بھی جوش و خروش سے لڑنے اور قلعہ کی طرف بڑھنے لگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی سپاہیوں کے ساتھ تھے۔وہ مسلمانوں کو آگے بڑھنے کی ترغیب دے رہے تھے اور مسلمان سر ہتھیلی پر رکھے بڑھے چلے جا رہے تھے۔یہاں تک کہ وہ خندق کے کنارے پر پہنچ گئے۔

سپہ سالارِ اعظم حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ خندق اس قدر عریض ہے کہ اسے بغیر پاٹے عبور کرنا ناممکن ہے۔وہاں ایسی کوئی چیز نہ تھی جس سے خندق کو پاٹ دیا جاتا۔

چونکہ خندق کے دوسری طرف مورچے تھے اور ان کے پیچھے قلعہ کی فصیل تھی،اور ایرانی فصیل اور مورچوں دونوں کے اوپر سے نہایت سختی سے پتھر تیر برسا رہے تھے اور ان کے یہ حربے مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے تھے،اس لئے وہاں کھڑا رہنا بڑا دشوار تھا۔مگر مسلمان صبر و استقلال

سے کھڑے ہو کر دشمنوں کے حربے روک رہے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کمزور و ناتواں اونٹوں کو لشکر گاہ میں سے منگوا کر ذبح کرایا اور خندق میں ڈلوا دیا۔ اس سے تھوڑی دور تک خندق بھر گئی اور اسے عبور کرنے کے لئے راستہ بن گیا۔ اب اسلامی لشکر راستہ کو طے کرنے کے لئے بڑھا۔ ایرانیوں نے انہیں روکنے کے لئے اور بھی پھرتی اور سختی سے پتھر اور تیر پھینکنے شروع کئے لیکن اسلامی لشکر کا سیلاب ان کے روکنے سے نہ رکا۔

اگرچہ مسلمان زخمی اور شہید بھی ہوتے رہے لیکن رکے پھر بھی نہیں۔ وہ اس وقت حملے نہ کر رہے تھے بلکہ دشمن کے حملوں کو روک رہے تھے۔ آخر وہ مورچوں کے قریب پہنچ گئے اور جھپٹ جھپٹ کر ان پر چڑھنے اور ایرانیوں سے جنگ کرنے میں مصروف ہو گئے۔

چونکہ مسلمانوں کو ایرانیوں پر بڑا غصہ آ رہا تھا اس لئے وہ ان پر پل پڑے اور تلواریں سونت کر اس جوش سے حملہ آور ہوئے کہ ایرانی گھبرا گئے۔ مسلمانوں نے انہیں گھاس کی طرح کاٹ ڈالا۔ ہزاروں ایرانیوں کو دم کے دم میں موت کی آغوش میں پہنچا دیا۔ ایرانی ڈر کر بھاگے اور قلعہ میں جا گھسے۔ مسلمانوں کا مورچوں پر قبضہ ہو گیا۔

لیکن مسلمان وہاں بھی محفوظ نہیں تھے۔ ایرانی فصیل کے اوپر سے تیروں اور پتھروں کی بارش کر رہے تھے۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پُر زور نعرہ لگا کر قلعہ پر بھی دھاوا بول دیا اور کچھ اس جوش اور اس دلیری سے ان پر ٹوٹے کہ ایرانی خوفزدہ ہو گئے۔

شیرزاد فصیل کے اوپر کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا:

''یزدان کی قسم!! مسلمان ضرور قلعہ فتح کر لیں گے۔''

ایرانی آتش پرست دو خداؤں کو مانتے ہیں۔ ایک کو یزدان اور دوسرے کو اہرمن کہتے ہیں۔ یزدان بھلائی کا خدا اور اہرمن برائی کا خدا کہلاتا ہے۔ آگ کو یزدان کے نور کا عکس سمجھ کر پوجتے ہیں۔

شیرزاد نے صلح کا پیغام بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور مسلمانوں کو زور سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے قلعہ پر کمندیں پھینکیں۔ شیرزاد اور بھی گھبرا گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ مسلمان ضرور قلعہ فتح کر لیں گے اور چونکہ وہ جوش میں ہیں اس لئے تمام سپاہیوں اور افسروں کو مار ڈالیں گے۔

اس کا یہ خیال صحیح تھا۔ کیونکہ اس معرکہ میں ایک ہزار مسلمانوں کی آنکھیں بیکار ہو گئی

تھیں۔ اس لئے تمام مسلمانوں اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بڑا جوش اور غصہ تھا۔ وہ ایرانیوں سے انتقام لینا چاہتے تھے۔

مسلمان فصیل پر حملے کر رہے تھے۔ ایرانی ڈر رہے تھے۔ شیرزاد نے پھر پیغام بھیجا اور نہایت عاجزی سے صلح کی درخواست کی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صرف یہ رعایت کرنا منظور کی کہ شیرزاد چند مخصوص لوگوں کو لے کر قلعہ سے نکل جائے اور ہمراہ محض تین دن کا زادِ راہ لے جائے۔

شیرزاد نے اس کو غنیمت سمجھا۔ وہ چند فوجی افسروں کو ساتھ لے کر وہاں سے چلا گیا۔ ایرانی اسے گالیاں دینے لگے۔ مسلمانوں نے پُر جوش حملہ کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ ایرانی فریاد و فغاں کرنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ان کی آہ و زاری پر رحم آ گیا۔ انہوں نے انہیں امان دے دی۔ اس طرح انبار کا وہ قلعہ جسے رومی اور ایرانی ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے، فتح ہو گیا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر توقف کیا۔

باب ۲۹

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جوانمردی

کچھ وقفہ کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمانا شروع کیا:

مسلمانوں کی پیہم فتوحات سے ایرانی درباریوں کو یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں مسلمان تمام ایران پر قابض نہ ہو جائیں، چنانچہ انہوں نے زبردست مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جا بجا عظیم الشان ایرانی لشکر بڑے ساز و سامان کے ساتھ روانہ کئے گئے اور مدائن کے قرب و جوار میں جس قدر بھی قلعہ جات تھے، سب کو محفوظ و مضبوط کر دیا گیا۔ ہر قلعہ میں کافی فوجیں جمع کر دی گئیں۔ انبار کے قریب عین التمر کا قلعہ تھا۔ یہ نہایت مضبوط اور بڑا وسیع قلعہ تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے چوبیس ہزار ایرانی لشکر مہران بن بہرام کی ماتحتی میں موجود تھا۔

مہران نے جب سنا کہ مسلمانوں نے انبار بھی فتح کر لیا ہے تو اُسے بڑا فکر ہوا۔ اس نے قرب و جوار کے عیسائی عرب قبائل کو جن میں تغلب و ایاد وغیرہ شامل تھے، لڑائی کے لئے طلب کیا۔ چونکہ یہ لوگ سلطنتِ ایران کے فرمانبردار تھے، اس لئے مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ تقریباً دس ہزار عرب جمع ہو کر آ گئے۔ ان عیسائی عربوں کا سردار عقبہ بن عقبہ تھا۔

مہران کو ان عربوں کے آنے سے بڑی ڈھارس ہوئی۔ اسے یہ خیال ہوا کہ جب مسلمان وہاں آئیں تو پہلے عربوں کو عربوں سے ٹکرا دے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اسلامی لشکر لے کر انبار سے چلے اور قلعہ عین التمر کے سامنے جا کر مقیم ہو گئے۔ اب مہران نے اپنی ترکیب یعنی عربوں سے عربوں کو ٹکرانے پر عمل کرنے کا قصد کر لیا۔ چنانچہ اس نے عقبہ کو بلا کر کہا:

''کیا تم شہرت و ناموری، عزت و عظمت اور شاہِ ایران کے حضور میں اپنا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہو؟''

عقبہ: کیوں نہیں؟

مہران: اس کی نہایت آسان تدبیر یہ ہے کہ تم اوّل اپنی جمعیت لے کر میدان میں نکلو اور اسلامی سپہ سالار (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کو دعوتِ جنگ دو۔ جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئے تو اسے یا تو گرفتار کرلو، یا قتل کر ڈالو۔ میرا خیال ہے کہ تم (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ سے کہیں زیادہ بہادر ہو۔ ضرور تم یہ کام کرلو گے۔

عقبہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کا ذکر سن کر ہی سوکھ گیا تھا۔ لیکن مہران نے یہ چالا کی کی تھی کہ عقبہ سے یہ تذکرہ ایرانی اور عیسائی عربوں کے معزز لوگوں کے سامنے کیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ عقبہ اس تجویز کو رد یا اس میں کوئی ترمیم نہ کر سکا، اس نے منظور کرلیا۔ مہران کو بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے کہا:

"مجھے تمہاری بہادری کو دیکھ کر یہ یقین تھا کہ تم میری تجویز کو منظور کرلو گے۔ چنانچہ تم نے منظور کرلیا۔ میں بھی اپنا لشکر لے کر تمہارے ساتھ نکلوں گا اور جب تم (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالو گے یا گرفتار کرلو گے تو میں اور تم دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گے۔ یقین ہے وہ ہزیمت اٹھا کر بھاگ جائیں گے۔ دربارِ ایران میں ہم دونوں کا اعزاز بڑھ جائے گا۔ ہمیں جاگیریں ملیں گی، خلعت ملیں گے اور ہم دولت مند و ذی عزت ہو جائیں گے۔"

عقبہ نے اکڑ کر کہا:

"میں ضرور (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرلوں گا۔ پھر مسلمانوں کو آسانی سے شکست دی جاسکے گی!"

مہران: یہی بات ہے۔ اچھا تو تم لشکر لے کر چلو!

عقبہ اٹھ کر اپنی قیام گاہ میں گیا۔ اس نے لشکر کو مسلح ہونے کا حکم دیا اور جب سپاہی لیس ہو گئے تو وہ اپنی جمعیت لے کر ایک دروازہ سے باہر نکلا۔ عین اسی وقت دوسرے دروازہ سے مہران بھی ایرانی لشکر لے کر نکلا۔ دونوں دروازوں سے ایرانی لشکروں کا سیلاب بہنے لگا۔ اس سے مہران کا یہ مطلب تھا کہ مسلمانوں پر ایرانیوں کی ہیبت چھا جائے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب ایرانیوں کو قلعہ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی شیرانِ اسلام کو لے کر میدان میں نکل آئے۔ ایرانی اور اسلامی دونوں لشکر صف بستہ ہو گئے۔

اب عقبہ میدانِ جنگ میں نکلا۔ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مقابلہ کے لئے طلب

کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ گھوڑا بڑھا کر اس کے سامنے جا پہنچے۔ عقبہ بھاری ڈیل ڈول کا بڑا لحیم شحیم شخص تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اکہرے بدن کے تھے۔ عقبہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر طمع ہوئی۔ اس نے پُر زور حملہ کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا حملہ روک کر خود بھی وار کیا۔ عقبہ نے بھی ان کا وار روک لیا۔ دونوں فنونِ جنگ کے خوب ماہر تھے۔ دیر تک ہنر آزمائی کرتے رہے۔ عقبہ اس فکر میں تھا کہ جس طرح بھی ہو، حضرت خالد کو گرفتار کر لے۔ چنانچہ وہ موقع پا کر ان کی تلوار پر وار کرتا تھا تا کہ ان کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ آسانی سے انہیں گرفتار کر لے۔

ایک مرتبہ اس نے تلوار کا وار کیا تو اتفاق سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تلوار ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہتے رہ گئے۔ اب موقع تھا کہ عقبہ پے در پے حملے کر کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مار ڈالتا یا زخمی کر دیتا لیکن وہ انہیں گرفتار کرنے کی فکر میں تھا۔

چنانچہ اس نے یہ غلطی کی کہ اپنی تلوار بھی پھینک دی اور گھوڑا بڑھا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے لپٹ گیا۔ وہ انہیں چھریرے بدن کا سمجھ کر یہ خیال کرنے لگا تھا کہ انہیں آسانی سے ان کے گھوڑے سے کھینچ کر اپنے گھوڑے پر بٹھا کر گرفتار کر کے لے جائے گا۔ لیکن جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی کلائیوں پر اس کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑانے کے لئے اپنا ہاتھ ڈالا تو عقبہ کو ایسا معلوم ہوا جیسے لوہے نے اس کی کلائیوں کو جکڑنا شروع کر دیا ہے۔

وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا پٹکہ پکڑ کر انہیں اٹھانا چاہتا تھا لیکن اس کے بہت زیادہ زور لگانے سے بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس سے نہ ہلے اور جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کی گرفت مزید سخت کی تو عقبہ کی کلائیاں درد کرنے لگیں۔ اب اس میں اتنی سکت نہ رہی کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ زور آزمائی کرتا۔ اس کا بدن ڈھیلا پڑنے لگا۔ اب وہ پچھتایا کہ اس نے کیوں یہ حماقت کی کہ اپنی تلوار پھینک دی۔ اگر وہ انہیں گرفتار کرنے کا لالچ نہ کرتا تو شاید انہیں مار ڈالتا۔

ادھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی ہے تو انہوں نے زور سے جھٹکا دے کر اس کے ہاتھوں سے اپنا پٹکہ چھڑا لیا اور اس کے پٹکہ میں ہاتھ ڈال کر، زور کر کے الا اللہ کا نعرہ لگا کر اسے اس کے گھوڑے سے کھینچ کر اپنے گھوڑے پر بٹھایا، اور گھوڑا دوڑا کر اپنے لشکر میں لے آئے۔ اسی وقت اسے اپنے غلام کے سپرد کیا اور پھر میدانِ جنگ میں آ ئے۔

عقبہ کی گرفتاری سے عیسائی عربوں پر مسلمانوں کی ایسی ہیبت چھائی کہ وہ بھاگ کر قلعہ میں گھس گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے بہت سے عیسائی عربوں کو گرفتار کر لیا۔

مہران بن بہرام نے جب یہ نظارہ دیکھا تو اس پر مسلمانوں کا ایسا خوف غالب ہوا کہ بغیر مقابلہ کئے لشکر لے کر بھاگ گیا اور قلعہ میں جا گھسا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ دو روز تک یورشیں کیں لیکن پُر زور مدافعت کی وجہ سے دونوں روز فصیل تک نہ پہنچ سکے۔ تیسرے روز مسلمانوں نے نہایت سختی اور جوانمردی سے حملہ کیا۔

(تاریخ ابن جریر طبری: جلد۴، ص۲۰۵۹ تا ۲۰۶۱،
تاریخ الاسلام از معین الدین ندوی: جلد۱، ص۱۳۰،
فتوح البلدان از بلاذری ص ۲۵۵،)

ایرانیوں اور عیسائی عربوں نے تیروں اور پتھروں کا مینہ برسا دیا لیکن مسلمان بڑھ کر فصیل کے نیچے پہنچ گئے۔ وہ کمندیں لگا کر فصیل پر چڑھے اور وہاں جاتے ہی لڑنے لگے۔ انہوں نے ایرانیوں کو فصیل سے نیچے دھکیل دیا اور قلعہ میں اتر کر پھاٹک کھول دیا۔ اب اسلامی لشکر کا سیلاب قلعہ میں داخل ہوا۔ مسلمانوں نے ایرانیوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔ بے شمار ایرانی مارے گئے۔ آخر مہران بھاگ گیا۔ اس کے ساتھ کچھ لشکر بھی فرار ہو گیا لیکن ایرانیوں کی زیادہ تعداد ماری گئی۔ اس طرح حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عین التمر پر بھی قبضہ کر لیا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اس قدر بیان فرما کے پھر خاموش ہو گئے۔

باب ۳۰

دومتہ الجندل کی فتح

کچھ وقفہ کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمانا شروع کیا:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ عین التمر میں مقیم تھے اور اس کے نواح کا بندوبست کر رہے تھے۔ وہ اس فکر میں تھے کہ وہاں کے نظم و نسق سے فارغ ہو کہ مدائن کی طرف بڑھیں کہ ایک اسلامی قاصد عیاض بن غنم کا خط لے کر آیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خط کھول کر پڑھا، لکھا تھا:

عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سپہ سالار بالائی عراق کی جانب سے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ سالار اعظم ایران کے نام!

''اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء کے بعد معلوم ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے فتوحات کرتا ہوا اس مقام تک پہنچ گیا ہوں جو شام، ایران، عراق اور جزیرہ کا مقام اتصال ہے۔ اس نواح میں عیسائی عرب کثرت سے آباد ہیں۔ ان کی آزاد حکومتیں ہیں۔ یہ قبائل رومی شہنشاہ ہرقل اعظم کے اطاعت گزار اور فرماں بردار ہیں۔ میں نے ان کی کئی ریاستوں کو زیروزبر کر ڈالا ہے اور اب دومتہ الجندل کے علاقہ میں آ پہنچا ہوں۔ اس علاقہ میں دو فرمانروا نہایت زور آور ہیں۔ ان میں سے ایک رکیدر ابن عبدالملک ہے اور دوسرا جودی بن ربیعہ ہے۔ ان دونوں حکمرانوں نے عیسائی عربوں کی کثیر جمعیت فراہم کر لی ہے۔ وہ سدِ راہ ہیں۔ مدد کی ضرورت ہے، فوراً مدد بھیجئے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور خود کچھ لشکر لے کر نہایت تیزی سے دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔

رکیدر اور جودی دونوں اس علاقہ میں بڑے با اثر تھے۔ انہوں نے حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے بھاری تعداد میں فوجیں جمع کر لی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ وہ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کو شکست دے کر بھگا دیں گے۔

لیکن ابھی حضرت عیاض رضی اللہ عنہ دومتہ الجندل میں پہنچے بھی نہ تھے کہ رکیدر اور جودی کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ ان کی بہادری، جنگجوئی، تجربہ کاری اور تیور وشجاعت کی خبریں تمام عراق اور سارے ایران میں پہنچ گئی تھیں۔

رکیدر نے جودی سے کہا:

"اب تک ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ محض حضرت عیاض رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوگا لیکن اب سنا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اس طرف آرہے ہیں۔ اس وقت یہ مناسب ہے کہ مسلمانوں سے کچھ مدت کے لئے صلح کر لی جائے اور جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہاں سے واپس چلے جائیں تو اسلامی لشکر یہاں رہ جائے ہم اس کا خاتمہ کر ڈالیں۔"

جودی: لیکن ہم مسلمانوں سے ڈر کر صلح ہی کیوں کریں؟ اس سے ہم اپنے ہمعصروں میں سبک سر ہو جائیں گے۔

رکیدر: لیکن ہم صلح کر کب رہے ہیں؟ ہم تو مسلمانوں کو فریب دینا چاہتے ہیں!

جودی: ہمارے پاس بہت زیادہ لشکر جمع ہے، ہم میدان میں نکل کر کیوں نہ مقابلہ کریں؟

رکیدر: اس لئے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے لڑ کر مسلمانوں پر فتح پانا دشوار ہے!

جودی: فکر نہ کرو، میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یا تو مار ڈالوں گا یا گرفتار کر لوں گا۔

رکیدر: تم میری بات نہیں مانتے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو کرو۔ میں تمہارا شریکِ حال نہیں۔

جودی: کیا تم مسلمانوں سے صلح کر لو گے؟

رکیدر: نہیں!! بلکہ میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔

جودی: تمہاری مرضی!

رکیدر اسی روز اپنا لشکر لے کر وہاں سے نکل کھڑا ہو گیا۔ لیکن بدقسمتی سے وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی گرفت سے نہ بچ سکا۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے۔ انہیں معلوم ہوا کہ رکیدر اپنا لشکر لئے بھاگا جا رہا ہے تو انہوں نے ایک دستہ اس کے تعاقب

میں بھیج دیا۔

یہ دستہ اس تیزی سے چلا کہ اس نے چند ہی گھنٹوں میں رکیدر کو جا پکڑا۔ اس لشکر میں بہت ہی کم مجاہدین تھے، زیادہ سے زیادہ ایک ہزار ہوں گے۔ رکیدر کے ساتھ پانچ ہزار تھے۔ وہ مسلمانوں کی قدرے کم تعداد دیکھ کر جلدی سے پلٹا اور ان پر سختی سے حملہ آور ہوا۔

جنگ زور و شور سے شروع ہوگئی۔ سروتن کے فیصلے ہونے لگے ایک فریق دوسرے پر ٹوٹ کر حملے کر رہا تھا۔ عیسائیوں کو اپنی کثرت پر ناز تھا اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ تھا۔

مسلمان بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔ ہر مسلمان نہایت پھرتی اور بڑی سختی سے حملے کر رہا تھا۔ مسلمانوں نے عیسائی عربوں کی صفوں کو درہم و برہم کر دیا تھا۔ بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ اتفاق سے رکیدر بھی مارا گیا۔ اس کے مرتے ہی عیسائیوں کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ وہ یک دم شور کر کے بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل و گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ بہت سے عیسائی تو مارے گئے، بہت سے گرفتار ہوگئے۔ بہت تھوڑے باقی بچے جو بھاگ کر اپنی جانیں سلامت لے جا سکے۔

اس معرکہ میں بھی مسلمانوں کے ہاتھ کچھ مال غنیمت آیا۔ یہ دستہ کامیابی کے بعد لوٹ آیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں سے کوچ کر کے دومتہ الجندل کے قریب پہنچ گئے۔ جس روز ایک طرف سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے، اسی روز دوسری طرف سے حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ لیکن یہ دونوں لشکر آپس میں مل نہیں سکے کیونکہ دومتہ الجندل کا قلعہ درمیان میں حائل ہوگیا تھا۔ اس قلعہ کے بالائی جانب حضرت عیاض رضی اللہ عنہ تھے اور زیریں جانب حضرت خالد رضی اللہ عنہ۔ البتہ ان دونوں بزرگوں کو ایک دوسرے کے اس مقام پر آنے کی اطلاع ہوگئی تھی۔

جودی نے جاسوسوں کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دونوں لشکروں کی بابت تحقیقات کرائی۔ معلوم ہوا کہ دونوں اسلامی لشکروں کی مجموعی تعداد سے چار گنا فوج اس کے ساتھ موجود ہے۔ اسے اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے کہا:

"رکیدر نے حماقت کی کہ یہاں سے چلا گیا اور راستہ ہی میں مارڈالا گیا۔ اگر وہ نہ جاتا تو دیکھتا کہ میں کس آسانی کے ساتھ مسلمانوں کو مغلوب کرتا ہوں۔"

اس نے اپنے لشکر کے دو حصے کیے۔ ایک حصہ ایک مشہور جنگجو سپہ سالار کی ماتحتی میں عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں روانہ کیا اور دوسرا حصہ خود لے کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلہ نکلا۔ ان دونوں لشکروں نے قلعہ سے نکل کر دونوں طرف میدان میں صف بندی کر لی۔ ایک

طرف حضرت عیاض رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اپنے اپنے لشکر لے کران کے مقابلے میں آ گئے۔

سب سے پہلے حضرت خالد رضی اللہ عنہ میدان میں نکلے۔ انہوں نے اپنے مقابلہ کے لئے جودی کو طلب کیا۔ جودی نہایت شان سے صفوں کو چیرتا ہوا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا:

''مجھے سخت افسوس ہے کہ میری ہی قوم میرے مقابلہ پر آ رہی ہے۔''

جودی: ہم آپ پر چڑھ کر نہیں آئے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تم نے ہمارے مقابلہ کی تیاریاں کیں، فوجیں جمع کیں۔ پہل تم نے کی ہے ہم نے نہیں۔ ہم اپنی قوم (عربوں) سے لڑنا نہیں چاہتے لیکن ہماری قوم غیروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنی ہوئی ہے اوران کے اشاروں پر ناچتی ہے۔ اب بھی کچھ نہیں گیا، تم چاہو تو صلح ہو سکتی ہے!

جودی نے سمجھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کا کثیر لشکر دیکھ کر مرعوب ہو گئے ہیں۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ پہلے اتمامِ حجت کیا کرتے ہیں۔ اس نے تکبر وغرور سے اکڑ کر کہا:

''اب صلح نہیں ہو سکتی، تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: بہتر ہے۔

دونوں جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ پہلے جودی نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا حملہ روک کر خود ہی حملہ کیا۔ اب دونوں ایک دوسرے پر پھرتی سے حملے کرنے لگے۔ دونوں فنونِ جنگ سے خوب ماہر تھے۔ لڑائی کے فن دکھا رہے تھے۔

ایک مرتبہ جودی نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کا حملہ روک لیا اور جوش میں آ کر تلوار ماری۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی تلوار کو اپنی تلوار پر روکا اور ایسا وار کیا کہ جودی کی تلوار چھن سے ٹوٹ گئی۔ وہ گھبرا گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے کھینچا اور اس کو گھوڑے سے الگ کر کے گرفتار کر لیا۔ یہ دیکھ کر اس کا لشکر بغیر لڑائی کیے بھاگ نکلا اور بھاگ کر قلعہ میں گھس گیا۔

اسی دوران حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے بھی عیسائی لشکر کو شکست دے کر بھگا دیا۔ وہ بھی بھاگ کر قلعہ میں داخل ہو گیا۔

اب ایک طرف سے حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے اور دوسری طرف سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قلعہ والوں کو دھمکی دی کہ یا تو وہ قلعہ مسلمانوں کے

حوالہ کر دیں ورنہ جودی کو ان کی نظروں کے سامنے قتل کر دیا جائے گا۔ محصورین نے ان کی اس دھمکی کی کچھ پرواہ نہ کی۔

آخر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جودی کو طلب کر کے قلعہ والوں کے سامنے لے جا کر قتل کر دیا اور قلعہ پر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ عیسائی عربوں نے پرزور مدافعت کی۔ فصیل کے اوپر سے تیروں اور پتھروں کا مینہ برسا دیا لیکن مسلمانوں کا سیلاب نہ رکا۔

سرفروش مسلمان زخمی اور شہید ہوتے ہوئے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ پھاٹک پر پہنچ گئے اور پھاٹک توڑ کر قلعہ میں داخل ہو گئے۔

اب عیسائی گھبرائے، مگر پھر بھی انہوں نے مقابلہ کیا۔ لیکن جب مسلمانوں نے ان کی کثیر تعداد کو مار ڈالا تو انہوں نے ہتھیار پھینک پھینک کر امان طلب کی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں امان دے دی۔

قلعہ کے اندر سے بہت کچھ مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس میں سے خمس نکال کر فتح نامہ کے ساتھ دربارِ خلافت میں روانہ کر دیا اور چار حصے لشکر میں تقسیم کر دیئے۔

اس طرح دومتہ الجندل پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اب حضرت عامر رضی اللہ عنہ پھر خاموش ہو گئے۔

باب ۳۱

فتوحات

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر بیان فرمانا شروع کیا:

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے مقام دومتہ الجندل کی طرف چلے گئے تھے، اسلامی لشکر میں اپنا قائم مقام حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مقرر کر گئے تھے۔ ایرانیوں نے یہ سوچ کر کہ مسلمانوں کے جنگجو اور بہادر سپہ سالار اس وقت موجود نہیں ہیں، زبردست جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔

اس وقت اسلامی لشکر حیرہ میں مقیم تھا۔ شاہ کسریٰ نے اپنے دو نامور سپہ سالاروں زرمہر اور روز یہ کو ٹڈی دل لشکر دے کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے حیرہ کی طرف روانہ کیا۔

چونکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عیسائی عربوں کے سردار عقبہ کو گرفتار کر لیا تھا اس لئے عربی قبائل بھی جنگی تیاریاں کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے عظیم الشان لشکر تیار کر لیا تھا۔ جب ایرانی حیرہ کی طرف بڑھے تو یہ لشکر بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو اس متحد لشکر کے حملہ آور ہونے کی اطلاع ہو گئی۔ اگرچہ ان کی سپاہ کی تعداد کم تھی مگر وہ اسی فوج سے بے شمار ایرانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ انہوں نے حیرہ میں رہ کر ایرانیوں کے آنے کا انتظار کرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ جس مقام پر ایرانی لشکر مقیم تھا اسی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

ایرانی مقام حصید میں موجود تھے۔ وہ حیرہ کی طرف بڑھنے کا قصد ہی کر رہے تھے کہ خود مسلمانوں کے اسی طرف بڑھ کر آنے کی خبر سنی۔ انہیں آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مسلمانوں کی جارحانہ کارروائیوں سے دشمن مرعوب ہو جاتے تھے۔

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ شیرانِ اسلام کو لے کر مقام حصید میں پہنچے۔ ایرانیوں نے

مسلمانوں کے وہاں آتے ہی اپنے لشکر کو میدان میں لا کر صف بستہ کر دیا۔ اس سے ان کا منشا یہ تھا کہ مسلمان ستا کر تازہ دم نہ ہو سکیں۔

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے لشکر کے دو حصے کیے ایک حصہ پر حضرت ابو لیلےٰ رضی اللہ عنہ کو افسر مقرر کیا اور دوسرا حصہ اپنے تحت میں رکھ کر اسی وقت ایرانیوں کے مقابلہ میں مجاہدینِ اسلام کو صف بستہ کر دیا۔

چونکہ ایرانی مسلمانوں سے چار گنا سے بھی زیادہ تھے، اس لئے انہوں نے پُر زور حملہ کیا۔ حضرت ابو لیلےٰ رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر بڑھے اور ایرانیوں کو روک لیا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ دونوں فریق جوش میں تھے۔ نہایت دلیری سے لڑنے لگے۔ تلواریں اپنا کام کرنے لگیں۔ سر اور دھڑ کٹ کر گرنے لگے۔ خون کے فوارے بہہ نکلے۔

ایرانیوں نے ہلہ بولا۔ مسلمان مقابلہ میں ڈٹ گئے مگر ایرانی کچھ اس جوش سے بڑھے کہ مسلمانوں کے قدم جم نہ سکے، اکھڑ گئے اور وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ ایرانیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ انہوں نے اور بھی تیزی سے حملے شروع کیے۔ مسلمان صبر و استقلال سے ان کا مقابلہ کر رہے تھے لیکن ایرانیوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا اور مسلمان برابر پیچھے ہٹ رہے تھے۔

اس وقت دفعتاً حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے اپنا دستہ لے کر ایرانیوں پر نہایت زبردست حملہ کیا۔ ان کے حملہ کرتے ہی حضرت ابو لیلےٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہی مسلمان سنبھل گئے اور ایرانی رک گئے۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کے ہمراہی کچھ اس جوش سے حملہ آور ہوئے کہ ایرانیوں نے ہر چند انہیں روکنا چاہا لیکن نہ روک سکے۔ مسلمانوں نے ان کی صفوں کو زیروزبر کر ڈالا۔ اثنائے جنگ میں زرمہر اور روزبہ بھی مارے گئے۔ مسلمانوں نے آدھا ایرانی لشکر موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ایرانی اور عرب عیسائی یہ حشر خیزی دیکھ کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں کو زبردست فتح حاصل ہوئی۔ بہت زیادہ مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو لیلےٰ رضی اللہ عنہ کو مفرور ایرانیوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔

ایرانی مقام ضنافس کی طرف بھاگے۔ وہاں ایک مشہور اور بہادر ایرانی سپہ سالار بہبوذان زبردست جمعیت لئے مقیم تھا۔ ایرانی بھاگ بھاگ کر اس کے پاس پہنچنے لگے۔ ان کے پیچھے ہی حضرت ابو لیلےٰ رضی اللہ عنہ بھی پہنچے۔ بہبوذان پر مسلمانوں کی کچھ ایسی ہیبت چھا گئی کہ وہ ان کی صورتیں دیکھتے ہی وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمانوں نے ان بھگوڑوں کا تعاقب کر کے ان کی بھی بڑی تعداد قتل کر ڈالی۔ حضرت ابو لیلےٰ رضی اللہ عنہ مالِ غنیمت اور کچھ قیدی لے کر وہاں سے لوٹے

اور حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کے پاس حصید میں آ گئے۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ تمام لشکر کو لے کر پھر حیرہ میں آ گئے۔ ان کے وہاں آنے کے چند ہی روز بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی دومتہ الجندل سے وہاں آ پہنچے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایرانی مقام مفیح میں جمع ہو رہے ہیں۔ یہ اطلاع صحیح تھی۔ بہوذان بھاگ کر مفیح ہی میں پہنچا تھا۔ وہاں عیسائی عربوں کا لشکر ہذیل بن عمران اور ربیعہ بن بجیر کی سرکردگی میں موجود تھا۔ ایرانی ان سے مل گئے، ان کی جمعیت بہت بڑھ گئی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے تین حصے کئے۔ ایک حصہ پر حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو، دوسرے حصہ پر حضرت ابو لیلےٰ رضی اللہ عنہ کو افسر مقرر کیا اور تیسرا حصہ اپنے تحت رکھا۔

یہ تینوں دستے تین طرف سے مفیح کی طرف بڑھے اور انہوں نے یہ طے کر لیا کہ ایک دن، ایک ہی تاریخ کو مفیح میں پہنچیں گے۔ چنانچہ اس قرارداد کے مطابق تینوں فوجیں ایک ہی دن مفیح میں پہنچیں۔

چونکہ ایرانیوں اور عربوں کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی اس لئے وہ دوسرے ہی روز میدان میں نکل کر صف بستہ ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی میدان میں نکل آئے۔ انہوں نے اسلامی لشکر کو کچھ اس طرح صف بستہ کیا۔

پہلے حضرت ابو لیلےٰ رضی اللہ عنہ کی فوج کو رکھا، ان کے پیچھے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کا لشکر قائم کیا اور سب سے پیچھے اپنی سپاہ رکھی۔

ایرانیوں اور عربوں نے مل کر حضرت ابو لیلےٰ رضی اللہ عنہ کی فوج پر زبردست حملہ کیا۔ خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان عیسائیوں اور ایرانیوں میں اور ایرانی اور عیسائی عرب مسلمانوں میں گھس گئے۔

اگرچہ مسلمانوں نے ایرانیوں کی متحدہ فوج کو روکنے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر دی لیکن ایرانی مسلمانوں کو دباتے ہوئے بڑھے چلے آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابو لیلےٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہی دبتے دبتے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کے لشکر سے جا ملے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ وہ اور ان کا لشکر نہایت جوش سے حملہ آور ہوا۔ ایرانیوں کا سیلاب ان کے حملہ کرنے سے رک گیا۔ اس وقت بڑے گھمسان کا رن پڑا۔

فریقین جوش وغضب میں آ کر پرزور حملے کرنے لگے۔ خون کی بارش ہونے لگی۔

زخمیوں کی چیخوں اور لڑنے والوں کے شور سے میدانِ جنگ گونج اٹھا۔

ایرانی اب بھی مسلمانوں کو دبانا اور پسپا کرنا چاہتے تھے لیکن مسلمان نہایت استقلال اور جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ وہ اب ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھے بلکہ بڑھ بڑھ کر ایرانیوں پر حملے کر رہے تھے۔

عین اسی وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی جمعیت لے کر پُر زور حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کا یہ حملہ نہایت سخت ہوا۔ مسلمانوں نے ایرانیوں کو تلواروں کی باڑھوں پر رکھ لیا۔ بے شمار مجوسیوں، عیسائیوں اور عربوں کو مار ڈالا۔ عیسائی گھبرا کر پسپا ہوئے۔ پھر مجوسی بھی بھاگ نکلے۔ اس معرکہ میں ایرانیوں کے بہت سے مشہور اور نامور سردار کام آئے۔ ان کے دلاوروں کی لاشوں سے میدانِ جنگ بھر گیا۔ ہذیل بمشکل اپنی جان بچا کر کچھ فوج کے ساتھ بھاگا۔ ربیعہ پہلے ہی بھاگ گیا تھا۔ غرض بچے کھچے ایرانی بھاگ نکلے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کا تعاقب نہیں کیا بلکہ مضیخ پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کے ہاتھ بہت کچھ مالِ غنیمت آیا۔

اس جنگ میں عبدالعزیز بن ابی اہم اور لبید بن جریر دو مسلمان کسی مجبوری یا اپنی خوشی سے دشمن کے ساتھ آئے تھے۔ یہ دونوں اثنائے جنگ میں مارے گئے۔ جب ان کے مارے جانے کی خبر دربارِ خلافت میں پہنچی تو مسلمان حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے پھر برہم ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی بہت خفا ہوئے۔ مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سزا دینے کا مطالبہ شروع کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خفیہ طور پر تحقیقات کرائی تو معلوم ہوا کہ عبدالعزیز اور لبید دونوں عیسائی عربوں کے ساتھ تھے اور دورانِ جنگ مارے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا:

''مسلمانو!! میں نے تحقیق کرائی تو پتہ چلا کہ عبدالعزیز اور لبید دونوں عیسائی عربوں کے ساتھ تھے۔ وہ ہنگامۂ کارزار میں مارے گئے۔ ان کے قتل کا الزام حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر عاید نہیں ہوتا۔ جو مسلمان مشرکوں اور اعدائے اسلام کے ساتھ ہوگا، اس کا انجام یہی ہوگا!''

لوگ قائل ہو کر خاموش ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فتح کے اگلے ہی روز ربیعہ کے تعاقب میں حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو لیلےٰ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور خود ہذیل کے پیچھے چلے۔

(ابن خلدون: ج ۲،ص ۲۹، ابن اثیر: ج ۲،ص ۳۰۳، تاریخ الاسلام: ج ۱،ص ۱۳۱)

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اس قدر بیان کر کے پھر چپ ہو گئے۔

باب ۳۲

اسلامی جوش

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے پھر بیان فرمانا شروع کیا:

ربیعہ بن بجیر تغلبی مقام مصیخ سے بھاگ کر اپنے قبیلہ میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے وہاں جاتے ہی مزید فوجیں بھرتی کر لیں اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ ادھر ہذیل بن عمران بھاگ کر مقام بیسر میں پہنچا۔

وہاں عتاب بن اسید بے شمار عیسائی عربوں کی فوجیں لئے مقیم تھا اور مسلمانوں پر یورش کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ ہذیل بھی اُسی کے ساتھ شامل ہو گیا۔

ربیعہ کے پاس جب کافی جمعیت فراہم ہو گئی تو اس نے مسلمانوں کی طرف بڑھنے کا قصد کیا۔ لیکن ابھی اس نے نقل و حرکت شروع بھی نہ کی تھی کہ دفعتہً حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو لیلٰے رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے۔

ہذیل نے مسلمانوں کو ستانے اور دم لینے کا بھی موقع نہ دیا۔ ان کے آتے ہی اپنی فوجیں لے کر میدان میں نکل آیا اور صفیں مرتب کر کے لڑائی پر آمادہ ہو گیا۔

مسلمان بھی جیسے جنگ کے لئے تیار ہی تھے، فوراً میدان میں نکل کر صف بستہ ہو گئے۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے ربیعہ اور اس کے ہمراہیوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ ربیعہ ہزاروں لاشیں میدانِ جنگ میں چھوڑ کر بھاگا۔ مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر کے اسے بھی مار ڈالا۔ ربیعہ کے مارے جاتے ہی قبیلہ تغلب نے اطاعت کر لی۔ اس معرکہ میں بھی مسلمانوں کے ہاتھ بہت سے قیدی لگے اور مالِ غنیمت بھی ملا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہذیل کے تعاقب میں بیسر پہنچے۔ دیکھا تو وہاں عیسائیوں کا بے شمار لشکر موجود تھا۔ انہوں نے عتاب کے پاس پیام بھیجا کہ وہ ہذیل کو اپنے پاس سے الگ کر دے۔

اس نے جواب دیا کہ بذیل اور میں ایک ہیں، الگ نہیں ہو سکتے۔ البتہ تم ہماری اطاعت کر لو تو اچھا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

دوسرے روز عتاب اور بذیل اپنی بے شمار فوجیں لے کر میدان میں نکلے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی مجاہدینِ اسلام کو میدان میں لائے۔ دونوں فوجیں صف بستہ ہوئیں۔ ایک دوسری کی طرف بڑھیں اور نہایت زور سے ٹکرا گئیں۔

تلواریں میانوں سے نکل آئیں۔ جنگ شروع ہو گئی۔ سرفروش بڑی دلیری سے لڑنے اور پھرتی سے حملے کرنے لگے۔ سرو تن کے فیصلے ہونے لگے۔ دھڑوں پر دھڑ اور سروں پر سر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ بڑے گھمسان کا رَن پڑا۔

چونکہ فریقین بڑے جوش میں تھے، اس لئے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ صفیں ٹوٹ گئی تھیں۔ مسلمان عیسائیوں میں اور عیسائی مسلمانوں میں گھس گئے تھے۔ تلواریں زور و شور سے چل رہی تھیں اور لڑنے والوں کے سر کاٹ رہی تھیں۔ خون بڑی بے دردی کے ساتھ بہہ رہا تھا۔

یوں تو ہر مسلمان نہایت بہادری سے لڑ رہا تھا اور دشمنوں کی صفوں پر زور آور حملے کر کے دشمنِ اسلام کو قتل کر رہا تھا لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ بڑی ہی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ وہ دشمنوں کے مجمع میں گھس جاتے تھے اور اتنی شدت سے حملے کرتے تھے کہ اعدائے اسلام یا تو مارے جاتے تھے یا بھاگ کر منتشر ہو جاتے تھے۔ انہوں نے بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ چونکہ وہ حملہ کرتے وقت اپنے بچاؤ کا خیال نہ کرتے تھے اس لئے ادھر ادھر سے یا پیچھے سے دشمن آ کر اُن پر وار کرتے تھے۔ اس دارو گیر میں ان کے کئی زخم لگ چکے تھے۔ جب ان کے کوئی زخم آتا تھا تو وہ اور جوش میں آ کر حملہ کرتے تھے اور اپنے سامنے عیسائیوں کا صفایا کر ڈالتے تھے۔

اتفاق سے عتاب بن اسیدان کے قریب آ گیا۔ انہوں نے دیکھ لیا۔ ان کے اور عتاب کے درمیان بہت سے عیسائی سوار تھے۔ وہ انہیں مارتے کاٹتے عتاب کی طرف بڑھے۔ انہوں نے بہت جلد درمیانی سواروں کو کاٹ ڈالا اور عتاب پر حملہ آور ہوئے۔

عتاب بھی انہیں اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی بہادر اور تجربہ کار جنگجو تھا۔ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حملہ روکا اور خود بھی ان پر وار کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا حملہ رد کر کے اس قوت سے اس کو تلوار ماری کہ وہ آہنی ڈھال کے ایک حصہ کو کاٹ کر گردن پر پڑی اور سر کو اڑا گئی۔ سر دور جا کر گرا۔ دھڑ گھوڑے سے گر کر تڑپنے لگا۔ گھوڑا گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

عین اسی وقت بذیل مسلمانوں کے نرغہ میں آ گیا۔ چند مسلمانوں نے ایک ساتھ اس پر

تلواریں ماریں۔ اس کے جسم کا قیمہ ہو گیا۔ وہ کشتہ ہو کر گرا۔

جوں ہی عیسائی عربوں نے اپنے دونوں سرداروں عتاب اور بذیل کو قتل ہو کر گرتے دیکھا ان کے حوصلے پست ہو گئے، ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ مسلمانوں کا خوف غالب آ گیا اور وہ نہایت بدحواسی کے ساتھ بھاگے۔ مسلمانوں نے دور تک ان کا تعاقب کر کے انہی کی لاشوں سے راستہ کو بھر دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یسیر پر قبضہ کر لیا۔ وہاں سے بہت زیادہ مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس آنے کی تیاری کر رہے تھے کہ انہیں یہ اطلاع ملی کہ مقام رضافہ میں ہلال بن عقبہ نے عیسائی عربوں کی کثیر جمعیت فراہم کر رکھی ہے اور اس نے ہرقل اعظم رومی شہنشاہ سے بھی مدد طلب کی ہے۔ اور چونکہ وہ علاقہ رومی سلطنت کے تسلط میں تھا اس لئے ہرقل اعظم نے ایک لاکھ رومی فوج اس کی مدد کے لئے بھیجی ہے جو رضافہ کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اس طرح ان دونوں لشکروں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہو گئی ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا۔ کُل اٹھارہ ہزار مجاہدین تھے لیکن سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اس قلت کا بالکل بھی خیال نہیں کیا۔ انہوں نے رضافہ کی طرف کوچ کر دیا۔

جب وہ رضافہ کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ ہلال مسلمانوں کے آنے کی خبر سن کر وہاں سے بھاگ کر فراض میں چلا گیا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فراض کی طرف کوچ کر دیا۔

فراض دومتہ الجندل کے پاس ایسے مقام پر تھا جہاں عرب فارس اور شام کی سرحدیں ملتی تھیں۔ یہ مشہور شہر دریائے فرات کے کنارہ پر واقع تھا۔

اس وقت تک مسلمان ایرانیوں سے لڑ رہے تھے، وہ رومیوں سے جنگ کرنا نہ چاہتے تھے۔ لیکن ہرقل اعظم نے ہلال بن عقبہ کی مدد کر کے مسلمانوں کو اعلانِ جنگ دے دیا۔

مسلمانوں نے منظور کر لیا۔ انہوں نے اس بات کا ذرا بھی خیال نہیں کیا کہ اس وقت دنیا میں ایرانی اور رومی دو سلطنتیں ہی زبردست اور قوی ہیں۔ ان دونوں سے ایک ساتھ لڑنا مناسب نہیں ہے۔ مگر وہ دونوں ہی مضبوط اور طاقتور سلطنتوں سے ٹکرا گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب فراض کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ عیسائیوں کا ٹڈی دل لشکر دریائے فرات کے دوسرے کنارہ پر میلوں کے فاصلہ پر مقیم ہے۔ وہ دریا کے اسی کنارہ پر فروکش ہو گئے۔

رومی سپہ سالار نے جب مسلمانوں کی تعداد کم دیکھی تو وہ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے

تیار ہو گیا۔ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے اور آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے درمیان دریا حائل ہے، یا تو آپ دریا پار کر کے اس طرف آ جائیں یا اپنا لشکر دریا کے کنارہ سے ہٹا کر لے جائیں تا کہ میں دریا عبور کر آؤں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دریا کے پار جانا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں مسلمانوں کا لشکر لے کر پیچھے ہٹ جاتا ہوں، تم دریا کے پار آ جاؤ۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مجاہدینِ اسلام کو لے کر پیچھے ہٹ گئے۔

رومی سپہ سالار عیسائیوں کی ڈیڑھ لاکھ جمعیت لے کر دریا کو پار کر آیا۔ اس طرف آتے ہی عیسائی لشکر صف بستہ ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بھی اسلامی لشکر کو مرتب کیا۔ چونکہ مسلمانوں کی جمعیت بہت ہی کم تھی اس لئے رومی اور عیسائی عربوں کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دیں گے۔

عیسائیوں نے بڑھ کر نہایت شدت سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے بڑے صبر و استقلال سے ان کے حملہ کو روکا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کی پہلی صفیں ٹکرا گئیں۔ تلواریں چلنے لگیں۔ جدال و قتال کا بازار گرم ہو گیا۔ سر کٹ کٹ کر اچھلنے اور گیندوں کی طرح گر گر کر لڑھکنے لگے۔ خون کی بارش ہونے لگی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کا حملہ روک کر خود بھی اس شدت سے حملہ کیا کہ عیسائی جو بڑھتے چلے آ رہے تھے وہ رک گئے۔ مسلمانوں نے پُر زور حملے کر کے ان کی پہلی صف کو کاٹ ڈالا اور دوسری صف میں جا گھسے۔

عیسائیوں کو بڑا طیش آ گیا۔ وہ سیخ پا ہو کر نہایت جوش سے حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا اور انہیں پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرنے لگے۔

ایک دفعہ تو مسلمان کچھ پیچھے ہٹے لیکن فوراً ہی سنبھلے اور اس جوش سے حملہ آور ہوئے کہ عیسائیوں کی دوسری صف کا بھی صفایا کر دیا۔ عیسائیوں کی ایک ایک صف میں سولہ سولہ ہزار آدمی تھے۔ ان کی دو صفیں ختم ہو چکی تھیں۔ گویا بتیس ہزار عیسائی مارے جا چکے تھے۔

اتنی بھاری جمعیت کے مارے جانے سے عیسائیوں پر مسلمانوں کا کچھ رعب طاری ہو گیا۔ اب انہوں نے جارحانہ حملے بند کر دیئے اور محض مدافعت کرنے لگے۔ لیکن مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ انہوں نے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر کے عیسائیوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ وہ تیسری صف پر جا ٹوٹے اور ایک ہی گھنٹہ کی جدوجہد کے بعد تیسری صف کے بھی ٹکڑے اڑا دیئے۔ اب وہ چوتھی صف پر حملہ آور ہوئے۔

اس وقت عیسائیوں کو بھی کچھ غیرت آئی، کچھ جوش آیا۔ انہوں نے بھی نہایت شدت سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کا حملہ روکنے کی ہر چند کوشش کی لیکن نہ روک سکے۔ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ پانچ سو سواروں کو جلو میں لئے جنگ گاہ سے الگ لڑائی کا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ دوپہر کے بعد حملہ کریں لیکن اس وقت مسلمانوں کو پسپا ہوتے ہوئے دیکھ کر ان کا جوش ہیجان میں آ گیا۔ وہ اپنے رسالہ کو لے کر جھپٹے اور اللہ اکبر کا پُر زور نعرہ لگا کر عیسائیوں پر جا ٹوٹے۔

اس نعرۂ تکبیر کو سن کر ہر جگہ مسلمان سنبھل گئے اور پُر زور نعرے لگا کر نہایت جوش سے حملے کئے۔ اوّل عیسائیوں کو روکا اور پھر انہیں دبانا اور پیچھے ہٹانا شروع کر دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں نے اس جوش سے حملہ کیا کہ عیسائی گھبرا گئے۔ انہوں نے تلواروں کی باڑھوں پر عیسائیوں کو رکھ لیا۔ عیسائی جوانمردوں کو گاجر اور مولی کی طرح سے کاٹنا شروع کر دیا۔ بے شمار رومیوں کو موت کی آغوش میں ڈال دیا۔ لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ خون بارش کے پانی کی طرح بہنے لگا۔ دوپہر کے وقت جنگ کا زور اور بھی بڑھ گیا۔ خون آلودہ تلواریں جلدی جلدی چلنے لگیں۔ لاشوں پر لاشیں گرنے لگیں۔ لڑنے والوں کے گھوڑوں نے لاشوں کو روند ڈالا۔

عصر کے وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پھر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور پوری قوت سے حملے کر کے عیسائیوں کو گھاس پھونس کی طرح کاٹ ڈالا۔ اب عیسائیوں میں مقابلہ کی جرأت نہ رہی۔ وہ خوفزدہ ہو کر بھاگے۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے انہیں قتل اور گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ بہت سے عیسائی دریا پار کرتے وقت ڈوب گئے۔ جب بچے کھچے رومی دریا عبور کر گئے تو مسلمان لوٹے۔

اس معرکہ میں ایک لاکھ عیسائی مارے گئے۔ مسلمان سات سو سے تھوڑے زیادہ شہید ہوئے۔ چونکہ عیسائی بڑے ساز و سامان کے ساتھ آئے تھے اس لئے مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار مالِ غنیمت آیا اور بے شمار قیدی بھی ہاتھ آئے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اس قدر بیان فرما کے خاموش ہو گئے۔

باب ۴۳

تبادلہ

وقفہ کے بعد حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمانا شروع کیا:

اب میرے کچھ زیادہ واقعات بیان کرنے باقی نہیں رہے ہیں۔ میں نے اس وقت تک کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے تمام حالات سنا دیئے ہیں۔ جو تھوڑا ذکر اور باقی رہ گیا ہے وہ بھی سنائے دیتا ہوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فراض کے مقام پر رومیوں اور عیسائیوں عربوں کے متحدہ لشکر کو ماہ ذیعقدہ ۱۲ھ میں شکست دی تھی۔ چونکہ وہ دربارِ خلافت سے ایران کی مہم پر نامزد ہو کر آئے تھے اس لئے رومی سرحد کی طرف آگے نہیں بڑھے بلکہ وہاں سے واپس لوٹ کر حیرہ میں آ گئے اور وہیں مقیم ہو گئے۔

چونکہ حج کا زمانہ قریب آ گیا تھا انہیں حج کرنے کا خیال آیا۔ قاعدہ کے مطابق انہیں حج کرنے کی اجازت دربارِ خلافت سے حاصل کرنی چاہیے تھی لیکن اب اتنا موقع نہیں رہا تھا۔ انہوں نے خفیہ طور پر حج کرنے کا قصد کر لیا۔

چنانچہ ایک روز انہوں نے شجرہ بن الاغسر رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے انہیں ہدایت کی کہ وہ ان (حضرت خالد رضی اللہ عنہ) کی لشکر سے غیر حاضری کی اطلاع کسی مجاہد کو بھی نہ ہونے دیں تاکہ مسلمانوں کو بھی یہ معلوم نہ ہو کہ وہ مکہ معظمہ گئے ہیں۔ وہ چند معتمد مسلمانوں کو ساتھ لے کر چلے اور عین حج کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہو کر حج کیا اور حج سے فارغ ہو کر حیرہ میں چلے آئے۔

اگرچہ انہوں نے اس بات کی بڑی احتیاط کی تھی کہ ان کے حج کرنے کا حال کسی کو بھی معلوم نہ ہو لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل سے یہ پوشیدہ نہ رہ سکا۔ انہیں معلوم ہو گیا اور

وہ بہت برہم ہوئے۔ انہوں نے ایک عتاب نامہ لکھ کر انہیں سخت تنبیہ کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کا ثواب حج سے زیادہ ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے معذرت کر کے معافی چاہی اور عرض کیا کہ وہ آئندہ ایسی غلطی نہ کریں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں معاف کر دیا اور لکھا کہ اگر آئندہ انہوں نے اس قسم کی کوئی حرکت کی تو انہیں سخت تدارک دیا جائے گا۔

اس معافی کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حیرہ سے شاہ کسریٰ کے نام ایک خط لکھا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے (شروع ہے) جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے۔

"امابعد!! خالد بن ولید کی طرف سے شاہِ عجم و کسریٰ کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری اس جمعیت کو توڑ دیا جس پر تمہیں ناز تھا اور تمہاری شاہانہ شوکت وعظمت کو شقاوت سے بدل دیا۔ یہ تمہاری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ تم اس کے شکر گزار نہ ہوئے جس نے تمہیں نعمتیں دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آگ کو، ستاروں کو، سورج کو اور اللہ جانے کس کس چیز کو پوجنے لگے۔ اب ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں، اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اب وہ ہمیں نعمتیں دے رہا ہے۔ اب تمہارے لئے یہ بات مناسب ہے کہ تم اسلام قبول کر لو۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے سامنے سر جھکا دو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری شان و شوکت کو باقی رکھے گا۔ اگر بدقسمتی سے مسلمان نہ ہونا چاہو تو جزیہ دو، اس صلہ میں ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ اگر تم نے یہ دونوں باتیں نہ مانیں اور سرکشی کی تو میں ایسی قوم کو تمہاری طرف بھیجوں گا جو موت کو اس طرح عزیز رکھتی ہے جس طرح تم زندگی کو محبوب رکھتے ہو!"

یہ تہدید نامہ اس عظیم المرتبت شہنشاہ ایران کو بھیجا گیا جس کی ہیبت ساری دنیا پر چھائی ہوئی تھی۔ جس سے روم جیسی زبردست سلطنت بھی لرزہ براندام رہتی تھی۔ جس نے ایک مرتبہ بیت المقدس پر حملہ کر کے عیسائیوں سے وہ صلیب چھین لی تھی جس کی بابت مشہور ہے کہ اس پہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی تھی۔ پھر ایسے با سطوت و شان شہنشاہ کو کس نے تہدید نامہ لکھا؟ ایک

اسلامی سپہ سالار نے! جب یہ خط شاہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو اسے بڑا غصہ آیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ پیشانی کی رگیں تن گئیں۔ منہ میں کف بھر آیا۔ اس نے کہا:

''مغرور اسلامی سپہ سالار کو اس کی ہرزہ گوئی کی سزا دی جائے گی۔ اس ہرزہ کا یہی جواب ہے۔''

ساتھ ہی ایرانی شہنشاہ نے مسلمانوں کو مٹانے اور اسلامی سلطنت کو تباہ کرنے کے لئے عظیم پیمانہ پر جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو شاہ کسریٰ کی تیاریوں کی اطلاع ملی تو انہوں نے حیرہ سے مدائن کی طرف کوچ کرنے کا قصد کیا اور اسلامی لشکر میں کوچ کا اعلان کر دیا۔

مسلمان تیاریاں کرنے لگے۔ جس روز مسلمان کوچ کرنے والے تھے اس سے ایک روز قبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل کا قاصد فرمان لے کر پہنچا۔

اس فرمان میں لکھا تھا:

''یہ خط ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر صدیق (خلیفہ اوّل) کی طرف سے خالد بن ولید اسلامی سپہ سالار ایران کے نام ہے۔

تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ میں اس اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور اس کے برگزیدہ نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔

تمہیں معلوم ہو کہ رومیوں نے عرب پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر رومیوں کے مقابلہ پر مجاہدینِ اسلام کو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ملکِ شام پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا ہے۔

مگر اب ایران سے زیادہ ملکِ شام میں تمہاری ضرورت ہے۔ تم ایرانی لشکر کا چارج مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو دے دو اور تمہارے پاس جس قدر لشکر ہے اس میں سے آدھا ان کے پاس چھوڑ دو اور آدھا لشکر اپنے ہمراہ لے کر ملکِ شام میں چلے جاؤ اور وہاں جو اسلامی لشکر پہنچے اس کا چارج بطور سپہ سالار اعظم اپنے ہاتھ میں لے لو۔ جلدی کرو، کفار سے لڑو اور جہاد کا حق ادا کرو۔ مسلمانو!! میں تمہیں ایسی تجارت بتا رہا ہوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچائے گی۔ خالد! تم ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر امیر

ہو گئے۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا:

"میں خلیفۃ المومنین رضی اللہ عنہ کے حکم کی اطاعت کرتا ہوں۔"

انہوں نے اسی وقت تمام افسرانِ فوج کو بلا کر خلیفہ کا فرمان دکھایا اور سپہ سالاری کا چارج حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو دے کر نصف لشکر ان کے ماتحت میں دے دیا اور نصف اپنے ساتھ لے جانے کے لئے علیحدہ کر لیا۔ اس آدھے لشکر میں بہت سے سرکردہ اور بہادر لوگ تھے مثلاً حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ جو نوعمر تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بہت سے ایسے ہی لوگ تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ تعجب تھا کہ خلیفہ اوّل نے ایران کی مہم ختم ہونے سے پہلے ملکِ شام پر کیسے لشکر کشی کر دی۔ مسلمان ان دو عظیم الشان سلطنتوں کا مقابلہ کیسے کر سکیں گے؟ انہوں نے قاصد کو بلا کر دریافت کیا:

"ملکِ شام پر لشکر کشی کی کیا وجہ ہوئی؟"

قاصد نے جواب دیا:

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بالکل نہیں چاہتے کہ مسلمان جنگ و جدل میں مبتلا ہوں۔ لیکن جس طرح ایرانیوں نے مسلمانوں کو اعلانِ جنگ دیا اسی طرح رومی سلطنت نے بھی جنگی نوٹس دے دیا۔ ہوا یہ کہ ہرقل اعظم کے درباریوں نے اوّل عراق کے عرب متنصرہ کو ابھارا۔ چنانچہ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے لڑے، جب آپ رضی اللہ عنہ نے ان سب کو مغلوب کر لیا اور فراض کے مقام پر رومیوں اور عرب متنصرہ کے متحدہ لشکر کو شکست دی تو ہرقل اعظم اور اس کے درباریوں کو سخت ناگوار لگا۔ عیسائیوں نے یہ سمجھ لیا کہ اگر مسلمانوں کو موقع مل گیا تو وہ رومی سلطنت کا تختہ الٹ دیں گے۔ اس نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان ایرانیوں سے جنگ میں مصروف ہیں، اسلامی سلطنت پر کاری ضرب لگانے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اس نے فوجیں فراہم کرنی شروع کیں اور سامانِ حرب و رسد جمع کرنے لگا۔ شامی جاسوسوں نے خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی۔ خلیفہ رضی اللہ عنہ نے پہلے اہل الرائے سے مشورہ لیا۔ عام طور پر مسلمانوں کی یہ رائے ہوئی کہ پہلے ایران کی مہم ختم ہو

جائے، تب رومی سلطنت کے خلاف کوئی قدم اٹھایا جائے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ 'یہ بڑی غلطی ہو گی۔ اگر عیسائیوں نے عرب پر حملہ کر دیا تو ممکن ہے پھر اس سرزمین پر کوئی فتنہ اٹھ کھڑا ہو۔ ادھر ایرانیوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ اسلامی سلطنت کے خلاف ایرانی اور رومی اتحاد کر لیں۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ رومیوں کو عرب پر حملہ نہ کرنے دیا جائے بلکہ ہم خود بڑھ کر رومیوں پر حملہ کر دیں۔'

سب نے خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا اور یہی طے کیا گیا کہ ملکِ شام پر حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ خلیفہ رضی اللہ عنہ نے اعلانِ جہاد کر دیا۔ دیندار لوگ جہاد کا اعلان سنتے ہی مدینہ میں امڈ آئے۔ لیکن ان میں سے زیادہ تر لوگ ایسے تھے جن کے پاس نہ ہتھیار تھے اور نہ سواری تھی۔ خلیفہ رضی اللہ عنہ نے جہاں تک ممکن ہو سکا انہیں ہتھیار دیئے اور سواریاں مہیا کیں۔ کل سات یا آٹھ ہزار مجاہدین جمع ہو سکے تھے۔ خلیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مختصر لشکر کے چار دستے کئے۔ ایک دستہ پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو افسر مقرر کر کے فلسطین کی طرف، دوسرے پر زید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو سردار مامور کر کے دمشق کی طرف، تیسرے پر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو سالار مقرر کر کے حمص کی طرف اور چوتھے دستہ پر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو افسر کر کے اردن کی طرف روانہ کیا اور انہیں یہ ہدایت کی اگر چاروں لشکر مل جائیں تو سالار حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہوں گے لیکن جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ ملکِ شام میں پہنچ جائیں، پھر وہ سارے لشکر کے سپہ سالار سمجھے جائیں گے۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قاصد کو رخصت کر دیا اور کوچ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اس قدر بیان فرما کر ذرا رُکے۔

باب ۳۴

قبولِ اسلام

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فوراً ہی بیان فرمانا شروع کیا:

حقیقت یہ ہے کہ ایرانیوں اور رومیوں نے اسلامی سلطنت کو ترقی کرتے ہوئے دیکھ کر خود ہی مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کی۔ مسلمانوں کا بالکل بھی ارادہ نہ تھا کہ وہ اپنی ان ہمسایہ سلطنتوں پر حملہ کریں۔ وہ عافیت اسی میں سمجھتے تھے کہ سرزمینِ عرب ہی میں محدود رہیں لیکن ایرانیوں نے اسلامی سلطنت کے باغیوں کی مدد کر کے مسلمانوں کو حملہ کی دعوت دی۔ چنانچہ مسلمان ایران پر حملہ آور ہوئے۔

اسی طرح رومی سلطنت کے ایک باج گزار شرجیل نے اسلامی قاصد کو بلاوجہ یہ سمجھ کر شہید کر دیا کہ مسلمانوں نے انتقاماً عیسائیوں پر یلغار کی۔ پھر وہ عرب کی سرحد سے آگے نہیں بڑھے مگر رومیوں نے مسلمانوں کے خلاف برابر ریشہ دوانیاں جاری رکھیں۔ مجبوراً مسلمانوں کو رومیوں کے مقابلہ میں بھی آنا پڑا۔

جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چاروں دستوں کو ملکِ شام کی طرف رخصت کیا تو تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''مسلمانو!! سنو۔ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہنا۔ نماز کسی وقت کی بھی قضا نہ ہونے دینا۔ بدعہدی بھول کر بھی نہ کرنا۔ راہِ صداقت سے کبھی قدم نہ ہٹانا۔ کسی شخص کی اعضاء تراشی نہ کرنا۔ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور کمزوروں پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ کھجوروں اور دوسرے پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا، زراعت کو پامال نہ کرنا، بغیر ضرورت کے کوئی بھیڑ، بکری، گائے، بیل اور گھوڑا ذبح نہ کرنا۔ راہبوں کو کوئی اذیت نہ دینا بلکہ ان کا احترام

کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جاؤ، وہ تمہیں فتح عطا فرمائے گا!''

چنانچہ چاروں لشکر روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجا کہ وہ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کو ایران کی مہم کا چارج دے کر ملکِ شام میں چلے جائیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نصف لشکر لے کر روانہ ہوئے اور ایک غیر معروف اور سخت دشوار گزار راستہ کو طے کر کے اس سرزمین میں داخل ہو گئے ہیں۔ میں ان کا پیام لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہا ہوں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اس وقت تک کے صرف اسی قدر حالات ہیں۔

پادری: میں مشکور ہوں کہ تم نے میری درخواست منظور کر کے مجھے اسلامی ہیرو کے حالات سنائے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: میں اپنا وعدہ وفا کر چکا ہوں۔ اب..........................

حضرت عامر رضی اللہ عنہ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں اور یہ بتائیں کہ آپ کون ہیں اور کیوں مسلمانوں سے دلچسپی رکھتے ہیں؟

پادری سمجھ گیا۔ اس نے جلدی سے کہا:

''اب کھانا کھا لیجئے۔''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ پادری کسی کے سامنے کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ وہ بھی خاموش ہو گئے۔

اسی روز عشاء کی نماز کے بعد جب راہب اور راہبات سب چلے گئے، شمعونہ بھی چلی گئی تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ خواب گاہ کے کمرہ میں جا کر سونے کی تیاری کرنے لگے۔ جس کمرہ میں حضرت عامر رضی اللہ عنہ تھے اس میں اندھیرا پھیلا ہوا تھا، کسی قسم کی روشنی نہ تھی۔ انہوں نے تھوڑی ہی دیر کے بعد کمرہ کے دروازہ پر کسی کے قدموں کی چاپ سنی۔ وہ چوکنے ہو گئے۔ دفعتہً انہوں نے ہلکی روشنی دیکھی جو اس قدر مدہم تھی کہ اس میں کوئی چیز صاف نظر نہ آتی تھی۔

وہ دروازہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کوئی شخص کمرہ میں داخل ہوا۔ وہ روشنی پر پردہ ڈالے ہوئے تھا۔ کمرہ میں آتے ہی اس نے پردہ اٹھا دیا۔ اب روشنی تمام کمرہ میں پھیل گئی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آنے والا پادری تھا۔

پادری نے ایک طرف روشنی رکھی اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا:

"معاف کرنا میں نے خلافِ وقت آپ کو تکلیف دی۔"

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ آپ کسی خاص وجہ سے ہی تشریف لائے ہیں!

پادری: آپ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ میں اس راز کو ظاہر کرنے آیا ہوں جس کا اشارہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کیا تھا، اور جس کے متعلق آپ اس وقت دریافت کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے اس گفتگو کو بڑھنے نہیں دیا تھا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: میں سمجھ گیا تھا کہ آپ سب کے سامنے اس بات کو کہنا نہیں چاہتے۔

پادری: یہی بات ہے۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہ صبح روانہ ہو جائیں گے اس لئے میں اپنا وعدہ وفا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ سنیں، میرا نام نسطورا ہے۔ میں بحیرا راہب جو بصریٰ میں تھے، اُن کا شاگرد ہوں۔ غالباً آپ بحیرا راہب کو سمجھ گئے ہوں گے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: کیا وہی بحیرا راہب جنہوں نے رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پیش گوئی کی تھی؟

نسطورا: جی ہاں!! جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بارہ سال کی تھی اور آپ اپنے چچا ابوطالب کے پاس رہتے تھے تو ابوطالب تجارت کے سلسلہ سے ملکِ شام روانہ ہوئے۔ چونکہ انہیں ایک دوسرے سے بڑی محبت تھی اس لئے ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ساتھ لے گئے۔

جب بصریٰ کے مقام پر پہنچے تو ان کا قافلہ ایک گرجا کے سامنے مقیم ہو گیا۔ اس گرجا میں بحیرا راہب رہتا تھا۔ وہ اس زمانہ کا زبردست عالم تھا۔ اس نے کافی پرانی آسمانی کتابیں پڑھ رکھی تھیں۔ ان کتابوں میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے متعلق جو پیشین گوئیاں کی گئی تھیں وہ اسے سب یاد تھیں۔

اس نے جب قافلہ کو گرجا کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو درختوں کو جھکتے ہوئے پایا۔ اسے بڑا تعجب ہوا۔ جب قافلہ فروکش ہو گیا تو وہ قافلہ میں آیا۔ اتفاق سے اس کی نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی۔ انہیں دیکھتے ہی وہ سخت متحیر ہوا کیونکہ ان میں وہ تمام علامتیں موجود تھیں جو آسمانی کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ابوطالب سے پوچھا:

"کیا یہ نوجوان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟"

ابوطالب نے جواب دیا: "نہیں۔"

بحیرا: تعجب ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم اس نوجوان میں وہ تمام علامتیں موجود ہیں جو آسمانی کتابوں میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تحریر ہیں۔ سنو!! اگر انہوں نے اس وقت تک

نبوت کا اعلان نہیں کیا تو عنقریب کریں گے۔ یہود ان کے بدترین دشمن ہیں وہ انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ تم یہودیوں سے انہیں بچانا۔ تمہارا ارادہ کہاں جانے کا ہے؟

ابوطالب: میں ملکِ شام میں جا رہا ہوں۔

بحیرا: تم انہیں لے کر وہاں نہ جاؤ۔ مناسب یہی ہے کہ یہیں سے واپس ہو جاؤ۔

ابوطالب کی سمجھ میں یہ بات آ گئی۔ وہ وہیں مالِ تجارت اچھے داموں پر فروخت کر کے مکہ معظمہ میں واپس لوٹ آئے تھے۔ یہ واقعہ تمام عرب میں مشہور ہو گیا تھا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے نسطورا سے فرمایا:

''بحیرا راہب کے واقعے کو آپ نے کیوں یاد کرایا؟''

نسطورا: اس لئے کہ بحیرا نے مرتے وقت تک یہ انتظار کیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلانِ نبوت فرمائیں اور وہ ان کے دین کو اختیار کر لیں۔ وہ عرب سے برابر خبریں منگواتے رہے لیکن جب کوئی خبر نہ آئی تو انہوں نے مرنے سے پہلے مجھے بلا کر ہدایت کی کہ جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کا اعلان فرمائیں تو میں ان کے مذہب کو اختیار کر لوں۔ چنانچہ ایک عرصہ تک میں بھی بصریٰ میں رہ کر انتظار کرتا رہا۔ لیکن جب میں نے بھی کوئی خبر نہ سنی تو میں اس ویرانہ میں آ کر رہنے لگا۔ ابھی چند روز ہوئے کہ میں نے سنا کہ عرب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ وہ وفات پا گئے اور ان کے پیروایران میں لڑ رہے ہیں۔ میرا ارادہ عرب جانے کا تھا۔ اتفاق سے آپ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ جو واقعات آپ رضی اللہ عنہ نے سنائے ہیں ان سے مجھے یہ اطمینان ہو گیا ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہو چکے ہیں اور مسلمان ان کے پیرو ہیں۔

بحیرا راہب نے جو کتابیں مجھے دی تھیں، میں نے انہیں پڑھا ہے۔ ان میں صاف طور پر لکھا ہے کہ عراق کی جانب سے سیاہ علم آئے گا۔ علمبردار چیچک رو اور قوی ہیکل ہوں گے اور وہ ملکِ شام کو فتح کر لیں گے۔ میں اسلام کی صداقت پر ایمان لے آیا۔ سب کے سامنے مسلمان نہیں ہو سکتا تھا۔ تنہائی میں مجھے مسلمان کر لو اور ابھی چند روز میرے مسلمان ہونے کا کسی پر ظاہر نہ کرو۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے اسی وقت نسطورا کو مسلمان کر لیا۔ نسطورا چلے گئے۔ صبح کو حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے سفر کی تیاری شروع کی، نسطورا نے انہیں ناشتہ کرایا۔ قدرے دن چڑھے حضرت عامر رضی اللہ عنہ شمعونہ کو ہمراہ لے کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

باب ۳۵

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی صلح جوئی

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے گزشتہ باب میں جو یہ بات بیان کی کہ ہرقل اعظم نے عرب پر حملہ کرنے کا قصد کر لیا تھا، بالکل صحیح تھی۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ ہرقل اعظم اسلام کی طرف مائل تھا اور اسلام کو سچا مذہب سمجھتا تھا اور وہ مسلمان ہونے کو بھی تیار تھا لیکن اس کے درباری متعصب قسم کے عیسائی تھے۔ اسلام اور مسلمانوں سے سخت ترین عداوت رکھتے تھے۔ ان کا عوام اور حکومت میں بڑا رسوخ تھا اس لئے وہ ان سے ڈرتا تھا اور ان کی مرضی پر چلتا تھا۔

چنانچہ درباریوں کے کہنے پر ہرقل اعظم نے جنگی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اسی اثنا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چار اسلامی دستے ملکِ شام کے چار مشہور صوبوں فلسطین، حمص، دمشق اور اردن کی طرف روانہ کئے۔ جب ہرقل اعظم کو ان فوجوں کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھی چار عظیم الشان لشکر چاروں صوبوں کی طرف روانہ کئے۔

اپنے بھائی تدارق کو نوے ہزار فوج کے ساتھ فلسطین میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں، جرجہ بن نوذ کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ دمشق، حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں، رفیقا بن نسطورس کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ حمص حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اور روقص نامی ایک مشہور سردار کو پچاس ہزار فوج کے ساتھ اردن میں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بھیجا۔

ان لشکروں کی روانگی سے ہی یہ انداز ہو سکتا ہے کہ قیصرِ روم نے عرب پر یلغار کرنے کی تیاریاں کس قدر مکمل کر لی تھیں۔ اس نے یک دم دو لاکھ چالیس ہزار فوجیں مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیج دیں۔ حالانکہ جب مسلمان عرب سے روانہ ہوئے تو ان کی تعداد آٹھ ہزار کے قریب تھی۔ البتہ بعد میں خلیفہ اوّل اور فوجیں بھی بھیجتے رہے جس سے مسلمانوں کی تعداد بڑھتی رہی مگر پھر بھی

ستائیس ہزار سے زیادہ نہ بڑھ سکی۔

سب سے پہلا مقابلہ فلسطین کے مشہور مقام جنادین میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لشکر سے تدارق کا ہو گیا۔ اگرچہ رومیوں کی تعداد نوے ہزار تھی اور مسلمان کل سات ہزار ہی تھے مگر مسلمان اس جوش و بہادری سے لڑے کہ انہوں نے دس ہزار عیسائیوں کو کاٹ ڈالا۔ عیسائی گھبرا کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس لڑائی میں مسلمان صرف ایک سو اکتیس شہید ہوئے۔

یہ معرکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ملکِ شام میں آنے سے قبل ہو چکا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو رہا کروا کے آرکہ کی طرف کوچ کیا۔ جب وہ آرکہ کے سامنے پہنچے تو وہاں کے حکمران نے ان کا مقابلہ کرنے کا قصد کیا۔

اس مشہور قلعہ میں حکیم شمعان رہتے تھے۔ وہی حکیم شمعان جنہوں نے شمعونہ کو پالا تھا۔ وہ زبردست عالم تھے۔ اس علاقہ کے چھوٹے بڑے آدمی سب ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ آرکہ کے سامنے جا کر فروکش ہوئے تو وہاں کے امراء حکیم شمعان کے پاس گئے اور ان سے کہا:

> ''ہم پر عرب حملہ آور ہوئے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ تم دانشمندانِ روم سے ہو، یہ مشورہ دو کہ ہم ان کا مقابلہ کریں یا ان سے صلح کر لیں؟''

شمعان: پہلے تم یہ دیکھو کہ اس لشکر کا علم کس رنگ کا ہے؟ سردار کون ہے اور کیسا آدمی ہے؟

ایک شخص: اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

شمعان: تم سننا ہی چاہتے ہو تو سنو!! پرانی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ عراق کی جانب سے جو پہلا علم آئے گا وہ سیاہ ہوگا۔ اس علم کے نیچے جس قدر لوگ ہوں گے ان کی داڑھیاں ہوں گی۔ ان کا لباس موٹا اور عام آدمیوں جیسا ہوگا۔ اس فوج کا سردار ایک قوی الجثہ چیچک رو شخص ہوگا۔ اس کا سینہ کشادہ اور دونوں کندھوں میں بڑا فرق ہوگا۔ اگر تم اس لشکر میں یہ سب باتیں دیکھو تو فوراً ان سے صلح کر لو۔ کیونکہ ہماری کتابیں یہ کہتی ہیں کہ یہ سردار تمام ملکِ شام کو فتح کرے گا۔ جو بھی اس کا مقابلہ کرے گا، وہ زیر ہوگا۔ اور اگر یہ باتیں نہ ہوں تو تم ان سے لڑو، تم فتح یاب ہو گے۔

دوسرا شخص: میں اسلامی لشکر میں گیا تھا۔ میں نے یہ سب باتیں دیکھی ہیں۔ اسلامی علم سیاہ رنگ کا ہے۔ لشکر کے تمام سپاہیوں کی داڑھیاں ہیں اور سپہ سالار کا حلیہ بالکل وہی ہے جو آپ نے بیان کیا۔

شمعان: تب تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم ان سے صلح کرلو۔

سب لوگ حکیم کے پاس سے اُٹھ کر حکمران کے پاس گئے اور حکیم شمعان نے جوان سے کہا تھا وہ بیان کیا۔

حکمران: پھر، تمہاری منشا کیا ہے؟

سب نے عرض کیا:

''ہمارے خیال میں لڑائی فضول ہے، صلح کر لیجئے۔''

حکمران: اچھا، مجھے غور کرنے کا موقع دو۔ میں کل صبح اپنی رائے ظاہر کروں گا!

سب لوگ چلے آئے۔ اسی وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا قاصد حاکمِ علاقہ کے پاس آیا۔ انہوں نے پیغام دیا تھا کہ تمہارے شہنشاہ ہرقل اعظم نے بلاوجہ ہمیں دعوتِ جنگ دی ہے۔ ہم اس سے لڑنے کے قصد سے آئے ہیں۔ چونکہ تم اس کے باج گزار ہو اس لئے ہم تمہارے سامنے شرائطِ صلح پیش کرتے ہیں۔ اگر ان شرطوں میں سے کسی شرط پر مصالحت کرلو تو یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہوگا۔ ہماری شرطیں یہ ہیں۔

اوّل تم مسلمان ہو جاؤ، ہم تم سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔ تم ہمارے بھائی ہو جاؤ گے!

مسلمان نہ ہو تو جزیہ دو۔ اس صلہ میں ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔

اگر جزیہ دینا منظور نہ کرو تو پھر تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کردے گی۔

حاکم نے یہ پیغام سن کر کہا:

''میں کل جواب دوں گا۔''

قاصد واپس لوٹ آیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رات کو لشکر کی حفاظت کا معقول انتظام کردیا۔ ایک دستہ طلایہ گری (پہرے) پر مقرر کردیا۔ یہ دستہ رات بھر گشت کرتا رہا۔

صبح کو جب کچھ دن چڑھ گیا تب قلعہ کا پھاٹک کھلا اور چند معززینِ شہر جو عمر رسیدہ تھے، قلعہ سے نکل کر اسلامی لشکر میں آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا۔ نہایت نرمی کے ساتھ ان سے گفتگو کی۔ پوچھا:

''کس لئے آئے ہو؟''

انہوں نے جواب دیا:

''مصالحت کے لئے!''

ان لوگوں کو حاکمِ قلعہ نے ہی بھیجا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ تمام امراء

مصالحت پر آمادہ ہیں تو حاکم کو اندیشہ ہوا کہ اگر اس نے صلح نہ کی تو کہیں اس کی قوم اسے گرفتار کر کے مسلمانوں کے حوالے نہ کر دے، اس لئے اس نے بھی مصالحت پر آمادگی ظاہر کی تھی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

''کس شرط پر صلح منظور ہے؟''

انہوں نے جواب دیا:

''ادائیگی جزیہ پر۔''

چنانچہ دو ہزار درہم کی چاندی اور ایک ہزار اشرفیوں پر صلح ہو گئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ لکھ کر ان کے حوالہ کر دیا۔ قلعہ مسلمانوں کے لئے کھول دیا گیا۔ مسلمان قلعہ کے اندر گئے، خرید و فروخت کی اور شام سے پہلے واپس چلے آئے۔

جب مسلمان قلعہ کے اندر گئے تھے تو آرکہ کے بعض عیسائیوں کو خیال ہوا تھا کہ اب مسلمان واپس نہ جائیں گے بلکہ قلعہ پر قبضہ کر لیں گے۔ لیکن جب انہوں نے مسلمانوں کو واپس لوٹتے ہوئے دیکھا تو کہا:

''بے شک مسلمان وعدہ کے پابند اور نیک ہیں!!''

اس مہذب زمانہ میں بھی تہذیب یافتہ فوجوں کا یہ حال ہے کہ جب کسی شہر میں داخل ہوتی ہیں تو غنڈہ گردی کرتی ہیں۔ لڑائی کے زمانہ کو جانے دو، صلح کے زمانہ میں بھی عورتوں کو چھیڑتے ہیں اور دوکانداروں کی چیزیں اٹھا لیتے ہیں۔ غرض ایسی غنڈہ گردی کرتے ہیں کہ شہری ان سے عاجز آ جاتے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ غیر ملکی سپاہیوں میں سے اکثر سپاہی بڑا ہی کمینہ پن ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن اُس زمانہ میں مسلمانوں کا ایک سپاہی بھی کوئی نامناسب حرکت نہ کرتا تھا۔ عربوں کے عدل اور وفائے عہد کی روایتیں مشہور ہو گئی تھیں۔

چنانچہ جب آرکہ والوں نے صلح کر لی تو اہلِ سختہ بھی آرکہ ہی میں آ کر مسلمانوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بھی ادائے جزیہ پر مصالحت کر لی۔ یہ خبر جب تدمر والوں کو ہوئی تو وہاں کے حاکم نے جس کا نام کرکرتھا، معززینِ شہر کو جمع کر کے کہا:

''ہمارے ملک پر جس قوم کے حملہ آور ہونے کی پیشین گوئیاں کی جاتی رہی تھیں وہ قوم حملہ آور ہوئی ہے۔ اس قوم سے لڑنا اور اس پر فتح پانا نہایت دشوار ہے۔ یہ قوم اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے۔ میں نے سنا ہے۔ مسلمان جو وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔ وہ عادل و منصف

ہیں۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے مصالحت کر لی جائے۔ آرکہ اور سختہ والوں نے بھی ان سے صلح کر لی ہے۔"

تدمر والے خود چاہتے تھے کہ مسلمانوں سے مصالحت کر لیں۔ وہ اپنے حاکم کرکر کی باتیں سن کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا:

"ہماری خود یہی رائے تھی کہ مسلمانوں سے صلح کر لی جائے!"

کرکر اسی وقت چند معززین اور معتمدین کو ساتھ لے کر آرکہ کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اسلامی لشکر آتا ہوا ملا۔ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اطلاع کرائی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے روبرو طلب کیا۔ جب وہ ان کے سامنے گیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی بڑی عزت و عظمت کی۔ وہیں قیام کر دیا اور کرکر کی خوب خاطر مدارت کی۔

اہل تدمر سے تین سو اوقیہ اور تین ہزار اوقیہ کی چاندی پر مصالحت ہو گئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صلح کی دستاویز لکھ کے کرکر کے حوالے کی۔ کرکر نے اسلامی لشکر کو دعوت دی۔ چنانچہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ تدمر پہنچے تو کرکر نے نہایت شاندار طریقہ پر دعوت کی۔

چونکہ اس نواح کے تمام علاقہ پر مسلمانوں کا مصالحت کی رو سے قبضہ ہو گیا اس لئے اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ بصریٰ کی طرف روانہ ہوئے۔

حصہ دوم

باب ا

معزولی پر اظہارِ مسرت

حضرت عامر رضی اللہ عنہ گرجا سے روانہ ہو کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف چلے۔ انہیں راستہ میں معلوم ہوا کہ ابھی تک ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ملکِ شام کی سرحد پر ہی مقیم ہیں۔ وہ مزید کمک کا انتظار کر رہے ہیں تا کہ جب اور لشکر آ جائے تب حمص کی طرف بڑھیں۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ سرحد ہی کی طرف چل پڑے۔ چند روز میں اسلامی لشکر میں پہنچ گئے۔

وہ سیدھے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے خیمہ پر پہنچے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ انہیں اور ان کے ساتھ ایک عیسائی لڑکی کو دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب دے کر دریافت فرمایا:

''کیا چیز ہے تمہارے پیچھے اے بیٹے طفیل کے؟''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''یا امین الامت رضی اللہ عنہ، نیکوکاری اور خوشخبری ہے۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: یہ تمہارے ساتھ لڑکی کون ہے؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: میں خود نہیں جانتا۔ ابھی اس نے اپنا مفصل حال بیان نہیں کیا ہے۔ یہ میرے ساتھ آرکہ سے آئی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: عجیب بات ہے، آرکہ سے تم دونوں ساتھ آ رہے ہو اور پھر تم اس سے اس کے متعلق دریافت نہیں کر سکے!

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: دریافت کیا تھا۔ اس نے اپنا کچھ حال سنایا تھا جس سے معلوم ہوا کہ اس لڑکی کے متعلق کوئی راز ہے۔ میں نے سارا حال دریافت کرنا چاہا تو اس نے جواب دیا کہ اسلامی لشکر میں پہنچ کر بقیہ حال سنائے گی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: بیٹی!! بتاؤ تم کون ہو؟

شمعونہ: میں خود نہیں جانتی!!

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اور بھی حیرت ہوئی۔ انہوں نے کہا:

''اس سے عجیب بات میں نے آج تک کوئی نہیں سنی۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ کسی کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کون ہے اور کس کی بیٹی ہے!!''

شمعونہ: میرے متعلق کوئی راز ہے۔ وہ راز چند آدمیوں کو معلوم ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اس راز کو کوئی بھی ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: کمال حیرت کی بات ہے۔ آخر تمہاری پرورش کس نے کی ہے؟

شمعونہ: آرکہ میں ایک مشہور اور ذی عزت شخص حکیم شمعان نامی ہیں۔ انہوں نے مجھے پالا ہے۔ میں انہیں ہی اپنا باپ سمجھتی رہی۔ میں نے از خود ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ شاید میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔ لیکن ایک روز آرکہ کے حاکم کی بیوی ہمارے گھر آئی۔ اس نے حکیم شمعان سے کچھ ایسی باتیں کیں جن سے مجھے معلوم ہوا کہ شمعان میرے باپ نہیں ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: کیا ان دونوں میں گفتگو تمہارے سامنے ہوئی تھی؟

شمعونہ: جی ہاں!! مگر ان دونوں کو میری موجودگی کا علم نہیں تھا۔ میں نے چھپ کر ان کی باتیں سن لیں۔ اسی روز سے مجھے معلوم ہوا کہ میں آج تک دھوکہ میں رہی۔ میں خود نہیں جانتی کہ میں کون ہوں، کس کی بیٹی ہوں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: شمعونہ!! کیا تم اپنا بقیہ حال اس وقت سنانا پسند کرو گی۔

شمعونہ: تھکاوٹ کی وجہ سے اس وقت ممکن نہیں۔ البتہ ایک دو روز میں سنا دوں گی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

''آپ رضی اللہ عنہ تو ایران کی مہم پر گئے تھے، وہاں سے یہاں کیسے آئے؟''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خط لے کر حاضر ہوا ہوں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: حضرت خالد رضی اللہ عنہ اچھی طرح ہیں؟

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: جی ہاں!! اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہیں۔ انہوں نے ایران کے بہت سے قلعے فتح کر لئے ہیں۔ ان کا قصد قادسیہ کی طرف کوچ کرنے کا تھا کہ خلیفۃ المومنین رضی اللہ عنہ کا حکم پہنچا کہ تم نصف لشکر لے کر ملکِ شام میں چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ آدھا لشکر لے کر آ رہے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کیا وہ تمہارے سامنے روانہ ہو چکے تھے؟
حضرت عامر رضی اللہ عنہ: میں نے انہیں آرکہ کے قریب چھوڑا تھا۔ وہ بھی عنقریب یہاں پہنچنے والے ہیں۔ یہ خط انہوں نے دیا تھا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے خط پیش کیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط کھول کر پڑھا اس میں لکھا تھا:

"یہ خط ہے (حضرت) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف سے امین الامت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سالارِ عسکرِ اسلامیہ کے نام!
حمد و نعت کے بعد معلوم ہو کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل نے ملکِ شام کے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ جس جگہ تک پہنچ چکے ہو وہیں ٹھہر جاؤ۔ یہاں تک کہ میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔
آپ رضی اللہ عنہ پر اور تمام مسلمانوں پر سلامتی ہو۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ اگرچہ اس خط میں انہیں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ وہ سپہ سالاری سے معزول کر دیئے گئے ہیں۔ انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ اپنی ترقی چاہتا ہے نہ کہ معزولی اور تنزلی۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اپنی معزولی کا ملال ہوتا لیکن بجائے کبیدگی اور رنج کے انہیں خوشی ہوئی۔ انہوں نے مسکرا کر فرمایا:

"اَلْحَمْدُلِلّٰهِ السَّمِيْعُ وَالطَّاعَةُ لِلّٰهِ وَالْخَلِيْفَةُ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ."

"یعنی سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت بخوشی منظور ہے۔"

شمعونہ نے حیرت سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا:

"کیا آپ کے بادشاہ (امیر المومنین) نے آپ رضی اللہ عنہ کو ترقی دی ہے؟"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: نہیں بیٹی! بلکہ مجھے میری خدمات سے سبکدوش کر دیا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو آ رہے ہیں، انہیں میری جگہ سپہ سالار مقرر کیا ہے۔
شمعونہ: لیکن آپ رضی اللہ عنہ ایسے خوش ہو رہے ہیں جیسے آپ رضی اللہ عنہ کو ترقی ملی ہو!
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: "ہمارا ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہے، نام و نمود کے لئے نہیں۔ جب میں سپہ سالار تھا تو میری ذمہ داریاں بڑھی ہوئی تھیں۔ اب میں سبکدوش کر دیا تو ذمہ داریاں کم ہو گئیں۔ میں خادمِ اسلام ہوں، خدمت کرتا رہوں گا۔"
شمعونہ: آپ لوگ بڑے ہی بے نفس اور دین دار ہو!!

اب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے کہا:

''جب میں مدینہ منورہ سے چلا تھا تو تنہا تھا۔ اس مقام پر آ کر حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ مجھے مل گئے۔ کل انہیں بصریٰ کی طرف روانہ کرنا ہے۔ آج ہی وہ اپنا لشکر لے کر علیحدہ مقیم ہو جائیں گے اور صبح کو نماز پڑھتے ہی اپنی منزلِ مقصود کی طرف چل پڑیں گے۔ میں ان کے خیمہ پر انہیں ہدایتیں کرنے جا رہا ہوں۔ تم اس لڑکی (شمعونہ) کو خواتین کے پاس پہنچا دو۔''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ شمعونہ کو لے کر سرا پردہ میں گئے اور وہاں شمعونہ کو چھوڑ آئے۔ انہیں یہ خیال ہوا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو جو بصریٰ روانہ کر رہے ہیں انہیں روانہ کرنے کا اختیار ہے یا نہیں۔ چنانچہ وہ اس بات کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کرنے کے لئے ان کے خیمہ پر گئے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ہیں۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ بھی وہیں پہنچ گئے۔

دیکھا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ انہیں نصیحتیں فرما رہے تھے:

''دیکھو تیز روی سے نہ چلنا، اپنے ساتھیوں کے آرام و راحت کا خیال رکھنا اور ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لینا۔ اگر دشمنوں کی بھاری تعداد سے مقابلہ ہو جائے تو جنگ میں جلدی نہ کرنا، موقع ہو تو مجھے اطلاع دینا۔''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ بھی ایک طرف بیٹھ کر یہ نصیحتیں سننے لگے۔ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خاموش ہوئے تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتے ہوں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''کیا تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: جی ہاں!!

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: کہو۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: میرے دل میں یہ خیال گزرا ہے کہ آپ جو یہ لشکر روانہ کر رہے ہیں، آپ کو اس کے بھیجنے کا اختیار بھی رہا ہے یا نہیں؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: مجھے اختیار ہے! کیونکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے خط میں یہ نہیں لکھا کہ لشکر روانہ نہ کروں، صرف یہ لکھا ہے کہ میں کہیں آگے نہ بڑھوں۔ چنانچہ میں خود کہیں نہیں جا سکتا

البتہ لشکر بھیج سکتا ہوں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ: ٹھیک ہے، میرا اطمینان ہو گیا۔ کس قدر لشکر آپ بھیج رہے ہیں؟

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ: میں چار ہزار مجاہدین کو بھیج رہا ہوں۔

اسی وقت حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ چار ہزار سرفروش مسلمانوں کو لے کر چلے اور تقریباً ایک میل چل کر مقیم ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ دونوں وہاں سے چلے آئے۔

دوسرے روز صبح ہوتے ہی حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر بصریٰ کی طرف روانہ ہو گئے۔

باب ۲

بصریٰ پر یورش

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل نے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو ملکِ شام کے مشہور صوبہ اردن کی طرف روانہ کیا تھا۔ وہ شام کی سرحد پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے مل گئے تھے۔ اب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بصریٰ کی طرف روانہ کیا۔

بصریٰ اردن کے راستہ میں نہایت مشہور شہر تھا۔ اس کا قلعہ بڑا مضبوط، شاندار اور وسیع تھا۔ وہاں سالانہ میلہ لگتا تھا۔ میلہ کے موقع پر اطرافِ ملک سے رومی تجارت کے لئے آتے تھے۔

اوّل تو بصریٰ میں ہی کافی فوج موجود رہتی تھی، دوسرے ہرقل اعظم میلہ کے موقع پر شہر اور میلہ کی حفاظت کے لئے اور فوج بھی بھیج دیتا تھا۔

جب حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ بصریٰ کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ وہاں سالانہ میلہ لگا ہوا ہے۔ بارہ ہزار فوج تو بصریٰ کی ہے، اس سے زیادہ سپاہ بصریٰ کی حفاظت کے لئے ہرقل اعظم نے بھیج دی ہے۔

اس کے علاوہ رومیوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمان ملکِ شام کی سرحد پر آ گئے ہیں اس لئے ہزاروں جنگجو از خود میلہ کی محافظت کرنے کے لئے وہاں آ گئے تھے۔ اس سے رومیوں کی تعداد چالیس ہزار کے قریب پہنچ گئی تھی۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ کل چار ہزار مجاہدین تھے۔ انہوں نے چاہا کہ وہ لوٹ جائیں لیکن انہیں شرم آئی۔ سوچا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔ وہ بڑھ کر بصریٰ کے سامنے پہنچ گئے۔

اس اسلامی لشکر کو دیکھتے ہی رومیوں نے شور و غوغا کیا۔ بازاری لوگوں پر ہراس طاری ہو گیا۔ اس وقت بصریٰ کا حاکم روماس تھا۔ ہرقل اعظم کے دربار میں اس کا بڑا رتبہ تھا۔

وہ گرانڈیل اور بڑے لمبے قد کا تھا۔ لوگ اس کے جثہ اور قد کو دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ وہ بڑا بہادر اور جنگجو تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ اس کے پاس مذہب اور حکمت کا علم بہت زیادہ تھا۔ پرانی کتابوں کا بہت زیادہ مطالعہ کئے ہوئے تھے۔ سالانہ میلہ کے موقع پر وہ ایک بلند مقام پر لوہے کی کرسی پر بیٹھ کر لوگوں کو نصیحتیں کیا کرتا تھا۔

جب حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ بصریٰ میں پہنچ کر مقیم ہوئے تو ایک روز وہ اپنے ساتھ چند معززین لوگوں کو لے کر اسلامی لشکر کے قریب آیا اور اسلامی لشکر کے سالار کو طلب کیا۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے۔ روماس نے پوچھا:

''تم کون لوگ ہو؟''

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''ہم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی رضی اللہ عنہم ہیں جو امی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ وہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا ذکر توریت اور انجیل میں موجود ہے۔''

روماس: تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کام کیا؟

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ: انہوں نے توحید کی تبلیغ کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر کے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔

روماس: ان کا جانشین کون ہوا ہے؟

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ: ان کے جانشین عبداللہ عتیق ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما ہوئے ہیں۔

روماس: میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر سنا تھا۔ میں پرانی کتابیں بھی پڑھا ہوا ہوں۔ سمجھتا ہوں کہ جس محترم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر توریت اور انجیل میں ہے وہ وہی تھے۔ تم لوگ حق پر ہو۔

تم عراق و شام کے مالک ہو جاؤ گے۔ میں تم کو مہربانی سے کہتا ہوں کہ تمہاری جمعیت تھوڑی ہے اور ہماری جماعت زیادہ ہے، تم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر تم اپنے ملک کو واپس لوٹ جاؤ تو ہم تم سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ: آپ شاید اس بات کو نہیں جانتے کہ مسلمان طاقت یا کثرت کے بل بوتے پر جنگ نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد پر لڑتے ہیں۔ اگر ہم حق پر ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور فتح سے ہمکنار کرے گا۔

ہم تمہارے پاس تین باتیں لے کر آئے ہیں۔ جب تک تم ان میں سے کوئی ایک بات نہ مانو گے ہم ہرگز تم سے جدا نہ ہوں گے یا تم مسلمان ہو جاؤ، یا جزیہ دو یا لڑو!!

روماس: ہم نہ مسلمان ہو سکتے ہیں نہ جزیہ دے سکتے ہیں۔ البتہ لڑنے کو تیار ہیں لیکن شاید تم اس بات کو نہیں جانتے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو تمہارے بادشاہ ہیں وہ میرے دوست ہیں۔ اگر وہ یہاں ہوتے تو ہرگز مجھ سے نہ لڑتے، تم بھی نہ لڑو۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ: تم اس بات کو نہیں جانتے ہو کہ وہ پختہ عقیدہ کے مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے مامور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم!! اگر ان کے بیٹے اور بھتیجے بھی مذہب وملت کے خلاف کوئی کام کریں تو وہ انہیں بھی معاف نہ کریں۔

روماس: اچھا تم ٹھہرو۔ میں اپنی قوم کو سمجھا کر دیکھوں اگر وہ مسلمان ہونے یا جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو اچھا ہی ہے۔

یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا۔ اس نے اپنی قوم کے تمام سرکردہ لوگوں کو جمع کر کے کہا:

''اے اہل دینِ نصرانیہ اور اے اہل معمودیہ!! تم میں سے زیادہ لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ ہماری پرانی کتابوں میں عربوں کا ہمارے شہروں میں آنے اور ہمارے قلعوں پر قابض ہو جانے کا ذکر لکھا ہے، اس کا وقت آ گیا ہے۔ تمہیں خوب معلوم ہے کہ تدارق کی ایک لاکھ جمعیت کو صرف سات ہزار مسلمانوں نے فلسطین کے مقام پر ہزیمت دے کر بھگا دیا۔ ان لوگوں کا سپہ سالار جس کا نام حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہے، عراق کی طرف سے بڑھا چلا آ رہا ہے۔ ان سے جنگ کر کے کامیاب ہونا مشکل ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم اہل عرب سے ادائے جزیہ پر صلح کر لو۔''

روماس کی یہ گفتگو سن کر تمام قوم بھڑک اٹھی۔ روماس ڈر گیا۔ اس نے کہا:

''میں تمہاری غیرت وحمیت کا امتحان کرنا چاہتا تھا۔ اگر تم لڑنا چاہتے ہو تو لڑو۔ میں تم سے آگے ہوں گا!''

اسی وقت رومی مسلح ہو کر میدان میں نکلے۔ روماس بھی ہتھیار لگا کر فوج کے ساتھ آ گیا۔ رومیوں نے میدان میں آتے ہی فوج کو باقاعدہ ترتیب دیا۔ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ بھی مجاہدینِ اسلام کو لے کر میدانِ جنگ میں آ گئے۔ انہوں نے بھی لشکر کو صف بستہ کر دیا۔

چونکہ رومی تعداد میں بہت زیادہ تھے اس لئے ان کی صفیں لمبی اور زیادہ تھیں۔ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے فرزندانِ توحید!! ہر مجاہد شہادت کا طلب گار ہے۔ ہم سب مجاہدین

ہیں۔شہادت ہماری عین تمنا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

"الجنة تحت ظلال السيوف."

"بہشت تلواروں کے سایہ میں ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون کا وہ قطرہ اور وہ آنسو بہت زیادہ پیارا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے جاری ہو۔دشمنوں کی کثرت کا خیال نہ کرو۔پروردگارِ عالم نے اعانت کا وعدہ کیا ہے۔وہ یقیناً مدد کرے گا۔اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حملہ کرو۔"

رومیوں نے اچانک حملہ کر دیا۔مسلمانوں کی تھوڑی تعداد دیکھ کر ان کے حوصلے بڑھ گئے۔مسلمان بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ان کے مقابلہ میں آ گئے۔جنگ شروع ہو گئی۔تلواریں میانوں سے نکل آئیں اور پھرتی سے نبرد آزما بہادروں کو قتل کرنے لگیں۔

رومیوں کی اس قدر کثرت تھی کہ ماجد بن رویم العبسی کہتے ہیں کہ میں حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔دشمنوں نے ہمیں نرغہ میں لے لیا تھا۔ہم لوگ رومیوں کے حلقہ میں بالکل اس طرح تھے جیسے سیاہ اونٹ پر کوئی سپید تل ہو۔

لیکن باوجود اس قدر قلت کے مسلمانوں کو گویا کوئی فکر ہی نہ تھی۔وہ نہایت صبر و استقلال سے لڑ رہے تھے۔ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے رومیوں کو دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔رومی پُر زور حملے کر کے مسلمانوں کو کچل دینا چاہتے تھے۔وہ جوش میں آ آ کر تلواروں کے وار کر رہے تھے۔مسلمان زخمی ہوتے جا رہے تھے۔

مسلمان دشمنوں کے وار روک کر جب خود حملہ کرتے تھے تو رومیوں کو قتل کر کے پیچھے ہٹا دیتے تھے۔لیکن رومی پھر فوراً ہی بڑھ آتے تھے اور پھر پر جوش حملے کر کے مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنے کی جدوجہد کرنے لگتے تھے۔

نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی۔تلواروں پر تلواریں پڑ رہی تھیں اور سروں پر سر کٹ کٹ کر اچھل رہے تھے۔خون کی بارش ہو رہی تھی اور لڑنے والے خون سے تر بتر ہوتے جا رہے تھے۔

یوں تو ہر مسلمان بڑی دلیری اور جانبازی سے لڑ رہا تھا مگر حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نہایت ہی جرأت و ہمت سے لڑ رہے تھے۔وہ کسی ایک جگہ جم کر نہ لڑتے تھے بلکہ جس طرف رومیوں کا دباؤ بڑھ جاتا اسی طرف حملہ کر کے رومیوں کو تہِ تیغ کر ڈالتے تھے۔ان کے جلو میں فقط پچاس سواروں کا رسالہ تھا۔جس طرف یہ رسالہ ٹوٹتا تھا رومیوں کا صفایا کر دیتا تھا۔لاشوں پر لاشیں گرا دیتا

تھا۔

اگر چہ مسلمانوں نے ہزاروں رومیوں کو مار ڈالا تھا لیکن ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ہزاروں کے مارے جانے پر بھی ان کی کثرت میں کمی نہ معلوم ہوتی تھی۔ مسلمان بھی اس بات کو دیکھ رہے تھے مگر ان کے حوصلوں میں اس سے کوئی کمی نہ ہوئی بلکہ وہ یہ خیال کر کے کہ ان رومیوں کا قلع قمع کرنا ہی ہے اور بھی شدت سے حملے کرنے لگتے تھے۔

رومیوں کا خیال تھا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرتے ہی یا تو انہیں کچل ڈالیں گے یا شکست دے کر بھگا دیں گے لیکن جب ان کے پُر زور حملے کرنے کے باوجود ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہ ہوئی تو انہیں بڑا غصہ آیا۔ وہ اور بھی غضب ناک ہو ہو کر حملے کرنے لگے۔

مگر مسلمان گویا لوہے کے بنے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں پر رومیوں کی تلواریں بہت کم اثر کرتی تھیں۔ جو مسلمان زخمی ہو جاتا وہ جوش میں آ کر اس سختی سے حملہ کرتا کہ رومی گھبرا کر پیچھے دب جاتے تھے۔

جب لڑائی نے طول پکڑا اور دوپہر کا وقت ہو گیا تب حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی:

''یا حی یا قیوم!! اَے اَرض و سما کے مالک!! اَے پروردگار عالم!!!! تو نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملکِ شام و فارس کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔
اے اللہ تعالیٰ!! ہم تیری توحید کے قائل اور عیسائی تیری یکتائی کے منکر ہیں۔ غیب سے ہماری مدد کر اور ہمیں کافروں پر فتح عطا فرما۔''

ابھی حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ ہاتھ اُٹھائے ہوئے تھے کہ دفعتہً حوران کی طرف سے غبار اٹھا۔ جب وہ غبار نزدیک ہوا اور گرد کا دامن چاک ہوا تو اسلامی علم اور مجاہدینِ اسلام آتے ہوئے نظر آئے۔ سب سے آگے دو سوار گھوڑا لئے اُڑتے چلے آ رہے تھے۔

جب قریب آئے تو ان میں سے ایک نے فرمایا:

''میں خالد بن ولید ہوں!''

دوسرے فرمانے لگے:

''میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق ہوں!''

اس اسلامی لشکر کو دیکھتے ہی رومیوں کی ہمتیں پست ہو گئیں اور مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔

باب ۳

بصریٰ کی فتح

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ دونوں نے آتے ہی نہایت سختی سے حملہ کیا۔ ان کے بعد ایک سوار صرف تہبند باندھے ہوئے آئے۔ وہ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے۔ ان کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ انہوں نے بلند آواز سے فرمایا:

''ہوشیار ہو جاؤ او کافرو!! بے ختنہ بریدو۔ میں ضرار بن الازور ہوں۔ میں مسلم شہسوار ہوں۔ میرا نیزہ آہن شگاف ہے!''

یہ کہتے ہی انہوں نے بھی شدت سے حملہ کیا۔ ان کے بعد تمام ہمراہیانِ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہایت جوش سے حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے عیسائیوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا۔ ان کی کئی صفوں کو زیروزبر کر ڈالا، دور تک لاشیں بچھا دیں۔

عیسائی پیچھے لوٹ گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس وقت ان کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور میدانِ جنگ سے لوٹ آئے۔

مسلمان اپنے کیمپ میں آ گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''کیا آپ رضی اللہ عنہ کے علم نہ تھا کہ ان ایام میں یہاں (بصریٰ میں) میلہ لگتا ہے اور میلہ کی حفاظت کے لئے قیصر فوجیں بھیجتا ہے؟''

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ: معلوم تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی بھاری جمعیت پر حملہ کرنے کی کیسے جرأت کی؟

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ: میں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: وہ مردِ مسلمان، بھولے بھالے اور سیدھے سادھے ہیں۔ طریقِ جنگ

سے بخوبی واقف نہیں ہیں۔

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آرام کرنے کا حکم دیا۔ رات کو ایک دستہ حفاظت پر مامور کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو رومی پھر میدانِ جنگ میں نکل کر صف بستہ ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی جیشِ اسلام کو لے کر میدان میں آ گئے۔

جب دونوں لشکر صف بستہ ہو گئے تب روماس شاہی لباس پہن کر ایک گرانڈیل گھوڑے پر سوار صفوں کو چیر کر نکلا اور دونوں لشکروں کے بیچ میں کھڑے ہو کر بولا:

''میرے مقابلہ میں اسلامی لشکر کے سردار نکل آئیں۔''

فوراً حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنا گھوڑا بڑھا کر اس کے مقابلہ میں پہنچ گئے۔ روماس نے پوچھا:

''کیا تم ہی اسلامی لشکر کے سردار ہو؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: مسلمان لوگ ایسا ہی جانتے ہیں۔ مگر میں ان کا سردار اسی وقت تک ہوں جب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کروں۔

روماس: سنئے!! میں نے بہت سی پرانی کتابیں پڑھی ہیں۔ میں تمہارے مذہب کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: پوچھئے۔

روماس: کیا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی کتاب نازل ہوئی ہے؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ہاں!! اس کتاب کا نام قرآن مجید ہے۔

روماس: تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کیا تھا؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

روماس: شراب حرام رہی یا حلال؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: شراب حرام کر دی گئی۔ جو شخص شراب پیئے اس پر حد جاری ہوتی ہے۔ اسی طرح جو زنا کرتا ہے، عورت ہو یا مرد اس کو دُرّے لگتے ہیں اور اگر مرد بیوی والا یا بیوی شوہر والی زنا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ انہیں سنگسار کر دیا جائے۔

روماس: کیا تم پر نماز فرض ہوئی؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ہاں، پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی ہے۔

روماس: اور حج؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ہم لوگ خانہ کعبہ کا حج کرتے ہیں۔

روماس: اور جہاد؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: جہاد بھی فرض ہے۔

روماس: ہماری پرانی کتابوں میں یہ سب باتیں لکھیں ہیں، تمہارا مذہب سچا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: پھر تم مسلمان کیوں نہیں ہوتے؟

روماس: مجھے خوف ہے کہ اگر میں مسلمان ہو گیا تو میری قوم مجھے اور میرے اہل و عیال کو مار ڈالے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ میری ساری قوم مسلمان ہو جائے۔ لیکن دریحان جو میلہ کی حفاظت کرنے والی فوج کا سردار ہے، قوم کو ورغلا رہا ہے۔ میں یہاں سے واپس جا کر قوم کو سمجھاؤں گا۔

یہ کہہ کر روماس نے واپسی کا قصد کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر تم بغیر لڑے واپس جاؤ گے تو قوم شک کرے گی۔ بہتر ہے لڑو، تا کہ کسی کو شک نہ ہو۔''

دونوں نے لڑائی شروع کی۔ کچھ وقفہ کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سختی سے حملہ کیا اور روماس بھاگا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کچھ دور تک تعاقب کر کے پلٹ آئے۔

روماس اپنی قوم میں پہنچا۔ اس نے معززینِ قوم سے فرمایا:

''ان مسلمانوں پر فتح پانا مشکل ہے۔ بہتر ہے ان سے صلح کر لو۔''

لوگوں نے کہا:

''تم پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا ہے۔ تم گھر میں جا کر بیٹھو۔ دریحان تمہارا قائم مقام ہو گا۔''

دریحان کو ان لوگوں نے پہلے ہی لڑائی پر آمادہ کر لیا تھا، اور اس سے یہ وعدہ کیا تھا کہ فتح یابی کے بعد ہرقل اعظم کی خدمت میں جا کر تمہیں بصریٰ کی حکومت دلا دیں گے۔

چنانچہ اب دریحان مسلح ہو کر میدان میں نکلا۔ اس کے مقابلہ میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ گئے۔ دریحان نے ان پر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ انہوں نے اس کا حملہ روک کر خود بھی حملہ کیا۔

دونوں جنگی فنون سے خوب واقف تھے۔ نہایت ہوشیاری سے لڑنے لگے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں دریحان تھک گیا۔ اسے خوف ہوا کہیں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس کا خاتمہ نہ کر ڈالیں۔ وہ ان کے مقابلہ سے بھاگا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ دونوں گھوڑے تیزی سے دوڑے۔ دریحان کا گھوڑا تیز دوڑنے والا تھا۔ وہ دریحان کو بچا لے گیا۔ جب وہ اپنے لشکر میں پہنچا تو لوگوں نے اس سے پوچھا:

''تم کیوں بھاگ آئے؟''

دریحان نے جواب دیا:

''اگر میں بھاگ کر نہ آتا تو مار دیا جاتا!''

رومی یہ سن کر کچھ ہراساں ہو گئے۔ عین اس وقت اسلامی لشکر نے حملہ کر دیا۔ رومی بھی آگے بڑھ کر مسلمانوں سے لڑنے لگے، گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ مسلمانوں نے بڑی پھرتی سے رومیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے ان کی لاشوں سے میدانِ جنگ کو بھر دیا۔ رومی گھبرا کر بھاگے اور قلعہ میں گھس کر فصیل پر جا چڑھے۔ انہوں نے فصیل کے اوپر سے تیروں اور پتھروں کی بارش کر کے مسلمانوں کو، جو قلعہ پر دھاوا بولے بڑھے چلے آ رہے تھے، روک دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس وقت لڑنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ بمع اپنے لشکر کے پلٹ آئے۔ جب رات ہوئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک سو سوار دے کر لشکر کی حفاظت و گرداوری پر مقرر کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز پڑھ کر گشت کرنے لگے۔ یہ لوگ قلعہ کی طرف گشت کر رہے تھے۔

رات کافی اندھیری تھی۔ ابھی ایک تہائی رات گزری تھی کہ دفعتاً ان کے گھوڑوں نے کنوتیاں کھڑی کیں اور ہنہنانے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غیر شخص ہم سے قریب ہے۔''

اسی وقت ایک سوار نمودار ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اسے گرفتار کرنے کے لئے اس کی طرف جھپٹے۔ اس سوار نے کہا:

''نرمی اختیار کرو اے عربی برادر، میں بصریٰ کا حاکم روماس ہوں۔ تم مجھے اپنے سردار کے پاس لے چلو۔''

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ روماس کو لے کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے۔

روماس نے ان سے کہا:

''میری قوم مجھ سے بدظن ہو گئی۔ اس نے مجھے مار ڈالنے کی دھمکی دی ہے۔ میرا محل فصیل سے ملا ہوا ہے۔ میں فصیل میں نقب لگا کر آیا ہوں۔ تم

چند بہادر مسلمانوں کو میرے ساتھ بھیج دو، شاید اللہ تعالیٰ قلعہ فتح کرا دے۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا۔انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"میں نے آپ کو اس مہم پر نامزد کیا۔آپ سو سوار منتخب کر کے روماس کے ساتھ چلے جائیں۔"

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے سو سوار منتخب کئے اور روماس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ روماس انہیں نقب کے ذریعہ سے اپنے مکان میں لے گیا۔ وہاں انہیں رومی لباس پہننے کو دیا۔ عبدالرحمٰن نے پچیس پچیس سواروں کو شہر کے چاروں دروازوں پر متعین کر دیا اور یہ ہدایت کر دی کہ جب تم تکبیر کی آواز سنو تو دروازوں کے محافظوں کو قتل کر کے پھاٹک کھول دو۔

اس کے بعد روماس حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر دریحان کے پاس پہنچا۔ اس وقت دریحان شراب نوشی میں مصروف تھا۔

اس نے روماس سے دریافت کیا:

"یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟"

روماس نے جواب دیا:

"یہ مسلمانوں کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ہیں۔ تجھے دوزخ میں بھیجنے کے لئے آئے ہیں۔"

دریحان جلدی سے تلوار لے کر اٹھا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ایسا تلوار کا وار کیا کہ دریحان کا سر اُڑ گیا۔ اسی وقت حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے زور سے تکبیر کہی۔ شہر کے چاروں طرف جو مسلمان دروازوں پر پہنچ گئے تھے انہوں نے بھی تکبیر کہہ کر محافظوں کو قتل کر کے پھاٹک کھول دیئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر قلعہ کے نیچے پہنچ گئے تھے۔ وہ جلدی سے قلعہ میں جا گھسے۔ اس وقت صبح ہوگئی تھی۔ مسلمانوں نے قلعہ میں گھس کر رومیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ رومی ناامید ہوگئے۔ وہ امان امان چلانے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں امان دے دی۔

اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت جمع کرنا شروع کیا۔ مسلمان تمام شہر میں گشت کرنے لگے۔ اس وقت مسلمانوں نے دیکھا کہ روماس سے ایک عورت لڑ رہی ہے۔ لوگوں نے

روماس سے پوچھا:

''یہ کون عورت ہے؟''

روماس نے کہا:

''یہ میری بیوی ہے۔ میرے ساتھ چلنے کو تیار نہیں۔''

عورت نے چلا کر کہا:

''تیرا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ مسلمانو، مجھے اپنے سردار کے پاس لے چلو۔ وہی میرا فیصلہ کریں گے۔''

مسلمان اسے اور روماس کو لے کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں دونوں کے جھگڑے کی بات سنائی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مترجم کے ذریعے سے عورت سے دریافت کیا:

''تیرا کیا استغاثہ ہے؟''

عورت نے کہا:

''رات میں نے خواب میں ایک نہایت خوبصورت ہستی کو دیکھا۔ ان کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ مبارک لبوں پر تبسم تھا۔ میں نے ان سے عرض کی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ مسلمان میرے امتی ہیں۔ یہ لوگ تمام ملکِ شام کو فتح کر لیں گے۔ اسلام سچا مذہب ہے۔ اگر تُو نجات چاہتی ہے تو مسلمان ہو جا!

میں مسلمان ہو گئی۔ انہوں نے مجھے دو سورتیں، سورۂ فاتحہ اور سورۂ قل ھو اللہ احد یاد کرا دیں۔ میرا شوہر روماس عیسائی ہے اور میں مسلمان۔ اب میرا اس سے کیا واسطہ رہا؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس سے دونوں سورتیں سنیں۔ تمام مسلمانوں کا اس معجزے سے ایمان تازہ ہو گیا۔ انہوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر کہا:

''میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تمہارے شوہر روماس تم سے پہلے مسلمان ہو چکے ہیں۔''

عورت خوش ہو گئی۔ اس نے کہا:

''تب میرا اِن سے کوئی جھگڑا نہیں رہا۔ اگر یہ پہلے ہی مجھ سے یہ بات کہہ

دیتے تو یہ معاملہ اتنا طول کیوں پکڑتا؟"

روماس: خدا تیرا بھلا کرے! تُو نے بات تو کرنے ہی نہیں دی، لڑائی پر آمادہ ہوگئی۔ میں کہتا ہی کیا؟

عورت: مجھ سے غلطی ہوئی، معاف کر دیجیے!!

روماس: معاف کر دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بصریٰ پر قبضہ کر کے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو فتح نامہ لکھا اور لکھا کہ میں دمشق جا رہا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی وہیں آ کر مجھ سے مل جائیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بمعہ اپنے تمام لشکر کے دمشق کی طرف روانہ ہو گئے۔

باب ۴

دو عیسائیوں کی گرفتاری

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بصریٰ سے کوچ کر کے دمشق کے قریب پہنچے۔ دمشق ملکِ شام کا نہایت مشہور اور پُر رونق شہر تھا۔ وہ شام کی بہشت کہلاتا تھا۔ وہاں کا فرمانروا عزرائیل نامی ایک رومی عیسائی تھا۔ بڑا بہادر اور شہ زور تھا۔ دمشق کے قریب ایک مقام غُوطہ تھا جو نہایت ہی سبزہ زار اور دلکش تھا، اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے وہاں قیام کرنے کے بعد دیرِ خالد رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہوا۔

ہرقل اعظم کو مسلمانوں کی فتوحات کی خبریں برابر پہنچ رہی تھیں۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عراق کی جانب سے آ کر تدمر، آرکہ، حوراں، بخنہ اور بصریٰ پر قبضہ کر لیا ہے اور اب دمشق پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ اس نے اپنے نامور سپہ سالاروں میں سے کلوص نامی سپہ سالار کو پانچ ہزار فوج کے ساتھ دمشق کی حفاظت کے لئے بھیجا۔

کلوص نے دمشق میں آ کر یہ کوشش کی کہ اہلِ شہر عزرائیل کے معزول کئے جانے کی درخواست ہرقل اعظم سے کریں اور وہ یعنی کلوص وہاں کا فرمانروا بنا دیا جائے۔ عزرائیل کو جب معلوم ہوا۔ تو اس نے کہا:

''جو مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دے گا دمشق کا وہی حاکم ہو گا!''

دونوں نے اس بات کو مان لیا۔ طے یہ پایا کہ ایک روز کلوص جنگ کرے اور ایک روز عزرائیل۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ابھی ان کے آنے کی کوئی خبر نہ آئی تھی کہ ایک روز رومی لڑائی کے لئے تیار ہو کر میدان میں نکلے اور صف بستہ ہو گئے۔ لیکن عزرائیل یا کلوص میں سے ابھی کوئی بھی میدان میں نہ آیا۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ پہلے وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں نکلے۔ آخر قرعہ ڈالا گیا۔ کلوص کا نام نکلا۔ وہ بہت شاندار لباس پہن کر لشکر میں پہنچا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اسلامی لشکر کو لے کر میدان میں آئے اور اس طرح لشکر کو صف بستہ کیا کہ وہ اصل سے دوگنا معلوم ہونے لگا۔ انہوں نے میمنہ پر حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی رضی اللہ عنہ کو، میسرہ پر حضرت مسیّب بن نخبتہ الفرازی رضی اللہ عنہ کو، قلب کے داہنے بازو پر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو، بائیں بازو پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور ساقہ پر حضرت سالم بن نوفل رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور خود قلب میں رہے۔

پہلے حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تنہا رومی لشکر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ وہ اس وقت میلے کپڑے پہنے تھے۔ پرانا سا عمامہ شریف باندھے ہوئے ایک لاغر اندام گھوڑی پر سوار تھے۔ گھوڑی تھی تو دبلی پتلی لیکن تیز ایسی تھی کہ ہوا سے باتیں کرتی تھی۔

انہوں نے گھوڑی کو دوڑایا اور رومیوں کے لشکر کے قریب پہنچ کر ان کی صف پر حملہ کر کے ایک رومی کے ایسا نیزہ مارا کہ اس کی زرہ کو توڑ کر سینہ کے پار نکل گئی۔ اس نے چیخ ماری اور مردہ ہو کر گرا۔

رومی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو تنہا آتا دیکھ کر یہ سمجھنے لگے کہ وہ کوئی پیغام لے کر آ رہے ہیں۔ مگر جب انہوں نے حملہ کیا تو انہیں بڑا غصہ آیا۔ ایک رومی نے بڑھ کر ان پر حملہ کیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی نیزہ مارا اور اسے بھی مار ڈالا۔ پھر انہوں نے دو اور سواروں پر حملے کر کے انہیں بھی مار ڈالا۔ اس طرح انہوں نے چار سواروں کو مار ڈالا۔ پھر واپس لوٹتے ہوئے پیادوں پر حملہ کر دیا اور چھ پیادوں کو موت کی آغوش میں پہنچا دیا۔

رومیوں نے تیروں اور نیزوں کی بارش کر دی۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کی کارگزاری کا شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا:

"اے بیٹے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے تم بھی تنہا حملہ کرو اور دشمنوں کے دلوں کو رعب سے بھر دو۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بھی حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے بھی چار سوار اور چار پیادے مار ڈالے۔ وہ بھی واپس چلے آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کا بھی شکریہ ادا کیا۔

اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خود تنہا ہی حملہ کیا۔ رومی مسلمانوں کی اس حیرتناک بہادری کا ذکر ہی کر رہے تھے کہ مسلمان ایک ایک آتے ہیں اور ان کے لشکر پر حملہ کر کے آٹھ دس آدمیوں کو

مار کر لوٹ جاتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حملہ کر دیا۔ انہوں نے بہت سے سواروں کو مار ڈالا۔ ان کا رخ کلوص کی جانب ہو گیا۔ کلوص خوف زدہ ہوا کہ کہیں وہ اسی پر حملہ نہ کر دیں۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ حملے کر کے دس رومیوں کو مار ڈالا اور پیچھے ہٹ کر لڑنے والے کو طلب کیا۔ چونکہ رومی ان کی بہادری دیکھ چکے تھے اس لئے کسی کو ان کے مقابلہ میں نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔

دمشق کے امراء نے کلوص سے کہا:

''تم اس شخص کے مقابلہ میں نکلو۔ یہ مسلمانوں کا سردار ہے۔''

کلوص انکار نہ کر سکا۔ وہ عربی نہیں جانتا تھا۔ جرجس نامی ایک شخص کو مترجم کے طور پر اپنے ساتھ لایا۔ اس نے راستہ میں جرجس سے کہا:

''اگر تُو دیکھے کہ یہ مسلمان مجھ پر غالب ہو جاتا ہے، تو تُو بھی اس پر حملہ کر دینا۔ میں اس صلہ میں تجھے بہت دولت دوں گا اور اپنا مصاحب بنا لوں گا۔''

جرجس نے کہا:

''میں لڑنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ یہ مسلمان ایسا بہادر معلوم ہوتا ہے کہ مجھ جیسے پچاس آدمیوں کے لئے کافی ہے۔ اگر میں مارا گیا تو تمہاری دولت کس کام آئے گی؟ البتہ میں تمہاری دلیری کی تعریف کر کے اس مسلمان کے دل میں تمہارا خوف ڈال دوں گا۔''

دونوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ جرجس نے کہا:

''اے عرب ہوشیار ہو جاؤ۔ تمہارے مقابلہ کے لئے وہ بہادر آیا ہے جس کی شہرت تمام ملکِ شام میں ہے۔ یہ تمہیں زندہ نہ چھوڑے گا۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہنس کر فرمایا:

''ہم تمہیں مثل چڑیوں کے سمجھتے ہیں۔ چڑیاں انسانوں کو کیا نقصان پہنچا سکتی ہیں؟ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہوں!''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا نام سن کر جرجس کانپ گیا۔ اس نے جب کلوص کو اطلاع دی کہ یہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہیں تو وہ بھی ڈر گیا۔ اس نے جرجس سے کہا، 'اس شخص کو آمادہ کر کہ آج لڑائی موقوف کر دے، میں تجھے بہت انعام دوں گا۔'

جرجس: ''یہ اپنی قوم کا سردار ہے اور چاہتا ہے کہ اپنی قوم کو سمجھائے۔ آج آپ لڑائی موقوف کر

دیں۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تم کوئی فریب دینا چاہتے ہو۔لڑائی موقوف نہیں کی جاسکتی۔

چنانچہ انہوں نے یہ کہہ کر حملہ کیا۔کلوص نے ان کا حملہ روکا۔وہ بھی بڑا بہادر اور ماہرِ فنونِ جنگ تھا،ان کا حملہ روک کر خود بھی حملے کرنے لگا۔کچھ دیر دونوں لڑتے رہے۔

آخر کار حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جھپٹ کر اس کے پٹکہ میں ہاتھ ڈال کر اسے گھوڑے سے اٹھا لیا۔مسلمانوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا یہ کارہائے نمایاں دیکھ کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسے اپنے گھوڑے پر بٹھا کر اپنے لشکر میں لائے اور مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔

جرجس گھبرا کر بھاگا اور کانپتا ہوا اپنے لشکر میں پہنچا۔اس نے جاتے ہی کہا:

"مسلمانوں سے لڑنا حماقت ہے۔اگر ان سے صلح نہ کر لی تو حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم وہ تمام رومیوں کو مار ڈالیں گے۔"

لوگوں نے اسے جھڑک دیا۔وہ خاموش ہو گیا۔سب نے عزرائیل سے کہا:

"اب تم میدان میں نکلو!"

عزرائیل میدان میں نکلا۔وہ عربی زبان خوب جانتا تھا۔اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا:

"تم اپنی قوم کے سردار ہو،تمہیں یہ مناسب نہیں ہے کہ خود لڑو۔اگر تم مارے جاؤ گے تو تمہارا لشکر پراگندہ ہو جائے گا۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تمہیں معلوم نہیں کہ ہر مسلمان (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ ہے۔اگر میں مارا جاؤں تو مسلمان کسی اور کو سردار مقرر کر لیں گے،پراگندہ نہ ہوں گے۔

عزرائیل: تم غرور نہ کرو۔یہ رومی لشکر تمہیں اور تمہاری فوج کو پامال کر ڈالے گا۔میں تم پر مہربانی کرتا ہوں۔تم میری اطاعت اختیار کر لو۔میں تم سب کو عرب تک حفاظت سے پہنچا دوں گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جلال آ گیا۔انہوں نے فرمایا:

"او اللہ تعالیٰ کے دشمن!! تُو اپنی جان بچانے کی فکر کر۔لے سنبھل،تیری موت تیرے سر پر آ پہنچی!!"

یہ کہتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا۔اس نے بھی برابر کا جواب دیا۔دیر تک دونوں میں زور آزمائی ہوتی رہی۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا گھوڑا پسینہ پسینہ ہو گیا۔وہ گھوڑے سے اتر پڑے۔عزرائیل نے ان پر پیہم حملے شروع کر دیئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے موقع پا کر عزرائیل کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں، گھوڑا گرا۔ اس کے گرتے ہی عزرائیل بھی گرا۔ وہ اٹھ کر اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دوڑ کر اس کی کمر پکڑی اور فرمایا: ''او کافر، کہاں بھاگا جاتا ہے؟''

عزرائیل خوف و دہشت سے کانپ رہا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زور لگا کر اسے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ رومیوں نے حملہ کرنا چاہا تو عین اسی وقت اللہ اکبر کے پُر زور نعرہ کی آواز آئی۔ مسلمانوں اور عیسائیوں نے دیکھا۔ انہیں اسلامی لشکر آتا ہوا نظر آیا۔ یہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لکھنے کے بموجب مع اپنے لشکر کے آئے تھے۔ رومی اس تازہ دم اسلامی لشکر کو دیکھ کر خائف ہوئے۔ وہ حملہ کر کے عزرائیل کو نہ چھڑا سکے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عزرائیل کو گرفتار کر لیا اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا استقبال کرنے کے لئے بڑھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے قریب آ کر ان کی تعظیم کے لئے گھوڑے سے اترنا چاہا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جلدی سے فرمایا:

> ''اے امین الامت آپ رضی اللہ عنہ کو قسم ہے میری تعظیم کے لئے گھوڑے سے نہ اُتریئے۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوست رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی تعظیم مجھ پر واجب ہے نہ کہ آپ رضی اللہ عنہ میری تعظیم کریں۔''

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ: مگر آپ رضی اللہ عنہ سپہ سالار مقرر ہو گئے ہیں!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: یہ ٹھیک ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم!! میں آپ رضی اللہ عنہ کے مشورہ کا محتاج ہوں۔ بغیر آپ رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے کوئی کام نہ کروں گا۔ اگر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا حکم نہ ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کبھی مَیں سپہ سالاری قبول نہ کرتا۔

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رومی سرداروں کلوص اور عزرائیل کے گرفتار کرنے کا ان سے ذکر کیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''اس وقت رومی خوفزدہ ہو رہے ہیں۔ ان پر حملہ کر دینا چاہیے!''

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لئے گھوڑا لایا گیا۔ وہ سوار ہوئے۔ انہوں نے اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بمعہ اپنے تمام لشکر کے رومیوں پر حملہ کر دیا۔

رومی بھی مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ خونریزی شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کی لاشوں سے میدان بھر دیا۔ عیسائی گھبرا کر بھاگے اور دمشق میں جا کر محصور ہو گئے۔

باب ۵

مکر کی سزا

اہلِ دمشق نے ایک عریضہ ہرقل اعظم کے پاس بھیجا جس میں کلوص اور عزرائیل کی گرفتاری کا حال لکھ کر مدد طلب کی۔ اتفاق سے دمشق میں ہرقل اعظم کا داماد، توما ہی موجود تھا۔ دمشق والوں نے اسے اپنا حاکم منتخب کر لیا۔

جب ہرقل اعظم کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اسے سخت رنج و قلق ہوا۔ اس نے درباریوں سے کہا:

"تم نے دیکھا؟ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی کسی میں بھی جرأت نہیں ہے۔ اسی لئے میں نے شروع ہی میں کہا تھا کہ صلح کر لینا مناسب ہے۔ مگر تم لوگوں نے نہ مانا۔ اب بجز اس کے کہ میں خود لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں جاؤں اور کچھ نہیں ہو سکتا۔"

درباریوں نے کہا:

"شہنشاہ کے جانے کی ضرورت نہیں۔ حمص کے حاکم وردان کو اس مہم پر مامور فرمائیے۔ ہم میں سے ان سے زیادہ کوئی فنونِ حرب کا جاننے والا نہیں ہے۔"

ہرقل اعظم: ٹھیک ہے۔ وردان، تمہیں اس مہم پر نامزد کیا جاتا ہے۔

وردان: میں ہرگز عربوں کے مقابلہ میں نہ جاتا اگر آپ کا حکم نہ ہوتا۔ کیونکہ آپ نے مجھے عربوں کے معاملے میں اور امراء سے پیچھے ڈال دیا۔

ہرقل اعظم: حقیقت یہ ہے کہ میں تمہیں اپنی تلوار اور اپنا مددگار سمجھتا ہوں۔ میں نے عربوں کو اس قابل ہی نہیں سمجھا تھا کہ تمہیں ان کے مقابلے میں بھیجوں۔ لیکن اب جبکہ ان کے معاملے نے

اہمیت اختیار کر لی ہے، یہ ضروری ہو گیا ہے کہ تمہیں ان کے مقابلہ میں بھیجا جائے۔

وردان: میں تیار ہوں!

ہرقل اعظم نے نوے ہزار کا لشکر دے کر اُسے دمشق کی طرف روانہ کیا۔ جب وردان مقامِ اجنادین میں پہنچا تو مسلمانوں کو اس کے آنے کی اطلاع ہوئی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے رائے دی کہ اجنادین ہی کے مقام پر چل کر اس کا مقابلہ کیا جائے۔

چنانچہ مسلمانوں نے کوچ کیا۔ اہلِ دمشق بہت خوش ہوئے۔ مسلمانوں نے اجنادین میں جا کر قیام کیا۔ انہوں نے عیسائیوں کا ٹڈی دل لشکر دیکھا۔

اس وقت وردان کے ساتھ تقریباً ایک لاکھ لشکر تھا اور مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ وردان کو اپنے لشکر کی کثرت پر بڑا ناز تھا۔ اس نے مسلمانوں کے وہاں پہنچنے کے دوسرے ہی روز اپنا لشکر میدان میں لا اتارا اور قاعدے سے صف بستہ کر لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی مجاہدینِ اسلام کو لے کر میدان میں آ گئے۔ انہوں نے بھی اپنی سپاہ کو ترتیب دے لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ دراصل رومیوں کی صحیح تعداد کیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تم میں کون ایسا شخص ہے جو دشمنوں کی صحیح تعداد کی خبر لائے؟''

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر اجازت ہو تو یہ خدمت میں انجام دوں؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: بے شک تم یہ کام انجام دے سکتے ہو۔ لیکن اگر دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے تو فریبِ نفس میں نہ آ جانا بلکہ واپس لوٹ آنا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ: میں احتیاط کروں گا۔

چنانچہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ گھوڑا بڑھا کر رومیوں کے لشکر کے قریب پہنچے۔ انہوں نے لشکر کی شان و شوکت اور صحیح تعداد کا اندازہ کیا۔ وہ واپس لوٹنا چاہتے تھے کہ وردان نے انہیں دیکھ لیا۔

اس نے اپنے سواروں سے کہا:

''دیکھو، وہ کوئی مسلمان افسر ہے۔ غالباً لشکر کا اندازہ کرنے کے لئے آیا

ہے۔ اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔''

تیس جنگجو سوار روانہ ہوئے۔ جب وہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے، تب حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا۔ وہ یک دم بھاگے۔ رومیوں نے ان کا تعاقب کیا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کچھ دور جا کر رک گئے اور نیزہ لے کر رومیوں کی طرف جھپٹے۔ بڑی سختی سے حملے کر کے انہوں نے یکے بعد دیگرے پانچ سواروں کو مار ڈالا۔ وہ ایسی پھرتی سے حملے کرتے تھے کہ رومی دیکھتے ہی رہ جاتے تھے۔

رومیوں نے بھی حملے شروع کیے۔ لیکن حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے ان کے وار خالی دے کر ان میں سے انیس سواروں کو قتل کر دیا۔ باقی رومی بھاگ گئے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر تمام روئیداد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سنائی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا میں نے تمہیں احتیاط کرنے کے لئے نہ کہہ دیا تھا؟''

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ: میں احتیاط ہی کو مدنظر رکھ کر بھاگ آیا تھا۔ لیکن پھر مجھے شرم آئی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھاگتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ میں رُک کر حملہ آور ہوا۔

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ رومیوں نے حملہ کر دیا۔ مسلمان ان کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان عیسائیوں میں اور عیسائی مسلمانوں میں گھس گئے۔

نہایت شدت سے جدال و قتال ہوا۔ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ خون نے زمین کو گلنار کر دیا۔ دوپہر سے کچھ پہلے جنگ شروع ہو گئی تھی۔ عصر کے وقت تک جاری رہی۔ عصر کے وقت رومی واپس لوٹ گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی مسلمانوں کو لے کر اپنے کیمپ میں چلے آئے۔

اس روز بتیس مسلمان شہید ہوئے اور تقریباً تین ہزار عیسائی مارے گئے۔ ان میں دس ایسے تھے جو کسی ملک کے حاکم یا فرمانروا تھے۔ وردان کو ان کے مارے جانے کا سخت افسوس ہوا۔

اس نے یہ سوچا کہ اگر مسلمانوں کا سردار کسی طرح قابو میں آ جائے تو مسلمان ہزیمت اٹھا کر بھاگ جائیں۔ چنانچہ اس نے فریب کرنے کا ارادہ کیا۔

داؤد نصرانی کو پیامبر بنایا اور اس سے کہا:

''تو مسلمانوں کے سردار کے پاس جا کر کہہ کہ میں ان سے تنہائی میں مصالحت کی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اس ٹیلہ پر اکیلے آ جائیں جو دونوں لشکروں کے بیچ میں ہے، میں بھی تنہا آؤں گا۔''

داؤد: کیا آپ واقعی تنہا جائیں گے؟

وردان: میں ایسا بے وقوف نہیں ہوں۔ رات کو دس آدمی اس ٹیلہ کے پاس بھیج دوں گا۔ میں اس فریب سے مسلمانوں کے سردار کو قید کرنا چاہتا ہوں۔

داؤد اسلامی لشکر میں آیا۔ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور ان سے وردان کا پیغام کہا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تمہارے سردار کی گفتگو سے فریب کی بو آتی ہے۔ وہ کوئی چال چلنا چاہتا ہے لیکن اس بات کو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے۔ اس کا فریب ہم پر کھل جائے گا۔ وہ مارا جائے گا اور اس کا لشکر ہمارے رحم و کرم پر ہوگا۔"

عیسائی بڑے اوہام پرست تھے۔ داؤد ڈر گیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ ضرور وَردان کا فریب مسلمانوں پر کھل جائے گا۔ پھر میں ہی کیوں نہ کھول دوں اور اپنے لئے ان سے امان حاصل کرلوں۔ چنانچہ اس نے امان کا وعدہ لے کر وردان کی تجویز انہیں بتادی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہنسے۔ داؤد واپس چلا گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے ساتھ دس آدمی رات کو ٹیلہ کے پاس بھیج دیئے۔ یہ لوگ آدھی رات کے بعد وہاں پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ دس عیسائی نہایت اطمینان سے پڑے سو رہے ہیں۔ انہوں نے ان دسوں کو قتل کر کے ان کی لاشیں چھپا دیں اور ان کے کپڑے خود پہن کر اطمینان سے سو رہے۔

صبح کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ ٹیلہ کی طرف چلے، ادھر سے وردان آیا۔ دونوں ایک ساتھ ٹیلہ پر پہنچے اور ایک جگہ بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے۔ دوران گفتگو دفعتہً وردان نے غصہ میں آ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے دونوں کندھے پکڑ لیے اور زور سے کہا:

"بہادرو یہی وقت ہے، آؤ۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہنس کے فرمایا:

"تیرا مکر تجھے کچھ فائدہ نہ دے گا!"

وردان کی آواز پر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی دوڑے۔ چونکہ وہ رومیوں کا لباس پہنے ہوئے تھے اس لئے وردان نے انہیں نہیں پہچانا، بلکہ اپنے ہی آدمی سمجھا۔

اس نے کہا: "دیکھو وہ آئی مدد۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اب اس بات کو اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ مدد تیرے لئے ہے یا میرے لئے!"

اس عرصہ میں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی وردان کے قریب پہنچ گئے۔ وردان نے انہیں پہچان لیا۔ وہ خوف ودہشت سے کانپ اٹھا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اس کے تلوار ماری اور اس کا سر اُڑ گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر رومی لشکر کی طرف چلے۔ انہوں نے وردان کا سر نیزہ پر چڑھالیا اور رومیوں کے لشکر کے قریب پہنچ کر ان کی طرف پھینکا اور فرمایا:

"یہ دیکھو اپنے مکار افسر کا سر۔"

رومیوں نے غصہ میں آکر ان پر حملہ کر دیا اور تمام اسلامی لشکر رومیوں پر حملہ آور ہوا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ رومی اگر چہ بڑے جوش وخروش سے لڑے لیکن مسلمانوں نے انہیں بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ پچاس ہزار رومی مارے گئے، دس ہزار سے زیادہ گرفتار ہو گئے اور بقیہ عیسائی بھاگ نکلے۔ مسلمانوں کو نہایت شاندار فتح حاصل ہوئی۔ اس معرکہ میں چار سو پچھتر مسلمان بھی شہید ہوئے۔

رومیوں کے بھاگنے کے بعد مسلمانوں نے عیسائیوں کے کیمپ پر چھاپہ مارا۔ وہاں سے بہت کچھ مالِ غنیمت ملا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس فتح یابی کا خط حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا اور خود لشکر لے کر وہاں سے پھر دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔

باب ٦

دمشق کی فتح

حضرت خالد رضی اللہ عنہ لشکرِ موحدین کو لے کر دمشق میں آئے۔ انہوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اس مشہور شہر کے بہت سے دروازے تھے۔ بعض مؤرخین سات دروازے لکھتے ہیں بعض آٹھ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شہر بہت بڑا تھا۔ شہر پناہ کی دیواریں بہت لمبی تھیں اس لئے ہر سمت میں دو دروازے تھے۔ ہر دروازہ پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مشہور اسلامی سرداروں کو مقرر کیا۔

بابِ جابیہ پر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو، بابِ الصغیر پر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو اور بابِ توما پر حضرت شرحبیل بن ہبیرۃ المرادی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ باب المشرقی پر خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ ٹھہرے۔ باب مرقش ہر وقت بند رہتا تھا، اس پر فوج نہیں اتاری گئی۔

توما، جسے دمشق والوں نے اپنا حکمران منتخب کیا تھا، نہایت بہادر اور بڑا نڈر تھا۔ ملکِ شام میں اس کی بڑی شہرت تھی۔ اس ملک کے تمام امیر و غریب اس کی عزت و عظمت کرتے تھے۔ اس کی شہرت اور عزت کو دیکھ کر ہی ہرقل اعظم نے اپنی بیٹی زیتون کی شادی اس کے ساتھ کر دی تھی۔

جب دوبارہ آ کر مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ کیا تو شہر کے امراء اور معززین نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ اجنادین کے مقام پر ایک لاکھ رومیوں کو ان مسلمانوں نے شکست دے کر بھگا دیا تھا، وہ اس شہر کو بھی فتح کر لیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ ان سے صلح کر لی جائے۔

سب صلح پر متفق ہو کر توما کے پاس گئے اور اس سے کہا:

''مسلمانوں سے لڑنے میں سوائے نقصان کے کچھ نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم ان سے ہمارے لئے مصالحت کر لو۔''

توما کو بڑا ناگوار گزرا۔ اس نے کہا:

''میں یہ توہین گوارا نہیں کر سکتا، تم گھبراتے کیوں ہو؟ میں عنقریب انہیں

شکست دے کر بھگا دوں گا!"

چند لوگوں نے کہا:

"مگر تمہارے پاس اس قدر لشکر نہیں ہے جتنا اَجنادین کے مقام پر وردان لے کر آیا تھا۔ مسلمانوں نے وردان کو مار ڈالا اور اسے شکست دی۔"

توما: وردان بہادر نہ تھا۔ مسلمان میرا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تم میرے ساتھ متفق ہو کر لڑو۔ اگر میں دیکھوں گا کہ کامیابی مشکل ہے تو صلح کر لوں گا۔

یہ بات سب کی سمجھ میں آ گئی۔ انہوں نے لڑائی کی تیاری کی۔ اگلے روز صبح ہوتے ہی رومیوں نے قلعہ کی فصیل کے اوپر سے جنگ شروع کی۔ مسلمان بھی ہر طرف اور ہر دروازہ پر مسلح ہو کر پہنچ گئے۔ عیسائیوں نے ان پر تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کی۔ انہوں نے ڈھالوں سے اپنے آپ کو چھپا کر قلعہ کی طرف بڑھنا شروع کیا۔

توما، بابِ توما پر تھا۔ اس طرف حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی رکابی فوج میں حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان کی شادی حضرت ام ربان رضی اللہ عنہا کے ساتھ اجنادین کے مقام پر ہوئی تھی۔

گویا شادی کو چند ہی روز ہوئے تھے۔ اتفاق سے حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ حضرت ام ربان رضی اللہ عنہا کو ان کی شہادت کا بڑا صدمہ ہوا۔ وہ دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے مسلح ہو کر آئیں اور عیسائیوں پر تیر چلانے لگیں۔ انہیں تیر اندازی میں بڑی مہارت تھی۔ انہوں نے تاک لگا کر صلیب بردار کے تیر مارا۔ جواہر نگار صلیب فصیل سے نیچے گری اور صلیب بردار ہلاک ہو گیا۔

یہ صلیب نہایت متبرک اور مقدس سمجھی جاتی تھی۔ توما اسے مسلمانوں سے بچانے کے لئے بے شمار فوج لے کر قلعہ سے نکلا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں نے دوڑ کر صلیب کو اٹھا لیا اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا۔ توما اور اس کی فوج قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی۔ مسلمانوں نے بڑی بہادری سے ان کا مقابلہ کیا۔

حضرت ام ربان رضی اللہ عنہا کو معلوم ہو گیا تھا کہ توما نے ان کے شوہر کو شہید کیا ہے۔ انہوں نے تاک کر تیر مارا۔ تیر توما کی آنکھ پھوڑ کر گھستا چلا گیا۔ وہ تڑپ کر چلایا اور بھاگا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی فوج بھی بھاگی۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے ہزاروں رومیوں کو مار ڈالا۔

توما نے قلعہ میں پہنچ کر تیر نکلوانے کی کوشش کی لیکن تیر نہ نکل سکا۔ آخر تیر کو لکڑی پر سے

کاٹ دیا گیا۔ اس کا پھل آنکھ کے اندر ہی رہ گیا۔ کئی روز بعد اسے آرام آیا۔ وہ کانا ہو گیا۔ اوّل تو وہ مسلمانوں سے پہلے ہی سے تعصب رکھتا تھا اب اور بھی عداوت بڑھ گئی تھی۔

اس نے رات کو شبخون مارا اور دمشق کے تمام نوجوانوں کو جو کسی قسم کا بھی ہتھیار چلانا جانتے تھے، فوجوں کے ساتھ لے لیا۔ ہر دروازہ سے ٹڈی دل رومی نکلے۔ اتفاق سے مسلمانوں کو اس کی خبر ہو گئی۔ وہ بھی ہتھیار لے لے کر دوڑے اور رومیوں کے مقابلہ میں آ گئے۔ رومی مسلح تھے۔ تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ مسلمان نہ زرہ پہن سکے تھے، نہ ہتھیار لگا سکے تھے۔ پھر عیسائیوں کے مقابلے میں بہت ہی کم تھے۔ لیکن انہوں نے نہایت دلیری اور بڑے صبر و استقلال سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔ ہر دروازہ پر نہایت خونریز جنگ شروع ہو گئی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو رومیوں کے شب خون مارنے کا بڑا ہی رنج و قلق تھا۔ وہ کہتے تھے:

"اے اللہ تعالیٰ!! مجھ پر رحم فرما۔ میں مسلمانوں کی طرف سے غافل رہا۔ تُو غیب سے ان کی مدد فرما!"

انہوں نے اپنے دستہ کو لے کر نہایت شدت سے رومیوں پر حملہ کیا۔ ہر دروازہ کے اوپر حشر خیز جنگ ہو رہی تھی۔ فریقین نہایت جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ اگرچہ مسلمان بہت ہی کم تھے مگر وہ عیسائیوں کو زیادہ قتل کر رہے تھے۔ ہر شخص ابتلائے عظیم میں مبتلا تھا۔

آخر سب سے پہلے بابِ جابیہ پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں کو شکست دی۔ اس کے بعد دوسرے دروازوں سے بھی رومی بھاگ نکلے۔ البتہ بابِ توما پر توما برابر لڑتا رہا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ عیسائی ہزاروں لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

اس شب خون میں عیسائیوں کا بہت نقصان ہوا۔ ان کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ توما کو اپنی ناکامی پر بڑا افسوس ہوا۔

دوسرے روز تمام اہلِ دمشق کنیسۂ مریم میں گئے اور وہاں جا کر دعا مانگی۔ وہاں کا پادری ایک ضعیف العمر شخص تھا۔ بعض معززینِ شہر نے اس سے مل کر مشورہ کیا تو اس نے کہا:

"تمہیں میرے علم کا حال معلوم ہے! میں نے پرانی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ عرب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نامی نبی ہوں گے۔ ان کا دین تمام دینوں پر چھا جائے گا۔ ان کی امت تمام امتوں پر غالب آ جائے گی۔ یہ مسلمان انہیں کے امتی ہیں۔ اگر ساری دنیا مل کر بھی ان کا مقابلہ کرے تو نہیں کر

سکتی۔ جو ان سے صلح کر لے گا، وہ عافیت میں رہے گا!!"

لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آ گئی۔ انہیں معلوم تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہایت جنگجو اور جوشیلے ہیں جبکہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نرم مزاج اور صلح کی طرف مائل رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک رات کو چند معززینِ شہر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس سے ذرا ہی پہلے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا، وہ کہیں تشریف لے جانے کی جلدی کر رہے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الليلة تفتح المدينة انشاء الله تعالىٰ."

"اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ شہر آج رات کو ہی فتح ہو جائے گا!"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ عرض کی:

"میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستعجل کیوں ہیں؟"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میرے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ میں نمازِ جنازہ میں شامل ہونے کے لئے جا رہا ہوں۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل گئی۔ وہ سوچنے لگے کہ دمشق آج رات کو ہی کیسے فتح ہو جائے گا؟

اسی وقت اہلِ دمشق مصالحت کے لئے پہنچے۔ معاملات طے ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے صلح کی دستاویز لکھ دی۔ دمشق والوں نے مسلمانوں کا شہر پر قبضہ کرانے کے لئے سو مسلمانوں کو ساتھ لیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خود سو مشہور مسلمانوں کو ساتھ لے کر چلے۔

جس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اسی وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس یوشا نامی ایک عیسائی آیا۔ اس نے اپنی اور اپنے اہل وعیال کے لئے امان طلب کی اور سو مسلمانوں کو لے کر قلعہ پر قبضہ کرانے کے لئے چلا۔ ان سو مسلمانوں کو خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ لے کر چلے۔....

حضرت خالد رضی اللہ عنہ یوشا کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے قلعہ کے اندر پہنچتے ہی رومیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور عیسائیوں کو مارتے کاٹتے آدھے شہر تک بڑھے چلے گئے۔

سامنے سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی آتے ہوئے ملے۔ مگر وہ لڑ نہیں

رہے تھے۔ مسلمانوں کو تعجب ہوا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کیوں نہیں لڑتے۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ!! (حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) اللہ تعالیٰ نے شہر دمشق کو میرے ہاتھ پر از روئے صلح کے فتح کیا۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''صلح کیسی؟ ہم نے یہ شہر بہ زور تلوار کے فتح کیا ہے۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: مگر میں اہلِ شہر کو امان دے چکا ہوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اور میں شہر والوں کو قتل وگرفتار کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اے (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میں مصالحت کر چکا، صلح نامہ کی دستاویز لکھ کر دے چکا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: مگر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے مشورہ کیوں نہیں کیا؟ میں آپ کا سردار ہوں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ کی قسم!! مجھے یہ خیال بھی نہیں تھا کہ تم میری مخالفت کرو گے۔ میری ذمہ داری کو ناچیز جانو گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہمراہی ابھی تک قتل وگرفتاری میں مشغول تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

''سختی ہو تم پر اے مسلمانو!! باز رہو تم قتل وخونریزی سے۔ میرا عہد نہ توڑو۔ اتنا صبر کرو کہ میں اور (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کسی بات پر متفق ہوں۔''

عیسائی کھڑے دیکھ رہے تھے۔ وہ خائف وترساں تھے۔ مسلمان حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے روکنے سے رک گئے۔ تمام مسلمان ایک جگہ جمع ہو گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور اسی پایہ کے بہت سے بزرگوں نے فرمایا:

''حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے صلح کی ہے اس لئے صلح ہی سمجھی جائے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے آپ کے مشورہ کو مان لیا۔ لیکن توما اور ہربیس کو امان نہ دوں گا، باقی تمام شہر والوں کو امان دے دوں گا۔''

توما نے ہربیس کو نصف شہر کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مگر میں ان دونوں کو بھی امان دے چکا ہوں۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ کی قسم!! اے امین الامت (رضی اللہ عنہ)!! اگر تم نے امان نہ دی ہوتی تو میں ان دونوں ملعونوں کو مار ڈالتا۔ لیکن یہ دونوں ملعون اس شہر سے نکل جائیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: میں نے پہلے ہی یہ بات طے کر لی ہے!!

غرض اس طرح دمشق مسلمانوں نے فتح کر لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان جو اقرار کرتے تھے، اسے پورا کرتے تھے۔ چنانچہ جو اقرار حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا وہ پورا کیا گیا۔

باب ۷

توما کا قتل

دمشق کی فتح کا عیسائیوں کو بڑا ملال ہوا۔ حقیقت میں یہ شہر ملکِ شام کی بہشت کہلاتا تھا۔ توما اور ہربیس دونوں نہایت حسرت زدہ تھے۔ وہ دمشق سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے شہر میں اعلان کرا دیا کہ جو ہمارے ساتھ چلنا چاہے، چلے۔ ہزاروں مرد اور عورتیں ان دونوں کے ساتھ چلنے کے لئے شہر سے باہر نکل آئے۔

توما نے بہت سے خیمے کھڑے کرا دیئے۔ جو لوگ اس کے ساتھ چلنے کے لئے آئے، وہ سب اپنا قیمتی مال واسباب شہر سے نکال لائے۔ توما اور ہربیس نے اپنا سارا اسبابِ دولت خیموں میں لا کر ڈھیر کر دیا۔

یہ سامان شاہانہ تھا۔ نہایت قیمتی تھا۔ اطلس و کمخواب کے زرکار سینکڑوں تھان تھے۔ ہزاروں متفرق ریشمی تھان تھے۔ جواہرات کے سینکڑوں مردانہ زیورات تھے۔

ہرقل اعظم کی بیٹی یعنی توما کی بیوی کے زیورات اور شاہزادیوں جیسا ساز و سامان بھی نہایت بیش بہا تھا۔ یہ سامان لاکھوں روپے کی مالیت کا تھا۔

بعض مسلمانوں نے کہا:

''اگر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے صلح نہ کی ہوتی تو یہ سب مالِ غنیمت تھا۔''

دوسرے مسلمان نے کہا:

''حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جنگ سے صلح کو اچھا سمجھتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ مسلمان شہید ہوں۔ اس لئے انہوں نے صلح کر لی۔''

پہلا مسلمان: یہ اچھا ہی ہوا۔ دولت دنیا میں پھنسا دیتی ہے۔

اس وقت توما حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس نے کہا:

"مجھے خوف ہے کہیں تمہاری قوم میرا تعاقب نہ کرے۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: "خوار ہو تُو .... کیا تُو نے نہیں دیکھ لیا کہ مسلمان غدر اور بے وفائی نہیں کرتے ہیں۔ جب تک تُو دارالحرب میں پہنچ نہیں جاتا تیرا تعاقب نہ کیا جائے گا۔"

توما: میں یہ چاہتا ہوں کہ تین روز تک تمہاری قوم میرا تعاقب نہ کرے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: منظور ہے۔

توما چلا گیا۔ اس نے اسی روز وہاں سے چلے جانے کی تیاری کی۔ اسباب باندھا جانے لگا۔ عورتیں اور مرد گھوڑوں اور خچروں پر سوار ہو ہو کر چلنا شروع ہو گئے۔

ایک راہبہ (نن) خچر پر جا رہی تھی کہ ایک شخص جو دو روز پہلے مسلمان ہوا تھا اور جس کا نام یونس تھا اس راہبہ کے پاس گیا۔ اس سے کچھ باتیں کیں، اور جب وہ واپس آیا تو اس کے آنسو جاری تھے۔

حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا:

"یہ راہبہ کون تھی؟"

یونس نے جواب دیا:

"یہ میری منگیتر ہے۔ اس سے میرا عقد ہوا ہے لیکن رخصتی عمل میں نہیں آئی۔"

یونس کا واقعہ یہ ہے کہ اسے اپنی قوم کی ایک حسین لڑکی سے محبت ہو گئی۔ لڑکی بھی اس سے پیار کرنے لگی۔ دونوں کی منگنی ہو گئی، اور مسلمانوں کے دمشق پر حملہ آور ہونے سے پہلے نکاح بھی ہو گیا لیکن رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی۔ جب مسلمانوں نے آ کر شہر کا محاصرہ کر لیا تو لڑکی کے والدین نے تا اختتامِ جنگ رُخصتی کرنے سے انکار کر دیا۔

یونس نے ایک روز اپنی بیوی سے ملاقات کی اور اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ رات کو دمشق سے نکل کر کسی اور شہر میں چلے جائیں اور وہاں رہنے لگیں۔ چنانچہ یونس، اس کا ایک دوست اور لڑکی تینوں رات کو قلعہ سے نکلے۔ یونس یہ دیکھنے کے لئے کہ مسلمان گشت تو نہیں کر رہے، اُس نے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا۔ اتفاق سے اس روز حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ گشت پر مامور تھے۔ انہوں نے یونس کو دیکھ لیا۔ وہ اس پر اچانک جا ٹوٹے اور اسے گرفتار کر لیا۔ اس کے دوست نے اسے آواز دی تو حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

"تُو اپنے ساتھیوں کو بھی بلا لے۔"

یونس نے رومی زبان میں کہا:

''چڑیا پھنس گئی۔ اس کی بیوی اور اس کا دوست دونوں جلدی سے قلعہ کے اندر گھس گئے۔''

حضرت ضرارؓ نے یہ دیکھ کر اس سے پوچھا:

''تو نے اپنے ہمراہیوں سے کیا کہا؟''

یونس نے جواب دیا:

''میں نے کہا کہ چڑیا پھنس گئی ہے، وہ دونوں قلعہ کے اندر چلے گئے!''

حضرت ضرارؓ اسے ساتھ لے کر حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور انہیں تمام روئیداد سنائی۔ حضرت خالدؓ نے اس سے تمام حالات پوچھے۔

پھر حضرت خالدؓ نے فرمایا:

''اب بتاؤ تم مسلمان ہونا چاہتے ہو یا جزیہ دینا قبول کرتے ہو؟''

یونس نے مسلمان ہونا منظور کیا چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ جب دمشق فتح ہو گیا تب یونس نے شہر میں جا کر اپنی بیوی کو تلاش کیا۔ وہ نہیں ملی۔ البتہ لوگوں سے یہ معلوم ہوا کہ اسے یونس کی گرفتاری کا سخت رنج و قلق ہوا۔ اب وہ کنیسہ میں داخل ہو کر راہبہ بن گئی ہے۔ اس نے گرجوں میں ڈھونڈا مگر وہ نہ ملی۔ جب عیسائی مرد اور عورتیں توما کے ساتھ جانے کو تیار ہوئیں تو ان میں یونس کی بیوی بھی تھی۔

حضرت ضرارؓ نے دریافت فرمایا:

''جب وہ تیری بیوی ہے تو تیرے ساتھ کیوں نہیں آئی؟''

یونس: اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ مسلمانوں نے میرے ساتھ کیا کیا۔ میں نے کہہ دیا کہ میں مسلمان ہو گیا۔ اب مسلمان مجھے اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ وہ بہت بگڑی۔ اس نے کہا، 'تم مسلمان ہو گئے؟ اب میرا تم سے کوئی تعلق نہیں رہا۔' میں نے ہر چند سمجھایا، عاجزی کی، مگر وہ نہیں مانی۔

اس عرصہ میں توما اور جو لوگ اس کے ساتھ جانا چاہتے تھے، وہ سب چلے گئے۔ جب توما کو وہاں سے گئے ہوئے پورے تین روز ہو گئے، تب یونس نے حضرت خالدؓ سے کہا:

''کیا آپ کا ارادہ توما کا تعاقب کرنے کا نہیں ہے؟''

حضرت خالدؓ: نہیں، وہ وہ بہت دور نکل گئے ہوں گے۔ تعجب نہیں کہ انطاکیہ کے قریب پہنچ گئے ہوں۔

یونس: چونکہ وہ بہت کچھ مال و دولت لے گئے ہیں اس لئے تیز نہیں جا سکتے۔ میں ایسے

راستوں سے واقف ہوں جو بہت جلد آپ کو توما تک پہنچا دیں گے۔

یونس اپنی بیوی کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو تعاقب پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ چار ہزار سواروں کو لے کر یونس کے ساتھ چلے۔ یونس پہاڑی رستوں سے روانہ ہوا۔

پہاڑی راستے نہایت تنگ اور بڑے دشوار گزار تھے۔ مسلمان جو چمڑے کے موزے پہنے ہوئے تھے وہ پھٹ گئے۔ دوسرے روز مسلمان پہاڑوں سے نکل کر میدان میں پہنچے۔ انہوں نے ایک گاؤں میں جا کر توما کے متعلق معلوم کیا۔

انہیں پتہ چلا کہ توما انطا کیہ جانا چاہتا تھا لیکن ہرقل اعظم نے اس خفگی کی وجہ سے کہ اس نے دمشق مسلمانوں کے حوالہ کر دیا، اسے حکم دیا کہ وہ انطا کیہ نہ آئے، بلکہ قسطنطنیہ چلا جائے۔ چنانچہ وہ قسطنطنیہ کی طرف چلا گیا ہے۔

یونس مسلمانوں کو لے کر قسطنطنیہ کی طرف گھوم گیا۔ ایک رات مسلمان پہاڑ پر رہے۔ رات کو بارش ہوئی جس سے سردی بڑھ گئی۔ بڑی مشکل سے مسلمانوں نے رات بسر کی۔ صبح ہوتے ہی وہ چلے۔ جب پہاڑ سے نکلے تو انہوں نے توما اور اس کے ہمراہیوں کو میدان میں فروکش دیکھا۔ بارش کی وجہ سے ان کا سامان بھیگ گیا تھا، جسے وہ اس وقت دھوپ میں سوکھا رہے تھے۔

مسلمانوں کو دیکھتے ہی انہوں نے شور و غوغا کیا۔ مسلمانوں نے جھپٹ کر رومیوں پر حملہ کر دیا۔ رومی بھی مقابلہ میں آ گئے۔ خونریزی شروع ہو گئی۔ چونکہ مسلمان جوش میں تھے اس لئے بڑی پھرتی اور دلیری سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے دم کے دم میں ہزاروں رومیوں کو مار ڈالا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ عیسائیوں کو قتل کرتے ہوئے توما کے قریب پہنچے۔ انہوں نے اس کی دوسری آنکھ میں، جو ٹھیک تھی، نیزہ مارا۔ وہ اوندھا گرا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے گھوڑے سے اُتر کر اس کا سر کاٹا اور رومیوں کی طرف پھینک کر فرمایا:

''لو یہ تمہارے سردار کا سر ہے!''

عیسائی توما کا سر دیکھتے ہی بے تحاشہ بھاگ نکلے۔ ہربیس بھی چالیس سواروں کے ساتھ بھاگا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تنہا اس کا تعاقب کیا۔ وہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی پیچھے ہی پہنچے۔ انہوں نے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ رومی انہیں تنہا دیکھ کر پلٹے اور ان پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پانچ رومیوں کو قتل کر کے ہربیس پر حملہ کیا اور تلوار سے اس کا سر اڑا دیا۔ باقی رومی بھاگ نکلے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ لوٹ آئے۔ مسلمانوں نے اہلِ دمشق کے تمام سامان پر قبضہ کرلیا۔ ہزاروں مردوں اور عورتوں کو گرفتار کرلیا۔

افسوس ہے یونس کی بیوی نے خودکشی کرلی۔ تمام مسلمانوں کو اس کا افسوس ہوا۔ اس معرکہ میں توما کی بیوی یعنی ہرقل اعظم کی بیٹی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔

مسلمان وہاں سے واپس لوٹے۔ راستہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس ہرقل اعظم کا قاصد آیا جس نے اپنی بیٹی کی رہائی کی درخواست کی تھی اور اس کے صلہ میں بہت کچھ دولت دینے کا وعدہ کیا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی بیٹی کو احترام کے ساتھ بغیر کوئی معاوضہ لئے رہا کردیا اور ہرقل اعظم کو لکھا کہ تمہاری بیٹی میری طرف سے ہدیہ ہے۔

ہرقل اعظم کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے اپنی قوم کے معزز لوگوں سے کہا:

"تم نے مسلمانوں کی پرہیز گاری اور دینداری دیکھ لی؟ ان پر فتح پانا آسان نہیں ہے!"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ قیدیوں اور مالِ غنیمت کو لے کر دمشق میں پہنچے۔ تمام مسلمان انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

باب ۸

شمعونہ کی بقیہ داستان

شمعونہ خواتینِ اسلام میں پہنچ گئی تھی۔ وہاں کئی لڑکیاں اس کی ہم عمر تھیں۔ ان لڑکیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس کی بڑی دلجوئی، تسلی اور تشفی کی۔ شمعونہ ان میں ایسی گھل مل گئی جیسے وہ بھی عربی لڑکی ہو۔

چونکہ شمعونہ عیسائی لڑکیوں کا سا لباس پہن کر آئی تھی۔ دخترانِ عرب کا لباس اَور طرح کا تھا، اسے عربی لڑکیوں کا لباس بہت پسند آیا۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت میں سے اچھے کپڑے اُسے دیئے۔ اُس نے ان کپڑوں سے دخترانِ عرب کے لباس جیسے کئی جوڑے تیار کر لئے اور وہ عربی لڑکیوں جیسی سر کی چوٹی گوندھنے لگی۔

اب وہ ہر طرح سے عربی لڑکی معلوم ہونے لگی۔ لیکن وہ عیسائی تھی۔ کبھی کبھی اپنے طریقہ پر نماز پڑھ لیتی تھی۔ اس کی ہم عمر مسلم لڑکیاں نہ اس کا مذاق اڑاتی تھیں نہ اُسے کوئی تنبیہہ کرتی تھیں۔ ہنسی میں بھی اس کے مذہب کے متعلق کوئی اعتراض نہ کرتیں۔ البتہ جب کبھی موقع پاتیں اسلام کی خوبیاں بیان کرتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سناتیں۔

شمعونہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ واقعات حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے سنے تھے۔ کچھ مسلم لڑکیوں نے سنائے۔ اس طرح اسے بہت زیادہ معلومات حاصل ہو گئیں۔

شمعونہ نے اپنا جس قدر حال حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو سنایا تھا، وہ مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو بھی معلوم ہو گیا تھا۔ شمعونہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو اپنا باپ سمجھنے لگی تھی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ بھی اسے بیٹی کی طرح چاہتے تھے۔ مالِ غنیمت سب اس کے سامنے رکھ دیتے۔ اس میں سے وہ جو چاہتی لے لیتی۔

جبکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ توما کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے، اس وقت ایک روز حضرت

عامر رضی اللہ عنہ نے شمعونہ سے فرمایا:

''بیٹی!! اب اگر تم پسند کرو تو اپنا بقیہ حال بھی سنا دو۔''

شمعونہ تیار ہو گئی۔ اس نے کہا:

''جب بادشاہ بیگم چلی گئی تو میں اتوار کا انتظار کرنے لگی۔ مجھے بادشاہ بیگم کے ساتھ جانے کی بڑی خوشی تھی۔ لیکن یہ خوشی جلد ہی خاک میں مل گئی۔ بیگم کے چلے جانے کے دوسرے ہی دن حکیم شمعان نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا۔ انہوں نے کہا:

'بیٹی!! بادشاہ بیگم تجھے مجھ سے چھیننا چاہتی ہے۔ کیا تم اس کے ساتھ رہنے پر رضا مند ہو؟'

مجھے تعجب ہوا کہ بادشاہ بیگم مجھے حکیم سے چھیننا کیوں چاہتی ہے۔ چونکہ مجھے حکیم سے باپ کی سی محبت تھی۔ اس لئے میں نے کہا:

'میں بادشاہ بیگم کے پاس رہنے کو رضا مند نہیں۔'

حکیم کے چہرہ سے خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ انہوں نے کہا، 'مجھے اس بات کا یقین تھا۔' میں نے پوچھا:

'بادشاہ بیگم مجھے آپ سے چھیننا کیوں چاہتی ہے؟'

اس سوال سے حکیم کے چہرہ پر کچھ تاریکی سی چھا گئی۔ وہ فکر میں پڑ گئے، اور ایسے بن گئے جیسے انہوں نے میرا سوال سنا ہی نہیں ہے۔ کچھ دیر تک میں نے جواب کا انتظار کیا۔ جب انہوں نے جواب نہ دیا اور خاموش استغراق کی سی حالت میں بیٹھے رہے تو مجھے شبہ ہوا کہ انہوں نے میرا سوال سنا ہی نہیں ہے۔ میں نے پھر کہا:

'اچھے ابو!! بادشاہ بیگم مجھے آپ سے چھیننا کیوں چاہتی ہے؟'

حکیم نے اپنی فکر مندانہ نگاہیں اٹھا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا:

'اسے تجھ سے محبت ہے۔ وہ آرکہ کے فرمانروا کی بیوی ہے، زبردستی چھیننا چاہتی ہے۔ ہم میں کوئی قوت نہیں ہے۔' میں نے کہا:

'آپ مجھے ایک بات بتا دیں گے؟'

حکیم: اگر مجھے معلوم ہو گی تو بتا دوں گا۔

میں: کیا میں واقعی آپ کی بیٹی ہوں؟

حکیم شمعان ایک دم اس طرح اچھل پڑے جیسے کئی بچھوؤں نے ان کے سینہ میں ڈنک مارا ہو۔ وہ گھور کر مجھے دیکھنے لگے۔ میں ان کی نظروں کی تاب نہ لا سکی۔ میں نے سر جھکا لیا۔ میرا خیال ہے وہ مجھے دیر تک دیکھتے رہے۔ کچھ وقفہ کے بعد انہوں نے کہا:

'یہ تُو نے آج کیا سوال کیا شمعونہ؟'

میں نے پھر ان کی طرف دیکھا۔ اب وہ کچھ مغموم تھے۔ میں نے کہا:

'مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگ مجھے آپ کی بیٹی نہیں سمجھتے!'

حکیم: تجھے کس نے یہ بات کہی؟

میں: مجھ سے کسی نے نہیں کہا۔

حکیم: شاید بادشاہ بیگم نے کہی ہوگی۔

میں: نہیں، انہوں نے مجھے اپنے ساتھ رہنے کے لئے پوچھا تھا۔

حکیم: شمعونہ!! بتاؤ تمہیں یہ شک کیسے ہوا؟

میں: مجھے آپ کی ہی گفتگو سے یہ شبہ ہوا۔

میں کہنے کو تو کہہ گئی لیکن فوراً ہی پچھتائی۔ اب کیا ہو سکتا تھا؟

حکیم نے حیرت سے مجھے دیکھ کر کہا:

'میری گفتگو سے؟ مجھے مفصل بتاؤ؟'

مجبوراً مجھے وہ گفتگو جو حکیم اور بادشاہ بیگم میں ہوئی تھی۔ بیان کرنی پڑی۔

حکیم نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا:

'جو بات میں تجھ پر ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ از خود ہی ظاہر ہوگئی۔'

یہ کہہ کر وہ کچھ چونکے۔ انہوں نے کہا:

'میری گفتگو سے تُو نے غلط نتیجہ نکالا شمعونہ!! بات یہ ہے کہ آرکہ کا فرمانروا کچھ اچھا آدمی نہیں ہے، اسے تجھ سے محبت ہوگئی ہے۔ وہ تجھے اپنی حرم میں ڈالنا چاہتا ہے۔ میں اس بات کو کیسے گوارا کر لیتا۔ بادشاہ بیگم کو میں نے اسی لئے تیز لہجہ میں جواب دیا تھا۔ یہ بات میں تجھ پر ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اب ظاہر ہی کرنی پڑی۔'

مجھے بھی یہ بات سن کر بڑا افسوس اور فکر ہوا۔ میں کافی سمجھ دار ہو چکی تھی۔ مجھے یہ معلوم تھا کہ عیسائیوں میں ایک وقت میں ایک ہی بیوی رہ سکتی ہے۔ لیکن بعض بڑے آدمی نکاح تو ایک عورت سے کرتے ہیں اور گھر میں چار چار پانچ پانچ عورتیں ڈال لیتے ہیں۔

میں نے کہا:

'میں مر جاؤں گی۔ مگر اس بات کو گوارا نہ کروں گی۔'

حکیم خوش ہو گئے۔ انہوں نے کہا:

'اگر تم یہاں رہو گی تو بادشاہ کسی نہ کسی طرح تمہیں حاصل کر کے اپنے محل میں ڈال لے گا۔ میں اور تم کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ اگر تم عزت اور زندگی چاہتی ہو۔ تو جو میں کہوں اس پر عمل کرو۔'

میں: بتائیے!! میں تیار ہوں۔

حکیم: کچھ عرصہ تک تمہیں غیر معروف لڑکیوں کی طرح رہنا پڑے گا۔

میں: مجھے منظور ہے۔

حکیم اسی روز کہیں باہر چلے گئے اور دوسرے روز آئے۔ ان کے ساتھ ایک بوڑھا چرواہا آیا تھا۔ حکیم نے مجھ سے کہا:

'بیٹی!! تم آج رات کو اس چرواہا کے ساتھ چلی جاؤ۔ یہ تمہیں جس بستی میں لے جائے گا، وہ یہاں سے قریب ہی ہے۔ وہیں رہنا، اس کی بکریاں چرانا اور اپنے آپ کو اس بوڑھے چرواہا کی بھتیجی بتانا۔'

میں چونکہ آرکہ کے بادشاہ سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتی تھی، اس لیے تیار ہو گئی۔ رات کو مجھے چرواہا لڑکیوں کے لباس کی طرح کے کپڑے دیئے گئے، اور بوڑھے کے ساتھ رخصت کر دیا گیا۔ میں رات بھر اس کے ساتھ چلتی رہی۔ صبح ہوتے ایک بستی میں پہنچی۔ بوڑھا وہیں رہتا تھا۔ اس نے میرے لئے بستر کر دیا اور میں جاتے ہی سو رہی۔ دوپہر کے بعد اٹھی۔ میں وہاں گڈریوں کی لڑکیوں کی طرح رہنے لگی۔

اگلے ہی روز سے بکریاں چرانے جانے لگی۔ اس بستی میں پہلی مرتبہ آپ مجھے ملے تھے۔ حکیم شمعان نے مجھے بتایا تھا کہ اس سرزمین میں عنقریب

عرب آنے والے ہیں۔ وہ تمام ملک پر چھا جائیں گے۔ ان کے آنے پر تیری زندگی کا نیا دور شروع ہوگا۔ اسی وقت سے مجھے عربوں سے ہمدردی پیدا ہوگئی تھی۔ حکیم نے یہ بھی کہا تھا کہ جب تُو عرب کو دیکھے تو مجھے فوراً اطلاع کرنا۔ چنانچہ جب آپ رضی اللہ عنہ آئے اور آپ رضی اللہ عنہ کو چرواہے نے گرفتار کر لیا تو میں وہاں سے رات کو آرکہ میں آئی اور حکیم سے آپ کا تذکرہ کیا۔ اس پر انہوں نے کہا:

'میں نے ایک دو عربوں کا نہیں کہا تھا بلکہ میرا مطلب لشکر سے تھا'

انہوں نے یہ بھی کہا کہ آرکہ کا بادشاہ میری تلاش میں ہے۔ اس نے قسم کھائی ہے کہ مجھے ضرور اپنے حرم میں داخل کرے گا۔ اس نے میری تلاش میں سوار چھوڑ رکھے ہیں۔ حکیم نے مجھے ہدایت کی کہ اگر عیسائی سوار میرا تعاقب کریں اور کوئی عرب قریب ہو تو میں بے کھٹکے عرب کی حمایت میں چلی جاؤں۔ اس روز حکیم نے مجھے یہ بھی بتایا کہ میرے متعلق ایک راز ہے جو عنقریب ظاہر ہوگا۔

اتفاق سے اسی روز جب میں اپنی بستی میں جارہی تھی، آپ ملے۔ عین اسی وقت بادشاہ کے سوار قلعہ سے نکلے۔ میرے حالات صرف اس قدر ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ راز جو مجھ سے متعلق ہے، جلد ظاہر ہو جائے!''

اسی وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ توما کے تعاقب سے واپس آئے تھے۔ مسلمانوں نے خوش ہوکر ان کا استقبال کیا۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ بھی چلے گئے۔ شمعونہ سراپردہ میں چلی گئی۔

باب ۹

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا۔ حضور کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو باتیں ارشاد فرمائیں تھیں۔ ایک یہ کہ دمشق آج رات ہی فتح ہو جائے گا اور دوسری یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ دمشق اسی رات کو فتح ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو فکر ہوا کہ کہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات نہ پائی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اسی رات کو یعنی ۲۲/ اور ۲۳/ جمادی الثانی ۱۳ھ کی درمیانی رات کو نصف رات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ صبح کو جب لوگوں کو ان کی وفات کا علم ہوا تو ہر طرف اداسی چھا گئی۔ مسلمانوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ مرد، عورتیں اور بچے سب ہی زار و قطار رونے لگے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات ہی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کر کے ان کے لئے بیعتِ خلافت لے لی تھی۔ حضرت واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو اہلِ مدینہ میں سے کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جس نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہو کر سب سے پہلا یہ کام کیا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری سے معزول کر دیا۔ ایک قاصد ملکِ شام میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ انہیں لکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ اب لوگوں نے میرے ہاتھ پر خلافت کے لئے بیعت کی ہے۔ میں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری سے معزول کر کے آپ کو جیشِ اسلام کا سالارِ اعظم مقرر کیا ہے۔ آپ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے ذمہ داری لے کر انہیں سبکدوش کر دیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان اس وقت پہنچا جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ توما کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایسے نیک دل تھے کہ انہوں نے کسی مسلمان سے بھی اپنی تقرری اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کا ذکر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ واپس آئے تو ان سے بھی اس لئے نہ کہا کہ انہیں ملال ہوگا۔

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ توما کے تعاقب سے واپس آئے تو انہوں نے دمشق کی فتح اور توما کے تعاقب وغیرہ کے تمام حالات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لکھے۔ انہیں اس وقت تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا علم نہیں ہوا تھا۔ اس خط میں یہ بھی لکھا:

"حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ صلح سے اور میں تلوار کے زور سے دمشق میں داخل ہوئے۔ اب یہ شہر صلح کے ذریعہ سے فتح سمجھا جائے یا از روئے تلوار کے؟ نیز اس شہر میں گیہوں بہت زیادہ ہے۔ شہر والے کہتے ہیں کہ چونکہ صلح کے ذریعہ سے شہر فتح ہوا ہے اس لئے مسلمان گیہوں لینے کے مستحق نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ گیہوں مسلمانوں کو ملنے چاہیں۔ آپ تحریر فرمایئے کہ میں کیا کروں؟"

جب یہ خط حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہیں سخت ناگوار گزرا۔ انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے قاصد سے دریافت کیا:

"کیا مجاہدینِ اسلام کو خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کی اطلاع نہیں ہوئی؟"

قاصد نے جواب دیا: "نہیں۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی دل آزاری کی وجہ سے ان کا خط عام مسلمانوں کو نہیں سنایا۔ جس روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا قاصد پہنچا وہ دن جمعۃ المبارک تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد ممبر پر جا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر تمام مسلمانوں کو سنایا۔ مسلمان فتحِ دمشق اور فتحِ مرج الدیباج کا حال سن کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے اللہ اکبر کے پُر زور انداز سے نعرے لگائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لوگو!! میں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری سے معزول کر کے

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ آپ سب کو معلوم ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے پہلے ایمان لائے۔ وہ مردِ بزرگ، رحمدل اور زیادہ زاہد و پاکباز ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اگرچہ نوجوان، پرجوش اور بہادر ہیں۔ لیکن بے پرواہ ہیں۔ آمد وخرچ کا باقاعدہ حساب نہیں رکھتے۔ تم میں سے کسی کو اس میں کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟''

کسی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ لیکن قبیلہ بنی مخزوم کے ایک نوجوان نے کہا:

''کیا آپ ایک ایسے شخص کو معزول کرتے ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''سیف اللہ'' کا خطاب عطا فرمایا۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے سیفِ ناطق مشہور کیا۔ جنہوں نے گردن کش مشرکوں کو زیر کیا۔ عراق اور شام کے مشہور اور بڑے بڑے شہروں کو فتح کیا۔ ان کی معزولی کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کئی مرتبہ کہا گیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ انہیں معزول کر کے قرابت کی پاسداری کو قطع کر رہے ہیں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان کی طرف دیکھ کر فرمایا:

''تم نوجوان ہو اور (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کے چچا کے بیٹے ہو اس لئے تمہیں اس کی معزولی بری معلوم ہوئی۔ مجھے خوف ہے کہ اگر (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ معزول نہ کئے گئے تو کہیں وہ بہک نہ جائیں۔ اس وقت زیادہ تر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ فتوحات (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔

یہی خیال (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کو ہو گیا تو وہ مغرور ہو جائیں گے۔ یاد رکھو، فتوحات (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کی بہادری کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایران و شام کی فتح کا وعدہ کیا ہے۔ وہ اس وعدہ کو وفا کر رہا ہے۔''

اس کے بعد کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا۔ ابنِ اثیر وغیرہ میں یہ خط عربی زبان میں موجود ہے۔ ہم اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

خط یہ ہے:

''عبداللہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ سردارِ مسلمانان اور مزدورِ مومنین کی طرف سے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے نام۔ آپ رضی اللہ عنہ پر سلامتی ہو۔ میں اس اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔ تحقیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ مسلمانوں نے خلافت کا بارِ گراں میرے کندھوں پر رکھ دیا ہے۔ میں نے آپ کو ملکِ شام کا سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ آپ نہ شرماؤ۔ مسلمانوں پر اس بات کو ظاہر کر دو۔ (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ سے ذمہ داری لے لو۔ دمشق کی فتح از روئے صلح سمجھی جائے۔ اگر صلح نامہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے گیہوں کے متعلق یہ طے کر دیا تھا کہ گیہوں رومیوں کے ہیں تو ان کے حوالہ کر دو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ بدعہدی بڑا گناہ ہے۔ ہرقل اعظم کی بیٹی کو بطور ہدیہ اسے دے دینا (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کو مناسب نہیں تھا۔ جب مسلمانوں نے مشقت اٹھائی تھی، تب اسے حاصل کیا تھا۔ اس کے عوض میں روپیہ لے کر ان مسلمانوں کو دیا جاتا جنہوں نے تکلیف اٹھائی تھی۔ آئندہ کے لئے ایسی باتوں کی احتیاط کریں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ خط قاصد کو دے کر روانہ کیا۔ قاصد نے دمشق میں پہنچ کر تمام لشکر کے روبرو یہ خط پڑھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سن کر تمام مسلمانوں کو دلی رنج پہنچا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی معزولی پر کچھ کبیدۂ خاطر نہیں ہوئے۔ انہوں نے فرمایا:

''قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے بڑی ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ جب میں نے عراق اور شام میں فتوحات کیں تب معزول کیا گیا۔''

ایک سپاہی نے کھڑے ہو کر کہا:

''اے سردار کیا کہتے ہو؟ چپ رہو، اسی سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں فتنہ پیدا ہونے کا احتمال ہی نہیں

ہو سکتا۔"

ابنِ اثیر وغیرہ کئی مؤرخوں نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ہوتے ہی ۱۳ھ میں معزول کر دیا تھا۔ لیکن بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ۱۷ھ میں معزول کیا۔ چونکہ زیادہ تر تاریخوں میں ۱۳ھ میں معزول کیا جانا لکھا ہے اس لئے صحیح یہی ہے۔

مؤرخین نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کی بہت سی وجوہات لکھی ہیں۔ مختلف تاریخوں میں مختلف وجوہات تحریر ہیں۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ غیر محتاط تھے کہ انہوں نے جوش میں آ کر کئی مسلمانوں کو قتل کر ڈالا تھا۔ (یہ وجہ غلط ہے، ان کے مسلمان ہونے کا خالد رضی اللہ عنہ کو علم ہی نہیں تھا۔) اور وہ حساب کتاب با قاعدہ نہ رکھتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں تنبیہہ کی لیکن انہوں نے پرواہ نہیں کی۔ بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ لکھ دیا کہ میں حساب کتاب با قاعدہ نہیں رکھ سکتا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ شاعروں کو بے دریغ روپیہ دے دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شاعر نے ان کی تعریف کی، انہوں نے اسے دس ہزار درہم دے ڈالے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی معلوم ہو گیا۔ اس پر انہوں نے جواب بھی طلب کیا تھا۔

اس قسم کی اور کئی وجوہات لکھی ہیں۔ لیکن زیادہ تر مؤرخوں کا قول یہ ہے کہ ان کی معزولی اس وجہ سے عمل میں آئی کہ مسلمانوں کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی وجہ سے فتوحات ہو رہی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا یہ خیالِ باطل دور کرنے کے لئے انہیں معزول کیا۔ تاریخِ طبری میں بھی ان کی معزولی کی یہی وجہ لکھی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی نہایت ہی اہم کام تھا۔ عام طور پر مسلمان ان کے مداح تھے۔ احتمال تھا کہ کہیں وہ بگڑ نہ جائیں لیکن فاروقی سطوت وجلال کا یہ عالم تھا کہ کوئی شخص بھی چوں چرا نہ کر سکا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ معزولی کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا:

"یا خلیفۃ المسلمین!! آپ نے میرے ساتھ ناانصافی کی۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"(حضرت) خالد رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میں ناانصافی سے دور بھاگتا

ہوں۔ مجھے خوف ہوا کہیں آپ کا نفس آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے، کہیں آپ فخر و غرور کے شکار نہ ہو جاؤ۔ واللہ!! میں آپ کو محبوب رکھتا تھا اور اب بھی محبوب رکھتا ہوں۔ آپ کو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا ماتحت افسر کیئے دیتا ہوں۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خیانت کی وجہ سے علیحدہ کیا گیا ہے۔

آپ نے تمام عمالِ حکومت کو لکھا:

"(حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کو خیانت یا خفگی کی بنا پر معزول نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس لئے کہ لوگ ان کے مفتون ہوتے جاتے تھے۔ سمجھتے تھے فتوحات ان کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔"

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شام میں چلے آئے۔

باب ۱۰

عظیم الشان فتح

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اسلام کو اپنے تحت میں لے لیا تھا۔ وہ دمشق سے آگے بڑھنے کا قصد کر رہے تھے کہ ایک ذمّی معاہدی ان کے پاس آیا۔ اس معاہدی اور اس کے زن و فرزند کو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہی امان دی تھی۔

معاہدی نے کہا:

"اے سپہ سالارِ اعظم رضی اللہ عنہ!! آپ نے مجھے، میرے بیوی بچوں اور میرے عزیزوں کو امان دے کر مجھ پر احسان کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس احسان کا کچھ بدلہ کر دوں۔ یہاں سے قریب حصن ابی القدس ہے۔ حصن کے قریب ایک دیر ہے جو دیر ابی القدس کہلاتا ہے۔ اس دیر میں ایک صومعہ ہے۔ اس میں ایک راہب رہتا ہے جس کی عمر ایک سو سال سے زیادہ ہے۔ وہ دینِ نصرانیت کا زبردست عالم ہے۔ سال بھر میں ایک مرتبہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتا ہے۔ ایسٹر کے ایام میں دیر ابی القدس کے قریب سالانہ میلہ لگتا ہے۔ اس میلہ میں افریقہ، مصر، شام اور ایران سے تاجر آتے ہیں۔ ہر ملک کی بہترین اور قیمتی چیزیں فروخت کے لئے لاتے ہیں۔ خصوصیت سے سونے چاندی اور جواہرات کے زیورات ہوتے ہیں۔ قیمتی کپڑے رنگ برنگ اور طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ لاکھوں روپے کا سامان آتا ہے۔ اگر اس میلہ پر تاخت کی جائے تو چونکہ ہر ملک کے آدمی وہاں آئے ہوں گے، اس لئے ہر ملک والوں پر مسلمانوں کا رعب قائم ہو جائے گا اور بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ لگے گا۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"وہ دیر کہاں واقع ہے؟"

معاہدی نے جواب دیا:

"حصن ابی القدس عرقہ، طرابلس اور مرج السلسلہ کے درمیان میں ہے۔ مصر سے قبطی، طرابلس سے افریقی، عراق سے عراقی اور شام سے شامی وہاں آتے ہیں۔ یہ بازار ایک ہفتہ تک لگتا ہے۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: یہ حصن یہاں سے کس قدر فاصلہ پر ہے؟

معاہدی: زیادہ سے زیادہ دس فرسخ (فرسنگ) کے فاصلہ پر ہے۔ ایک دن سے بھی کم مسافت ہے۔ یہ حصن اور دیر دریا کے کنارہ پر ایسی جگہ واقع ہے جہاں اطراف مصر و طرابلس سے لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر آتے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اس حصن کے قریب کوئی بڑا شہر بھی ہے؟

معاہدی: جی ہاں، طرابلس ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جمع کر کے، معاہدی نے جو کہا تھا، بیان کیا اور دریافت کیا:

"مسلمانو!! تم میں سے کون اپنی جان کو ہبہ کرے گا اللہ تعالیٰ کے واسطہ اور اس مہم پر روانہ ہوگا؟"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس مہم پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنا چاہتے تھے لیکن شرم کی وجہ سے کہہ نہ سکتے تھے۔ اس وقت تمام مسلمان خاموش رہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ دریافت کیا۔ پھر سب چپ رہے۔ جب تیسری مرتبہ انہوں نے فرمایا، تب ایک نوجوان نے، جس کی داڑھی ابھی نکلنی شروع نہیں ہوئی تھی البتہ مونچھوں کی روئیدگی شروع ہوگئی تھی، اٹھ کر کہا:

"اے سردار! اس مہم پر جانے والا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا۔ شاید میں اپنے باپ کا بدلہ لے لوں۔"

ان نوجوان کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ہی اس سریہ کا سردار مقرر کر دیا اور ان کے ساتھ پانچ سو مشہور اور بہادر مسلمانوں کا ساتھ کیا۔

ان میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن مسروق الربعی رضی اللہ عنہ جیسے بہت

سے رئیس قوم، صحابی رضی اللہ عنہم اور اہلِ بدر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ ہم ایک کمسن نوجوان کی سرداری کو پسند نہیں کرتے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیاہ رنگ کا علم حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو دیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس مختصر لشکر کو لے کر روانہ ہوئے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر انہوں نے سفر شروع کر دیا۔ ان کے ساتھ ان کے ہمنام دوست حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

شعبان المعظم کی چودھویں رات تھی۔ چاندنی چٹک رہی تھی۔ نہایت دلکش منظر تھا۔

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد رضی اللہ عنہ کے بیٹے، کیسی دلفریب رات ہے؟ یہ رات چودھویں شعبان ہے، بڑی برکت والی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''سچ فرمایا آپ نے، یہ وہ رات ہے جس میں روزی بخشی جاتی ہے۔ موت لکھی جاتی ہے۔ اس رات کو بیدار رہ کر عبادت کرنا بڑا ثواب ہے۔''

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ: لیکن جہاد کا ثواب تو تمام عبادتوں سے افضل ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: آپ نے سچ فرمایا۔

یہ لوگ معاہدی کے ساتھ چلتے رہے۔ صبح کے وقت یہ ایک پہاڑ پر پہنچے۔ وہاں ایک گرجا تھا۔ ایک پادری ٹخنوں تک لمبا اُونی جبہ پہنے اور بالوں کی اونچی ٹوپی اوڑھے گرجا کے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو دیکھ کر دریافت کیا:

''آپ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟''

بعض مسلمانوں نے جواب دیا:

''جی ہاں، ہم محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔''

اس پادری نے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پوچھا:

''کیا یہ نوجوان تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں؟''

بعض مسلمانوں نے جواب دیا:

''نہیں بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔''

پادری: یہ پتے ہیں اور پتے درخت سے پہچانے جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے ہیں؟

پادری: کیوں نہیں۔ ان کا ذکر توریت اور انجیل میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: پھر آپ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟

پادری: یہ اس وقت ہوگا جب آسمانوں والا چاہے گا۔

کچھ دور اور چل کر معاہدی نے کہا:

"آپ یہاں ٹھہریں، میں جا کر میلے اور قوم کی خبر لاؤں۔"

چونکہ مسلمان ساری رات چلتے رہے تھے اس لئے صبح کی نماز پڑھ کر سو رہے۔ دوپہر کے بعد اٹھے، کھانا کھایا اور ظہر کی نماز پڑھی۔ عصر کے وقت معاہدی آیا۔

اس نے کہا: "غضب ہو گیا.......... اے سردار"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: کیا ہوا؟

معاہدی: بازار لگا ہوا ہے۔ پچیس ہزار رومی، قبطی اور عرب متنصرہ وغیرہ ہیں اور پانچ ہزار سوار والیِ طرابلس کے ہیں۔ طرابلس کے بادشاہ کی بیٹی کی شادی ہے۔ بادشاہ اپنی بیٹی اور اس کی چالیس سہیلیوں کی حفاظت کے لئے اس قدر لشکر لایا ہے۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے پوچھا:

"آپ سب کا کیا ارادہ ہے؟"

بعض مسلمانوں نے کہا:

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ ہمیں واپس چلنا چاہیے۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: مجھے خوف ہے کہ اگر میں واپس لوٹ جاؤں تو اللہ تعالیٰ کہیں مجھے بھاگنے والوں میں نہ لکھ دے۔ میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے لڑوں گا۔ جو میرے ساتھ رہے اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور جو واپس چلا جائے اس پر کوئی سرزنش نہیں ہے۔

تمام مسلمانوں نے کہا:

"ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں!"

رات مسلمانوں نے وہیں بسر کی۔ صبح کو وہ معاہدی کے ساتھ چلے۔ کچھ دن چڑھے وہ دیرِ ابی القدس کے سامنے پہنچے۔ میلہ لگا ہوا تھا۔ خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے پانچ دستے کئے اور ان سے فرمایا:

"پانچوں الگ الگ ہو کر حملہ کرو۔ اگر ہم زندہ رہے تو دیر میں ملیں گے،

اور اگر شہید ہو گئے تو بہشت میں ملاقات ہو گی۔"

اس روز طرابلس کے بادشاہ کی بیٹی کی شادی تھی۔ لڑکی دلہن بن کر گرجا میں آ گئی تھی اور اس کے ساتھ اس کی سہیلیاں بھی زرق برق لباس پہن کر سونے اور جواہرات کے زیورات سے گوندنی کی طرح لدی ہوئی آ گئی تھیں۔

مسلمانوں کو دیکھتے ہی عیسائیوں نے شور وغل شروع کیا۔ مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے حملے کر کے رومیوں اور قبطیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ خونریز جنگ شروع ہو گئی۔

طرابلس کا بادشاہ شادی کو بھول گیا اور اپنی فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں آ گیا۔ نہایت سخت لڑائی ہونے لگی۔ عیسائیوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا اور انہیں قتل کرنے کے لئے پر جوش حملے کرنے لگے۔ مسلمانوں نے نہایت استقلال اور بڑی دلیری سے ان کا مقابلہ شروع کیا۔

جوں جوں سورج چڑھتا جا رہا تھا، لڑائی کے شعلے بھڑکتے جا رہے تھے۔ جوانمرد نہایت پھرتی سے لڑ رہے تھے۔ مسلمان کبھی کبھی اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے تھے جس سے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے زندہ ہونے کا علم ہو جاتا تھا۔

عیسائی مسلمانوں کو پیس ڈالنے کی انتہائی کوشش کر رہے تھے لیکن مسلمان گویا لوہے کے بن گئے تھے۔ وہ بڑی پھرتی اور بہادری سے لڑ رہے تھے مگر عیسائیوں نے انہیں متفرق کر دیا تھا اور ہر مسلمان اپنے حال میں گرفتار ہو گیا تھا۔ کوئی ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ بڑی سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے بے شمار رومیوں کو مار ڈالا تھا۔ لیکن لڑتے لڑتے مسلمانوں کے بازو ست پڑنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے یہ کیفیت دیکھی تو وہ سمجھ گئے کہ عجب نہیں سارے مسلمان شہید ہو جائیں۔ وہ گھوڑا دوڑا کر دمشق کی طرف چلے اور چند ہی گھنٹوں میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر پکارے:

"اے سردار مدد کریں مسلمانوں کی، گھیر لیا ہے انہیں کافروں نے۔"

اس کے بعد انہوں نے جنگ کا مفصل واقعہ سنایا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بڑا رنج ہوا۔ انہوں نے حسرت بھرے لہجہ میں فرمایا:

"اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ!! اگر ہلاک ہوئے (حضرت) عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی تو کل قیامت کے روز تُو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دے گا؟"

وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے فرمایا:

"اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ (حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کنیت) دوڑو اور مدد کرو (حضرت)

عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مسلمانوں کی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں آپ رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ مجھے پہلے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے کیوں حکم نہیں دیا تھا۔ اس مہم پر مجھے کیوں نہ بھیجا؟''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: مجھے آپ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہوئے شرم آئی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ کی قسم!! آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے ایمان لائے، آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو ''امین الامت'' کا خطاب عطا فرمایا۔

اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھ پر کسی غیر معروف نوجوان کو بھی افسر مقرر کرتے تو میں اس کی اطاعت کرتا۔ آپ رضی اللہ عنہ گواہ رہو میں نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہبہ کر دیا ہے۔ پروردگار کی قسم مجھے امارت وسرداری کی خواہش نہیں ہے۔ میں تو مجاہد ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے جہاد کرتا رہوں گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر دے۔ آپ رضی اللہ عنہ جلدی سے سوار ہوں اور اپنا لشکر لے کر روانہ ہوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ لشکرِ زحف رہتا تھا جو کہ پانچ سو کی تعداد پر مشتمل تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس لشکر کو لے کر حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔

انہوں نے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی کر دیں۔ گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے۔ چند ہی گھنٹوں میں وہ دیر ابی القدس کے سامنے پہنچ گئے۔ وہاں ابھی تک جنگ ہو رہی تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں نے جاتے ہی پُر زور حملہ کر دیا۔

اس لشکر کے آنے سے مسلمانوں کو بڑی مسرت ہوئی۔ اب وہ بھی سنبھل کر لڑنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ بھی آئے تھے۔ وہ عیسائیوں کو قتل کرتے ہوئے طرابلس کے بادشاہ تک پہنچ گئے۔

انہوں نے اسے مار ڈالا۔ اس کا تاج اور زرنگار کپڑے اپنے قبضہ میں لئے اور اس کے گھوڑے پر جس پر سونے اور جواہرات کے زیورات تھے سوار ہوئے اور لڑنے لگے۔ وہ دیر کے قریب پہنچے۔ انہوں نے وہاں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو لڑتے ہوئے دیکھا۔ ان کے بدن پر خون پڑ پڑ کر گوشت کی طرح جم گیا تھا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے آپ کو۔ آپ نے تو حقِ جہاد ادا کر دیا۔
عیسائیوں سے اپنے باپ کا بدلہ لے لیا۔"

اس عرصہ میں عیسائی بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کا تعاقب نہر کے کنارہ تک کیا۔ جب وہ لوٹ کر آئے تو حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دیر ابی القدس پر قبضہ کر لیا تھا اور وہ وہاں سے سونے اور چاندی کے ظروف نکال رہے تھے۔ والیِ طرابلس کی لڑکی اور اس کی چالیس سہیلیوں کو بھی حراست میں لے لیا تھا۔ یہ لڑکی نہایت حسین اور مہ جمال تھی۔

لوگ بازار کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ مسلمانوں نے تمام سامان جمع کر لیا تھا۔ یہ سب مال و اسباب اور دولت خچروں پر بار کر کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ تمام مسلمان کے ساتھ وہاں سے لوٹے۔ جب وہ دمشق میں آئے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔

مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال کر باقی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو والیِ طرابلس کے کپڑے، تاج اور گھوڑا مع زیورات کے دے دیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو والیِ طرابلس کی بیٹی دے دی جس سے انہوں نے شادی کر لی۔ اس کی سہیلیوں کو بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ مسلمانوں نے ان سے عقد کر لئے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت اپنی بہن حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ کر دیا۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے گھوڑے کے زیورات میں سے جواہرات نکال کر اپنی سہیلیوں اور مسلمان خواتین میں تقسیم کر دیئے۔ چند جواہرات شمعونہ کو بھی دیئے۔ یہ جواہرات نہایت ہی قیمتی تھے۔ کئی ہزار درہم (روپے) میں فروخت ہوئے۔

مالِ غنیمت میں سے معاہدی کو بھی حصہ دیا گیا۔ اس کے حصہ میں اتنا آیا کہ وہ مالدار ہو گیا۔ معاہدی نے سچ کہا تھا۔ دیر ابی القدس کی جنگ نے مسلمانوں کو افریقہ، مصر، شام، عراق اور طرابلس وغیرہ میں مشہور کر دیا۔

چونکہ ان ممالک کے لوگ میلہ میں شرکت کی وجہ سے آئے تھے، وہ مسلمانوں سے مرعوب ہو کر بھاگے اور اپنے اپنے ملکوں میں جا کر مسلمانوں کی بہادری کی اس قدر تعریفیں کیں کہ وہاں کے لوگ ان سے خائف ہو گئے۔ یہ فتح حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم کی گئی۔

باب ۱۱

اہلِ قنسرین کی صلح

اب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بعلبک کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے بطور ہراول کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ لشکرِ زحف کو لے کر چلے۔ ان کے ساتھ حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ، حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی رضی اللہ عنہ اور میسب بن نجیبۃ الفرادی رضی اللہ عنہ جیسے پُر جوش مجاہد بھی تھے۔ ان کے پیچھے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مع تمام لشکر کے روانہ ہوئے۔

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے ایک راستہ حمص کی طرف جاتا تھا اور دوسرا بعلبک کی طرف تو انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حمص کی طرف روانہ کیا اور خود بعلبک کی طرف چلے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ جمعۃ المبارک کے روز ماہ شوال ۱۴ھ میں حمص کے قریب پہنچے۔ حمص ملکِ شام کا قدیم اور نہایت مشہور شہر ہے۔ انگریزی میں اس شہر کو امیسا کہتے ہیں۔ اسی شہر کے نام سے صوبہ تھا۔ یعنی صوبہ حمص۔ یہ صوبہ ملکِ شام کا بڑا صوبہ کہلاتا تھا۔

قدیم زمانہ میں حمص میں آفتاب کی پوجا ہوتی تھی۔ اس شہر میں آفتاب کے نام پر ایک بڑا ہیکل تھا جس کی یاترا کے لئے لوگ دور دور سے آتے تھے۔ اس ہیکل کا پجاری ہونا بڑی بات سمجھی جاتی تھی۔

اہلِ حمص مسلمانوں کی فتوحات کی خبریں سن سن کر خائف ہو رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان ابھی ان کے شہر پر حملہ نہ کریں گے لیکن جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے، تو انہوں نے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ صلح کر لینی چاہیے۔

لیکن انہیں یہ بات بھی معلوم تھی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ تیز مزاج ہیں۔ انہوں نے

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا قاصد بھیجا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کچھ دور نہیں گئے تھے کہ قاصد ان کے پاس پہنچا۔ وہ اس کے ساتھ حمص ہی میں لوٹ آئے۔

اہلِ حمص سے بارہ ہزار دینار اور دو سو تھان دیباج پر ایک سال کے لئے صلح ہوگئی۔ اب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے چار ہزار فوج دے کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو عواصم اور معرات کی طرف تاخت کیلئے روانہ کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کچھ دور چل کر حضرت مصعب بن محارث الیشکری کو پانچ سو سوار دے کر عواصم کی طرف بھیجا اور خود کفرلحات اور معرات کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ جس بستی میں گئے تو وہاں کے لوگوں نے مصالحت کر لی یا لڑ کر مغلوب ہوگئے۔ وہ فتوحات کے پرچم لہراتے ہوئے دیرِ شمعان تک پہنچ گئے۔ چونکہ ان کے ہاتھ غنایم اور قیدیوں کی وجہ سے بوجھل ہوگئے، اس لئے لوٹ آئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ بے شمار قیدی اور بہت زیادہ مالِ غنیمت دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ ابھی وہ قیدیوں اور مالِ غنیمت کا معائنہ ہی کر رہے تھے کہ تہلیل وتکبیر کی آوازیں سنیں۔

انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

''یہ کون لوگ ہیں؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے مصعب بن محارث الیشکری کو پانچ سو مکینی مسلمانوں کے ساتھ عواصم کی طرف تاخت وتاراج کے لئے بھیجا تھا، وہ آئے ہیں۔''

ان مسلمانوں کے ساتھ بھی بہت سے قیدی اور مالِ غنیمت تھا۔ ایک بڑا گلہ گائے، بکریوں اور مینڈھوں کا تھا۔ قیدیوں میں مرد، عورتیں اور بچے تھے جو رو رہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مترجم کے ذریعہ سے ان سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟

انہوں نے جواب دیا:

''ہم عیسائی ہیں۔ ہم امن وامان سے رہتے تھے۔ مسلمانوں کی خبر سنتے تھے لیکن یہ خیال نہیں تھا کہ مسلمان ہم پر آ ٹوٹیں گے۔ انہوں نے اچانک ہم پر حملہ کیا اور ہمیں گرفتار کر کے لے آئے۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ تم مسلمان ہوجاؤ؟

ان میں سے چند معزز لوگوں نے کہا:

''ہم اس بات سے ڈر کر کہ مسلمان نہ ہوئے تو مارے جائیں گے اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتے۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: تب تم ہماری ذمہ داری میں آجاؤ اور ادائیگی جزیہ پر صلح کرلو۔

ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا اور جزیہ کی ادائیگی کا اقرار کرلیا۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں جزیہ کی ادائیگی پر امان دے دی اور انہیں ان کے گھروں میں واپس بھیج دیا۔

ان لوگوں نے اپنے وطن میں جاکر مسلمانوں کے عدل وانصاف اور خلق ومروت کی ایسی تعریفیں کیں کہ اس نواح کے علاقہ کے وہ لوگ جہاں تک مسلمان نہیں پہنچے تھے، خود ہی آ آ کر ادائے جزیہ پر مصالحت کرنے لگے۔

قنسرین والوں کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ مسلمانوں سے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کرلیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے حاکم یعنی قنسرین کے والی سے مصالحت کا کہا۔

قنسرین میں لوقا نامی حاکم یا بادشاہ تھا۔ وہ نہایت چالاک اور متفنی شخص تھا۔ ایک مرتبہ جب وہ ہرقل اعظم سے ملنے کے لئے انطاکیہ گیا تھا تو اس نے قیصر سے یہ کہا تھا کہ وہ مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دے گا۔ اسے یہ خیال نہیں تھا کہ پہلے مسلمان اسی کے علاقہ کی طرف پیش قدمی کریں گے۔

جب اس نے مسلمانوں کی آمد کی خبریں سنیں تو ہرقل اعظم کو مدد کے لئے لکھا۔ ابھی وہاں سے کوئی جواب نہ آیا تھا کہ مسلمان قنسرین کے قریب حمص میں آگئے اور اس کے شہر قنسرین کے معززین نے اس پر دباؤ ڈالا کہ وہ مسلمانوں سے ادائے جزیہ پر صلح کرلے۔

اس نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ ہرقل اعظم کے پاس سے مدد آنے والی ہے، اس کا انتظار کریں۔ ابھی صلح نہ کریں۔ لیکن قنسرین کے لوگوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ جس قلعہ پر بھی مسلمانوں نے حملہ کیا، اسے فتح کرکے ہی چھوڑا۔ اس لئے انہوں نے لوقا سے اصرار کیا کہ مسلمانوں کے حملہ کرنے سے پہلے ہی وہ ان سے مصالحت کرلے۔

جب لوقا مجبور ہوگیا تو اس نے کہا:

''اچھا، اگر تم جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت کرنے پر ہی بضد ہو تو مجھے بھی کوئی

اعتراض نہیں ہے۔ مگر صلح دائمی نہ کرو بلکہ صرف ایک سال کے لئے کر لو۔ اس عرصہ میں اگر ہرقل اعظم نے مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دیا تو ہم بھی صلح توڑ کر مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے، اور اگر ان کی فتوحات، جیسے آج کل ہو رہی ہیں، ایسے ہی ہوتی ہیں تو ہم صلح پر قائم رہیں گے۔"

معززینِ شہر نے اس کی اس بات کو منظور کر لیا۔ چنانچہ لوقا نے ایک مشہور راہب اصطخر نامی کو بلوایا جو زبردست عالم تھا، پھر اسے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط دے کر بھیجا۔ اصطخر نے حمص میں پہنچ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لوقا کا خط پیش کیا۔

اس خط میں لکھا تھا:

"ہم ایک سال کے لئے جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت کرنا چاہتے ہیں۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی افسروں کو جمع کر کے یہ خط انہیں سنایا۔ اس وقت اصطخر بھی وہاں موجود تھا۔ اصطخر ایک بات دیکھ کر بہت حیران ہوا کہ تمام مسلمان ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ سب ہی معمولی قسم کے موٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ افسروں اور سپہ سالار کے پاس نہ امتیازی کپڑے تھے نہ کوئی اور امتیازی نشان تھا۔

خط سن کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اے سردار، قسم ہے اس رب العزت کی جس نے ہمیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بنایا کہ لوقا کا ارادہ ہمارے ساتھ مکر و فریب کرنے کا ہے۔ اس کے اس خط سے بوئے فریب آتی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ ہم عرب یوں تو سیدھے سادے ہیں لیکن مکر کی باتوں کو سمجھ لیتے ہیں۔"

اصطخر نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر دریافت کیا:

"کیا آپ ہی سردار ہیں؟"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"نہیں!! میں ایک سپاہی ہوں۔"

اصطخر : آپ کا نام کیا ہے؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: میرا نام خالد بن ولید مخزومی ہے۔

اصطخر : اچھا، آپ وہ ہیں جن کی بہادری اور شجاعت کی شہرت ہے۔ سنئے! ہماری تعداد آسمان کے ستاروں اور ریت کے ذروں سے زیادہ ہے۔ اگر آپ ہم سے لڑیں گے تو کبھی فلاح کو نہ پہنچیں گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ہمیں دشمن کی کثرت اور اپنی قلت کی پرواہ نہیں ہوتی، ہم اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے محترم ومکرم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملکِ شام کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے، ہمیں یقین ہے کہ یہ ملک ہمارے ہاتھوں پر فتح ہوگا۔

اصطخر: آپ کی فوج کا ہر سپاہی (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ نہیں ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اس وقت یہ تمہارے سامنے جس قدر لوگ بھی بیٹھے ہیں، یہ وہ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو راہِ خدا میں ہبہ کر دیا ہے۔ ان کا مقابلہ آسان نہیں ہے۔

اصطخر: لیکن ہم آپ کو صلح کی طرف بلاتے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اس کا جواب ہمارے سردار دیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: میں صلح کو لڑائی سے اچھا سمجھتا ہوں، اگر آپ سب کی رائے ہو تو صلح کر لی جائے۔

سب نے کہا:

''جس بات کو آپ مناسب سمجھیں، کریں۔''

چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک سال کے لئے اسی شرط پر صلح کر لی کہ اگر اہلِ قنسرین نے مدد طلب کی یا مسلمانوں کی مخالفت کی تو صلح ٹوٹ جائے گی، اور اگر ہرقل اعظم نے از خود اہلِ قنسرین کی مدد کے لئے کوئی فوج بھیجی تو مسلمان اس سے لڑیں گے۔

اصطخر نے ان باتوں کو منظور کر لیا۔ چنانچہ صلح ہوگئی اور اصطخر واپس چلا گیا۔

باب ۱۲

لوقا کی غداری

لوقا نے اہلِ قنسرین کے اصرار کرنے پر صلح تو کر لی لیکن وہ اس فکر میں تھا کہ ہرقل اعظم مدد بھیج دے تو وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔ اس نے صلح کرتے ہی ہرقل اعظم کو پھر ایک عریضہ لکھا:

''مسلمان اچانک حملہ آور ہوئے۔ چونکہ مجھ میں ان کا مقابلہ کرنے کی قوت نہ تھی اس لئے مصلحتاً ان سے ایک سال کے لئے مصالحت کر لی ہے۔ اگر آپ نے کافی مدد بھیجی تو مجھے یقین ہے کہ میں مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دوں گا اور اگر مدد نہ کی تو قنسرین پر مسلمانوں کا دائمی قبضہ ہو جائے گا۔''

اس عریضہ کے جواب میں ہرقل اعظم نے دس ہزار عرب منتصرہ کے ساتھ جبلہ بن الاسیم غسانی کو لوقا کی مدد کے لئے بھیج دیا۔

جبلہ قبیلہ غسان کا سردار ہی نہیں بلکہ بادشاہ بھی تھا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اتفاق سے حج کا زمانہ آ گیا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حج کرنے گیا۔ جبکہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، ایک عرب جو قبیلہ فزاری سے تھا، اس کے قریب آ گیا اور اس کا پاؤں جبلہ کی چادر پر پڑ گیا۔ اِس سے چادر اُس کی پشت پر آ پڑی اور وہ سینہ تک برہنہ ہو گیا۔ وہ چند ہی روز پہلے مسلمان ہوا تھا اور ابھی اس میں جاہلیت کا فخر و غرور باقی تھا۔ اسے غصہ آ گیا۔ اس نے اس زور سے فزاری کے منہ پر گھونسہ مارا کہ اس کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے اور ناک پر بھی ضرب آئی۔

طواف کرنے کے بعد اس مضروب فزاری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دربار میں استغاثہ کیا۔ وہ موجودہ زمانہ کی سی عدالت تو تھی نہیں کہ مدت کے بعد ملزم کی طلبی کی نوبت آتی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی وقت جبلہ کو طلب کر لیا اور اس سے دریافت کیا:

''کیا تم نے اس شخص کو مارا؟''

جبلہ نے جواب دیا:

''جی ہاں مارا ہے۔ اس نے ایسی گستاخی کی تھی کہ اگر خانہ کعبہ کا احترام مدنظر نہ ہوتا تو میں اسے قتل کر ڈالتا۔''

جبلہ سمجھتا تھا کہ وہ بادشاہ ہے۔ اس نے مسلمان ہو کر تمام مسلمانوں پر احسان کیا ہے۔ ہر معاملہ میں اس کی طرفداری کی جائے گی۔ لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ اسلام نے امیر غریب، آقا غلام اور بادشاہ فقیر کو ایک درجہ میں کر دیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تمہیں اپنے جرم کا اعتراف ہے اس لئے تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ یا تو اس مستغیث کو رضامند کر لو، ورنہ تم سے قصاص لیا جائے گا اور تمہارے اگلے دو دانت توڑ دیئے جائیں گے۔''

جبلہ کو خلافِ امید یہ باتیں سن کر سخت حیرت ہوئی۔ اس نے کہا:

''کیا آپ مجھ سے جو ایک بادشاہ ہے، ایک معمولی شخص کا انتقام لو گے؟''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: ضرور قصاص لوں گا۔ کیونکہ اسلام میں بادشاہ اور فقیر کا ایک رتبہ ہے۔ مساوات کے معنی ہی یہ ہیں۔

جبلہ: اچھا آپ مجھے ایک رات کی مہلت دیجئے تاکہ میں غور کر لوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: میں تمہیں مہلت نہیں دے سکتا۔ البتہ یہ مستغیث مہلت دے سکتا ہے۔

جبلہ نے فزاری سے کہا:

''میری تم سے درخواست ہے کہ تم مجھے ایک شب کی مہلت دو۔''

فزاری آمادہ ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے کہنے سے جبلہ کو ایک شب کی مہلت دے دی۔ جبلہ رات ہی کو خفیہ طور پر مدینہ منورہ سے بھاگ کر ملکِ شام میں آ گیا اور ہرقل اعظم کے پاس انطاکیہ میں پہنچ کر عیسائی ہو گیا۔ جبلہ ہمدان کا بادشاہ تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب جبلہ کے بھاگنے اور انطاکیہ میں پہنچ کر مرتد ہو جانے کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو لکھا:

''جبلہ اور اس کے ساتھیوں کو جہاں پاؤ مار ڈالو۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ قنسرین سے آگے چلے آئے تھے۔ لیکن چونکہ انہیں اہلِ قنسرین پر اطمینان نہیں تھا بلکہ یہ اندیشہ تھا کہ وہ غداری اور بے وفائی نہ کریں اس لئے قنسرین کے قرب و جوار میں ادھر ادھر گھوم پھر رہے تھے۔

ایک روز ایک عرب حضرت سعید بن العامر انصاری رضی اللہ عنہ کا غلام مجیع لکڑیاں لینے گیا تھا وہ دیر تک واپس نہ آیا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ اس کی تلاش میں چلے۔ لشکر سے کچھ فاصلہ پر انہوں نے اپنے غلام کو اس حالت سے آتا ہوا دیکھا کہ وہ خون میں شرابور تھا اور مخموروں کی طرح لڑکھڑاتا چل رہا تھا۔ غالباً اس کے جسم سے زیادہ خون نکل گیا تھا۔ وہ ناتوان ہو گیا تھا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

"سختی ہو تجھ پر، کہاں تھا تُو صبح سے اور یہ تیرا کیا حال ہے؟"

مجیع جواب نہ دے سکا۔ وہ اوندھے منہ گر کر بے ہوش ہو گیا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار تھے۔ وہ جلدی سے اترے۔ ان کے پاس مشکیزے میں پانی تھا۔ انہوں نے غلام کے منہ پر چھینٹے دے کر اسے دامن سے ہوا کی۔ تھوڑی ہی دیر میں اسے ہوش آ گیا۔ اس نے نحیف آواز سے کہا:

"میرے آقا!! آپ یہاں سے جلد چلے جائیے ورنہ اعدائے اسلام آپ تک پہنچ جائیں گے اور آپ کا بھی وہی حال کریں گے جو میرا کیا ہے۔"

حضرت سعید رضی اللہ عنہ: پرواہ نہیں۔ میں تمہیں اس حال میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ آخر وہ کون بدبخت تھے جنہوں نے تیرا یہ حال کیا؟

مجیع: میں دوسرے غلاموں کے ساتھ لکڑیوں کی تلاش میں آیا تھا۔ ہم سب گیارہ غلام تھے۔ لکڑیاں کاٹ رہے تھے کہ دفعتہً ہمیں ایک ہزار عرب متنصرہ نے آ کر گھیر لیا۔ ہم نے بھاگنا بے سود سمجھا۔ ان کا مقابلہ کیا اور اپنے سے دوگنوں کو مار ڈالا۔ میں لڑتے لڑتے زخمی ہو کر گر گیا۔ ان بدبختوں نے میرے دوسرے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ مجھے مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ میں ان کے چلے جانے کے بعد اٹھ کر یہاں تک بڑی مشکل سے پہنچا ہوں۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے غلام کے زخم دھو کر مرہم پٹی کر دی اور اسے گھوڑے کے اوپر اپنے پیچھے سوار کر کے چلے۔ ابھی وہ چند ہی قدم گئے تھے کہ تقریباً پانچ سو عیسائی عربوں نے آ کر انہیں گھیر لیا اور ان پر تلوار چلانی چاہی۔ انہوں نے ڈانٹ کر فرمایا:

"سختی ہو تجھ پر!! تُو اپنی ہی قوم کے ایک شخص کو قتل کرتا ہے؟"

یہ حملہ آور عرب جبلہ کے ہمراہی تھے۔ انہوں نے کہا:

''تم بادشاہ کے پاس چلو۔''

حضرت سعید رضی اللہ عنہ: چلو۔

چنانچہ وہ ان عربوں کے ساتھ چلے اور جبلہ کے لشکر میں پہنچے۔ انہوں نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو جبلہ کے سامنے پیش کیا۔ جبلہ نہایت فخر و غرور کے ساتھ سونے کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ وہ دیباج کے کپڑے پہنے تھا جن پر موتی جڑے ہوئے تھے اور جواہرات کی لڑیاں لٹکی ہوئی تھیں۔

جبلہ نے ان سے پوچھا:

''تم کس قبیلہ سے ہو؟''

حضرت سعید رضی اللہ عنہ: میں اہلِ یمن سے ہوں، قبیلہ حارثہ ہے۔

جبلہ: تم ہمارے قریبی عزیز ہو۔ افسوس ہے تمہارے خلیفہ رضی اللہ عنہ پر، انہوں نے اس بات کو غنیمت نہ جانا کہ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ انہوں نے ایک حقیر شخص کا مجھ سے قصاص لینا چاہا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ: اسلام میں مساوات ہے اس لئے قصاص لینا ضروری تھا۔

جبلہ: اچھا تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ ملکِ شام سے چلے جائیں۔ ورنہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار یا قتل کر دیا جائے گا۔ ہرقل اعظم نے مجھے قنسرین والوں کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے آئے۔ جب وہ اپنے لشکر میں پہنچے تو مسلمانوں نے ان سے پوچھا:

''کہاں چلے گئے تھے آپ (حضرت) سعید رضی اللہ عنہ!! ہم آپ کی عدم موجودگی کی وجہ سے سخت پریشان ہو گئے تھے۔''

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''صبر کرو۔ میں سردار کے پاس پہنچ کر تمام واقع بیان کروں گا۔''

وہ غلام کو اپنے خیمہ پر چھوڑ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں جبلہ کو ملنے اور اس کی تمام باتیں بیان کیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔

انہوں نے فرمایا:

''مکار اور دغاباز کبھی فلاح کو نہیں پہنچتے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ایسے دس جوانمردوں کو ساتھ لے جاؤں گا جو دس ہزار دشمنوں پر بھاری ہوں گے اور

لوقا کو اس کی مکاری کی سزا دوں گا۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ!! کرو آپ جو آپ نے ارادہ کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ لو آپ اپنے ساتھ انہیں، جنہیں دوست رکھتے ہو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آواز دینی شروع کی۔ کہاں ہیں حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن سعد الیشکری رضی اللہ عنہ، حضرت سہیل بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی رضی اللہ عنہ اور کہاں ہیں حضرت سعید بن عامر الانصاری رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ اور کہاں ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ، حضرت میتب بن نجبۃ الفراری رضی اللہ عنہ اور حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ"

یہ سب لوگ فوراً مسلح ہو کر آ گئے۔ حضرت خالد بھی مسلح ہو کر آئے اور مغرب کی نماز پڑھ کر ان لوگوں کو ساتھ لے کر جبلہ کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔

باب ۱۴

لوقا کا انجام

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے تو انہوں نے اپنے ساتھ اپنے غلام ہمام کو بھی لے لیا۔ اس طرح یہ کل بارہ آدمی ہو گئے۔ انہوں نے کچھ دور چل کر عشاء کی نماز پڑھی اور پھر چل پڑے۔ حضرت سعید بن عامر الانصاری رضی اللہ عنہ بطور رہبر آگے آگے چل رہے تھے۔

نصف رات کے قریب وہ جبلہ کے لشکر کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے وہاں روشنی دیکھی۔ حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اگر اجازت ہو تو میں عرب متنصرہ کے لشکر کی خبر لے کر آؤں؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ہاں جائیے۔ لیکن احتیاط کو اپنی چادر گردانتا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ گئے اور تھوڑی ہی دیر میں خبر لائے کہ ''یہ لشکر جبلہ ہی کا ہے۔ سپاہی نہایت آرام سے سو رہے ہیں، شاید پہرہ کا کوئی انتظام نہیں ہے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ہمیں گادے میں چھپ جانا چاہیے۔

انہوں نے ادھر ادھر دیکھ کر ایک جگہ پسند کی اور یہ سب گھوڑوں کو چرنے کے لئے چھوڑ کر زمین پر ہی لیٹ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ سب بھی سو گئے۔ صبح کو بہت سویرے بیدار ہوئے۔

نماز پڑھ کر وہ اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ جبلہ اپنا لشکر لے کر چلے تو وہ بھی اس میں شامل ہو جائیں۔ کچھ تھوڑا ہی دن چڑھا تھا کہ جبلہ اپنا لشکر لے کر قنسرین کی طرف روانہ ہوا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

''دیکھو، ہوشیار و محتاط رہنے کا وقت ہے۔ اپنے چہروں سے ڈھاٹے باندھ لو اور مشرکوں کے لشکر میں مل جاؤ۔ اس بات کی احتیاط کرنا کہ سب ایک جگہ ساتھ رہو، متفرق نہ ہو جاؤ!''

سب نے اپنے چہروں سے ڈھاٹے باندھ لیے۔ گھوڑوں پر زین کسے اور نہایت احتیاط سے گادے سے نکل کر جبلہ کے لشکر میں مل گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کوشش کر کے جبلہ کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنے کان جبلہ اور اس کے ساتھیوں کی گفتگو کی طرف لگا دیئے۔ چلتے چلتے کسی مصاحب نے جبلہ سے کہا:

''غالباً آج لوقا قنسرین سے نکل کر آپ کے استقبال کے لئے آئے گا!''

جبلہ: ہاں، اس نے یہی پیغام دے کر قاصد کو بھیجا تھا۔

مصاحب: اُسے مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے زیادہ دور جانے کی جرأت نہیں ہوئی۔

جبلہ: یہی بات ہے۔ وہ بزدل اور ڈرپوک ہے۔ اسے یہ سمجھ لینا چاہیے تھا کہ میرے آنے کی خبر سن کر ہی مسلمان اس قدر خوفزدہ ہو گئے ہوں گے کہ اس طرف آنے کی جرأت ہی نہ کریں گے۔ کل جو پیغام میں نے مسلمانوں کے سردار کے پاس بھیجا ہے، اسے سن کر وہ اسلامی لشکر کو لے کر کسی اور طرف ٹل جائیں گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں کو اس کی یہ لاف زنی سن کر جوش تو بہت آیا لیکن جواب دینے کا موقع نہیں تھا اس لئے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھ کر اشاروں میں چپ رہنے کی تلقین کی۔

دوپہر سے کچھ پہلے یہ لوگ قنسرین کے قریب پہنچے۔ شہر کی سربفلک فصیل نظر آنے لگی۔ اس وقت لوقا اپنی تمام فوج کو ساتھ لے کر جبلہ کے استقبال کے لئے قنسرین سے نکلا۔ اس کے سامنے جواہر نگار صلیب تھی۔ قسیس اور راہبوں کا مجمع تھا جو چاندی کی انگیٹھیاں ہاتھوں میں لئے تھے۔ ان میں خوشبوئیں جل رہی تھیں۔ وہ انجیل کی آیتیں پڑھتے آ رہے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر آہستہ آہستہ لوقا کی طرف بڑھے۔ جبلہ نہایت شان سے آ رہا تھا۔ جب لوقا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس نے انہیں حامیانِ صلیب سمجھ کر کہا:

''سلامت اور باقی رکھیں مسیح اور صلیب تمہیں!''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ڈپٹ کر فرمایا:

''سختی ہو تجھ پر ہم لوگ بندگانِ صلیب سے نہیں ہیں بلکہ ہم اصحاب محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں۔''

یہ کہتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنا ڈھاٹا کھولا اور پکار کر فرمایا:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ. میں خالد بن ولید ہوں۔ بد بخت لوقا!! تجھے تیرے فریب نے کوئی نفع نہ دیا۔"

لوقا کانپنے لگا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھا کر اُسے اس کی زین سے کھینچ لیا اور اپنے غلام حضرت ہمام رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت ہمام رضی اللہ عنہ نے اسے رسی سے جکڑ لیا۔ فوراً ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگا کر تلواریں سونت لیں اور نیزوں کو راست کر لیا۔ لوقا کے ہمراہی مسلمانوں کو اپنے سے اس قدر قریب دیکھ کر سخت خائف ہوئے۔ انہیں جبلہ کی تمام فوج مسلمانوں کا لشکر نظر آنے لگا۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹے۔ جبلہ مسلمانوں کی آوازیں سن کر چونکا۔ وہ اپنا رسالۂ خاص لے کر بڑھا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے گرد آ کر چھا گیا۔ مسلمان اس بے شمار لشکر کے بیچ میں بالکل ایسے تھے جیسے بیابان میں چند آدمی ہوں۔

جبلہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

"تم کون ہو؟"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں۔ میرا نام خالد بن ولید مخزومی ہے۔"

جبلہ: کیا تم اسلامی لشکر کے سردار ہو؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: نہیں، میں مسلمانوں کا بھائی ہوں۔ سردار ایک مرد بزرگ ہیں [illegible] نام ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہے۔ تمہارا نام شاید جبلہ ہے؟

جبلہ: ہاں میں ہمدان کا بادشاہ ہوں، میری شان و شوکت کو دیکھو!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: افسوس تم نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی۔ تمہارے نفس نے تمہیں ذلیل و رسوا رکھا۔ تم روشنی میں آ کر پھر اندھیرے میں جا پڑے۔

جبلہ: تم زیادہ باتیں نہ کرو۔ اس بات کو غنیمت جانو، چونکہ لوقا تمہارے قابو میں ہے اس لئے میں تم سے کچھ تعرض نہیں کرتا۔ اگر تم اسے چھوڑ دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: لوقا نے ہمارے ساتھ فریب کیا ہے، ہم اسے سزا دیں گے۔

جبلہ: سنا ہے تم عدل کو پسند کرتے ہو۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تمہارا ایک آدمی ہمارے ایک آدمی

سے مقابلہ کرے۔ اگر تمہارا آدمی غالب آجائے تو ہم تمہارا راستہ چھوڑ دیں۔ تم لوقا کو لے کر چلے جانا اور اگر ہمارا آدمی غالب آئے تو تم لوقا کو ہمارے حوالہ کر دینا۔ ہم تمہیں یہاں سے صحیح وسلامت چلے جانے کی اجازت دے دیں گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ کی قسم!! تم وہ قوم ہو جو عدل و انصاف پر قائم نہیں رہتے ہو۔ مکر و فریب تمہارا شیوہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم اپنے قول پر قائم نہ رہو گے۔ لیکن جو تم کہتے ہو مجھے منظور ہے۔

جبلہ کے ساتھیوں نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے انہیں چاروں طرف سے نرغہ میں لے کر گھوڑوں کی کنوتیوں پر نیزے رکھ لئے تھے اور ننگی تلواریں ہاتھوں میں لے لی تھیں۔ جبلہ نے اپنے آدمیوں کو پیچھے ہٹایا تاکہ دو آدمیوں کے لڑنے کے لئے جگہ نکل آئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خود میدان میں نکلنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جلدی سے قسم دے کر فرمایا:

> ''اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ!! قسم دیتا ہوں میں اللہ پاک کی کہ نہ نکلے سوائے میرے کوئی اور شخص۔ میں شہادت کا متلاشی ہوں۔ پس، شاید میں جا ملوں اپنے والد محترم رضی اللہ عنہ سے جنت الفردوس میں۔''

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں نکلنے کی اجازت دی۔ وہ میدان میں نکلے۔ انہوں نے گھوڑے کو چکر دیا اور پھر کھڑے ہو کر فرمایا:

> ''اے قوم بنی الاصفر!! سمجھ لو اور جان لو کہ میں بیٹا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہوں جو بڑے مستقل مزاج اور باہیبت تھے۔ جنہوں نے اعدائے اسلام اور سرکشانِ عرب کو تلوار کی نوک سے سیدھا کر دیا تھا۔ جنہوں نے ڈگمگاتی ہوئی کشتیِ اسلام کو سنبھال لیا تھا۔ تم میں جو بہادر ہو، وہ میرے مقابلہ کے لئے نکلے۔''

فوراً جبلہ نے ایک شہسوار کی طرف اشارہ کیا۔ وہ نہایت بہادر تھا۔ گھوڑے پر مثل برج کے بیٹھا تھا۔ اس نے میدان میں نکلتے ہی نہایت سختی سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس کا وار روک کر اپنی تلوار کا ایسا وار کیا کہ شانے کی لوہے کی کڑیاں کاٹ کر گردن اڑا گیا۔

جبلہ نے دوسرے سوار کی طرف اشارہ کیا۔ وہ مقابلہ میں آیا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

نے اسے بھی مار ڈالا۔ یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے پانچ سوار نکلے اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے پانچوں کو مار ڈالا۔

جبلہ کو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر بڑا طیش آ رہا تھا۔ وہ خود حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے آیا لیکن اس نے پہلے فریب سے کام لینا چاہا۔

چنانچہ آتے ہی کہا:

''تم نے میرے ہمراہیوں کی لاشوں سے زمین کو بھر دیا ہے۔ لیکن اب میں تمہارے مقابلہ کے لئے آیا ہوں تو تمہارے ساتھی بھی تمہاری مدد کے لئے آ رہے ہیں۔''

یہ جبلہ نے انہیں دھوکا دیا تھا کہ وہ اپنے پشت کی طرف دیکھیں اور وہ اچانک حملہ کر کے انہیں شہید کر ڈالے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ہنس کر فرمایا:

''جبلہ، مجھے بھی فریب دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم!! میں تمہارے فریب میں آنے والا نہیں ہوں۔''

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کمسن بھی تھے اور خوبرو بھی۔ جبلہ نے کوشش کی کہ کسی طرح وہ اس کے پاس چلے آئیں۔ چنانچہ اس نے کہا:

''اے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ!! میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔ اگر تم میرے پاس چلے آؤ اور عیسائی ہو جاؤ تو میں تمہارے ساتھ اپنی اس بیٹی کی شادی کر دوں جو نہایت خوبصورت ہے۔ جس کی خواست گاری کئی شہزادے کر رہے ہیں۔ تم میرے بیٹے ہو جاؤ گے۔ میں تم پر نعمتوں کے دروازے کھول دوں گا۔ تم شاہزادوں کی طرح رہو گے۔''

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ: سختی ہو تجھ پر اے جبلہ!! تُو بلاتا ہے مجھے ایمان سے کفر کی طرف؟ روشنی سے تاریکی کی طرف؟ اور عقبیٰ سے دنیا کی طرف؟ اللہ تعالیٰ کی قسم!! میں ہرگز جدا نہ ہوں گا اپنے دین سے، کیونکہ یہی دین سچا ہے۔

جبلہ نے جوش میں آ کر ان پر حملہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے نہایت صبر و استقلال سے اس کے حملہ کو روکا اور بڑی جوانمردی سے اس کا مقابلہ شروع کر دیا۔ وہ جبلہ سے پہلے پانچ آدمیوں سے لڑ چکے تھے اور ان پانچوں کو قتل کر چکے تھے۔ بہت تھک گئے تھے مگر اس وقت بھی اس

طرح لڑ رہے تھے جیسے وہ تازہ دم ہوں۔

جبلہ کوئی معمولی آدمی نہ تھا، بڑا شہ زور اور جنگجو تھا۔ اسے خیال تھا کہ وہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو جلد ہی زیر کر لے گا۔ لیکن جب ان کے طریقۂ جنگ کو دیکھا تو پچھتایا کہ کیوں ان کے مقابلہ کے لئے نکلا۔

دیر تک وہ دونوں لڑتے رہے۔ ایک مرتبہ دونوں نے ایک ساتھ وار کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے پھرتی سے بڑے زور سے تلوار ماری۔ جبلہ نے ڈھال پر روکا۔ تلوار ڈھال کاٹ کر خود میں اترتی چلی گئی اور جبلہ کی پیشانی میں زخم لگا گئی۔ اس کی پیشانی سے خون جاری ہو گیا۔

ادھر جبلہ نے بھی پُر زور حملہ کیا۔ اس کی تلوار حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی زرہ کاٹ کر کندھے میں زخم لگا گئی لیکن انہوں نے اپنے زخم کو ظاہر نہ ہونے دیا۔

جبلہ بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب نہیں کیا بلکہ پلٹ کر مسلمانوں کے پاس آئے۔ مسلمان ان کے زخم دیکھ کر جوش اور غصہ میں آ گئے۔ انہوں نے انہیں گھوڑے سے اتارا اور جلدی سے ان کی مرہم پٹی کی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ان ناکسوں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو زخمی کر کے ہمیں رنجیدہ کیا ہے۔ میں انہیں غمزدہ کر دوں گا۔''

یہ کہتے ہی انہوں نے حضرت ہمام رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''میرے پاس لاؤ اس لوقا مکار کو!''

حضرت ہمام رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے لوقا کو پیش کیا۔ انہوں ے اس کا سر کاٹ کر عیسائیوں کی طرف پھینک دیا اور فرمایا:

''جھوٹے اور دغا باز و، اپنے ساتھی کا انجام دیکھو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہی انجام تم سب کا ہو گا۔''

عیسائیوں کو اس سے بڑا رنج و قلق ہوا۔ اس وقت جبلہ اپنی مرہم پٹی کرا رہا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے لوقا کو مار ڈالا ہے تو اس نے حملہ کا حکم دے دیا۔ رومی اور عرب عیسائی سیلاب کی طرح مسلمانوں کی طرف بڑھے۔ مسلمان نہایت استقلال سے ان کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئے۔

باب ۱۴

شیرانِ اسلام کی بہادری

عیسائیوں کو یہ بات بہت جلد معلوم ہوگئی کہ مسلمان کل بارہ ہیں۔ بارہ آدمی بارہ ہزار سے بھی زیادہ لشکر میں کس شمار قطار میں تھے؟ سچ پوچھو تو اتنے تھوڑے آدمی اتنی کثیر فوج کو دیکھتے ہی تھرا جاتے، لیکن وہ مسلمان تھے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھنے والے مسلمان۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے مسلمان اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرنے والے مسلمان۔ جب عیسائی ان پر حملہ آور ہوئے تو وہ مطلق بھی نہیں گھبرائے۔ بلکہ عیسائیوں کے عظیم الشان لشکر کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مسلمانو!! وہ وقت آ گیا ہے جس کا ہم سب ہی کو انتظار ہے یعنی شہادت کا، عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ نعمتِ عظمیٰ عطا فرما دے۔ تم سب گول حلقہ قائم کر لو۔ ایک دوسرے سے نہ آگے بڑھو نہ الگ ہو۔''

مسلمانوں نے گول دائرہ قائم کر لیا۔ اس سے ان کی پشتیں ایک دوسرے کی طرف ہو کر محفوظ ہو گئیں۔ عیسائیوں نے جوش وغضب میں آ کر پُر زور حملہ کیا۔ ہر طرف سے تلواروں کا مینہ برسا دیا۔ مسلمانوں نے عدیم النظیر صبر واستقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ خونریزی شروع ہو گئی۔ سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ عیسائی جوش میں آ آ کر حملہ کرتے تھے۔ مسلمان ان کے حملے روک کر ان پر تلواریں مارتے اور حملہ آوروں کو مار ڈالتے۔

چونکہ مسلمان لڑائی میں بہت زیادہ مشقت برداشت کر رہے تھے اس لئے ان کے بازو سست ہوتے جا رہے تھے اور گرمی کا موسم ہونے کی وجہ سے پیاس غلبہ کرتی جاتی تھی۔

جبکہ قنسرین کے قریب حضرت خالد رضی اللہ عنہ جنگ میں مصروف تھے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس وقت اپنے خیمہ میں لیٹے ہوئے تھے۔ چونکہ عبادت کے لیے شب بیداری

کرتے تھے اس لئے جب ذرا آرام سے لیٹتے تو سو جاتے تھے۔

چنانچہ اس وقت بھی ان کی آنکھ لگ گئی تھی۔ دفعتہً وہ بیدار ہوئے۔ ان کے چہرے کا رنگ کچھ متغیر ہو رہا تھا۔ وہ خیمہ سے باہر آئے اور پکارے: ''اے حاملانِ دین اسلام..........''

جس نے بھی اس آواز کو سنا، ان کی طرف دوڑا۔ ان میں سے بعض نے دریافت کیا:

''کیا حال ہے آپ کا اے سردار؟''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میری آنکھ لگ گئی تھی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جگا دیا اور ارشاد فرمایا:

''اے بیٹے جراح کے، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔ تم خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں سے بے خبر ہو گئے۔ انہیں قومِ ناکس نے گھیر لیا ہے۔ جلدی ان کی مدد کو پہنچو۔''

یہ سنتے ہی مسلمان اپنے ہتھیاروں اور گھوڑوں کی طرف دوڑے۔ جلدی جلدی مسلح ہوئے، زین کسے اور سوار ہو کر جمع ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی مسلح ہو کر آئے۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اور لشکرِ موحدین کے ساتھ نہایت تیزی سے قنسرین کی طرف روانہ ہوئے۔

ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ انہوں نے ایک سوار کو اس تیزی سے جاتے ہوئے دیکھا کہ اس کا گھوڑا دوڑنے میں زمین سے مل مل جاتا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مسلمانوں نے یہ کوشش کی کہ اس سوار سے مل جائیں لیکن ان کے گھوڑے سوار کے گھوڑے کی گرد کو بھی نہ پہنچے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمان سخت متعجب تھے۔ سوچتے تھے کیا کوئی فرشتہ ہے جو ہماری رہنمائی کے لئے آیا ہے۔ بہت دور تک اس کے پیچھا کرنے کے بعد جب دیکھا کہ اس کے پاس نہ پہنچ سکیں گے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے پکارا: ''اے سوار، تو اپنی روشِ نرم پر ٹھہر۔''

سوار ٹھہر گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جب اس کے پاس پہنچے تو پہچانا وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اُمِ تمیم تھیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''آپ اس تیزی سے کہاں دوڑی جا رہی ہیں؟''

حضرت ام تمیم نے فرمایا:

''اے سردار!! میں خواتینِ اسلام میں بیٹھی تھی کہ میں نے سنا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے۔ میں نے کہا، انشاء اللہ تعالیٰ

وہ کبھی مغلوب نہ ہوں گے۔ کیونکہ ان کی ٹوپی مبارک میں موئے مبارکِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں۔ لیکن اس وقت میری نظر جو پھری تو میں نے دیکھا کہ ٹوپی مبارک خیمہ کی چوب پر لٹک رہی تھی۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بہتر کرے۔ نہیں بھولے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس ٹوپی مبارک کو، مگر مشیتِ ایزدی کی وجہ سے۔ چنانچہ میں نے ٹوپی مبارک اٹھائی اور چل پڑی۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اچھا جاؤ ام تمیم!! اللہ تعالیٰ آپ کو برکت اور مدد عطا فرمائے۔

حضرت ام تمیم نے پھر اپنا گھوڑا چھوڑ دیا اور پھر وہ ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بھی نہایت تیزی سے چلے۔ جب وہ عیسائیوں کے لشکر کے قریب پہنچے تو انہوں نے سورج کی روشنی میں نیزہ کی انیوں اور تلواروں کو چمکتے ہوئے دیکھا۔

سب سے پہلے حضرت ام تمیم نے عیسائیوں پر حملہ کیا۔ ان کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ وہ رومیوں پر ٹوٹ کر بجلی کی طرح گریں اور پہلے ہی حملہ میں کئی رومیوں کو مار ڈالا۔ وہ بے دھڑک عیسائیوں کی صفوں میں گھس گئیں اور نہایت دلیری سے لڑنے لگیں۔ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تلاش میں تھیں۔ انہیں ڈھونڈتی پھرتی تھیں اور بڑی پھرتی سے دشمنوں کو قتل کر رہی تھیں۔ انہوں نے بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا اور ان کی کئی صفوں کو زیر و زبر کر دیا۔ وہ اس طرح ڈھاٹا باندھے ہوئے تھیں کہ سوائے ان کی خوبصورت اور شرم و حیا کی پیکر آنکھوں کے، کوئی اور عضو نظر نہ آتا تھا۔ وہ بڑے شہسواروں اور جنگجو بہادروں کی طرح لڑ رہی تھیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہی ابھی تک لڑ رہے تھے۔ لیکن اب ان میں پہلا سا جوش باقی نہ رہا تھا۔ انہوں نے اپنے گرد عیسائیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے تھے۔ بے شمار مردے ان کے گھوڑوں کے سامنے پڑے ہوئے تھے۔ پیاس نے انہیں اور بھی پریشان کر دیا تھا۔ شدتِ تشنگی سے ان کی زبانیں اور حلق خشک ہو گئے تھے اور چونکہ انہوں نے سینکڑوں دشمنوں کو مار ڈالا تھا، اس لئے ان کے بازو دست ہو کر ناکارہ ہو گئے تھے اور اب اچھی طرح تلوار نہ اٹھتی تھی۔

عین اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں نے اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگا کر نہایت شدت سے حملہ کیا۔ چونکہ یہ تازہ دم مسلمان جوش میں تھے، اس لئے انہوں نے پرجوش حملے کر کے صفوں کی صفوں کو تہہ و بالا کر ڈالا۔ لاشوں پر لاشیں گرا دیں اور خون کا دریا بہا دیا۔

مسلمانوں کے نعرہ کی آواز حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے بھی سنی۔ ان میں نئی امنگ پیدا ہو گئی۔ انہوں نے بھی اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگایا۔ حملہ آور مسلمانوں نے ان کے

نعروں کی آواز سنی۔ انہیں خوشی ہوئی۔ وہ سمجھ گئے کہ مسلمان ابھی زندہ ہیں اور لڑ رہے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو مارتے کاٹتے اسی طرف بڑھنے لگے۔

ادھر حضرت ام تمیم نعرہ کی آواز سنتے ہی ادھر دوڑیں۔ جو عیسائی ان کے سامنے آیا، انہوں نے اسے مار ڈالا اور صفوں کو چیرتی ہوئیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھیں۔ عیسائیوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو تنگ دائرہ میں گھیر رکھا تھا۔ وہ انہیں جلد سے جلد قتل و گرفتار کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ بڑی سختی سے بڑھ بڑھ کر حملے کرتے تھے۔ اسی وقت حضرت ام تمیم اس جگہ پہنچیں۔ انہوں نے پرزور حملہ کر کے عیسائیوں کی صفوں کو ہلا دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا۔ وہ انہیں پہچان نہ سکے۔ انہیں خیال ہوا کہ کوئی شہسوار مجاہد ان کی مدد کو دوڑ کر آیا ہے۔ عیسائیوں نے حضرت ام تمیم پر حملہ کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی جگہ سے جھپٹ کر عیسائیوں کو مار کر ان کے پاس سے ہٹا دیا۔ جب وہ حضرت ام تمیم کے پاس پہنچے تو انہوں نے پہچانا۔ پھر ان سے دریافت کیا: ''تم کہاں (حضرت) ام تمیم؟''

حضرت ام تمیم نے جواب دیا:

''اے میرے سرتاج!! آپ وہ ٹوپی مبارک بھول آئے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک لگے ہوئے ہیں۔ میں وہ ٹوپی مبارک دینے آئی ہوں۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ٹوپی مبارک ان سے لے کر اوڑھی۔ پھر انہوں نے حضرت ام تمیم کے گھوڑے سے اپنا گھوڑا ملا کر نہایت سختی سے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔

ادھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے عیسائیوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ بے شمار رومیوں اور عرب متنصرہ کو مار ڈالا۔ جبلہ یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ اس پر اور اس کے لشکر پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا۔ اس کے بھاگتے ہی اس کا لشکر بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ آخر کار رومی لشکر بھی بھاگ کھڑا ہوا۔

مسلمانوں نے رومیوں کا تعاقب کر کے قنسرین پر حملہ کیا۔ قنسرین والوں نے امان چاہی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں امان دے دی اور اہلِ قنسرین نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بے وفائی کی معذرت چاہی اور ادائے جزیہ پر ہمیشہ کے لئے صلح کر لی۔

اس طرح قنسرین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ جبلہ اپنے ساتھ بہت کچھ ساز و سامان لایا تھا۔ وہ سب مال مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں مل گیا۔

باب ۱۵

رومیوں کی عظیم الشان تیاری

جبلہ نہایت شان وشوکت اور بڑے فخر وغرور کے ساتھ آیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ مسلمان اس کا نام سنتے ہی ڈر کر ملکِ شام سے بھاگ جائیں گے۔ لیکن جب چند ہی مسلمانوں نے اس کا پرزور مقابلہ کیا تو اس کی شیخی کرکری ہوگئی۔

وہ قنسرین سے بھاگ کر انطاکیہ میں چلا گیا۔ اس نے یہ مشہور کیا کہ لوقا نے جنگ کا غلط طریقہ اختیار کیا۔ خود بھی مارا گیا اور لشکر کو بھی پراگندہ کرا دیا۔ حالانکہ لوقا کو لڑنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ وہ جبلہ کے استقبال کے لئے آیا تھا اور ابھی جبلہ سے ملنے بھی نہ پایا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے گرفتار کرلیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لشکرِ موحدین کو لے کر بعلبک میں گئے اور اسے فتح کرلیا۔ پھر وہاں سے حمص کی طرف بڑھے۔ راستہ میں حاکم جوسیہ نے آکر صلح کرلی۔ ابھی حمص فتح نہ ہوا تھا کہ مسلمانوں نے شیراز پر یلغار کرکے اُسے بھی فتح کرلیا اور پھر حمص کا محاصرہ آ کیا۔ چند روز کے بعد حمص بھی فتح ہوگیا۔

ہرقل اعظم کو مسلمانوں کی فتوحات کی خبریں برابر پہنچ رہی تھیں۔ وہ نہایت متفکر اور بڑا پریشان ہورہا تھا۔ اس نے لشکر فراہمی کے احکام جاری کردیئے تھے۔ فوجیں اطرافِ ملک سے بڑے ساز وسامان کے ساتھ آنے لگیں۔ یہاں تک کہ ان کی کثرت سے انطاکیہ کے گردونواح کی زمین بھر گئی۔ جس طرف بھی نظر جاتی تھی، سپاہی دستوں کا بحرِ ذخار نظر آتا تھا۔ رفتہ رفتہ اتنا بھاری لشکر جمع ہوگیا کہ انطاکیہ سے اکیس میل تک پھیل گیا۔ ملکِ شام کے بڑے بڑے باجگزار فرمانروا اور جنگجو سپاہی اور افسر ہرقل اعظم کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے۔

ہرقل اعظم نے جواہر نگار منبر پر بیٹھ کر کہا:

"اے مسیح کی بھیڑو!! تمہارے اوپر کیسا نازک وقت آ گیا ہے۔ تمہارے جنت نظیر ملک پر بھوکے ننگے عرب قبضہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ عرب کہ جن کی طرف سے کبھی حملہ کا اندیشہ ہی نہ ہوا تھا۔ تعجب یہ ہے کہ عربوں کے لشکر کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہے مگر انہوں نے ہمارے بے شمار لشکروں کو شکست دے کر بھگا دیا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔ عرب رومیوں سے زیادہ دلیر، قوی الجثہ اور بہادر نہیں ہیں۔ رومیوں نے ایرانیوں کو کئی مرتبہ پسپا کیا ہے۔ ایرانی رومیوں سے ڈرتے ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہماری پرانی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ عرب ہمارے ملک پر قبضہ کر لیں گے، اس کا وقت آ گیا ہے؟ اسی لئے میں نے اس وقت، جب عربوں نے اوّل ہی ہمارے ملک پر حملہ کیا تھا، کہا تھا کہ ان عربوں سے صلح کر لی جائے۔ لیکن اکابرِ قوم نے میری اس بات کو نہ مانا۔ اس وقت اس مجمع میں اہل الرائے موجود ہیں۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ عرب ضعیف ترین مخلوق ہیں۔ غریب، مفلس، بے سروسامان اور کمزور ہیں۔ ان کے پاس پورے ہتھیار بھی نہیں ہیں۔ دیکھنے میں دبلے پتلے، سوکھے ساکھے نظر آتے ہیں، پھر ان کی تعداد بھی بہت ہی معمولی ہے۔ ان کے مقابل رومی قوی ترین قوم سے ہیں۔ مالدار ہیں، پورے ہتھیاروں سے لیس ہیں، موٹے تازے ہیں، تعداد میں بے شمار ہیں اور پھر بھی رومی ناکامیاب رہتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟"

اس بات کو سن کر سب لوگ خاموش رہے۔ ایک بوڑھے راہب نے کھڑے ہو کر کہا:

"اے قیصر روم (ہرقل اعظم کا لقب) اس کی وجہ میں عرض کروں؟"

ہرقل اعظم: کہو۔

راہب: اس کی وجہ خدا کی نافرمانی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام جس چیز کو لائے تھے، ہم نے اسے بھلا دیا۔ عیش و عشرت اور لہو و لعب میں مصروف ہو گئے۔ بدکاری شروع کر دی۔ پرہیز گاری کو چھوڑ دیا۔ نماز اور خدا کی عبادت سے سروکار نہ رکھا۔ امیر غریبوں پر ظلم کرنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے جو انعامات ہمیں عطا کئے تھے وہ چھیننے شروع کر دیئے۔ ہمارے برعکس مسلمان عبادت گزار ہیں، پرہیز گار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے نہیں ڈرتے موت کو

زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان میں مساوات ہے۔ امیر، غریب، غلام، آقا، بادشاہ، فقیر سب برابر ہیں۔ وہ دنیا کو فانی اور عالمِ آخرت کو باقی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہو گیا ہے۔ انہیں نوازنے لگا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے ایسا ہی ہوتا آرہا ہے کہ جو قوم اللہ تعالیٰ کی ہو گئی، اللہ تعالیٰ اس کا ہو گیا۔ دنیا اس کے قدموں میں آپڑی۔ اور جس قوم نے اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی، اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش ہو گیا اور وہ قوم ذلیل وحقیر ہو گئی۔

ہرقل اعظم: حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم!! تُو نے ٹھیک کہا، یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہی کا ادبار ہے جو عیسائی ذلیل ہو رہے ہیں اور جب تک عیسائی خدا کی نافرمانی نہ چھوڑیں گے، خدا اُن سے خوش نہ ہو گا، اور جب تک خدا خوش نہ ہو، قوم کی حالت نہیں بدل سکتی۔

میں نے غلطی کی کہ زرِ کثیر صرف کر کے لشکر فراہم کیا، بیکار کروڑوں روپیہ خرچ کر دیا۔ میں ان لشکروں کو واپس کر دوں گا اور ملکِ شام اور یہاں کے باشندوں کو ان کی قسمت کے حوالہ کر کے قسطنطنیہ چلا جاؤں گا۔ وہاں پہنچ کر عربوں کے شر سے محفوظ ہو جاؤں گا۔

ہرقل اعظم کی یہ بات سن کر رومیوں کو بڑی پریشانی ہوئی۔ چنانچہ سب اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے اور نہایت عاجزی سے کہنے لگے:

> "اے قیصر روم!! ایسا نہ کرو۔ ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ ہم بدکاریاں چھوڑنے کا عہد کرتے ہیں۔ ہم مذہب کا دامن مضبوطی سے پکڑیں گے۔ ہم عربوں سے زندگی کے آخری سانس تک لڑیں گے۔ ہم نے ایرانیوں کو شکست دے کر بھگا دیا تھا۔ عرب ہمارے سامنے کیا چیز ہیں، انہیں بھی ہزیمت دے کر بھگا دیں گے!"

ہرقل اعظم: تب میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ لیکن تم سب عہد کرو کہ خدا کی نافرمانی چھوڑ دو گے۔

سب نے عہد کیا۔ اب ہرقل اعظم نے آدھا لشکر تو صور، عکہ، طرابلس، بیروت اور طبریہ کی حفاظت کے لئے بھیج دیا اور آدھا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔

اس نے پانچ نشان بنائے۔ ایک نشان سنہرے دیباج کا بنایا جس کے سرے پر صلیبِ جواہر نگار آویزاں کی۔ یہ نشان ملکِ رومیہ کے بادشاہ قناطہ کو دیا اور اسے ایک لاکھ سپاہیوں پر افسر مقرر کیا۔ دوسرا نشان دیباجِ سفید کا بنایا جس پر حاشیہ سنہرا تھا۔ اس کے سرے پر زبرجد کی صلیب نصب کی۔ یہ نشان ملکِ عوریہ اور انگوریہ کے بادشاہ جرجیر کے حوالہ کیا اور اسے بھی ایک لاکھ سپاہ پر افسر مقرر کیا۔ تیسرا نشان دیباجِ سرخ کا بنا کر دریحان کو دیا اور اسے بھی ایک لاکھ سواروں پر افسر

مقرر کیا۔ چوتھا نشان دیباجِ سیاہ کا بنا کر فوریر کے سپرد کیا اور اسے بھی ایک لاکھ فوج کا سپہ سالار بنایا۔ پانچواں نشان ایک سنہری لاٹھی پر جو موتیوں اور یاقوت سے مزین تھی، نہایت خوبصورت بنایا اور ملکِ ارمن کے بادشاہ باہان کے حوالہ کر کے باقی لشکر جو ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھا، اس کے حوالہ کیا اور حکم دیا کہ اس تمام لشکر کا سپہ سالارِ اعظم باہان ہوگا۔ چاروں بادشاہ یعنی قناطہ، جرجیر، دریحان اور قوریر اس کے ماتحت ہوں گے۔ نیز باہان کو یہ بھی ہدایت کی کہ راستہ میں سے جس قدر بھی اور لشکر ملے اسے اپنے ہمراہ لے لے۔ گویا اس مرتبہ ہرقل اعظم نے مسلمانوں کو کچل ڈالنے کے لئے پوری پوری تیاری کر لی۔

یہ عظیم الشان لشکر روانہ ہوا۔ مسلمانوں کے جاسوس عیسائی معاہدی تھے جو انطاکیہ میں موجود تھے۔ وہ بھی لشکر کے ساتھ چلے۔ ہرقل اعظم نے جبلہ کو بھی باہان کے ساتھ کر دیا۔

جب یہ عیسائی لشکر شیراز تک پہنچا، تب جاسوس اس سے الگ ہو کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس وقت جابیہ میں تھے۔ جاسوسوں نے انہیں رومی لشکر کے آنے کی اطلاع دی۔ انہیں بڑا فکر ہوا۔ انہوں نے مسلمان اہل الرائے کو جمع کر کے مشورہ کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''میری رائے یہ ہے کہ ہم رومی لشکر کا استقبال کرنے کے ارادہ سے چلیں اور یرموک کے مقام پر پہنچ کر قیام کریں۔ وہاں سے جزیرہ نما عرب قریب ہے۔ ہمیں کمک آسانی سے پہنچتی رہے گی۔''

تمام مسلمانوں نے ان کی اس رائے کو بہت پسند کیا۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جابیہ سے یرموک کی طرف کوچ کیا۔

باب ۱۶

کمزور دِل رُومی

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کو لے کر یرموک کے مقام پر بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ اس وقت تک عیسائی لشکر وہاں نہیں آیا تھا۔ البتہ مسلمانوں کے جاسوسوں نے یہ بتایا تھا کہ عیسائی مور و ملخ کی طرح اُمڈے چلے آرہے ہیں۔ ان میں اس قدر جوش پیدا ہو چکا ہے کہ راہب اور قس تک خانقاہوں، گرجاؤں اور صومعوں سے نکل کر فوج کے ساتھ ہوئے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تمام کوائف سے اطلاع دی۔ انہیں لکھا:

> ''رومی بحر و بر اور صحرا و آبادی سے ابل پڑے ہیں۔ ٹڈی دل کی طرح اُمڈے چلے آرہے ہیں۔ ان کے جوش کا یہ عالم ہے کہ بستی سے نوجوان از خود فوج کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ وہ راہب اور گوشہ نشین جو کبھی خلوت سے باہر نہیں نکلتے تھے، عیسائیوں میں جوش پیدا کرنے کے لئے لشکر کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ رومی شاید اس سے بڑھ کر کسی بھی وقت تیاری نہ کر سکیں۔ جاسوسوں کی اطلاعات یہ ہے کہ دس لاکھ کے قریب رومیوں کی فوجیں ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد اس وقت بیس ہزار سے بھی کم ہے۔ مدد کی ضرورت ہے۔ جلد کمک روانہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے فتح کی دعا فرمایئے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جب یہ خط پہنچا تو انہیں بڑا فکر ہوا۔ انہوں نے تمام مسلمانوں کو جمع کر کے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط سنایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے ... لے کر

امیر المومنین رضی اللہ عنہ یعنی خلیفہ خود تشریف لے چلیں۔ لیکن مآل اندیش لوگوں نے اس رائے کی مخالفت کی اور کمک بھیجنے کی رائے دی۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جہاد کا اعلان کر دیا اور لوگ اطرافِ ملک سے آ آ کر جمع ہونے لگے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یرموک میں پہنچ کر نہر کے کنارے پر پڑاؤ ڈالا تھا۔ اس میدان میں ایک طرف اونچے اونچے ٹیلے ایسے بلند تھے، گویا وہ پہاڑ ہیں۔ ان ٹیلوں پر خواتین عرب کو چڑھا دیا اور وہیں ان کے لئے خیمے لگوا دیئے۔

چند ہی روز کے بعد یرموک کے مقام پر رومیوں کا سیلاب بھی آنا شروع ہوا۔ عیسائی لشکر دیر الجبل کے قریب فروکش ہونے لگا۔ روزانہ بے شمار فوجیں آتی تھیں اور دور تک پھیل جاتی تھیں...... کئی روز تک رومی اور عرب مستعربہ آتے رہے۔ یہاں تک کہ جب سارا لشکر آ گیا تو چھ مربع میل میں سما سکا۔ تاہم عیسائیوں کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ مسلمانوں کے قریب فروکش ہوتے، بلکہ مسلمانوں سے تین میل کے فاصلہ پر ٹھہرے۔ مسلمان منتظر تھے کہ عیسائی میدان میں نکلیں۔ لیکن عیسائی تکانِ سفر سے ماندہ ہو رہے تھے۔ وہ ستانے لگے۔ ہرقل اعظم نہایت ہوشیار اور عافیت اندیش بادشاہ تھا۔ اسے عیسائیوں پر اعتماد نہیں تھا۔ وہ انہیں بزدل سمجھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں سے صلح ہو جائے۔ چنانچہ اس نے باہان کو لکھا:

> ”لڑائی سے صلح بہتر ہے۔ مسلمانوں کو صلح کی دعوت دو اور ہو سکے تو اس بات پر آمادہ کر لو کہ اس وقت تک انہوں نے ملکِ شام کا جس قدر علاقہ فتح کر لیا ہے، انہیں دے دیا جائے گا۔“

باہان نے جرجیر کو، جو عربی خوب جانتا تھا، قاصد بنا کر بھیجا۔ اس کے ساتھ کئی معزز اور مشہور لوگ کر دیئے۔ جرجیر نے اسلامی لشکر کے قریب پہنچ کر مسلمانوں کے سردار کو طلب کیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے۔ جرجیر نے کہا:

> ”اے مسلمانوں کے سردار!! تم اس بات پر فخر نہ کرنا کہ تم نے اس سے پہلے عیسائیوں کو ہزیمتیں دی ہیں اور کئی شہروں اور قلعوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ وہ لوگ بزدل تھے اور تعداد میں کم تھے۔ اس مرتبہ تمام ملکِ شام جوشِ دریا سینوں میں لیے تمہارے سامنے اُمڈ آیا ہے۔ ہمارے لشکر کی تعداد چیونٹیوں اور ٹڈیوں سے زیادہ ہے، تم اس لشکر کا مقابلہ کسی طرح بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن قیصر روم خونریزی کو پسند نہیں کرتے۔ انہوں نے حکم بھیجا ہے کہ اوّل تمہیں صلح کی دعوت دی جائے۔ لہٰذا اگر تم راضی ہو تو اس بات

پر مصالحت ہو سکتی ہے کہ جزیرہ نما عرب جابیہ تک کا جو علاقہ تم نے فتح کر لیا ہے وہ تمہیں ہی دے دیا جائے گا۔" حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تم نے حقِ سفارت خوب ادا کیا۔ لیکن تم اس بات کو نہیں جانتے کہ مسلمان سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہیں ڈرتے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ بے شمار لشکر ہے، مور و ملخ سے بھی زیادہ۔ مگر ہمیں بالکل بھی خوف نہیں ہے کیونکہ ہمارا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ فتح و شکست اسی کے قبضہ میں ہے۔ ہمیں فتح کا ایسا یقین ہے جیسا اس وقت سورج نکلنے کا۔ یہ اس لئے کہ ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکِ شام کے فتح ہونے کی بشارت فرمائی ہے۔ سنو!! ہمارے نیزوں کی نوکیں اور تلواروں کی دھاریں تمہیں چھپا لیں گی۔ جو تم میں سے بھاگنے میں مشاق ہوں گے وہی شاید بھاگ کر اپنی جانیں سلامت لے جا سکیں، ورنہ تمہاری لاشوں سے میدانِ جنگ بھر جائے گا اور تمہارے خون میں گھوڑے تیرتے پھریں گے۔ تو نہیں جانتا ہمیں لڑائی سے کس قدر رغبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم!! ہم لڑائی کے دن کو سب سے اچھا دن سمجھتے ہیں!"

جرجیر پر ان کی گفتگو سے ہیبت طاری ہو گئی۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت واپس لوٹ گیا۔ جب وہ باہان کے پاس پہنچا، اس وقت بھی اس کا چہرہ متغیر تھا۔

باہان نے دریافت کیا: "تیرے خوف کی کیا وجہ ہے؟"

جرجیر نے جواب دیا:

"اے رومی سپہ سالار، حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم!! قیصر روم ہم سے زیادہ عربوں سے واقف ہے۔ عرب لڑائی کو بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔ موت سے نہیں ڈرتے۔ زندگی کی پرواہ نہیں کرتے۔"

اس کے بعد اس نے اپنی اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی تمام گفتگو سنائی۔ باہان بھی فکر مند ہوا۔ دوسرے روز اس نے جبلہ کو طلب کر کے کہا:

"تم عرب ہو، عربوں کو جا کر سمجھاؤ۔ شاید تمہاری ترغیب پر مصالحت کی طرف جھک جائیں!"

جبلہ تیار ہو گیا اور چند امراء کو ساتھ لے کر اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہوا۔

باب ۱۷

مسلمانوں کا حیرتناک عزم

جبلہ نہایت شان و دبدبہ کے ساتھ چلا اور اسلامی لشکر کے سامنے پہنچ کر رُکا۔اس نے اپنے غلام سے کہا:

''آواز دو کہ کوئی انصاری مسلمان مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے آئے۔''

حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''یا سالارِ اعظم مجھے اجازت دیجئے۔ میں سنوں یہ عرب مختصرہ کیا کہنے آیا ہے۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دی۔ وہ جبلہ کے پاس آئے اور فرمایا:

''میں انصاری ہوں، کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

جبلہ نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ بڑے ڈیل ڈول کے تھے۔ جبلہ انہیں دیکھ کر متعجب ہوا۔

اس نے دریافت کیا۔

''تم کس قبیلہ سے ہو؟''

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''میں قبیلہ خزرج سے ہوں، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہوں۔''

جبلہ: تمہارا نام کیا ہے؟

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ: میرا نام (حضرت) عبادہ رضی اللہ عنہ ہے، میں صامت کا بیٹا ہوں۔

جبلہ: اے ابن عم!! میرا نام جبلہ ہے، میں قبیلہ غستان سے ہوں۔قبیلہ خزرج قبیلہ غستان کی ایک شاخ ہے، اس لئے میں اور تم قریبی قرابت رکھتے ہیں۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ: میں سمجھ گیا۔تم وہ ہو جو مسلمان ہو کر مرتد ہو گئے ہو۔

جبلہ: اس ذکر کو جانے دو۔ میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ حقِ قرابت ادا کروں۔ تمہیں سمجھاؤں کہ خطرہ تمہارے بہت نزدیک آ گیا ہے۔ قیصر روم نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ وہ عربوں سے فیصلہ کن جنگ کرے۔ مگر وہ رحیم المزاج ہے، چاہتا ہے کہ خونریزی نہ ہو.............

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے قطعِ کلام کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ بہت آسان ہے۔ وہ مسلمان ہو جائے۔''

جبلہ: بات کاٹنا اچھا نہیں ہے عبادہ۔ وہ قیصر ہے، عیسائیوں کا شہنشاہ۔ اس بات کو کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ مسلمان ہو جائے؟

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ: کیا بات مانع ہے؟

جبلہ: یہ اس کی شان کے خلاف ہے۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ: یہ تیرا خیال ہے۔ مسلمان ہونے سے اس کی شان اور دوبالا ہو جائے گی۔

جبلہ: بحث نہ کرو۔ پہلے ساری بات سن لو۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ: کہو۔

جبلہ: اس نے ازراہِ ترحم یہ حکم دیا ہے کہ مسلمانوں کو صلح کی ترغیب دی جائے اور جس قدر علاقہ پر انہوں نے اس وقت تک قبضہ کر لیا ہے، وہ انہیں ہی عطا کر دیا جائے۔ اگر وہ مان لیں تو ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ اب میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ تمہارے فائدہ کی بات ہے۔ تم اسے مان لو، صلح کر لو۔ اگر تم نے صلح نہ کی تو اس لشکر کو دیکھ رہے ہو جو تمہارے سامنے فروکش ہے، بے شمار ہے۔ اس لشکر میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو لڑائی کا خواہشمند نہیں ہے۔ نہایت جنگجو اور بہادر لوگ ہیں۔ اتنا ہی ایک اور لشکر صور اور بیروت میں مقیم ہے۔ تم اسی لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور لشکر کا تو کیا کر سکو گے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ تم صلح پر آمادہ ہو جاؤ۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر فرمایا:

''تم حقِ قرابت ادا کرنے اور صلح کی ترغیب دینے نہیں بلکہ ہمیں دھمکانے اور رومی لشکر کی کثرت کا خوف دلا کر ڈرانے آئے ہو۔ تم اس بات کو نہیں جانتے کہ ہم مسلمانوں نے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کے نام پر ہبہ کر دی ہیں۔ ہم پر تمہاری کثرت کا رعب کسی طرح بھی غالب نہیں آ سکتا۔ بھلا جو لوگ موت کو دوست رکھتے ہیں، شہادت جن کی عینِ تمنا ہو، وہ کسی سے کیا ڈر سکتے ہیں۔ رومیوں کو ہم نرم و نازک سمجھتے ہیں۔ ہماری تلواریں دیکھ کر

وہ میدان میں نہیں ٹھہر سکتے۔ رہا علاقۂ مفتوحہ کے قبضہ کا سوال، تو ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملکِ شام کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔ یقیناً وہ پورا ہوگا اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ تمام ملکِ شام پر قابض ہو جائیں گے۔ اگر تم واقعی صلح چاہتے ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو سب مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ دو۔ اور اگر ان دونوں باتوں سے انکار کرو گے تو تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلے کر دے گی۔"

جبلہ: اے ابنِ عم!! تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ تمہارے ساتھ جو لشکر ہے وہ بہت ہی کم ہے، اور کوئی تمہاری مدد کرنے والا نہیں؟

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ: تم بھولتے ہو، ہماری مدد پر ایسا لشکر ہے جو تمہاری لاشوں سے کنارہ ہائے عالم کو بھر دے گا۔

جبلہ: مگر میں تو کوئی لشکر نہیں دیکھتا!

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ: ہمارے پیچھے وہ بزرگ، شریف اور بہادر لوگ ہیں جو زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان میں سے ہر شخص بمنزلہ ایک لشکر کے ہے۔ کیا تُو بھول گیا امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیری، شدّت اور مضبوطی کو؟ ان کی ہیبت سے دنیا کانپتی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دانشمندی اور دلیری کو سب جانتے ہیں۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے زمانہ تھرتھراتا ہے اور کہاں تک تجھے نام گنواؤں!!

جبلہ: افسوس ہے، تمہیں سمجھانے کے لئے آیا تھا لیکن تم نہیں سمجھتے۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ: تم ہمیں ڈرانے اور مرعوب کرنے کے لئے آئے ہو۔ واللہ!! اگر تم قاصد نہ ہوتے تو میری تلوار تمہاری گردن پر پڑتی۔ کیونکہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے تمہارے قتل کرنے کا حکم دے دیا ہے۔

جبلہ نے کچھ اور نہیں کہا۔ وہ واپس چلا گیا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بھی لوٹ آئے۔ انہوں نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے تمام حال فرمایا۔

ادھر جبلہ جب باہان کے پاس پہنچا تو باہان نے اس سے دریافت کیا:

"کہو کیا رہا؟"

جبلہ نے مردہ زبان سے جواب دیا:

"میں نے عیسائیوں کی کثرت سے انہیں ڈرایا۔ وہ مطلق بھی نہیں

ڈرے۔ عجب لوگ ہیں!''

باہان: وہ لڑنے پر آمادہ ہیں؟

جبلہ: جی ہاں!!

باہان: معلوم ہوا ہے ان کی کل تعداد تیس ہزار ہے۔

جبلہ: یہ سچ ہے، میں نے اپنے چند ہمراہی عربوں کو مسلمانوں کے لشکر کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا تھا۔ وہ بھی یہی خبر لائے ہیں کہ مسلمان تیس ہزار ہیں۔

باہان: اور تمہارے ساتھ ساٹھ ہزار عرب ہیں؟

جبلہ: جی ہاں!! میرے لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار ہی ہے اور یہ سب عرب ہیں۔

باہان: تب اس فتح کا سہرا تمہارے سر کیوں نہ بندھے؟ دنیا میں تمہارا نام کیوں نہ بلند ہو؟ قیصر روم کے سامنے تم ہی سرخرو کیوں نہ ہو؟

جبلہ: یہ کس طرح؟

باہان: تم اپنا لشکر لے کر مسلمانوں سے لڑو اور انہیں ہزیمت دے کر بھگا دو۔

جبلہ کچھ متوحش و متفکر ہو گیا۔ باہان نے کہا:

''کیوں، تمہیں کیا فکر ہوا؟ کیا تمہارے دو آدمی ایک مسلمان سے نہیں لڑ سکتے؟''

مجبوراً جبلہ کو کہنا پڑا:

''کچھ فکر نہیں ہے۔ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں نکلوں گا!''

چنانچہ اگلے روز جبلہ اپنا لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں نہایت شان و دبدبہ کے ساتھ آیا۔ اس نے ایسے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے جن پر سونے کے باریک تاروں سے کشیدہ کڑھائی کا کام کیا گیا تھا اور جواہرات کی جھالریں ٹکی ہوئی تھیں۔ سر پر سونے کا تاج تھا۔ گھوڑے کا تمام زیور طلائی تھا۔

مسلمانوں نے حیرت سے جبلہ اور اس کے سواروں کو دیکھا۔ اس کے تمام سوار لوہے میں غرق تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

''اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ!! اس جبلہ کے معاملہ میں تمہارا کیا مشورہ ہے؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''رومیوں نے ہمارے ہی بھائیوں، عیسائی عربوں کو ہمارے مقابلہ میں بھیجا ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ ہم میں سے تیس آدمی جبلہ کے لشکر کے

مقابلہ کے لئے نکلیں۔"

تمام سرداروں نے حیرت سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"کیا دو ہزار کے مقابلہ میں ایک مسلمان؟"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: جی ہاں!! یہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم!! ہماری جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ پانچ ہزار کے مقابلہ میں ایک کافی ہے۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: لیکن ساٹھ ہزار کے مقابلہ میں تیس بہت کم ہیں!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اس سے میرا منشا یہ ہے کہ اگر ہم نے جبلہ کے لشکر کو شکست دے دی تو عیسائیوں پر ہمارا رعب چھا جائے گا اور اگر ہم پسپا ہو گئے، تب بھی ہماری دلیری دشمنوں کو متحیر کر دے گی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں کچھ اور جمعیت بڑھا دوں تو تیس کے بجائے ساٹھ سہی، لیکن ساٹھ سے زیادہ بالکل نہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: آپ کو اختیار ہے، آپ طلب کریں جن لوگوں کو آپ ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو آوازیں دینی شروع کیں:

"کہاں ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کہاں ہیں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، کہاں ہیں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، کہاں ہیں حضرت سہیل بن عمر رضی اللہ عنہ اور کہاں ہیں حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ"

غرض اس طرح انہوں نے ساٹھ آدمیوں کے نام لیے۔ ان میں حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ کا نام سب سے بعد میں لیا۔ حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے، لیکن حضرت حاطب رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہو گئے تھے اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہ بعد میں مسلمان ہوئے۔ جب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا نام حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سب کے بعد میں لیا تو وہ قدرے بگڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے بیٹے ولید کے!! تم نے ہمیشہ میری مخالفت کی۔ جسے اوّل بلانا چاہیے، بعد میں بلایا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے متعلق امیرالمومنین حضرت عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی رائے ٹھیک ہے کہ آپ اپنی دلیری اور

بہادری پر ناز کرتے ہیں۔ اگر میں اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرتا تو اپنے گھوڑے کی باگ آپ کے گھوڑے کی باگ سے ملاتا اور آپ کے ساتھ کافروں پر حملہ کرتا۔ تب آپ دیکھتے کہ مشرکوں کے مقابلہ میں کون زیادہ صبر کرنے والا ہے!"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"افسوس ہے، آپ کی زبان میری طعنہ زنی پر دراز ہوئی۔ میں نے کسی مخالفت کی بناء پر مقدم ومؤخر نام نہیں لیے۔ بلکہ جس پر نگاہ پڑ گئی اسی کا نام لے دیا۔ اللہ تعالیٰ میری آزمائش لے رہا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے دل سے شیطانی ننگ و عار اور زمانۂ جاہلیت کا غصہ دور کر دے۔ اے حاطب رضی اللہ عنہ!! اگر آپ اپنا قدم میرے رخسار پر بھی رکھ دو، تب بھی مجھے رنجیدہ نہ پاؤ گے۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا یہ کلام سن کر تمام مسلمان ان کے شکر گزار ہوئے۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ انہوں نے فرمایا:

"اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ!! میں نے سخت غلطی اور نادانی کی۔ جوش اور غصہ نے مجھے آپے سے باہر کر دیا۔ میرا قصور معاف کر دیجئے۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی چشم پرنم ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا:

"میں نے معاف کیا۔"

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے، جنہیں انہوں نے منتخب کیا تھا، فرمایا:

"اب آپ لوگ مسلح ہو کر آؤ۔ اگر ہو سکے تو دو دو تلواریں ساتھ لے لو۔"

سب لوگ ہتھیار لینے چلے گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اپنے خیمہ پر چلے آئے۔

باب ۱۸

جبلہ کی نا اُمیدی

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ پر پہنچے۔ وہ مسلح ہوئے اور اپنی بہن حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ان کی چھوٹی بہن تھیں۔ نہایت خوبصورت، ماہِ طلعت مگر بڑی بہادر، مستقل مزاج اور دلیر خاتون تھیں۔

انہوں نے سلام کا جواب دے کر فرمایا:

''پیارے بھائی! آج آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے اس طرح کیوں رخصت ہو رہے ہیں جس طرح کوئی کسی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوتا ہے؟''

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ: عزیز از جان! ساٹھ ہزار عیسائی عربوں کے مقابلہ کے لئے ساٹھ مسلمان جا رہے ہیں جن میں مَیں بھی ہوں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ شہادت کی نعمت عطا فرما دے، اس لئے میں اس طرح رخصت ہو رہا ہوں۔''

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ ہتھیار لے کر خیمہ سے باہر آ گئے۔ شمعونہ بھی اس وقت حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ہی کے پاس تھی۔

اس نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کر کہا:

''ساٹھ مسلمان، ساٹھ ہزار عیسائی عربوں سے لڑنے جا رہے ہیں؟''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: ہاں!! تمہارے سامنے ہی تو بھائی جان کہہ رہے تھے۔

شمعونہ: نہایت حیرت کی بات ہے۔ میرا دل تو اس خبر کو سنتے ہی دھڑکنے لگا ہے۔ تم کیسی بہن ہو کہ تم نے اپنے بھائی کو موت کے منہ میں جانے کی اجازت دے دی؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: تم نہیں جانتی ہو شمعونہ!! مسلمان مقدرات کے قائل ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موت کا وقت، طریقہ اور جگہ سب کو پہلے ہی سے لکھ دیا ہے۔ قضا اپنے وقت پر

آئے گی اور ضرور آئے گی۔ کوئی قوت اسے روک نہیں سکتی۔ پھر موت سے ڈریں کیوں؟ اگر جہاد میں موت آجائے تو پھر خوش قسمتی کا کیا کہنا۔ شہیدوں کے لئے جنت ہے۔ مسلمانوں کو جہاد میں جانے کی بڑی خوشی اور شہید ہونے کی بڑی تمنا ہوتی ہے۔

شمعونہ خاموش ہوگئی۔ اس نے کہا:

''کاش میں بھی ان بہادروں کو دیکھ سکتی جو اِس موت کی مہم پر جا رہے ہیں!''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: یہ کیا مشکل ہے۔ ٹیلہ کے سرے پر کھڑے ہوکر دیکھیں گے۔

شمعونہ: لیکن ٹیلہ تو لشکر کے پیچھے ہے اور لڑنے والا دستہ سردار کے خیمہ پر سے روانہ ہوگا۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: سنا ہے اس دستہ کے سردار حضرت خالد رضی اللہ عنہ مقرر کئے گئے ہیں۔ اس لئے لوگ ان کے پاس آئیں گے اور اسی ٹیلہ کے نیچے جمع ہوں گے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اور شمعونہ ان لڑکیوں کے قریب جا کر کھڑی ہوگئیں جو پہلے سے ان مجاہدین کو دیکھنے کی غرض سے ٹیلے پر جمع تھیں۔ مجاہدین اپنے اپنے اہل وعیال سے رخصت ہوہو کر ہتھیار لگا لگا کر گھوڑوں پر سوار آرہے تھے۔

شمعونہ نے انہیں دیکھا۔ ان میں سب سے کمسن اور خوبرو اسے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ معلوم ہوئے۔ ان کے قریب ہی ایک اور انہیں کے ہم سن عرب کھڑے تھے۔ وہ کچھ سانولے رنگ کے تھے لیکن ان کے چہرہ میں کچھ ایسی جاذبیت اور آنکھوں میں کچھ ایسی تسخیر تھی کہ جو انہیں ایک مرتبہ دیکھتا تھا وہ انہیں دوبارہ دیکھنے پر مجبور ہوجاتا تھا۔

شمعونہ نے انہیں دیکھا، دیکھتی رہی۔ اس نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے ان کی طرف اشارہ کرکے دریافت کیا:

''یہ عرب کون ہیں ان کا کیا نام ہے؟''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: انہیں عنجدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ یہ ان کی عرفیت ہے۔ اصل نام رافع رضی اللہ عنہ ہے لیکن اصل نام سے عرفیت زیادہ مشہور ہے۔ اس لئے سب عنجدہ رضی اللہ عنہ ہی کہتے ہیں۔ نہایت بہادر ہیں۔ ان کی والدہ رضی اللہ عنہا ایسی دلیر تھیں کہ سو مردوں سے اکیلی لڑتی تھیں۔ کہتے ہیں وہ خوبرو زیادہ تھیں۔ مردوں پر ان کے حسن کا اثر پڑ جاتا تھا۔

شمعونہ: شاید وہ سرخ وسفید رنگ کی ہوں گی؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: نہیں!! وہ بھی سانولے رنگ کی ہی تھیں۔ لیکن چہرہ کے نقش ونگار کچھ

ایسے تھے کہ جو دیکھتا تھا فریفتہ ہو جاتا تھا۔

جب کہ یہ دونوں حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کے متعلق گفتگو کر رہی تھیں، اور شمعونہ انہیں بار بار دیکھ رہی تھی، اس وقت اتفاقیہ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کی نظر بھی اٹھ گئی اور شمعونہ پر جا پڑی۔ شمعونہ دھک سے ہو گئی۔ وہ لڑکھڑانے لگی۔ اس نے جلدی سے اپنی نگاہیں جھکا لیں۔

اسی وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ مسلح ہو کر ٹیلے سے اتر آئے۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اور ساٹھ مسلمانوں کو ساتھ لے کر جبلہ کے لشکر کی طرف چلے۔

اس عرصہ میں جبلہ نے بھی اپنے لشکر کو صف بستہ کر لیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے مقابلہ کے لئے سارا اسلامی لشکر میدان میں آئے گا۔ مگر جب اس نے چند مسلمانوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو فخر وغرور سے اس کا سر اونچا ہو گیا اور مسرت وشادمانی سے چہرہ چمکنے لگا۔ اسے خیال ہوا کہ مسلمانوں کی یہ تھوڑی سی جماعت صلح کا پیام لے کر آئی ہے۔

اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''کیا میں نے کہا نہ تھا کہ مسلمان مجھ سے مقابلہ کرنے کو تیار نہ ہوں گے؟ وہی ہوا۔ مسلمان صلح کی درخواست لے کر آئے ہیں۔ اب ان کے سامنے لبی نئی شرطیں پیش کی جائیں جس سے رومی سلطنت کا وقار بڑھ جائے۔''

ان میں سے بعض خوشامدیوں نے کہا:

''معلوم ایسا ہی ہوتا ہے کہ ان خودسرے مسلمانوں پر آپ کی ہیبت چھا گئی ہے۔ یہ صلح فتح کے مترادف ہوگی اور فتح آپ کے نام سے منسوب کی جائے گی!''

جبلہ: چلو سنیں۔ یہ لوگ کیا کہنے آئے ہیں۔

جبلہ اپنے لشکر کے وسط میں تھا۔ وہ چند جانثار رفقاء کو ساتھ لے کر بڑھا اور اپنی صفوں کو چیرتا ہوا سب سے اگلی صف کے آگے آ کھڑا ہوا۔

حضرت واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جبلہ پر ایسا غرور چھایا کہ وہ رجزیہ اشعار پڑھنے لگا۔

ان اشعار کا مطلب یہ تھا:

''ہم حامیان اور بندگانِ صلیب سے ہیں۔

ہم نے ان سے لڑنے کا ارادہ کر لیا ہے جو ہمیں ناچیز سمجھتے ہیں۔

ہم بزرگ ومحترم ہیں، بہادر اور دلیر ہیں۔

ہمارے سامنے صلیب ہے۔
ہم مسلمانوں کو ہلاک کر ڈالیں گے!!"

ادھر جبلہ نے اپنے اشعار ختم کیے، ادھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے للکارا:

"اے عابدانِ صلیب!! لڑائی کے لیے نکلو!!"

جبلہ نے اپنے رفقاء سے کہا:

"تم نے سنا (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

رفقاء نے کہا:

"ہاں سنا، وہ لڑائی کی طرف بلا رہے ہیں!!"

جبلہ: ان احمقوں نے میری خوشی کو خاک میں ملا دیا۔ اگر وہ صلح کا پیغام لے کر آتے تو رومیوں پر میری دھاک بیٹھ جاتی۔ قیصر روم کی نگاہوں میں میرا وقار بڑھ جاتا۔ لیکن کچھ پرواہ نہیں، اگر وہ لڑنا ہی چاہتے ہیں تو لڑیں۔ ان کی تعداد ہی کتنی ہے، تیس ہزار ہی تو ہے۔ میں انہیں ضرور شکست دے کر بھگا دوں گا۔

جبلہ نے آگے بڑھ کر کہا:

"کون ہمیں جنگ کی دعوت دیتا ہے؟ کیا وہ نہیں دیکھ رہا کہ ہم لڑائی پر آمادہ ہو کر میدان میں نکلے ہیں؟"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اور قریب آکر فرمایا:

"میں تمہیں جنگ کی دعوت دیتا ہوں۔ میرا نام خالد بن ولید مخزومی ہے۔
میں معزز قبیلہ کا فرد ہوں۔ میری شجاعت کا شہرہ ہے!!"

جبلہ: میں تمہیں جانتا ہوں۔ تم اس بات پر نہ پھول جانا کہ قنسرین کے مقام پر میں تمہیں طرح دے کر چلا آیا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ممکن ہے یہاں بھی تمہیں طرح دے کر ہی بھاگنا پڑے۔

جبلہ کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا:

"فضول باتیں کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ تم صلح کی درخواست کرو گے تو منظور کر لوں گا۔ لیکن اب تمہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں کہ ہرگز صلح منظور نہ کروں گا۔ تم اپنی قوم کی طرف پلٹ جاؤ اور جا کر کہہ دو کہ اب سوائے جنگ کے کوئی

چارہ نہیں ہے۔ وہ میرے مقابلہ میں نکلیں۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: جبلہ! ہم تیرے لشکر سے لڑنے ہی کے لئے آئے ہیں۔

جبلہ نے سخت متحیر ہو کر کہا:

''تم گنتی کے چند آدمی میرے ساٹھ ہزار لشکر سے لڑنے کے لئے آئے ہو؟ تحقیق تمہیں تمہارے غرور نے فریب دیا ہے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ہم غرور نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھتے ہیں۔ تم البتہ لشکروں کی بھاری جمیعتوں پر غرور کیا کرتے ہو۔ میرے ان ساتھیوں میں سے ہر ایک ایسا ہے جو تیرے تمام لشکر سے لڑنے کو تیار ہے۔ اور جو لوگ ہم سے پیچھے رہ گئے ہیں وہ لڑائی کے ایسے خواہشمند ہیں جیسے پیاسا ٹھنڈے پانی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ افسوس ہے اے جبلہ، تُو روشنی میں آ کر اندھیرے میں جا پڑا۔

جبلہ نے کہا:

''اب تمہیں قدر و عافیت معلوم ہو جائے گی۔ ہم رئیسانِ غسّان اور قومِ لخم اور جذام سے ہیں۔ تم میں سے ایک شخص کو بھی زندہ اور باقی نہ چھوڑیں گے۔''

یہ کہتے ہی جبلہ واپس چلا گیا۔ اس نے لشکر میں جاتے ہی پکارا:

''اے آلِ غسّان!! حملہ کرو، حملہ کرو!!!!''

اس کا ساٹھ ہزار لشکر طوفانِ باد کی طرح مسلمانوں کی طرف بڑھا۔

باب ۱۹

حیرتناک معرکہ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''شیرانِ اسلام!! یہ وہ معرکہ ہے جو یادگارِ زمانہ رہے گا۔ لیکن کوئی مسلمان اپنی ذات پر فخر و غرور نہ کرے۔ اس لئے کہ غرور انسان کو ذلیل و خوار کیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اعانت کی امید رکھو۔ فتح کی دعا مانگو۔ دشمن نیزوں کی نوکیں اور تلواریں اٹھائے تمہاری طرف بڑھا چلا آرہا ہے۔ اسے روکو اور بتا دو کہ بہادر ایسے ہوتے ہیں۔ تم پانچ پانچ آدمیوں کے بارہ گروہ بنالو۔ ہر گروہ مختصر دائرہ میں کھڑا ہو جائے۔ اس طرح کہ سب کی پشتیں ایک دوسرے کی طرف ہوں۔ ہمارے تمہارے ملنے کی وعدہ گاہ حوضِ کوثر ہے!!''

ادھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تقریر ختم ہوئی، ادھر جبلہ کا لشکر قریب آگیا۔ مسلمانوں نے جلدی سے بارہ گروہ قائم کر لئے۔ ہر گروہ نیزے تان کر کھڑا ہو گیا۔

جبلہ کا لشکر نہایت شان و دبدبہ کے ساتھ بڑھا چلا آرہا تھا۔ اس کے گھوڑوں کے سموں سے زمین لرز رہی تھی۔ جبلہ کا خیال تھا کہ جس وقت اس کا لشکر ان گنتی کے مسلمانوں کے پاس پہنچے گا تو وہ دہل کر سامنے سے ہٹ جائیں گے اور اگر نہ ہٹے تو اس کے سوار انہیں اپنے گھوڑوں کے نیچے روند ڈالیں گے۔

لیکن اس کے دونوں خیال غلط ثابت ہوئے۔ نہ تو مسلمان گھبرا کر بھاگے اور نہ انہیں گھوڑے روند سکے۔ بلکہ جوں ہی اس کا لشکر مسلمانوں سے ٹکرایا، موحدین نے زور سے اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگایا اور عرب متنصرہ پر اس زور سے حملہ کیا کہ وہ ایک دم رک گئے۔

مسلمانوں کے نیزوں نے ساٹھ عرب عیسائیوں کو نبیدہ ڈالا اور وہ گھوڑے سے گر کر تڑپنے، اور ہائے وائے کا غل مچانے لگے۔ لیکن ان زخمیوں کو جلد ہی خود ان کی ہی فوج کے گھوڑوں نے کچل ڈالا، اور کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچ سکا۔

اگرچہ مسلمان بارہ گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے لیکن ابھی انہوں نے دائرے قائم نہ کئے تھے۔ کیونکہ دشمن ایک سیدھی لائن میں اور سامنے تھا۔ مسلمانوں نے جھپٹ کر پھر نیزوں سے حملہ کیا اور ساٹھ ہی عیسائیوں کو اور زخمی کر کے گھوڑوں سے نیچے گرا دیا۔

یہ کیفیت دیکھ کر عرب متنصرہ کو بھی غصہ آ گیا۔ انہوں نے بھی جوش میں آ کر مسلمانوں پر نیزوں سے ہی حملہ کیا۔ لیکن مسلمانوں نے ان کے نیزوں کی نوکیں اپنی ڈھالوں پر روک لیں اور پھر خود جھپٹ کر حملہ کیا۔ پھر انہوں نے بہت سے عیسائیوں کو نبیدہ ڈالا۔

ہر مسلمان واقعی بڑا جوانمرد، شیر دل اور ایک بڑے لشکر کے برابر تھا۔ بڑی بے خوفی سے حملے کر کر کے دشمنوں کو ان کے خون میں نہلا رہا تھا۔ مسلمان اس زور سے نیزہ مارتے تھے کہ نیزہ زرہ کو توڑ کر پیٹ یا سینہ میں پیوست ہو جاتا تھا اور جب وہ زور لگا کر نیزہ نکالتے تھے تو عیسائی چلا کر آنکھیں بند کر کے گھوڑے سے نیچے گر جاتے جسے گھوڑے روند ڈالتے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے قریب دوسرا گروہ جو دائیں جانب تھا، اس میں حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ، حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ (حضرت رافع رضی اللہ عنہ)، حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ تیسرا گروہ جو بائیں جانب تھا، اس میں حضرت مرقال بن ہاشم رضی اللہ عنہ، حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ اور صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی نہایت جوش اور بڑی قوت سے حملے کر کے دشمنوں کے سینے چیر رہے تھے۔ انہوں نے اور ان کے ہمراہیوں نے بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا تھا، جن کی لاشیں ان کے سامنے پڑی ہوئی تھیں اور ان لاشوں کو گھوڑوں کے سموں نے ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔

مگر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ دشمنوں کو قتل کرنے میں سب سے زیادہ حریص تھے۔ نہایت پھرتی اور بڑے زور سے حملہ کرتے تھے۔ وہ بڑے ماہر نیزہ باز تھے۔ زیادہ تر نیزہ سے ہی لڑا کرتے تھے۔ عام طور پر وہ صرف ایک تہمد باندھ کر اور گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر لڑا کرتے تھے۔ لیکن خلاف معمول آج لوگوں کے کہنے سننے سے خود بھی کپڑے پہنے ہوئے تھے اور گھوڑے پر

بھی زین کس لیا تھا۔

جب کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کا عظیم الشان ساٹھ ہزار کا لشکر روک لیا تھا اور نہایت بہادری، دلیری اور زور وقوت سے جنگ کر کے انہیں موت کی آغوش میں پہنچا رہے تھے، اس وقت جبلہ اپنے لشکر کے بیچ میں کھڑا جنگ گاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اسے تعجب ہو رہا تھا کہ مسلمان کس جوش و بہادری سے لڑ رہے ہیں۔ وہ مسلمانوں کی دلیری کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اپنے لشکر کو بڑھنے اور مسلمانوں کو نرغہ میں لے لینے کا اشارہ کیا۔

عیسائی عرب بڑھے اور میمنہ و میسرہ کی طرف سے نکل کر مسلمانوں کے چاروں طرف چھا گئے۔ اس وقت مسلمانوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے بموجب دائرے قائم کر لئے۔ ہر گروہ کے لوگوں نے اپنی پشتیں ملا لیں اور نیزے ڈال کر تلواریں نکال لیں۔ عیسائیوں نے بھی تلواریں لے لیں۔ اب تلواروں سے جنگ شروع ہو گئی۔

دنیا کا یہ حیرتناک معرکہ اپنی نوعیت میں یگانۂ زمانہ تھا۔ ساٹھ ہزار عظیم الشان لشکر سے صرف ساٹھ آدمیوں کا جنگ کرنا سخت استعجاب میں ڈالنے والی بات ہے۔ اس معرکہ سے پہلے کبھی کسی زمانہ میں بھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ ایک ہزار فوج سے ایک آدمی کبھی نہیں لڑا تھا۔ لیکن مسلمانوں نے یہ نظیر بھی قائم کر دی۔

غرض ساٹھ ہزار عربوں نے ساٹھ مسلمانوں پر یلغار کر دی۔ ہر طرف سے ان پر حملہ کر کے تلواروں کا مینہ برسا دیا۔ مسلمانوں نے نہایت صبر واستقلال سے ان کا مقابلہ کیا اور بڑے جوش سے تلوار زنی شروع کر دی۔ مسلمانوں نے جوش میں آ کر پرُ زور حملے کر کر کے عیسائیوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

دوپہر تک تمام مسلمان بڑے جوش وخروش سے لڑتے رہے۔ لیکن جب عین دوپہر کا وقت ہوا، آفتاب بالائے سر آ گیا تو دھوپ میں غضب کی تیزی آ گئی۔ پیاس نے مسلمانوں کو بے چین کرنا شروع کر دیا۔ ان کے بازو زیادہ جدال وقتال کرنے کی وجہ سے سست پڑنے لگے۔

عین اس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت مرقال بن ہاشم رضی اللہ عنہ دونوں کے گھوڑے زخمی ہو گئے۔ یہ دونوں بہادر گھوڑوں سے اتر پڑے اور پیادہ ہی لڑنے لگے۔ عیسائیوں نے ان پر یورش کر دی۔ سختی سے ان پر حملے کرنے لگے۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے چند اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر منڈل باندھا اور عیسائیوں پر زوردار حملے شروع

کیے۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ پکار کر کہتے تھے:

''دور ہو جاؤ نصرانیو!!! میں شہسوار نیزہ زن ہوں ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔''

انہوں نے حملہ آور عیسائیوں کو مار مار کر الگ ہٹا دیا۔ خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت مرقال رضی اللہ عنہ نے بھی بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا اور دشمنوں کے گھوڑوں پر سوار ہو کر اس سختی سے حملہ کیا کہ عیسائی بہت دور تک پیچھے ہٹ گئے۔ لڑتے لڑتے دو پہر سے ظہر اور ظہر سے عصر کا وقت آ گیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے سخت رنج و قلق ہوا۔

انہوں نے ہاتھ مل کر فرمایا:

''مسلمانوں کی آواز تک سنائی نہیں دیتی۔ کہیں میں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور بہترین ساٹھ مسلمانوں کو تو اپنے ہاتھوں سے نہیں کھو دیا ہے؟ مسلمانو!! چلو دشمنوں پر حملہ کرو۔''

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''صبر کیجئے اے سردار!! اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ضرور مدد کرے گا!''

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ: اگر اللہ تعالیٰ نہ کرے مسلمان مارے گئے تو میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟

ان کے آنسو جاری ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا:

''باری تعالیٰ!! مسلمانوں کی مدد فرما!''

ابھی ان کی دعا کے الفاظ فضا میں گونج ہی رہے تھے کہ دفعتہً عرب مستعربہ بھاگ نکلے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی مسرور ہو گئے۔

باب ۲۰

مسلمانوں کا قلق

جس وقت عرب متنصرہ ہزیمت اٹھا کر بھاگے تو وہ ایسے بدحواس اور پریشان تھے جیسے ان پر تمام مسلمانوں نے حملہ کر دیا ہو۔ مستند تاریخوں میں لکھا ہے کہ لشکرِ متنصرہ اس طرح بھاگا جا رہا تھا جیسے کسی آسمانی آواز نے اسے پکار کر بھگا دیا ہو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو آواز دی: ''کوئی شخص دشمنوں کا تعاقب نہ کرے۔''

مسلمان حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آ آ کر جمع ہونے لگے۔ کل بیس آدمی جمع ہوئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب اتنے تھوڑے مسلمانوں کو دیکھا تو سخت رنج و قلق ہوا۔ ان کے آنسو جاری ہو گئے۔ انہوں نے اپنے منہ پر طمانچے مار کر فرمایا:

''اے بیٹے ولید کے تُو نے ہلاک کرا دیا چالیس مسلمانوں کو۔ کل پروردگارِ عالم کے سامنے کیا عذر کرے گا؟''

اس وقت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے۔ انہوں نے دریافت کیا:

''کیا حال ہے تمہارا اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے سردار، افسوس ہے میں نے چالیس آدمیوں کو کھو دیا۔ منجملہ ان کے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور فلاں فلاں اصحاب رضی اللہ عنہما ہیں۔''

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بڑا صدمہ ہوا۔ انہوں نے فرمایا:

''اے خالد رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی قسم!! فریب دیا آپ کے غرور نے آپ کے نفس کو۔ کھو دیا آپ نے بہترین مسلمانوں کو۔ آپ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے۔''

لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یقین نہ آتا تھا کہ اس قدر مسلمان شہید ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اپنا یہ خیال حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پر ظاہر کیا۔ انہوں نے فرمایا:

''یہ کیا بڑی بات ہے؟ ابھی معلوم ہو جائے گا۔ مشعلیں منگوالو۔''

چونکہ دن چھپ گیا تھا اس لئے اندھیرا پھیل گیا تھا۔ چنانچہ فوراً مشعلیں منگوائی گئیں۔ سینکڑوں آدمی میدانِ جنگ میں پھیل گئے۔ چونکہ مسلمان تھوڑے تھے، اس لئے محدود حلقہ میں جنگ ہوتی رہی تھی۔ جلد ہی اس بات کا پتہ چل گیا کہ مسلمان کل دس شہید ہوئے ہیں۔ انہوں نے بنی غسان یعنی عرب متنصرہ کے مقتولین کو بھی شمار کر لیا۔ عیسائی پانچ ہزار مارے گئے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میدانِ جنگ میں صرف دس مسلمان شہداء کی لاشیں موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو باقی مسلمان عیسائیوں کے تعاقب میں گئے ہیں یا گرفتار ہو گئے ہیں۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: میرا بھی ایسا ہی خیال ہے۔ اب اطمینان ہو گیا کہ مسلمان زندہ ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: مسلمانو!! تم میں سے کون شخص عرب متنصرہ کے پیچھے جا کر مسلمانوں کی خبر لائے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: میں لاؤں گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: تم نہ جاؤ۔ تمہیں سارا دن لڑتے ہوئے اور مشقت برداشت کرتے ہوئے گزرا ہے۔ تم اپنے نفس کو راحت دو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: نہیں اے امیر، مجھے ہی اجازت دو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں ہی جاؤں گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اچھا تو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا بدل لیا اور رومی لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ چند اور مسلمان بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔ اب رات زیادہ ہو چکی تھی۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ یہ لوگ رومی لشکر کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ابھی کچھ زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ سامنے سے گھوڑوں کے ٹاپوؤں کی آواز آئی۔ حضرت خالد کے ہمراہیوں نے ان سے عرض کیا:

''معلوم ہوتا ہے کچھ سوار آرہے ہیں!''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: میں بھی گھوڑوں کے سموں کی آواز سن رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کرے یہ مسلمان ہوں۔

ایک مجاہد نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کرے ایسا ہی ہو! لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ عرب مخصرہ ہوں اور اپنے کسی آدمی کو تلاش کرنے آ رہے ہوں؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: یہ بھی ممکن ہے۔

اسی وقت سامنے سے اللہ اکبر کے پرزور نعرہ کی آواز آئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہی خوش ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ یہ مسلمان ہی ہیں۔''

ان مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ سامنے سے آنے والے لوگ مسلمان ہی تھے۔ ان میں سب سے آگے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے سلام کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب دے کر دریافت کیا:

''اے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں چلے گئے تھے آپ؟''

حضرت فضل رضی اللہ عنہ: ہم عرب مخصرہ کے تعاقب میں اس لئے گئے تھے، تاکہ ممکن ہو سکے تو جبلہ کو گرفتار کر لیں یا مار ڈالیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: لیکن کیا میں نے قوم ناکس کے تعاقب سے منع نہ کر دیا تھا؟

حضرت فضل رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ کی قسم!! ہم نے آپ کی آواز نہیں سنی ورنہ حکم عدولی نہ کرتے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ!! چند مسلمان قید ہو گئے تھے۔ ہم ان کی خلاصی کی فکر میں بھی گئے تھے لیکن افسوس ہم ان تک نہ پہنچ سکے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: کتنے مسلمان قید ہوئے ہیں؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: صحیح تعداد تو ان کی معلوم نہیں۔ لیکن خیال یہ ہے کہ پانچ مسلمان قید ہوئے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تمہارے ساتھ کتنے مسلمان ہیں؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: میرے ساتھ پچیس مسلمان ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تب ضرور پانچ مسلمان ہی قید ہوئے ہیں۔ کیونکہ بیس مسلمان میرے ساتھ تھے، دس شہید ہوئے، پچیس آپ ہو۔ اس طرح پچپن ہو گئے۔ اب صرف پانچ رہ گئے جو

یقیناً گرفتار ہو گئے ہیں۔ مگر یہ دیکھو کہ کون کون گرفتار ہوئے۔

سب نے اپنا اپنا نام لے کر پکارا۔ معلوم ہوا کہ پانچ آدمی حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی رضی اللہ عنہ، حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ، حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ غیر حاضر ہیں۔ یہی لوگ قید ہو گئے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم!! میں نے خرچ کیا اپنی جان کو۔ مشقت اٹھائی، سخت مشقت۔ لیکن نہ نصیب ہوئی مجھے شہادت اور شہید ہو گئے وہ لوگ جو مجھ سے زیادہ خوش قسمت تھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں پانچوں قیدیوں کو چھڑا کر لاؤں گا۔ ورنہ رومیوں کو تنگی میں ڈال دوں گا۔''

یہ سب لوگ لوٹ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ انہیں پچیس مسلمانوں کے اور آنے کی خوش خبری سنائی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ خوش ہو کر گھوڑے کی زین ہی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں جھک گئے۔ جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پانچ مسلمان قید ہو گئے ہیں۔''

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کی سبیل فرمائے گا۔

اب یہ سب لوگ اپنے لشکر کی طرف چلے۔ ادھر جب جبلہ شکست کھا کر رومی کیمپ میں پہنچا تو اسے باہان بلا کر دریافت کیا: ''جنگ کیسے ہوئی اور کیا نتیجہ رہا؟''

جبلہ نے جواب دیا:

''آج کا معرکہ نہایت ہی تحیر خیز ہے۔ صرف ساٹھ مسلمانوں نے میرے ساٹھ ہزار لشکر کا مقابلہ کیا۔ صبح سے شام تک لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ شام کے وقت میں نے اور میرے سپاہیوں نے خوفناک آوازیں سنیں۔ ہم سب ڈر گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔''

فرطِ خوف سے باہان کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ اس نے کہا:

''جب مسلمانوں کا ایک ایک آدمی ایک ہزار سے لڑ سکتا ہے تو فتح کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ افسوس ہے میں مسلمانوں کو صلح کی طرف بلاتا ہوں تو وہ صرف دو باتیں پیش کرتے ہیں۔ مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ دو۔ اگر لڑائی کے لئے فوج بھیجتا ہوں تو لشکر ہزیمت اٹھا کر بھاگ آتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا

کیا کروں!"

وہ سخت فکر مند ہو گیا۔ اس نے جبلہ کو واپس کر دیا اور بحرِ فکر میں غوطے کھانے لگا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جب لشکر میں پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ چند مسلمان جن میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں، زیادہ زخمی ہو گئے ہیں تو انہوں نے حکم دیا کہ زخمیوں کو خواتینِ عرب کے پاس بھیج دیا جائے جہاں ان کی تیمارداری اور مرہم پٹی کی جائے۔

اس زمانہ میں عرب عورتیں علاج معالجہ، ابتدائی طبی امداد اور مرہم پٹی کے فن سے بخوبی آشنا تھیں۔ چنانچہ مجروح خواتین کے کیمپ میں بھیج دیئے گئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کو ایک خط لکھا اور ایک عرب کے ہاتھ نمازِ فجر کے بعد مدینہ منورہ بھیج دیا۔ خط کا مضمون یہ تھا؛

"یہ خط ہے سپہ سالار ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثناء کے بعد معلوم ہو کہ ہرقل اعظم نے عظیم الشان لشکر ہمارے مقابلہ کے لئے بھیجا ہے۔ گویا ہر صلیب بردار لڑنے کے لئے نکل آیا ہے۔ ہر طرف سے ٹڈیوں کی طرح وہ ہم پر امڈ آئے ہیں۔

یرموک کے مقام پر جولان کے قریب ہی وہ ہم سے مقابل ہوئے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ باہان آٹھ لاکھ فوج لایا تھا۔ جبلہ ساٹھ ہزار عرب متنصرہ کے ساتھ آیا ہے۔ ان کے علاوہ کئی لاکھ رضا کار ہیں۔

آج جبلہ ساٹھ ہزار لشکر لے کر ہمارے مقابلہ میں آیا۔ صرف ساٹھ مسلمانوں نے اس کی فوج کا مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ ہمارے فقط دس مجاہد شہید ہوئے اور پانچ گرفتار ہو گئے۔ پانچ ہزار عرب متنصرہ مارے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہماری مدد سے غفلت نہ کریں۔

جلد کمک بھیجیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے مدد اور غلبہ کی درخواست کرتا ہوں۔"

جب مجروح مجاہدین خواتینِ عرب کے پاس لائے گئے تو حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ زیادہ زخمی ہونے کی وجہ سے کیمپ تک پہنچتے پہنچتے بے ہوش ہو گئے۔ انہیں ایک علیحدہ خیمہ میں، جو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ کے قریب تھا، اتارا گیا اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اور شمعونہ ان کی مرہم پٹی کر کے تیمارداری میں مصروف ہو گئیں۔

باب ۲۱

مسلمانوں کی رہائی

باہان کو اس بات پر سخت حیرت تھی کہ ساٹھ ہزار عرب متنصرہ کو صرف ساٹھ مسلمانوں نے شکست دے کر بھگا دیا! وہ اس بات کو خوب سمجھتا تھا کہ اس کی قوم یعنی رومی عیش و عشرت میں پڑ کر آرام طلب ہو گئے ہیں اور ان کی بہادری کے جوہر جاتے رہے ہیں۔

عرب خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی، جفاکش اور بہادر ہیں۔ لیکن اب جبکہ چند مسلمانوں نے ساٹھ ہزار عربوں کو ہزیمت دی تو اس نے جان لیا کہ رومی مسلمانوں کا ہرگز بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اس نے اپنے دل میں یہ طے کر لیا کہ ایک مرتبہ پھر صلح کی کوشش کرے۔

صبح ہوتے ہی اس نے اپنی قوم کے معززین اور رؤسا کو طلب کر کے کہا:

''تم نے کل کے معرکے کے واقعات سنے۔ ساٹھ ہزار عرب عیسائیوں سے صرف ساٹھ مسلمان لڑے اور سارا دن لڑ کر انہیں شکست دی۔ کیا تم میں ان مسلمانوں سے لڑنے کی طاقت ہے؟''

جرجیر نے کہا:

''کیوں نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ دس لاکھ سے بھی زیادہ لشکر ہے۔''

باہان: مگر یہ لشکر کیا کر سکتا ہے جب یہ ایک مسلمان ایک ہزار غیر مسلموں سے لڑ سکتا ہے؟

قناطر: سارے مسلمان ایسے بہادر نہیں ہیں۔

باہان: لیکن سارے رومی بھی عیسائی عربوں کے برابر بہادر نہیں ہیں اور جبکہ جبلہ کے ہمراہی ساٹھ مسلمانوں کا قلع قمع نہ کر سکے تو رومیوں سے اس کی کیا امید ہے!

قوریر: حقیقت یہ ہے کہ اگر تھوڑا تھوڑا لشکر مسلمانوں سے لڑا تو وہی کامیاب رہیں گے۔ البتہ ہمارا سارا لشکر جب میدان میں اترے گا تو مسلمانوں کو کچل ڈالے گا۔

باہان: اب مجھے اس بات کا یقین نہیں رہا۔

جرجیر: تب بادشاہ نے کیا سوچا ہے؟

باہان: میری رائے ہے کہ میں پھر انہیں صلح کی دعوت دوں۔

جرجیر: یہ بات مناسب ہے۔

جبلہ نے کہا:

''حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک شخص حضرت خالد رضی اللہ عنہ نامی ایسا ہے جو بڑا دلیر ہے اور جس کی بہادری کی وجہ سے مسلمانوں میں بھی شجاعت ہے۔ اگر کسی طرح وہ قابو میں آجائے تو مسلمانوں کی ہمتیں پست ہو جائیں۔ یا تو وہ بھاگ جائیں یا جو شرائط پیش کریں۔ ان پر صلح کر لیں۔''

باہان نے خوش ہو کر کہا:

''میں شرائطِ صلح طے کرنے کے لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہی کو کیوں نہ طلب کروں اور جب وہ آجائے تو اسے گرفتار کر لوں!''

جبلہ: اگر تم اسے گرفتار کر لو تو پھر مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دینا میرا ذمہ ہے۔

باہان نے اسی وقت ایک رومی کو، جس کا نام حربہ تھا اور جو عربی خوب جانتا تھا، بلایا۔

اس سے کہا:

''تم اسلامی لشکر میں جاؤ۔ مسلمانوں کے سردار سے کہو کہ وہ گفتگوئے مصالحت کے لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بھیجیں۔''

حربہ مسلح ہو کر اسلامی لشکر میں آیا۔ مسلمانوں نے اسے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ اس نے حقِ سفارت نہایت احسن طریقے پر ادا کر کے یہ درخواست کی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اس وقت وہاں موجود تھے۔

انہوں نے فرمایا:

''باہان شاید میرے ساتھ کوئی فریب کرنا چاہتا ہے۔ لیکن انشاء اللہ تعالیٰ اس کا مکر اُسے کچھ فائدہ نہ دے گا۔ میں ہی سفیر بن کر آؤں گا۔''

حربہ چلا گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''دشمنِ خدا نے مجھے طلب کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ اجازت دیں۔''

حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ: کیسے اجازت دوں؟ میں سمجھ گیا ہوں۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ غدر و مکر کی خواہش رکھتا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اطمینان رکھئے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مکر کو اسی پر اُلٹ دے گا۔ میں خود ہی حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ وغیرہ کی رہائی کے لئے اس کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اچھا ہوا اس نے ہی طلب کیا ہے۔ آپ مجھے جانے دیں۔ شاید میں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ وغیرہ کو رہا کرا لا سکوں۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اچھا جاؤ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حمایت و مدد فرمائے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسی وقت اپنے خیمہ میں آئے۔ دیکھا تو ان کی بیوی حضرت ام تمیم ان کے میلے کپڑے دھو رہی ہیں۔ انہوں نے فرمایا:

"(حضرت) ام تمیم مجھے باہان نے بلایا ہے۔ میں اس کے پاس اس امید سے جا رہا ہوں کہ شاید حضرت ضرار رضی اللہ عنہ وغیرہ کو رہا کرا لاؤں۔"

حضرت ام تمیم: ضرور جایئے، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی گرفتاری سے بہت رنجیدہ اور مغموم ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: انشاء اللہ تعالیٰ وہ اپنے بھائی سے مل کر خوش ہوں گی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زرہ بکتر پہنی۔ حجازی موزے پہنے۔ سر پر سیاہ عمامہ شریف باندھا۔ ڈھال پشت پر لٹکائی، تلوار حمائل کی اور خنجر پٹی میں اڑسا۔ پھر نیزہ ہاتھ میں لیا اور خیمہ سے نکل کر اپنے غلام حضرت ہمام رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔

حضرت ہمام رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کی:

"یا سیدی!! کیا حکم ہے؟"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: میں باہان کے پاس جا رہا ہوں، آپ رضی اللہ عنہ بھی چلو۔

حضرت ہمام رضی اللہ عنہ: حکم ہو تو میں بھی مسلح ہو جاؤں؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ضرور، مگر ذرا جلدی کریں۔

حضرت ہمام رضی اللہ عنہ بھی مسلح ہو کر آ گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لباس جو انہوں نے زرہ پر پہنا تھا، سفید تھا۔ لیکن حضرت ہمام رضی اللہ عنہ سبز حلّہ پہن کر اور سرخ عمامہ شریف باندھ کر آئے۔ ان کی تلوار بھی میان میں لٹک رہی تھی اور نیزہ ہاتھ میں۔ خنجر ویسے بھی ہر عرب کمر میں اڑسے رکھتا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت ہمام رضی اللہ عنہ کو لے کر چلے۔ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

اسی وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، پوچھا:

''کیا تنہا جارہے ہو؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''نہیں، حضرت ہمام رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے لیا ہے۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: آپ دشمنِ خدا کے پاس اس کے لشکر کے بیچ میں جارہے ہیں۔ ایک مختصر فوج کا دستہ ضرور ساتھ لے لیجئے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: میں اسے ضروری تو نہیں سمجھتا لیکن آپ کے حکم کو بھی نہیں ٹال سکتا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سو مجاہدین کو ساتھ لیا اور باہان کے لشکر کے قریب پہنچے۔ وہاں انہیں جبلہ ملا جو اپنا ایک دستہ لئے دن میں لشکر کی حفاظت کر رہا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو دیکھ کر پوچھا:

''تم کون لوگ ہو؟ کیسے آئے ہو؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''میں خالد بن ولید مخزومی ہوں۔ باہان کا بلایا ہوا آیا ہوں اور میرے ساتھ وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی جانیں راہِ خدا میں ہبہ کر دی ہیں۔''

جبلہ: ایک ذرا توقف کرو۔ میں باہان کو اطلاع کر دوں۔

جبلہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں کے آنے کی اطلاع باہان کو کی۔ اس نے فوراً دربار آراستہ کئے جانے کا حکم دیا اور جبلہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا۔ جبلہ سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہیں ساتھ لے کر چلا۔ جب وہ رومی لشکر میں پہنچے اور انہوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا تو جہاں تک بھی نظر گئی، خیموں کا شہر آباد نظر آیا۔

رومی بڑے تکلف سے آئے تھے۔ کہیں لوہے کے ہتھیاروں کی نمائش ہو رہی تھی تو کہیں آرائشی سامان پھیلا ہوا تھا۔ طرح طرح کے خیمے تھے۔ جگہ جگہ خیموں کے شامیانے کھینچے ہوئے تھے۔ سپاہی خوشنما وردیاں پہنے ہوئے لوٹ لگا رہے تھے۔ بعض بیٹھے یا تو گپیں ہانک رہے تھے یا شراب پی رہے تھے۔ کہیں کہیں ناچ گانا ہو رہا تھا۔

اس کمزور دل لشکر اور اس ساز و سامان کو دیکھ کر مسلمانوں نے بلند آواز سے کہا:

''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.''

اس نعرہ کا شور سن کر رومیوں نے مسلمانوں کو دیکھا۔ وہ ان شیروں کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ جب مسلمان دربار کے قریب پہنچے تو جبلہ نے ان سے کہا:

''آپ ہتھیار رکھ دیں، کیونکہ بادشاہوں کے سامنے مع ہتھیاروں کے جانا بڑی بے ادبی ہے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تلواریں ہماری حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ ہم انہیں کسی حالت میں بھی تمہارے حوالہ نہیں کر سکتے۔

جبلہ سے باہان نے کہا تھا کہ مسلمانوں سے ہتھیار لے لینا۔ مگر جب انہوں نے انکار کیا تو باہان کو جبلہ نے اطلاع کی۔ باہان نے کہا:

''وہ جس طرح آنا چاہیں، آنے دو۔''

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مع سو مسلمانوں کے دربار میں داخل ہوئے۔ درباری خیمہ نہایت شان سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اس کی زینت میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی تھی۔ دیبائے چین کا پر تکلف فرش بچھا ہوا تھا۔ آبنوسی کرسیاں تھیں جن پر سردار اور اکابرِ قوم بیٹھے تھے۔

خود باہان چاندی کے تخت پر بیٹھا تھا۔ اس کے داہنی طرف بہت سے پادری اور راہب بیٹھے تھے اور بائیں طرف قوریر، قناطر، جرجیر اور چند اور انہیں کے پایہ کے لوگ تھے۔ باہان نے مسلمانوں کے لئے بھی کرسیاں بچھوادی تھیں لیکن مسلمانوں نے ان کرسیوں کو ہٹا کر فرش بھی لپیٹ دیا اور زمین پر بیٹھ گئے۔

باہان نے ہنس کر کہا:

''تم نے فرش اور کرسیوں پر زمین کو کیوں ترجیح دی؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرش تمہارے فرشوں سے زیادہ پاک ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس سے ہم تم اور سب پیدا ہوئے اور اسی میں مل جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى.

(سورۃ طٰہٰ: آیت ۵۵)

''ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ اسی میں ملا دیں گے اور پھر دوبارہ اسی سے نکالیں گے۔''

باہان: قیصر روم اور میں خونریزی کو پسند نہیں کرتے، اس لئے چاہتے ہیں کہ صلح ہو جائے۔ ہم

تمہیں ملک کا وہ حصہ بخش دیں گے جو تم نے اس وقت تک فتح کیا ہے۔ اس کے علاوہ تمہارے ہر سپاہی کو سو دینار اور ایک ریشمی تھان، تمہارے سپہ سالار کو ایک ہزار دینار اور دس ریشمی تھان اور تمہارے بادشاہ (خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ) کو دس ہزار دینار اور سو تھان ریشمی دیں گے، اور اگر تم صلح سے انکار کرو گے تو ہم تمہیں نیست و نابود کر دیں گے۔ تم نے میرا لشکر دیکھا ہے، اس سے زیادہ لشکر اور آنے والا ہے۔ یہ لشکر تمہیں پیس ڈالے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تم نے خوب باتیں کیں۔ لالچ بھی دیا اور دھمکایا بھی۔ مگر افسوس یہ ہے کہ تم اب تک بھی اس بات کو نہیں سمجھے کہ مسلمان نہ لالچ میں آتا ہے نہ ڈرتا ہے۔ تم سے صلح کے ہم بھی خواہش مند ہیں اور خونریزی کو بالکل پسند نہیں کرتے۔ لیکن جب کوئی ہم سے لڑتا ہے تو پھر ہم پیٹھ نہیں دکھاتے۔ شہادت ہماری عین تمنا ہے۔ اگر واقعی تم صلح کرنا چاہتے ہو تو دو باتوں میں سے ایک اختیار کرو۔ یا تو مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ دو۔ تیسری بات ممکن نہیں۔

باہان کو غصہ آ گیا۔ اس نے بگڑ کر کہا:

"صلح نہ کرو۔ جو باتیں تم کہتے ہو وہ ہم کسی طرح بھی منظور نہیں کر سکتے۔ تمہارے پانچ آدمی ہماری قید میں ہیں۔ میں ان پانچوں کو طلب کر کے ابھی تمہارے سامنے قتل کرائے دیتا ہوں اور پھر تم سب کو بھی مار ڈالوں گا۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بھی غصہ آ گیا۔ انہوں نے تلوار نکال کر فرمایا:

"قبل اس کے کہ تو ہمارے بھائیوں کے قتل کا حکم دے، میں تیری روح کو دوزخ کی طرف بھیج دوں گا اور میرے یہ ساتھی جن میں سے ہر ایک بڑے لشکر کا مقابلہ کر سکتا ہے، تیرے اس دربار کو مذبح خانہ بنا کر تیرے ان تمام افسروں کو مار ڈالیں گے۔"

اس وقت تمام مسلمانوں نے تلواریں سونت لیں اور سب کھڑے ہو گئے۔ باہان اور اس کے افسر سب ڈر گئے۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ مسلمان زندگی کی مطلق بھی پرواہ نہیں کرتے۔ جو یہ کہہ رہے ہیں وہ ضرور کریں گے۔

چنانچہ باہان نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو نرم کرنے کے لئے کہا:

"تمہیں جوش اور غصہ آ گیا۔ تم نے تلواریں نکال لیں۔ یہ بڑی بے ادبی ہے لیکن میں رحمدل ہوں۔ تمہاری اس خطا سے درگزر کرتا ہوں اور تم پر یہ احسان کرتا ہوں کہ تمہارے پانچوں ساتھیوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر باہان نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ وغیرہ کو لانے کا حکم دیا۔قیدی وہاں لائے گئے۔ انہوں آتے ہی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں نے نعرہ کا جواب دیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ وغیرہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ باہان کے حکم سے ان کی بندشیں دور کی گئیں۔وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔سب نے ایک نے دوسرے کو سلام کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان قیدیوں کو رہا کرا کر دربار سے باہر نکلے۔سب گھوڑوں پر سوار ہوئے۔حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کے لئے باہان نے گھوڑے دیئے۔وہ بھی گھوڑوں پر سوار ہوئے اور سب باتیں کرتے ہوئے اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔

باب ۲۲

تیماردار حور

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ تمام رات غفلت اور بے ہوشی میں رہے۔ صبح کو انہیں ہوش آیا۔ شمعونہ تقریباً تمام رات ان کی تیمارداری اور نگرانی کرتی رہی تھی۔ تھوڑی دیر سے اسی خیمہ میں سو رہی تھی۔ جس وقت حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا اس وقت اچھا خاصا اجالا ہو گیا تھا۔ شمعونہ ان کے قریب ہی فرش پر پڑی سو رہی تھی۔ حسن محوِ خواب تھا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔ سوچا، یہ کون ہے؟ کس لئے یہاں سو رہی ہے؟ میں کہاں ہوں؟ یہ خیمہ کس کا ہے؟ انہوں نے شمعونہ کی طرف سے نگاہیں ہٹا لیں۔ انہوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا۔ اسی وقت شمعونہ بیدار ہوگئی۔ اس نے مخمور نگاہیں اٹھا کر حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور جلدی سے اٹھ کر کہا:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے آپ کو ہوش آ گیا۔''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو پھر اس ساحرہ کی طرف دیکھنا پڑا۔ انہوں نے فرمایا:

''میں ہوں کہاں؟''

شمعونہ نے بھولے پن سے جواب دیا: ''خیمہ میں۔''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: یہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔

شمعونہ: اور؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں کس مقام پر ہوں؟

شمعونہ: ٹیلہ کے اوپر، خواتین عرب کے کیمپ میں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تم شاید عیسائی لڑکی ہو؟

شمعونہ: ہاں!! میرا نام شمعونہ ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں سمجھ گیا۔ مجھے کیا ہو گیا تھا؟

شمعونہ: آپ زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے تھے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اب مجھے سب کچھ یاد آ گیا۔ شاید تم تمام رات میری تیمارداری کرتی رہی ہو؟

شمعونہ: میں بھی اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بھی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہاں ہیں؟

شمعونہ: وہ پچھلی رات کو چلی گئی تھیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں تمہارا شکریہ ادا کروں یا حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا؟

شمعونہ: کسی کا بھی نہیں، ہم دونوں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مگر میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر انہوں نے اٹھنا چاہا۔ شمعونہ نے جلدی سے ان کے پاس آ کر انہیں ہاتھ سے روک کر کہا:

''حرکت نہ کیجئے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے منع کر دیا تھا۔''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مگر مجھے وضو کرنا ہے۔

شمعونہ: میں پانی لاتی ہوں، آپ یہیں وضو کر لیں۔

وہ دوڑ کر گئی اور پانی کا چھوٹا مشکیزہ اٹھا لائی۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اس عرصہ میں شمعونہ نے بھی منہ ہاتھ دھو لیا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اب کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ مجھے زیادہ تکلیف نہیں ہے۔ میں اپنے خیمہ تک جا سکتا ہوں۔''

شمعونہ: مگر وہاں آپ رضی اللہ عنہ کی خبر گیری کون کرے گا؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اب خبر گیری کی ضرورت نہیں۔

شمعونہ: گویا آپ رضی اللہ عنہ کو آرام آ گیا ہے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ہاں!!

شمعونہ: ابھی آپ رضی اللہ عنہ کو کئی روز آرام کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اپنے خیمے میں آرام ہی کرتا رہوں گا۔

شمعونہ: یہاں کیا ڈر ہے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ڈر کچھ نہیں لیکن میرا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔

شمعونہ: آپ رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے مسلمانوں کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہاں بھیجا تھا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اور لوگ کہاں ہیں؟

شمعونہ: وہ دوسرے خیموں میں ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کیا سب کی تیمارداری تم اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ہی کر رہی ہیں؟

شمعونہ: نہیں، باقیوں کی اور لڑکیاں تیمارداری کر رہی ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میرے یہاں رہنے سے تمہیں اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف ہوگی۔

شمعونہ: حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم!! مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ ٹھہریئے میں آپ کے کھانے کے لئے کچھ لاتی ہوں۔ رات سے آپ نے کچھ نہیں کھایا ہے۔

یہ کہتے ہی اس نے چوکڑی بھری اور بجلی کی طرح دوڑتی چلی گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں شوربا اور جو کی روٹی لے آئی۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو بھوک معلوم ہو رہی تھی۔ انہوں نے روٹی کھائی، پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے فرمایا:

"شمعونہ میں تمہارا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تم نے میرے لئے بڑی زحمت اٹھائی۔"

شمعونہ: میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے لوگوں کے ساتھ زمین پر نیکی کرو، آسمان پر میرا باپ تمہارے ساتھ نیکی کرے گا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: باپ..............؟ شمعونہ، اللہ تعالیٰ کسی کا باپ نہیں ہے۔

اس وقت حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بھی آگئیں۔ انہوں نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ آپ کی طبیعت بہتر معلوم ہوتی ہے (حضرت) عنجدہ رضی اللہ عنہ!!"

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ہاں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب میں اچھا ہوں۔ میں آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں (حضرت) خولہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: میرا نہیں، شمعونہ کا شکریہ ادا کرو۔ اس نے مجھ سے زیادہ تمہاری خدمت کی ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں دونوں ہی کا مشکور ہوں

شمعونہ: یہ اپنے خیمے میں جانا چاہتے ہیں۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: ابھی نہیں، لاؤ پٹی کھولوں۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے شمعونہ کی مدد سے پٹی کھولی۔ زخم صاف کر کے مرہم لگایا اور پھر پٹی کس دی۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"ابھی آپ رضی اللہ عنہ زیادہ حرکت نہ کریں۔"

مجبوراً حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اسی خیمہ میں رہ گئے۔

باب ۲۳

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی بہادری

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ قیدیوں کو رہا کرا کر لائے تو مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ اب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کو یہ قطعی یقین تھا کہ باہان جوش اور غصہ میں آ کر ضرور حملہ کرے گا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔

چند ہی روز بعد چھ ہزار مسلمان اسلامی لشکر کی مدد کے لئے اور آ گئے۔ ان کے اگلے روز ایک ہزار اور آئے۔ ان مسلمانوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا۔ اس کمک کے لشکر میں آنے سے مسلمانوں کی تعداد چالیس ہزار تک بھی نہ پہنچ سکی حالانکہ عیسائی دس لاکھ سے بھی زیادہ تھے۔

آخر ایک روز باہان تمام لشکر لے کر میدان میں آیا۔ اس کی فوجوں نے تمام میدان کو ڈھک لیا۔ چونکہ سارے رومی زرہ پوش تھے، اس لئے ان کی زرہیں اور ہتھیار آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے جگمگا رہے تھے۔ جس طرف اور جہاں تک بھی نظر جاتی تھی، رومیوں کی صفیں کھڑی نظر آتی تھیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی تمام مسلمانوں کو لے کر میدان میں آئے۔ انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"آج میں نے تمہیں تمام لشکر پر سردار مقرر کیا۔ تم لشکر کو ترتیب دو۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے میسرہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو، میمنہ میں حضرت کنانہ بن اشیم رضی اللہ عنہ کو اور پیدلوں پر حضرت ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ خود قلب میں ٹھہرے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ خواتینِ عرب کی حفاظت پر متعین کیا۔

رومی لشکر پہلے ہی صف بستہ ہو چکا تھا۔ جب دونوں لشکر مرتب ہو چکے، تب رومیوں

میں سے ایک بطریق نہایت قوی الجثہ اور گرانڈیل باہر نکلا۔ وہ کوئی بڑا شہسوار اور امیر و رئیس تھا۔ اس کے مقابلہ کے لئے روماس حاکمِ بصریٰ نکلے۔ یہ وہی روماس ہیں جو پہلے عیسائی تھے اور جب مسلمان بصریٰ میں پہنچے تھے تو وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

انہوں نے اس گبر کا مقابلہ کیا۔ دیر تک دونوں فنونِ جنگ دکھاتے رہے۔ آخر رومی کو موقع مل گیا۔ اس نے تلوار کا ایک ہاتھ مارا اور روماس زخمی ہو گئے۔ وہ جلدی سے گھوڑا لوٹا لائے گبر نے ان کا تعاقب کیا۔ مسلمانوں نے اسے ڈانٹا۔ وہ مرعوب ہو کر رک گیا۔ روماس اسلامی لشکر میں پہنچے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت نے فوراً ان کی مرہم پٹی کر دی۔

روماس کو زخمی کر کے گبر مغرور ہو گیا تھا۔ وہ لڑنے والے کو طلب کر رہا تھا۔ کئی مسلمانوں نے اس کے مقابلہ میں نکلنے کی اجازت چاہی لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت نہیں دی۔ آخر حضرت قیس بن ہبیرۃ المرادی رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم بے شک اس گبر کے جوڑ کے ہو۔ جاؤ اس کے مقابلہ کو۔ اللہ تعالیٰ غالب آپ کی مدد فرمائے!''

حضرت قیس رضی اللہ عنہ قدرے نحیف الجثہ تھے۔ مقابلے میں دونوں نے تلوار کے بہت خوب ہاتھ دکھائے۔ گبر نے موقع پا کر تلوار ماری جو حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی شہ رگ پر پڑی لیکن وہ بچ گئے۔ گبر نے ان کی کمر پکڑ کر زور کیا مگر وہ انہیں زین سے ہلا نہ سکا۔

اسے تعجب ہوا۔ وہ سمجھتا تھا کہ دبلے پتلے آدمی ہیں، جلد اور آسانی سے وہ انہیں اٹھا لے گا۔ مگر جب جسم کو دیکھا تو بالکل لوہے کا پایا۔ اس نے انہیں چھوڑ دیا۔ انہوں نے گبر پر حملہ کیا۔ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ ان میں اس کے مقابلہ کی قوت نہیں ہے۔ وہ واپس دوڑے۔ گبر نے ان کا تعاقب کیا۔ کچھ دور چل کر انہیں خیال ہوا کہ وہ بغیر کسی معقول عذر کے دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگے جا رہے ہیں۔ کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ وہ فوراً رک گئے اور گبر کے مقابلہ کا ارادہ کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں آواز دے کر فرمایا:

''حضرت قیس رضی اللہ عنہ تم نے حقِ شجاعت ادا کر دیا۔ اب میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں تم لوٹ آؤ۔''

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ولید کے بیٹے، آپ نے بڑا واسطہ دیا لیکن یہ تو بتاؤ کہ اگر میں آپ کے پاس لوٹ آؤں تو کیا آپ میری موت کے وقت کو ٹال دو گے؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: نہیں۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ: پھر میں فرار اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیوں کروں؟

چنانچہ وہ واپس لوٹے اور چونکہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ اس لئے انہوں نے خنجر نکال لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کون شخص ہے جو یہ تلوار حضرت قیس رضی اللہ عنہ تک پہنچا دے گا۔ اس کا اجر خدائے غالب پر ہے۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ!! میں اس کام کو کروں گا!''

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تلوار لے کر چلے۔ جب رومیوں نے انہیں آتے دیکھا تو ایک اور بطریق رومیوں کے لشکر میں سے نکلا۔ وہ بھی اپنے ساتھی کے پاس آ گیا۔ جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ایک تیسرا رومی آیا۔ وہ عربی اور رومی دونوں زبانیں جانتا تھا۔

اس نے قریب آ کر کہا:

''یہ کیا ناانصافی ہے کہ تم ایک ایک کے مقابلہ میں دو دو نکلتے ہو!''

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''عدل ہمارا شیوہ ہے۔ ہم کبھی ناانصافی نہیں کرتے۔ میں اپنے ساتھی کو تلوار دینے آیا تھا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ایک آدمی سو سو اور ہزار ہزار پر بھاری ہیں۔ تم تین ہو اور میں اکیلا ہوں۔ اگر بہادری کا امتحان کرنا منظور ہے تو آؤ میرا مقابلہ کرو۔''

مترجم نے دونوں گبروں کو ان کی گفتگو سے آگاہ کیا۔ وہ لڑنے کو تیار ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''(حضرت) قیس رضی اللہ عنہ آپ نے بڑی مشقت اٹھائی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے ان تینوں گبروں

سے لڑنے کی اجازت دیجئے۔ اگر میں شہید ہو جاؤں تو میری بہن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے میرا سلام پہنچا کر کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شہادت کا مرتبہ دیا اور میں اپنے والد محترم رضی اللہ عنہ سے جا ملا۔ وہ میرے شہید ہونے پر نہ غم کریں اور نہ آنسو بہائیں، کیونکہ شہادت میری عین تمنا تھی۔''

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔ یہ دونوں ایک ہی ماں کے بطن سے تھے۔ دونوں بہن بھائی میں بڑی محبت تھی۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے رومیوں سے فرمایا:

''تم تینوں مجھ پر حملہ کرو تا کہ تمہیں حملہ کرنے کا افسوس باقی نہ رہے۔''

تینوں گبروں نے ایک ساتھ ان پر تلواروں سے حملہ کیا۔ انہوں نے نیزہ ہاتھ میں لے لیا اور حملہ آوروں کے حملوں کو ڈھال پر روک کر نہایت زور سے ایک گبر کے سینہ میں نیزہ مارا۔

نیزہ کی انی زرہ توڑ کر پسلیوں کو چھیدتی ہوئی پشت کے پار نکل گئی۔ وہ گبر چلا کر گرا۔ جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے نیزہ کھینچا تو بغیر پھل کے نکلا۔ انہوں نے نیزہ چھوڑ دیا اور جلدی سے تلوار نکالی، اور دوسرے گبر پر حملہ کر کے اس کے سر کو اڑا دیا۔

تیسرا گبر خوفزدہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے للکار کر فرمایا:

''کس چیز نے باز رکھا ہے آپ کو جہاد کے ثواب سے؟''

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے فوراً تیسرے گبر پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ ان دونوں نے گبروں کے کپڑے، ہتھیار، زیورات اور گھوڑے لے لئے اور وہاں سے لوٹ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے وہ سب چیزیں پیش کیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

''یہ حق آپ دونوں کا ہے۔ جو شخص جسے قتل کرے، وہ اس کے سامان کا مالک ہے۔ امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔''

چنانچہ ان دونوں نے اپنے اپنے مقتول کا اسباب لے لیا اور اپنے اپنے خیمے پر رکھ

آئے۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ تو اپنی جگہ جا کھڑے ہوئے لیکن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ میدان میں پہنچے۔ انہوں نے لڑنے والے کو طلب کیا۔ کوئی ان کے مقابلہ میں نہ نکلا۔

کچھ دیر انتظار کر کے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے میمنہ پر حملہ کر کے دو سواروں کو مار ڈالا۔ ان کے حملہ سے رومیوں کے میمنہ کی پہلی تمام صف جنبش میں آ گئی۔ پھر وہ قلب کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک گبر کو مار ڈالا۔ قلب بھی ان کے حملہ سے جنبش میں آ گیا۔

رومیوں نے ان پر تیر برسائے۔ وہ پیچھے ہٹ آئے اور پھر مبارز کو طلب کیا۔ ایک گرانڈیل رومی ان کے مقابلہ کو نکلا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس کے قریب آتے ہی گھوڑے کو ایک چکر دیا اور تلوار کا ہاتھ مارا۔ گبر کا سر اڑ گیا۔

اس گبر کے مارے جاتے ہی دوسرا بطریق نکلا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اسے بھی مار ڈالا۔ جب باہان کو معلوم ہوا کہ صرف ایک مسلمان نے اس کے چار بہادر افسروں اور تین سپاہیون کو مار ڈالا ہے تو اس نے کہا:

> ''حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم!! قیصر روم ہم سے زیادہ ان مسلمانوں کو جانتے ہیں، اسی لئے انہوں نے قوم کو صلح کرنے کی ترغیب دی تھی۔''

باہان کے ساتھیوں نے کہا:

''اگر ایک ایک آدمی ان کے مقابلہ میں گیا تو وہ سب کو مار ڈالیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ تمام لشکر ایک ساتھ حملہ کرے اور انہیں کچل ڈالے۔''

باہان: مسیح علیہ السلام کی قسم!! یہی رائے مناسب ہے۔

چنانچہ اس نے اپنے تمام لشکر کو حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ ہر طرف سے رومی لشکر سیلاب کی طرح بڑھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو آواز دے کر فرمایا:

> ''پلٹ آؤ اے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے، تمہارے حملوں سے تمام رومی لشکر جنبش میں آ گیا ہے۔''

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ لوٹ آئے۔ اب تمام مسلمان رومیوں کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے۔

باب ۲۴

خونریز جنگ

رومیوں نے نہایت شدت سے حملہ کیا۔ مسلمان بھی ان کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو گئے۔ نہایت خونریز جنگ ہونے لگی۔ بہادر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ خون کے فوارے ابلنے لگے۔ سروں اور دھڑوں کے ڈھیر لگ گئے۔

رومیوں نے مسلمانوں کی ہر صف پر اس سختی سے حملہ کیا کہ اگر تائیدِ ایزدی شاملِ حال نہ ہوتی تو مسلمان ہرگز بھی رومیوں کے سامنے نہ ٹھہر سکتے۔ لیکن مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بڑے صبر و استقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے رومیوں کے سیلاب کو ہر جگہ روک لیا۔ ہر محاذ پر جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ تلواریں پھرتی سے اپنا کام کرنے لگیں۔

رومی جوش میں آ آ کر حملے کر کے مسلمانوں کو پسپا کرنے کے لئے زور لگا رہے تھے۔ مگر مسلمان سدِ سکندری کی طرح جم گئے تھے اور رومیوں کو پیچھے دھکیلنے کی انتہائی جدوجہد کر رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دو ہزار مسلمانوں کو ساتھ لئے رومیوں کو ہٹاتے مارتے کاٹتے پھر رہے تھے۔ جس طرف رومیوں کا غلبہ دیکھتے، اس طرف حملہ آور ہو جاتے۔ اور جب تک رومیوں کو وہاں سے پیچھے نہ ہٹا دیتے تھے آگے نہ بڑھتے تھے۔

ان کے جلو میں حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ دونوں نہایت دلیری اور بڑی جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ جب رومیوں پر حملہ کرتے تھے، اُن کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیتے تھے۔

جبکہ حشر خیز جنگ ہو رہی تھی اور زخمیوں کے چلانے اور رومیوں کے شور کرنے سے میدانِ جنگ گونج رہا تھا، اس وقت خواتینِ عرب نیزے، تلواریں اور خیموں کی چوبیں ہاتھوں میں لئے ٹیلے کے سرے پر اس لئے آ بیٹھی تھیں کہ اگر مسلمان ہزیمت اٹھا کر پیچھے ہٹیں تو وہ انہیں آگے

بڑھنے اور حملہ کرنے کی ترغیب دیں۔

چنانچہ جب ایک مرتبہ میسرہ کے مسلمان رومیوں کے دباؤ سے پیچھے ہٹ کر ٹیلے کے قریب پہنچ گئے تو فوراً بہت سی لڑکیاں اور عورتیں ٹیلے سے نیچے اتریں اور للکار کر بولیں:

''مسلمانو!! یہ کیا بے صبری ہے؟ استقلال سے کام لو۔ ضرار رضی اللہ عنہ کا عار گوارا نہ کرو۔ آج تم میدانِ جنگ سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کا غضب مول لیتے ہو، قیامت کے روز کون تمہاری شفاعت فرمائیں گے؟''

مسلمان ان کی آواز سن کر سنبھلے اور بھوکے شیروں کی طرح رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ کئی سو رومیوں کو دم کے دم میں مار ڈالا۔ اب رومی پیچھے ہٹنے اور مسلمان آگے بڑھنے لگے۔

چونکہ جنگ ٹیلے کے قریب آ گئی تھی، اس لئے ان زخمیوں کو بھی اطلاع ہو گئی جو زیرِ علاج تھے۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے بھی شور و غل کی آواز سنی۔ اس وقت بھی شمعونہ ان کے پاس تھی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ بے چین ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا:

''جنگ ہو رہی ہے۔ مسلمان جہاد کر رہے ہیں اور میں خیمہ میں آرام سے بیٹھا ہوں۔ کل اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟ کہاں ہیں میرے ہتھیار؟''

یہ کہتے ہی انہوں نے اٹھنا چاہا تو شمعونہ نے بڑھ کر ان کے بازو پکڑ لیے اور کہا:

''یہ آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ کے زخم ابھی ہرے ہیں۔ انگور پھٹ جائیں گے۔ آپ زخمی ہیں، مجبور ہیں، صبر کیجئے۔''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: نہیں!! نہیں!! تم مجھے نہ روکو شمعونہ۔ میں زخمی سہی مگر مجبور نہیں۔ میں اٹھ کر چل سکتا ہوں، کھا سکتا ہوں، پھر مجبوری کیا ہے؟ یہ تو جہاد میں شریک نہ ہونے کا ایک بہانہ ہو گا۔

شمعونہ: میں کیسے آپ کو سمجھاؤں۔ آپ میں اتنی قوت بھی نہیں ہے کہ گھوڑے پر سوار ہی ہو سکیں، لڑیں گے کیسے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ ہمت دے دے گا، طاقت عطا کر دے گا۔ اس کی فکر نہ کرو۔ میرے ہتھیار مجھے دے دو۔ جاؤ جلدی کرو۔ شور دم بدم بڑھتا جاتا ہے۔

شمعونہ: میں ہرگز نہ جانے دوں گی، ہرگز نہ جانے دوں گی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تم مجھے کیوں روکتی ہو؟

شمعونہ: میں آپ رضی اللہ عنہ کی تیمار دار ہوں۔ مجھے روکنے کا حق ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تم نہیں جانتی ہو شمعونہ اس وقت میرے قلب کی کیا کیفیت ہو رہی ہے؟ مسلمان لڑ رہے ہیں اور میرا خون جوش سے کھول رہا ہے۔

شمعونہ: میں سمجھتی ہوں، لیکن آپ رضی اللہ عنہ اپنا حق ادا کر چکے ہیں۔ اب دوسرے مسلمان اپنا حق ادا کر رہے ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اچھا تم مجھے چھوڑ دو شمعونہ۔

شمعونہ نے اب تک ان کے بازو سے پکڑ رکھے تھے۔ اس نے کہا:

''اس شرط پر چھوڑ سکتی ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ میرے کہنے پر عمل کرنے کا اقرار کریں!''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں تمہارے کہنے پر تو چل ہی رہا ہوں شمعونہ۔

شمعونہ: کہاں چل رہے ہیں؟ جب چاہتے ہیں جوش میں آجاتے ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: یہ بات میرے اختیار میں نہیں ہے۔ طبیعت میں جوش ہے اور اکثر یہ جوش ہیجان میں آجاتا ہے۔

شمعونہ: اس جوش کی وجہ سے آپ اپنے نفع و نقصان کا بھی تو خیال نہیں کرتے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تمہیں معلوم نہیں ہے شمعونہ!! مسلمان دنیا کے نقصان کو نقصان نہیں سمجھتے۔ آخرت کے نفع اور نقصان کا خیال رکھتے ہیں۔ جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ مسلمانوں کو شہادت کی بڑی تمنا ہوتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں شہید نہ ہو گیا، کیوں اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نعمت عطا نہ کی؟

شمعونہ نے حیا بار آنکھوں سے انہیں دیکھ کر کہا:

''اگر اس کی وجہ میں بیان کروں تو آپ اسے میری خطا تو نہیں سمجھیں گے؟''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: نہیں۔

شمعونہ: یہ میری دعاؤں کا اثر ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے حیرت سے اس کو دیکھ کر فرمایا:

''تمہاری دعاؤں کا اثر ہے؟''

شمعونہ: ہاں!! میں نے آپ رضی اللہ عنہ کی سلامتی کی دعا مانگی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے۔ مگر زندہ رہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مگر تم مجھ سے کب سے واقف تھیں جو تم نے میری سلامتی کی دعا مانگی؟

شمعونہ: میں آپ رضی اللہ عنہ کو پہلے سے نہ جانتی تھی۔ نہ ہی پہلے آپ رضی اللہ عنہ دیکھا تھا۔ لیکن جب آپ رضی اللہ عنہ ساٹھ عربوں کے ساتھ ساٹھ ہزار دشمنوں سے لڑنے روانہ ہو رہے تھے، اس وقت میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرنے پر آپ رضی اللہ عنہ کا نام معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ اُس بہادر ماں کے بیٹے ہیں جو تنہا سو سو مردوں کا مقابلہ کرتی تھیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: لیکن اس بہادر ماں کا بیٹا آج بزدل بنا خیمہ کے اندر دبکا بیٹھا ہے!

شمعونہ: نہیں، بلکہ اس بہادر ماں کے بیٹے نے اپنے خاندان کا نام روشن کر دیا، خوب دادِ شجاعت دی۔ یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو گیا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اچھا شمعونہ تم نے میرے لئے دعا کیوں مانگی؟

شمعونہ: یہ میرا راز ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: آخر تمہارے کتنے راز ہیں؟

شمعونہ: کئی راز ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تم شوخ ہو، ہر بات کو راز کہہ کر ٹال دیتی ہو۔ لیکن اس وقت تمہیں بتانا ہو گا کہ تم میری تیمارداری اس قدر دلسوزی کے ساتھ کیوں کر رہی ہو۔

شمعونہ: آپ رضی اللہ عنہ اس بات کو سمجھ گئے ہیں، پھر مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں بہت سیدھا آدمی ہوں، کچھ بھی نہیں سمجھا۔

شمعونہ: یہ اچھا ہی ہے ورنہ.................

وہ ہنس کر خاموش ہو گئی۔

لڑائی اس وقت بھی زور شور سے ہو رہی تھی۔ رومی اب بھی مسلمانوں کو پسپا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ مسلمان بھی پوری قوت سے مقابلہ کر رہے تھے۔ بڑے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ تلواریں پھرتی سے چل رہی تھیں۔ خون کی بارش ہو رہی تھی اور انسانی اعضاء کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

اس وقت جنگ ہر طرف اور دور دور تک پھیل گئی تھی۔ مسلمان اگرچہ عیسائیوں کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑے تھے مگر اس جوانمردی سے لڑ رہے تھے جیسے برابر کا مقابلہ ہو۔ باہان اپنی فوجوں کو لڑنے کی ترغیب دے رہا تھا۔

دریحان، قناطر اور جرجیر بھی تقریریں کر کے رومیوں کو لڑائی پر برانگیختہ کر رہے تھے۔ رومی جوش میں آ آ کر حملے بھی کرتے تھے لیکن مسلمان انہیں زخمی و قتل کر کے ان کے جوش کو ٹھنڈا کر دیتے تھے۔

صبح، کچھ دن چڑھے جنگ شروع ہوئی تھی اور اب عصر کا وقت آ گیا تھا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی تھی لیکن کسی محاذ پر بھی رومیوں کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اب شدید حملہ کا وقت آ گیا ہے!''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر اس سختی سے حملہ کیا کہ رومیوں کی کئی صفیں الٹ دیں۔ سینکڑوں عیسائیوں کو مار ڈالا۔ رومی پیچھے ہٹے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر انہیں اور دبایا۔ اب دن چھپنے لگا تھا۔ باہان نے اپنے لشکر کو واپسی کا اشارہ کیا۔ رومی فوجیں پیچھے ہٹنے لگیں۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ بھی لوٹ آئے۔ اس معرکہ میں ہزاروں رومی مارے گئے اور مسلمان صرف دس شہید ہوئے۔

باب ۲۵

باہان کا فریب

باہان کو تعجب بھی تھا اور غصہ بھی، وہ اپنا کل لشکر لے کر اس لیے حملہ آور ہوا تھا کہ یا تو مسلمانوں کو کچل ڈالے گا یا شکست دے کر بھگا دے گا۔ لیکن ان دونوں باتوں میں اسے کامیابی نہ ہوئی۔ بلکہ اس نے اندازہ کر لیا کہ مسلمان آسانی سے پسپا ہونے والے نہیں۔

ہرقل اعظم نے اسے چلتے چلتے ہدایت کر دی تھی کہ وہ لڑائی کی خبریں روزانہ بھیجتا رہے۔ اب بھی جب ہرقل اعظم کا قاصد آتا تھا تو یہی تاکید ہوتی تھی کہ جنگ کی خبریں بھیجتے رہو۔ باہان بھی چاہتا تھا کہ خبریں بھیجے۔ لیکن چونکہ اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی، اس لئے صحیح خبریں بھیجتے شرم آتی تھی۔ مگر جب ہرقل اعظم کا تقاضا زیادہ ہوا تو ایک روز اس نے ہرقل اعظم کو مفصل خط لکھا۔ اس نے اس میں تحریر کیا:

> ''قیصر روم!! حقیقت یہ ہے کہ آپ ہم سب سے مسلمانوں کے حالات زیادہ جانتے ہیں۔ اسی لئے آپ نے قوم کو صلح کی ترغیب دی تھی۔ مگر قوم نے نادانی سے نہ مانا اور جنگ کرنی چاہی۔ مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ کسی بات سے بھی اندیشہ نہیں کرتے ہیں۔ اگرچہ میرے ساتھ بے شمار لشکر ہے۔ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے مگر انہیں کوئی فکر اور پرواہ نہیں ہے۔ میں نے انہیں طمع دی اور چاہا کہ وہ واپس چلے جائیں لیکن وہ لالچ میں نہ آئے۔ ان سے صلح کی درخواست کی تو انہوں نے دو شرائط پیش کیں، یا مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ دو۔ یہ دونوں باتیں ناقابل قبول تھیں اس لئے صلح نہ ہو سکی۔
>
> ایک روز میں نے جبلہ کو اس کے ساٹھ ہزار لشکر سمیت مسلمانوں سے

لڑنے بھیجا۔ صرف ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا اور تمام دن لڑ کر شام کے وقت جبلہ کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اس کے بعد میں نے ایک روز اپنے تمام لشکر سے مسلمانوں پر یلغار کی۔ انہوں نے نہایت استقلال سے مقابلہ کیا اور صبح سے شام تک لڑتے رہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم مسلمان انسان نہیں ہیں جن ہیں۔

ایک بات عجیب ہے۔ مسلمان عادل ہیں، منصف ہیں، نیک ہیں اور پرہیز گار ہیں۔ جو وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔ یہ عرب نہایت ہی وحشی اور غیر مہذب تھے مگر مسلمان ہو کر بڑے ہی شائستہ، مہذب اور خلیق بن گئے ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں ان کے ساتھ کوئی فریب کروں!''

باہان نے یہ طویل خط ہرقل اعظم کی خدمت میں روانہ کر دیا اور مکر و فریب کی تدبیریں سوچنے لگا۔ اس نے ایک ہفتہ تک میدان میں نکلنے کی جرأت نہیں کی۔ پھر ایک روز ایک سو ساٹھ افسروں کے لئے نشان بنائے اور تمام لشکر کو ان ایک سو ساٹھ افسروں کے تحت میں دے کر افسروں پر قناطر، دریحان، قوریر اور جرجیر کو سپہ سالار مقرر کیا، اور خود تمام لشکر اور سارے سپہ سالاروں کا نگران بن گیا۔ طے یہ کیا کہ دوسرے روز اس وقت جب کہ مسلمان صبح کی نماز پڑھتے ہیں اچانک حملہ کر کے مسلمانوں کو مسلح ہونے کا موقع نہ دیا جائے اور جس طرح بھی ہو انہیں فنا کر دیا جائے۔ احتیاط یہ کی گئی کہ یہ بات مشہور نہ کی جائے تاکہ مسلمانوں کے جاسوسوں کو خبر نہ ہو جائے اور وہ مسلمانوں کو اطلاع دے کر ہوشیار نہ کر دیں۔

چنانچہ اگلے دن پچھلی ہی رات کو باہان نے لشکر کو ترتیب دے کر صبح کی اذان کے وقت مسلمانوں کی طرف بڑھا دیا۔ ابھی اس قدر اجالا نہیں ہوا تھا جس سے باہان کے لشکر کی نقل و حرکت نظر آ جاتی۔ اگرچہ مسلمان اٹھ چکے تھے اور اسلامی لشکر میں صبح کی اذان ہو چکی تھی۔ مسلمان نماز کی تیاری کر رہے تھے لیکن انہوں نے باہان کے لشکر کو آتے ہوئے نہیں دیکھا۔

تھوڑی ہی دیر میں مسلمان نماز میں مصروف ہو گئے۔ جب وہ دوسری رکعت کے سجدہ میں گئے تو انہوں نے زمین کو کانپتے ہوئے محسوس کیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار ہونے کی وجہ سے نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے نماز مختصر کی، سلام پھیرا، سلام پھیرتے ہی مسلمانوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ چونکہ اب کافی روشنی پھیل گئی تھی اس لئے صاف نظر آ گیا کہ باہان کا تمام لشکر

یلغار کیے بڑھا چلا آ رہا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''خوار کرے اللہ تعالیٰ ان گبروں کو، انہوں نے فریب دیا۔ کہاں ہیں ابا سلیمان رضی اللہ عنہ؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے، انہوں نے فرمایا:

''موجود ہوں، کہیے کیا حکم ہے؟''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ!! آپ اپنے ساتھ بہادر اور دلیر مسلمانوں میں سے تھوڑے لے لیں اور بڑھ کر ان گبروں کو اتنی دیر تک روکیں کہ مسلمان مسلح ہو کر صف بستہ ہو جائیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: انشاء اللہ میں روک دوں گا اس عظیم الشان لشکر کو۔

سامنے سے باہان کا لشکر چلا آ رہا تھا۔ ادھر سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے پانچ سو جانباز ساتھیوں نے جھپٹ کر باہان کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا اور نیزوں کی انیوں سے رومیوں کو بنید ہ ڈالا۔

رومی لشکر کھڑا ہو کر ان محدود سے چند مسلمانوں سے لڑنے لگا۔ سب سے زیادہ حیرتناک بات یہ ہے کہ پانچ سو مسلمانوں نے دس لاکھ رومیوں کو روک دیا اور اس قدر عظیم الشان لشکر میں تیغ زنی کر کے جدال وقتال شروع کر دیا۔ رومیوں کی لاشوں سے میدان بھرنے لگے۔

رومیوں نے سمجھا تھا کہ چند مسلمان حملہ آور ہوئے ہیں، انہیں مار ڈالنا یا بھگا دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ چنانچہ وہ یہ غلطی کر گئے کہ انہوں نے آگے بڑھنا بند کر دیا اور ان مسلمانوں سے لڑائی میں الجھ کر رہ گئے۔ اگر وہ بڑھتے جاتے تو تمام مسلمانوں کو مسلح ہو کر ان کے مقابلہ میں آنے کا موقع نہ ملتا اور بہت ممکن تھا کہ وہ اسلامی لشکر کو منتشر کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔

جس طرح فرعون کے گھوڑے کو دریا کے کنارے پانی میں داخلے کا بندوبست کیا گیا، اسی طرح رومیوں کے دل میں یہ ڈال دیا کہ پہلے ان مسلمانوں کو قتل کر لیں، پھر آگے بڑھا جائے، اور یہ سب رب تعالیٰ کی حکمتیں اور تدبیریں ہیں، اپنے محبوب بندوں کی مدد کرنے کے لئے۔

لیکن رومی اُن شیروں کو پسپا یا قتل کرنے کی فکر میں لگ گئے جو اپنی جانوں کو جانیں نہ سمجھتے تھے۔ جو جہاد سے ایسی ہی رغبت رکھتے تھے جیسی رومی دولت سے۔

رومیوں نے پُر زور حملے کر کے انہیں ٹھکانے لگانے کی کوشش شروع کر دی۔ وہ جوش

میں آ آ کر حملے کرنے لگے۔ مسلمان بھی غیظ و غضب میں بھرے نہایت پھرتی سے حملے کر کے رومیوں کو قتل کر رہے تھے۔ ہر مسلمان اس فکر میں تھا کہ جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ عیسائیوں کو مار ڈالے۔ چنانچہ ہر ایک جوش میں آ کر بڑے سخت حملے کر رہا تھا اور اپنے پاس والے مسلمان کو دیکھتا رہتا تھا کہ اس نے کس قدر رومیوں کو قتل کیا۔ وہ اس سے بھی زیادہ قتل کر ڈالنے کے لئے جوش میں آ آ کر حملے کرتا تھا۔

اس طرح رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگتے چلے جا رہے تھے۔ خون زمین پر بہنے لگا تھا۔ رومی جھنجھلا جھنجھلا کر حملے کرتے تھے لیکن مسلمانوں پر گویا ان کی تلواریں اثر ہی نہ کرتی تھیں۔

رومیوں کے لئے ایک مشکل یہ بھی تھی کہ مسلمان تھوڑے تھے اور محدود جگہ میں لڑ رہے تھے۔ سارا لشکر ان پر حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ گھوڑوں کی کنوتیاں ملائے نہایت شدت سے حملے کر کے رومیوں کو بے دریغ قتل کر رہے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو صرف رومیوں کو روکنے کا حکم دیا تھا مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں روک کر جنگ شروع کر دی اور انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے ہزاروں رومیوں کو مار ڈالا۔

اس عرصہ میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو مرتب کر لیا اور وہ اپنے کیمپ سے آگے بڑھ کر صف بستہ ہو گئے۔ انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا:

"آپ نے خوب حقِ شجاعت ادا کیا، اب رومیوں کو بڑھ کر آنے دو۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی اور آہستہ آہستہ مسلمان پیچھے ہٹنے لگے۔

باب ۲۶

ہیبت ناک جنگ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پیچھے ہٹتے ہی رومیوں کا سیلاب مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے صرف تین صفیں قائم کی تھیں۔ بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ یرموک کے مقام پر مسلمانوں کی تعداد مع کمک کے لشکر کی، چالیس ہزار کے قریب پہنچ گئی تھی۔ ایک صف میں تقریباً تیرہ ہزار مسلمان تھے۔

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ کر آئے تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"یا امین الامت رضی اللہ عنہ!! میں نے رومیوں میں ایک گروہ ایسا دیکھا ہے۔
جس نے اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑ لیا ہے۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے متعجب ہو کر فرمایا:

"انہوں نے اپنے آپ کو کیسے زنجیروں میں جکڑ لیا ہے؟"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ان کے گھوڑوں کی گردنوں میں زنجیریں ڈالی گئی ہیں۔ ان زنجیروں سے گھوڑے آپس میں بندھ گئے ہیں اور سواروں نے زرہوں میں زنجیریں ڈال کر ایک کو دوسرے سے جکڑ لیا ہے۔ میرا خیال ہے قوم نے نہ بھاگنے کی وجہ سے یہ تدبیر کی ہے۔ اس لئے آج نہایت سخت اور خوفناک لڑائی ہوگی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی حمایت کرے گا۔ رومی فرار ہوں گے۔ انشاء اللہ!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: آپ نے کہاں ٹھہرنے کا قصد کیا ہے؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: قلبِ لشکر میں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: لیکن مناسب یہ ہے کہ آپ قلب میں کسی اور کو مقرر کریں اور خود پانچ سو

سوار لے کر لشکر کی پشت پر ٹھہریں تا کہ مسلمان آپ کو دیکھ کر شرمائیں اور رومیوں کا دباؤ پڑنے پر پسپا ہونے سے باز رہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ!! آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت کرے، آپ نے کیا نیک مشورہ دیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو قلبِ لشکر میں اپنا قائم مقام کیا۔ انہیں اپنا وہ علم دیا جو رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خیبر کے روز تیار کیا تھا۔ یہ علم زرد رنگ کا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنا مخصوص علم لئے ہوئے تھے جو سیاہ رنگ کا تھا اور جس کا نام "رایت العقاب" تھا۔

اب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دو سو سواروں کو لے کر لشکر کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ان پانچ سو ساتھیوں کو لے کر، جن سے انہوں نے بڑھ کر رومی لشکر کو روکا تھا، علیحدہ ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ جس طرف رومیوں کا غلبہ دیکھیں اس طرف مدد کریں۔ اس عرصہ میں رومی لشکر مسلمانوں سے کچھ فاصلے پر آ کر رک گیا۔ اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کر یہ دعا مانگی:

"اے پروردگار!! ہم مسلمان تجھے واحد جانتے ہیں اور صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تجھ سے ہی ڈرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ لیکن یہ عیسائی تیری توحید کو بٹہ لگاتے ہیں، تیری یکتائی کی تحقیر کرتے اور تیرے بیٹے بتاتے ہیں۔

اے پروردگار!! ہماری اعانت فرما اور ہمیں ان ناکسوں پر غلبہ دے۔ بے شک تو اچھا مددگار اور اچھا مالک ہے۔ اے میرے پروردگار!! تو ان کے قدموں کو ہلا دے اور ہم پر تسکین اور اطمینان نازل فرما۔"

اس وقت حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر نصیحت کرتے ہوئے فرما رہے تھے:

"اے لوگوں کے گروہ!! تم ان بزرگ عربوں میں سے ہو جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اس کی توحید کی منادی کی۔ تم نے گبروں کے ملک میں صبح کی ہے۔ گبر تمہیں مٹانا چاہتے ہیں لیکن تم اللہ تعالیٰ کے پرستار ہو، انشاء اللہ وہ تمہیں مٹا نہ سکیں گے۔ آج نیزہ بازی اور شمشیر زنی کا دن ہے۔ آج

بہادری اور دلیری کے امتحان کا دن ہے۔ آج اپنی مراد کو پہنچنے کا دن ہے۔ کفر کی سختی کے مقابلہ میں صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کی مدد کرتا ہے، کشائش اور فراخی دیتا ہے۔ غم سے نجات دیتا ہے۔ اگر تم صبر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری اعانت کرے گا اور تم ان بے ختنہ بریدہ گبروں کے شہروں اور ملکوں کے مالک ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے لطف و کرم کی بارش کرے گا اور اگر پیٹھ پھیرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے غضبناک ہو گا۔ جہاد کرو، جیسا کہ حق ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا۔"

ابھی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی گفتگو یا تقریر ختم ہی ہوئی تھی کہ ایک رومی جو اونچے گھوڑے پر سوار تھا میدان میں نکلا اور اپنے مقابلہ کے لئے لڑنے والے کو طلب کیا۔

ایک نوعمر و کمسن نوجوان جو قوم ازد سے تھے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور فرمایا:

"یا سردار المسلمین رضی اللہ عنہ!! میں دنیا سے سیر ہو چکا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ دنیا کی دلفریبیاں مجھے اپنی طرف مائل نہ کر لیں۔ مجھے شہادت کی بڑی تمنا ہے۔ شاید میں اپنی مراد کو پہنچ جاؤں۔ مجھے جنگ کی اجازت دیجئے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں کوئی پیغام پہنچانا ہو تو کہہ دیجئے۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس کمسن ازدی کی باتیں سن کر رو پڑے۔ انہوں نے اسے اجازت دی اور فرمایا:

"جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پہنچو تو میرا اسلام کہہ دینا۔"

ازدی نوجوان خوش ہو کر میدان میں نکلا اور نیزہ سے رومی پر حملہ آور ہوا۔ رومی نے تلوار کا وار کیا۔ ازدی نے ڈھال پر اس کا وار روک کر ایسا نیزہ مارا کہ اس کی پسلیوں کو چیر کر پشت کے پار ہو گیا۔ رومی چیخ کر گرا۔

ازدی نے اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا اور اس کا اسباب اور گھوڑا لے کر اپنے ایک ساتھی کے سپرد کر دیا۔ وہ پھر میدان میں آئے اور لڑنے والے کو طلب کیا۔ دوسرا رومی ان کے مقابلے میں آیا تو انہوں نے اسے بھی مار ڈالا۔ یہاں تک کہ ایک ایک کر کے انہوں نے چار رومیوں کو مار ڈالا۔ پانچویں رومی نے انہیں شہید کر دیا۔

مسلمانوں کو ان کی شہادت کا بڑا رنج ہوا۔ خصوصاً قبیلہ ازد کو رنج بھی ہوا اور غصہ بھی

آیا۔ چنانچہ ازدیوں نے جوش میں آ کر رومیوں پر حملہ کر دیا اور تلواریں سونت کر بے دریغ انہیں قتل کرنے لگے۔ رومی بھی حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے بھی تلواروں سے حملے کر کے مسلمانوں کو قتل و زخمی کرنا شروع کر دیا۔ خونریز لڑائی ہونے لگی۔

اس وقت تمام رومی لشکر حرکت میں آ گیا۔ سب نے مسلمانوں پر اس سختی سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کو ان کے مقابلہ میں ٹھہرنا دشوار ہو گیا۔ مگر پھر بھی مسلمانوں نے بڑے صبر واستقلال سے ان کے حملہ کو روکا اور نہایت دلیری سے لڑنے لگے۔

رومیوں میں سب سے پہلے قوریر نے حملہ کیا تھا۔ اس کے ساتھ جبلہ کا لشکر بھی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جرجیر حملہ آور ہوا۔ اس کا حملہ پہلے حملہ سے بھی سخت ہوا۔ اگرچہ مسلمانوں نے نہایت جانبازی سے اس حملہ کو روکا مگر ان کے قدم لغزش کھا گئے۔ سب سے پہلے قبیلہ زبیدی نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور پیچھے ہٹنے لگا۔

حضرت عمرو بن معدیکرب زبیدی رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو انہیں جوش آ گیا۔ اس وقت ان کی عمر ایک سو دس برس تھی۔ بوڑھے ہو گئے تھے مگر دل جوان تھا۔ جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کو للکار کر فرمایا:

> ''اے اولادِ زبید!! یہ کیسی سستی اور بد دلی ہے تمہاری؟ آج تم کفار کی تلواروں سے ڈر کر بھاگ رہے ہو، کل اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے؟ لوٹو!! اللہ تعالیٰ رحمت کرے تم پر اور معاف کر دے تمہارے گناہ کو، نہ شرم سار کرو اپنی قوم کو۔''

زبیدی ان کی آواز سنتے ہی لوٹ پڑے اور جم کر لڑنے لگے۔

اس وقت جنگ نہایت گھمسان کی ہو رہی تھی۔ تلواریں پھرتی سے چل رہی تھیں۔ سر کٹ کٹ کر اولوں کی طرح گر رہے تھے۔ مسلمان نہایت صبر اور بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لئے دوڑے پھر رہے تھے۔ جس طرف وہ رومیوں کا غلبہ دیکھتے تھے، وہاں پہنچ کر انہیں مار کر ہٹا دیتے تھے۔

کچھ وقفہ کے بعد دریحان نے اپنا لشکر لے کر حملہ کیا۔ یہ حملہ پہلے دونوں حملوں سے بھی سخت ہوا۔ اس سے میمنہ کے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے عورتوں کے ٹیلے تک پہنچ گئے۔ خواتینِ عرب کو یہ کیفیت دیکھ کر جوش آ گیا۔ وہ ٹیلہ سے نیچے کود آئیں اور انہوں نے مسلمانوں کو ملامت کرنی شروع کی۔

وہ ان کے گھوڑوں کے ٹخنوں اور منہوں پر چوبیں مار مار کر کہتی تھیں:

''تمہیں کیا ہو گیا ہے مسلمانو!! تم جنگ سے پیٹھ پھیرتے ہو؟ بھول گئے ہو کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔ لوٹو، لوٹو، لڑائی کی طرف لوٹو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا۔''

ساتھ ہی بعض جوشیلی عورتیں اور لڑکیاں رومیوں پر حملہ آور ہوئیں۔ مسلمانوں نے جب یہ دیکھا تو انہیں غیرت آئی۔ وہ جوش میں آ کر پلٹے اور انہوں نے اس سختی سے عیسائیوں پر حملہ کیا کہ ان کے اگلوں کو پچھلوں پر الٹ دیا۔ ان کے ہزاروں بہادروں کو مار ڈالا اور انہیں دھکیل کر پیچھے ہٹانا شروع کیا۔ اسی وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے اس جوش سے حملہ کیا کہ رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ رومی گھبرا کر بھاگے اور انہوں نے اپنے مقام پر جا کر دم لیا۔

ابھی مسلمانوں کا میمنہ سنبھلا ہی تھا کہ قناطر نے حملہ کیا اور اب میسرہ کے مسلمان دب کر ٹیلے تک جا پہنچے۔ اس دفعہ بھی عورتوں نے مسلمانوں کو ملامت کی اور خود بھی لڑائی میں شریک ہو گئیں۔ مسلمان سنبھلے اور نہایت سرفروشی سے حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے رومیوں کو دھکیل دیا۔

اس روز تمام دن نہایت گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ کبھی رومی مسلمانوں کو پیچھے ہٹا دیتے تھے اور کبھی مسلمان رومیوں کو دھکیل دیتے تھے۔ جب شام ہو گئی تو باہان نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ رومی واپس لوٹ گئے۔ مسلمان بھی چلے آئے۔ اس معرکہ میں بھی بے شمار رومی مارے گئے جبکہ مسلمان بہت تھوڑے شہید ہوئے۔

باب ۲۷

شاندار فتح

متذکرہ معرکہ کے بعد یرموک کے مقام پر کئی معرکے اور ہوئے اور ان سب لڑائیوں میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بے نظیر جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا۔

ایک روز رومیوں نے اپنے تمام لشکر سے مسلمانوں پر دھاوا بولا۔ مسلمانوں نے بڑے صبر و استقلال سے ان کے حملہ کو روکا لیکن رومیوں نے مسلمانوں کو کچھ ایسا دبایا کہ وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے پھر خواتین کے ٹیلے کے پاس پہنچ گئے۔

مخدراتِ عرب پھر جوش میں آ کر میدان میں نکل آئیں اور اس دلیری اور جوانمردی سے لڑیں کہ رومیوں کو کیا خود مسلمانوں کو حیرت ہوئی۔

اس روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس سرفروشی سے لڑے کہ اس سے پہلے انہیں اس طرح لڑتے کسی نے نہ دیکھا تھا۔ انہوں نے بے شمار رومیوں اور عرب متنصرہ کو قتل کر ڈالا۔ کئی افسروں کو شربتِ مرگ پلا دیا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس جا کر فرمایا:

''(حضرت) خالد رضی اللہ عنہ!! آپ نے خوب دادِ شجاعت دی۔ اسلام کا اور اپنے خاندان کا نام روشن کر دیا۔ آپ بہت زیادہ مشقت کر چکے ہیں۔ اب ذرا ستا لیں۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کر کے فرمایا:

''مجھے شہادت کی تمنا ہے۔ جہاد ہی کے ذریعہ سے یہ تمنا پوری ہو سکتی ہے، اور لڑنے دیجئے، شاید اللہ تعالیٰ میری تمنا پوری فرما دے۔''

چنانچہ وہ شام تک لڑتے رہے اور انہوں نے بہت سے معزز رومیوں کو قتل کیا۔ جب رات ہوئی، دونوں لشکر واپس لوٹ آئے۔ اس روز ایک عیسائی ابو الجعد نامی جو حمص کا رئیس تھا،

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔اس نے بتایا کہ اسے رومیوں سے دلی نفرت ہے۔ کیونکہ ان کے ایک افسر نے اس کی یعنی ابوالجعد کی بیوی کی آبروریزی کی ہے۔اور اب وہ رومیوں سے انتقام لینا چاہتا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ پانچ سو مسلمانوں کو بھیج دیا اور وہ اس مختصر لشکر کو لے کر نہایت احتیاط سے رومیوں کے لشکر میں پہنچ گیا۔

اس نے مسلمانوں سے کہا:

''آپ حملہ کر کے دریا کے کنارے پر کھڑے ہو جانا، باقی کام میں انجام دے دوں گا۔''

چنانچہ مسلمانوں نے شور کر کے شبخون مارا۔عیسائی نہایت آرام سے سو رہے تھے۔ مسلمانوں نے بہت سے رومیوں کو قتل کر ڈالا۔ جب رومی بیدار ہو کر ہوشیار ہو گئے تو ابوالجعد مسلمانوں کو دریا کے کنارے پر لایا اور انہیں ایک جگہ سے، جہاں دریا پایاب تھا، پار اتار کر کہا:

''آپ ابھی یہیں کھڑے رہنا۔''

چنانچہ مسلمان کھڑے ہو گئے اور ابوالجعد نے رومی لشکر میں واپس جا کر چلانا شروع کیا:

''رومیو! مسلمان بہت تھوڑے ہیں۔میرے ساتھ آؤ، تم انہیں پالو گے۔''

رومیوں کی بھاری تعداد مسلح ہو کر اس کے ساتھ چلی۔وہ انہیں اس طرف لے گیا جہاں دریا بہت گہرا تھا۔دریا پار مسلمان کھڑے تھے۔

ابوالجعد نے اشارہ سے بتا کر کہا:

''دیکھو، وہ رہے مسلمان!''

چاندنی رات تھی اور دودھیا چاندنی ہر طرف بکھری ہوئی تھی۔رومیوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو انہوں نے دریا میں گھوڑے ڈال دیئے۔ابوالجعد برابر شور مچا رہا تھا۔رومی دوڑ دوڑ کر آتے تھے اور دریا میں کود کود کر غرق ہو جاتے تھے۔یہ سلسلہ صبح تک جاری رہا۔ ہزاروں رومی غرق ہو گئے۔ جب سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو مسلمان وہاں سے اپنے لشکر میں چلے آئے۔صبح کو جب باہان کو اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو اسے بڑا افسوس ہوا۔اس نے تمام ملوک اور الجارقہ کو بلا کر کہا:

''افسوس ہے۔ ہماری تعداد روز بروز کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ جب ہمارے ہزاروں آدمی مارے جاتے ہیں تب مسلمانوں کے سو پچاس لوگ

مرتے ہیں۔ اس سے زیادہ عیسائیوں کی بزدلی کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ آج میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ فیصلہ کن جنگ لڑوں گا۔ میں اب تک میدانِ جنگ میں نہیں گیا مگر آج جاؤں گا۔ تم سب پوری قوت اور پورے جوش سے لڑو۔"

بعض دوستوں نے اسے میدانِ جنگ میں نکلنے سے روکا لیکن وہ نہ مانا۔ اس نے جنگی اسلحہ جات طلب کئے۔ لوہے کی زرہ بکتر پر چاندی کی زرہ پہنی اور اس پر خالص ریشمی لباس، جس پر موتیوں اور جواہرات کی جھالریں لٹکی ہوئی تھیں۔ سر پر سونے کا تاج رکھا۔ اس کے لباس کی قیمت کا تخمینہ ساٹھ ہزار روپے کے قریب تھا۔

باہان نے اپنے بیٹے کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور خود تمام لشکر لے کر میدان میں نکلا۔ فوجوں کو باقاعدہ صف بستہ کیا۔ مسلمان بھی میدان میں نکل کر صف بستہ ہو گئے۔

باہان خود میدان میں نکلا۔ اس نے لڑنے والے کو طلب کیا۔ قبیلہ دوس کا ایک نوجوان اس کے مقابلہ کو نکلا۔ باہان کے ہاتھ میں عمود تھا۔ اس نے اس زور سے عمود کا وار کیا کہ دوسی نوجوان شہید ہو گیا۔

باہان نے پھر لڑنے والے کو طلب کیا۔ کئی مسلمان اس کی طرف جھپٹے لیکن سب سے پہلے حضرت مالک اشتر نخعی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ میں پہنچے۔ باہان نے ان کا تن و توش دیکھا۔ وہ طویل القامت تھے۔ اسے خیال ہوا کہ شاید وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس نے ان سے دریافت کیا:

"کیا تم (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ ہو؟"

حضرت مالک اشتر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"نہیں، میرا نام مالک رضی اللہ عنہ ہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ میں کس قدر بہادر ہوں!"

باہان نے ان پر بھی عمود سے حملہ کیا۔ عمود حضرت مالک رضی اللہ عنہ کے خود پر پڑا۔ خود پیشانی کی ہڈی میں دھنس گیا۔ وہ زخمی ہو گئے انہوں نے جوش میں آ کر تلوار کا وار کیا۔ تلوار باہان کی زرہ کو کاٹ کر شانہ میں گھستی چلی گئی۔ باہان زخمی ہوتے ہی تلملا کر بھاگا۔

مالک اشتر رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب کیا لیکن وہ بچ گیا۔ مالک اشتر رضی اللہ عنہ لوٹ آئے۔ انہوں نے خود نکال کر اپنا عمامہ شریف سر سے باندھ لیا۔

اس وقت رومیوں نے بڑے زور کا حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے حملے کو بڑی دلیری سے روکا۔ چونکہ تمام رومی لشکر ایک دم حملہ آور ہو گیا تھا، اس لئے دور تک جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ تلواریں ہر طرف اٹھنے لگیں اور کاٹنے لگیں۔ سروں پر سر اور دھڑوں پر دھڑ گرنے لگے۔ گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔

آج گویا عیسائی تہیہ کئے ہوئے تھے کہ جنگ کا فیصلہ کر کے ہی دم لیں گے۔ اس لئے ہر محاذ پر شدید حملے ہو رہے تھے۔ مسلمانوں نے بھی غالباً طے کر لیا تھا کہ وہ آج لڑائی کو ختم کر کے ہی رہیں گے۔ فریقین نہایت زور و شور سے حملے کر رہے تھے۔ تلواریں تیزی سے چل رہی تھیں اور دونوں فریقوں کے جانباز قتل و شہید اور زخمی ہو رہے تھے۔

شروع شروع میں رومیوں نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹانا اور ان کی صفوں میں رخنے ڈالنے شروع کئے۔ لیکن مسلمان کچھ دور پیچھے ہٹ کر سنبھل گئے اور سدِ سکندری کی طرح جم کر مدافعت کرنے لگے۔ تھوڑی دیر تو وہ مدافعانہ لڑائی لڑتے رہے، پھر جوش میں آ کر جارحانہ حملے کرنے لگے۔

آج حضرت خالد رضی اللہ عنہ قلب میں تھے۔ ان کے ساتھ پانچ ہزار لشکر زحف سے تھا۔ انہوں نے جوش میں آ کر حملہ کیا اور رومیوں کی صفوں میں گھس گئے۔ بہادر عیسائیوں کو موت کی آغوش میں ڈالتے، ان کی صفوں کو درہم و برہم کرتے آگے بڑھنے لگے۔ انہوں نے رومیوں کے تمام قلب کو پراگندہ کر دیا۔ رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

ادھر میمنہ اور میسرہ کے مسلمانوں نے بھی رومی صفوں کو الٹ دیا۔ اس قدر عیسائی جوانمردوں کو قتل کیا کہ لاشوں کے انبار لگ گئے اور خون کے چشمے بہنے لگے۔

اگرچہ عیسائیوں نے مسلمانوں کے حملے روکنے کے لئے اپنی پوری قوت صرف کر دی لیکن وہ نہ روک سکے۔ مسلمانوں کا ان پر رعب طاری ہو گیا اور مجاہدینِ اسلام نے بے تکلف انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ اثنائے جنگ میں دریحان اور کئی سردار مارے گئے۔

آخر رومی بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل اور گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ رومی ایسے بدحواس ہوئے کہ کسی ایک طرف بھاگنے کے بجائے جس کا جس طرف منہ اٹھا، بھاگ نکلا۔

مسلمانوں نے شام تک ان کا تعاقب کیا۔ دوسرے روز حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے باہان کے کیمپ پر چھاپہ مار کر اس سے مالِ غنیمت حاصل کرنا شروع کیا۔ اس سے فارغ ہو کر

مردوں کو شمار کرنے لگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ باہان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ انہوں نے اسے ایک بھاری جمعیت کے ساتھ دمشق کے قریب جا پکڑا۔ وہاں بھی جنگ ہوئی اور ہزاروں عیسائی مارے گئے۔ خود باہان بھی مارا گیا۔ ہزاروں گرفتار کر لئے گئے۔ آخر فتح و کامیابی کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ لوٹ آئے۔

اس آخری معرکہ میں ایک لاکھ عیسائی مارے گئے۔ چالیس ہزار گرفتار ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھ مال غنیمت اس قدر آیا کہ ہر مجاہد مالدار ہو گیا۔ ہر پیادہ کے حصہ میں آٹھ ہزار مثقال اور سواروں کے حصے میں چودہ ہزار مثقال سونا آیا۔ چاندی بھی بے شمار ملی۔ اس طرح یرموک کے مقام پر رومیوں کے عظمت و وقار کا آفتاب غروب ہو گیا اور ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ یرموک کی فتح ماہ رجب ۱۵ھ میں ہوئی۔

باب ۲۸

تحفہ

وہ مسلمان جو ساٹھ ہزار عرب متنصرہ کے مقابلہ میں ساٹھ کی تعداد میں گئے تھے اور اس معرکہ میں مجروح ہو گئے تھے، اپنے اچھا نہ ہونے کی وجہ سے جنگِ یرموک میں حصہ نہ لے سکے۔ انہیں بھی حصہ ملا تو انہوں نے اس کے لینے سے اس لئے تأمل کیا کہ کہیں یہ اس وجہ سے ناجائز نہ ہو کہ انہوں نے یرموک کی آخری لڑائی میں کوئی حصہ نہیں لیا ہے۔ لیکن جب انہیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ اکثر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سے ان لوگوں کو بھی حصہ دیا تھا جو مدینہ منورہ میں رہ گئے تھے، تب وہ حصہ لینے پر راضی ہوئے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو بھی یہ افسوس تھا کہ وہ یرموک کے اور معرکوں میں حصہ نہ لے سکے۔ اب رفتہ رفتہ انہیں آرام آنے لگا تھا۔ وہ ملکِ شام میں جہاد کرنے کے لئے تنہا آئے تھے۔ یعنی ان کے ساتھ ان کا کوئی رشتہ دار نہ تھا۔ البتہ ان کے قبیلہ کے بہت سے لوگ تھے۔

جب مالِ غنیمت میں سے انہیں حصہ ملا تو انہوں نے سوچا کہ اپنی تیمارداری کرنے والوں کو اس میں سے کچھ دیں۔ ان کی تیمارداری حضرتِ خولہ رضی اللہ عنہا اور شمعونہ دونوں نے کی تھی۔

چنانچہ انہوں نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''آپ رضی اللہ عنہا نے میری بڑی خدمت کی ہے۔ میں اس کا صلہ تو نہیں دے سکتا نہ صلہ دینا چاہیے کیونکہ اس نیک کام کا اجر آپ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ البتہ میں یہ چند جواہرات پیش کرتا ہوں۔ یقین ہے قبول کریں گی۔''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''اوّل تو میں نے زیادہ تیمارداری نہیں کی دوسرے کوئی صلہ لینا اسلامی

روایات کے خلاف ہے۔ میں نے خالصتہً اللہ اور اسلامی ہمدردی کی وجہ سے صرف آپ رضی اللہ عنہ کی ہی نہیں بلکہ کئی مجروحوں کی خدمت کی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امیدوار ہوں۔ کوئی صلہ نہیں لے سکتی۔ البتہ شمعونہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی تیمارداری بڑی دلسوزی اور ہمدردی سے کی ہے۔ اسے ضرور کچھ نہ کچھ دے دیجیے۔"

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ اصرار کیا لیکن حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کچھ نہ لیا۔ اس وقت شمعونہ وہاں نہ تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آئی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

"آج مجھے مالِ غنیمت میں سے حصہ ملا ہے!"

شمعونہ: مجھے معلوم ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: دیکھو ان میں یہ موتیوں کی مالا ہے کیسی ہے؟

شمعونہ: اچھی ہے۔ موتی آبدار ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ذرا پہن کر دیکھو۔

شمعونہ: میں پہن کر دیکھوں۔ کیا آپ رضی اللہ عنہ کی شادی نہیں ہوئی ہے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: نہیں، ذرا جھکو میں پہنا دوں۔

شمعونہ جھک گئی۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے اس کے گلے میں مالا ڈال دی۔ نہایت آبدار موتی تھے، اس کے پہننے سے اس کا چہرہ اور بھی جگمگانے لگا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اسے پہن کر تو تمہارا چہرہ چمک اٹھا!!"

شمعونہ شرما گئی۔ اس نے حیا بار نشیلی آنکھوں سے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا:

"یہ بناوٹ کی تعریف؟"

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مسلمان جھوٹی تعریف نہیں کیا کرتا۔

شمعونہ نے مالا اتارنی چاہی۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے روک کر فرمایا:

"اتارتی کیوں ہو، پہنے رہو۔"

شمعونہ: مجھے پہننے کا حق نہیں ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تم نے میری تیمارداری کی ہے۔ تمہیں حق ہے یہ اور بہت سے موتی اور

جواہرات ہیں۔ ان میں سے جس قدر پسند ہوں، لے لو۔

شمعونہ کا چہرہ چمک رہا تھا، فوراً اس پر افسردگی چھا گئی۔ اس نے کہا:

''میں نے تیمارداری کی ہے، اُس صلہ میں یہ چیزیں دی جا رہی ہیں؟ میں نہیں لے سکتی!''

اس نے مالا بھی اتار دی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کیا خفا ہو گئیں؟

شمعونہ: مجھے خفا ہونے کا کیا حق ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: خفا نہیں ہو تو مالا پہن لو۔

شمعونہ: میں صلہ نہیں لے سکتی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں نے صلہ نہیں کہا، یہ میری طرف سے تحفہ ہے۔

شمعونہ کی افسردگی دور ہو گئی۔ اس کا چہرہ پھر چمکنے لگا۔ اس نے خوش ہو کر کہا:

''اب میں لے لوں گی۔''

چنانچہ اس نے مالا لے کر پہن لی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا اس میں کوئی راز ہے؟''

شمعونہ: ہاں راز ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس کے نازک ہونٹوں پر صبر آزما تبسم کھلنے لگا۔

باب ۲۹

حلب کا محاصرہ

۱۶ھ میں بیت المقدس پر لشکر کشی کی گئی۔ عیسائیوں نے اسے بچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ چونکہ وہ عیسائیوں کا کعبہ ہے، اس لئے اس پر یلغار کی خبر سن کر تمام عیسائیوں میں جوش و غضب کا طوفان امڈ آیا۔ انہوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی زبردست تیاری کر لی۔

بیت المقدس کا قلعہ نہایت مضبوط اور بڑا مستحکم تھا۔ مسلمانوں نے اسکا محاصرہ کر لیا۔ کئی مرتبہ یلغار کی لیکن قلعہ تک نہ پہنچ سکے۔ عیسائیوں نے یہ شرط پیش کی کہ اگر مسلمانوں کے بادشاہ (امیر المومنین) خود یہاں آئیں اور ہم ان میں وہ باتیں دیکھ لیں جو ہماری پرانی کتابوں میں لکھی ہیں، تو ہم قلعہ سپرد کر دیں گے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عیسائیوں کی درخواست کی اطلاع کی گئی۔ انہوں نے خونریزی روکنے کے لئے یہ استدعا منظور کر لی اور اپنے غلام کو ساتھ لے کر بیت المقدس میں چلے آئے۔ عیسائی رہنماؤں اور راہبوں نے انہیں دیکھتے ہی قلعہ کی کنجیاں ان کے حوالہ کر دیں اور کہہ دیا کہ آپ کے ہاتھوں پر تمام ملکِ شام فتح ہو جائے گا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ واپس مدینہ منورہ چلے گئے۔ ان کی واپسی کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے قنسرین کی طرف کوچ کیا۔ اہلِ قنسرین نے ادائے جزیہ پر مصالحت کر لی۔ قنسرین میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے داخل ہو کر ایک مسجد کی بنیاد کھدوائی۔ اب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حلب کی طرف روانہ ہوئے۔

اس زمانہ میں حلب پر دو شخص حکمران تھے۔ یہ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ بڑے کا نام یوقنا تھا اور چھوٹے کا نام یوحنا۔ یوقنا بڑا دلیر اور دل کا سخت تھا۔ یوحنا نرم طبیعت تھا۔ وہ انجیل اور زبور کا زبردست عالم تھا۔ اس نے بہت سے صومعے اور دیر تعمیر کرائے تھے۔ ان دیروں میں راہب اور

راہبات (ننیں) رہتی تھیں۔ ان کے تمام اخراجات یوحنا ادا کرتا تھا۔

جب مسلمان حلب کی طرف بڑھے تو یوحنا نے یوقنا سے کہا:

"میں نے پرانی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ عرب تمام ملکِ شام پر قبضہ کر لیں گے۔ تجھے معلوم ہے کہ ہرقل اعظم نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے اوّل اجنادین کے مقام پر لشکر کثیر بھیجا۔ لیکن عیسائیوں کی کثرت نے کوئی فائدہ نہ دیا، انہیں ہزیمت ہوئی۔ دوسری مرتبہ یرموک کے مقام پر عظیم الشان فوجیں بھیجیں لیکن تھوڑے سے مسلمانوں نے ان ٹڈی دل فوجوں کو بھی ہزیمت دے کر بھگا دیا۔ اب صورت یہ ہے کہ مسلمان فلسطین اور شام کے زیادہ حصہ پر قابض ہو گئے ہیں۔ جو ملک باقی رہ گیا ہے، اسے بھی وہ فتح کر لیں گے اور ہرقل اعظم کے دارالسلطنت انطاکیہ پر بھی قابض ہو جائیں گے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ قنسرین والوں کی طرح تم بھی ان سے صلح کر لو!"

یوقنا کو سخت ناگوار ہوا۔ اس نے کہا:

"تم مجھے ذلت آمیز صلح کا مشورہ دیتے ہو۔ قسم ہے حضرت مسیح علیہ السلام کی میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس نے قوتِ بازو سے حلب کا قلعہ حاصل کیا تھا۔ مذہبی تعلیم نے تمہیں بزدل بنا دیا ہے۔"

ان کا باپ نہایت بہادر آدمی تھا۔ اس نے حلب پر قبضہ کر کے وہاں کے عیسائی حکمران کو نکال دیا تھا اور ایک طرف پہاڑ تک اور دوسری طرف فرات تک قابض ہو گیا تھا۔ اس کی سطوت و جرأت کو دیکھ کر ہرقل اعظم کو یہ ہمت نہیں ہوئی تھی کہ اس کا مقابلہ کرتا اور اسے حلب سے نکال دیتا۔ بلکہ اس نے اسی کو بہتر سمجھا کہ حلب اس کی جاگیر میں دے دیا۔

یوحنا نے ہنس کر کہا:

"اے میرے بھائی! بے جا فخر نے تیرے دل و دماغ کو بھر لیا ہے۔ عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ میں نے تجھے نیک مشورہ دیا تھا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ آج دنیا بھر میں کسی قوم اور کسی بادشاہ کی یہ مجال نہیں ہے کہ مسلمانوں کے سیلاب کو روک دے۔ تم بھی نہ روک سکو گے!"

یوقنا: تم دیکھو گے کہ میں ان مسلمانوں سے وہ تمام قلعے اور شہر چھین لوں گا جو انہوں نے فتح

کئے ہیں۔

یوقنا نے مسلمانوں کے مقابلہ کی زبردست تیاریاں شروع کیں۔ لیکن اہلِ شہر مسلمانوں سے مرعوب ہو گئے تھے۔ وہ ان سے لڑنا نہ چاہتے تھے۔ چنانچہ بعض اُمراء نے مشورہ کر کے خفیہ ہی اپنے اپنے سفیر مسلمانوں کے پاس مصالحت کے لئے بھیج دیئے۔ ان لوگوں سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ادائے جزیہ پر صلح کر لی۔

جب مسلمانوں نے حلب کا محاصرہ کر لیا تو یوقنا کو معلوم ہوا کہ شہر والوں نے مسلمانوں سے خفیہ طور پر مصالحت کر لی ہے۔ اسے خیال ہوا کہ یوحنا کے کہنے سے ایسا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی کو اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا۔ جب یوحنا کے سینہ پر یوقنا چڑھ بیٹھا تو یوحنا نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا اور فرمایا:

"اے بھائی مجھے مار کر پچھتاؤ گے۔ تم مجھے قتل کر ڈالو، اب پرواہ نہیں ہے۔
میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ ایک دن آئے گا کہ تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے۔"

یوقنا نے غصے سے اندھا ہو کر انہیں قتل کر دیا۔ اور جن لوگوں نے مصالحت کی تھی، انہیں اذیتیں دینی شروع کر دیں۔

مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ کئی مرتبہ یورش بھی کی لیکن یوقنا نے اس شدومد سے مدافعت کی کہ مسلمانوں کو قلعہ کی فصیل تک نہ پہنچنے دیا۔

حلب کا قلعہ نہایت مضبوط، بڑا وسیع اور شاندار تھا۔ اس میں کئی خفیہ دروازے تھے۔ ان دروازوں کو سوائے یوقنا کے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ اکثر یوقنا رات کو ان دروازوں سے نکلتا اور مسلمانوں پر شبخون مار کر پھر قلعہ میں داخل ہو جاتا۔

یوقنا نے کئی عرب متنصرہ کو جاسوسی پر مامور کر رکھا تھا۔ یہ لوگ مسلمانوں کی ذرا ذرا سی خبر یوقنا کو پہنچا دیا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مناداش بن ضحاک رضی اللہ عنہ کو سو مسلمانوں کے ساتھ رسد لانے کے لئے روانہ کیا۔

یوقنا کو اس کے جاسوسوں نے اطلاع کر دی۔ یوقنا دو ہزار سوار لے کر رات کو قلعہ کے خفیہ دروازہ سے نکلا اور ان مسلمانوں کے تعاقب میں چلا۔ صبح کو وہ مسلمانوں کے قریب پہنچ گیا۔ مسلمان رسد لئے چلے آ رہے تھے۔ اونٹوں اور گھوڑوں پر غلہ بار تھا۔

یوقنا نے مع اپنے لشکر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان بڑی جانبازی سے لڑنے لگے۔ دیر تک ہنگامۂ کارزار گرم رہا۔ سینکڑوں عیسائی مارے گئے۔ مسلمان ویسے تو فقط تیس شہید

ہوئے مگر غضب یہ ہوا کہ حضرت مناوش بن ضحاک السطائی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔ مسلمانوں میں ابتری پھیل گئی۔ وہ پسپا ہو کر بھاگے اور انہوں نے اسلامی لشکر میں آ کر دم لیا۔

انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ!! یوقنا نے ہمارے تیس بھائیوں کو شہید کر کے ہمیں تنگی میں ڈالا ہے اور رنجیدہ کر دیا ہے، پس آپ اس شقی سے انتقام لیں۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسی وقت مسلح ہو کر تنہا روانہ ہونے لگے تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"کیا آپ رضی اللہ عنہ تنہا جا رہے ہیں؟"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ہاں!! میں چاہتا ہوں کہ تنہا یوقنا کا مقابلہ کروں!"

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ: نہیں، آپ کچھ سوار اپنے ساتھ لے لیجئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سو سواروں کو منتخب کیا اور چلے۔ اس نواح میں جس قدر بستیاں تھیں، تمام نے مسلمانوں سے جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت کر لی تھی۔ جب مسلمان وہاں پہنچے، جہاں حضرت مناوش رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان شہید ہوئے تھے، تو اس علاقہ کے رومی حاضر ہوئے۔ وہ رو رہے تھے۔ انہیں خیال تھا کہ مسلمان اپنے مقتولوں کا کہیں ان سے انتقام نہ لیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو تسلی دی۔ مسلمانوں کو دفن کیا اور رومیوں سے پوچھا:

"اہلِ حلب کا لشکر کہاں ہے؟"

رومیوں نے جواب دیا:

"یوقنا انہیں کہیں چھپا گیا ہے۔"

واقعہ یہی تھا کہ یوقنا واپس چلا گیا تھا اور بطریق کو لشکر اور مسلمانوں سے لوٹا ہوا سامانِ رسد دے کر رات کو آنے کے لئے کہہ گیا تھا اور خود وہاں سے چلا گیا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کمین گاہ میں چھپ گئے۔ جب آفتاب مغرب کی طرف ڈھل گیا تب بطریق لشکر لے کر پناہ گاہ سے نکلا اور حلب کی طرف بڑھا۔ جوں ہی وہ اس جگہ پہنچا جہاں حضرت خالد رضی اللہ عنہ مع اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھپے ہوئے تھے، دفعتہً مسلمان اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر نکلے اور عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے۔

مسلمانوں کے نعرہ کی آواز سن کر ایک دفعہ تو رومی چل گئے، لیکن جب انہوں نے دیکھا

کہ مسلمان تھوڑے ہیں تو ان کے دل بڑھ گئے، اور نہایت جوش سے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے لگے۔ مسلمانوں نے انہیں تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔ نہایت شدت سے حملے کر کے بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ اگرچہ عیسائی بڑے جوش سے لڑ رہے تھے اور نہایت دلیری سے حملے کر رہے تھے لیکن مسلمان ان کے حملے روک کر تلواروں کے وار کر کے انہیں قتل کر ڈالتے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بطریق کو دیکھا۔ وہ اسے یوقنا سمجھ کر اس کی طرف جھپٹے اور اس پر حملہ کیا۔ بطریق بھی بہادر تھا۔ وہ مقابلہ میں آ گیا۔ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حملہ روک کر خود بھی وار کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جوش میں آ کر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ رومی گھبرا گئے۔ وہ بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل اور گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ دم کے دم میں ان کی لاشوں سے میدان کو ڈھانپ دیا۔ ان میں سے تین سو کو گرفتار کر لیا اور باقی سب کو مار ڈالا۔

اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ رومی قیدیوں، رومیوں کے گھوڑوں اور ان کے ساز و سامان اور رسد کے ان جانوروں کو، جن پر غلہ بار تھا، لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ قیدیوں کو قلعہ کے قریب لے گئے اور ان کے قتل کا حکم دیا۔

قیدیوں نے فدیہ دینا چاہا لیکن حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس لئے فدیہ لینے سے انکار کر دیا کہ یوقنا نے چند مسلمانوں کو گرفتار کر لیا تھا اور انہیں قتل کر کے ان کے سر مسلمانوں کی طرف پھینک دیئے تھے۔ چنانچہ اس انتقام میں تمام قیدی قلعہ والوں کی نظروں کے سامنے قتل کر دیئے گئے۔

باب ۳۰

یوقنا کا قبولِ اسلام

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"دشمن کے جاسوس ہمارے لشکر میں موجود ہیں۔ ان کی تلاش کرنی چاہیے اور جتنے بھی راستے قلعہ حلب سے کسی طرف جاتے ہیں، ان سب پر اسلامی دستے متعین کر دیں۔"

چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت طفیل العدوی رضی اللہ عنہ، حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت میسرہ بن مسروق العبسی رضی اللہ عنہ کو حلب کے راستوں پر متعین کر دیا۔ ان تینوں نے تمام راستوں کی نگرانی اس شدت سے کی اہلِ حلب کا قافیہ تنگ ہو گیا۔

ادھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جاسوسوں کی تلاش پر مقرر کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے معتمدوں میں کئی لوگوں کو اس کام پر مامور کیا اور یہ سب جاسوسوں کی تلاش کرنے لگے۔

ایک روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ لشکر میں جاسوسوں کی تلاش کے لیے گشت کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک عرب کو دیکھا جو کمبل کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے غور سے اسے دیکھا۔ دیر تک دیکھتے رہے۔ پہچاننے اور شناخت کرنے کی کوشش کی لیکن نہ پہچان سکے۔ وہ اس کے پاس گئے۔ اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا:

"تم کن عربوں میں سے ہو؟"

اس عرب نے جواب دیا:

"میں اہلِ یمن سے ہوں!"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: یمن کے کس قبیلہ سے ہو؟

عرب: قبیلہ غسان سے۔

یہ کہتے ہی عرب کچھ گھبرا گیا۔ وہ کچھ غلط کہنا چاہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسی کی زبان سے اصلیت ظاہر کرادی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فوراً اسے حراست میں لے لیا۔ وہ سمجھ گئے کہ وہ عرب جبلہ کے ہمراہیوں میں سے ہے۔

چنانچہ انہوں نے فرمایا:

''خواری ہو تجھ کو اے دشمنِ خدا، تُو یقیناً عرب متنصرہ سے ہے۔ نصرانی ہے اور یوقنا کا جاسوس ہے۔''

عرب نے کہا: ''الزام نہ لگائیے۔ میں مسلمان ہوں۔''

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس لائے اور فرمایا:

''اے سردار!! اس عرب کے معاملہ نے مجھے حیرت میں ڈالا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ قبیلہ غسان سے ہے اور مسلمان ہے۔ میں کہتا ہوں یہ نصرانی ہے۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اس کی آزمائش کرو۔

چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

''اے برادر عربی!! اٹھ وضو کر اور دو رکعت نفل نماز پڑھ۔''

عرب گھبرا گیا۔ اس نے کہا:

''میں مسلمان نہیں، نصرانی ہوں اور یوقنا کا جاسوس ہوں۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: بدبخت!! اپنی قوم کی خبریں عیسائیوں کو پہنچاتا ہے؟

عرب: میں نے غلطی کی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: کیا تُو تنہا ہی ہے؟

عرب: نہیں، ہم تین آدمی تھے۔ دو قلعہ میں واپس چلے گئے۔ میں رہ گیا تھا۔ میں مسلمان ہوتا ہوں۔

ہر زمانہ میں جاسوسی کی سزا موت رہی ہے۔ اس روشن اور مہذب زمانہ میں بھی جاسوسوں کو گولیوں سے اڑا دیا جاتا ہے۔ لیکن آئینِ اسلام یہ ہے کہ جب کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو وہ جاسوس ہو یا قاتل، پھر اس سے باز پرس نہیں کی جاتی چنانچہ اس کے مسلمان ہوتے ہی اسے رہا کر دیا گیا۔

مسلمان حلب کا محاصرہ کیئے کئی مہینہ تک پڑے رہے مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اس محاصرہ میں مسلمانوں کو زیادہ تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ کیونکہ جب مسلمانوں کو یوقنا ذرا بھی غافل دیکھتا تو شبخون مار کر انہیں نقصان پہنچا دیتا تھا۔

ایک روز پھر ایسا ہی اتفاق ہوا کہ رات کو یوقنا نے شبخون مارا۔ مسلمان غافل تھے مگر وہ جلد ہی ہوشیار ہو گئے اور انہوں نے یوقنا کے بہت سے سپاہیوں کو مار ڈالا۔ جب یوقنا واپس بھاگا تو چند مسلمانوں نے قلعہ کے دروازہ تک اس کا تعاقب کیا۔

ایک شخص بلند آواز سے پکار رہا تھا:

''مسلمانو!! دوڑو، ہم قلعہ میں ضرور داخل ہو جائیں گے۔''

لیکن زیادہ مسلمان وہاں تک نہ پہنچ سکے اور تعاقب کرنے والے لوٹ آئے۔

صبح کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمان امراء سے دریافت کیا:

''رات کون شخص آواز دے رہا تھا کہ ہم قلعہ میں ضرور داخل ہو جائیں گے؟''

ایک شخص روسائے بنی ظریف میں سے کھڑے ہوئے۔ ان کا نام حضرت سراقہ بن مرورس رضی اللہ عنہ تھا۔ انہوں نے فرمایا:

''اے سردار!! وہ میرے غلام حضرت دامس رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا نام دامس رضی اللہ عنہ ہے اور کنیت ابوالہول ہے۔ وہ دامس ابوالہول رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ نہایت بہادر اور جنگی تدابیر سے خوب واقف ہیں۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: ذرا اسے بلوایئے تو۔

فوراً حضرت دامس رضی اللہ عنہ کو بلوایا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا، وہ پستہ قد مگر گٹھیلے جسم کے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

''(حضرت) دامس رضی اللہ عنہ!! آپ اہل الرائے ہیں۔ اس قلعہ کے فتح کے باب میں کوئی مفید مشورہ دیں۔''

حضرت دامس رضی اللہ عنہ: میرے خیال میں اس قلعہ کا یورش کر کے فتح کرنا یا محاصرہ میں تنگی کر کے کامیاب ہونا مشکل ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: وہی تو دریافت کرتے ہیں کہ کیا تدبیر کی جائے۔

حضرت دامس رضی اللہ عنہ: اس بات کو مجھ پر چھوڑ دیں۔ میرے ساتھ تیس آدمی کر دیں۔ ہم دن میں پہاڑی غار میں چھپ جائیں گے اور آپ تمام لشکر لے کر یہاں سے کوچ کر جائیں۔ لیکن دور نہ

جائیں اور جب میرا قاصد پہنچے، فوراً واپس آ جائیں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے پر عمل کیا۔ تیس شیرانِ اسلام کو حضرت دامس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔ حضرت دامس رضی اللہ عنہ ایک غار میں جا چھپے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر کے ساتھ مشورہ کر کے اس طرح کوچ کیا۔ جیسے وہ پیچھے بھاگے جا رہے ہوں۔ یوقنا نے فصیل پر کھڑے ہو کر دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا۔

کچھ دور چل کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو پانچ سو سوار دے کر ہدایت کی کہ وہ لشکر کے پیچھے آہستہ آہستہ اس طرح آئیں جیسے وہ حفاظت کر رہے ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ حلب سے دور نہ ہو جائیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ دستہ لے کر پیچھے ہو گئے۔ جب رات آئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ حلب سے چند ہی میل کے فاصلہ پر ٹھہر گئے۔

ادھر حضرت دامس رضی اللہ عنہ تیس مسلمانوں کو لے کر کمین گاہ سے نکلے اور قلعہ کی فصیل کے گرد پھرنے لگے۔ انہوں نے ایک برج میں خاموشی دیکھی۔ وہ اس برج کے نزدیک بیٹھ گئے اور اپنے کندھوں پر ایک اعرابی کو سوار کرایا۔ اس پر دوسرے کو بٹھایا۔ اسی طرح سات آدمیوں کو ایک دوسرے پر بٹھا دیا۔ پھر انہیں کھڑا ہونے کے لئے کہا۔ یہاں تک ساتوں کھڑے ہو گئے سب کے بعد حضرت دامس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ اس طرح پہلا آدمی برج میں داخل ہو گیا۔ اس نے اپنا عمامہ لٹکا دیا اور پھر دوسرے مسلمان نے بھی برج میں پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ اٹھائیس آدمی برج میں داخل ہو گئے۔

اب حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے بقیہ دو آدمیوں سے فرمایا:

''آپ دونوں تیزی سے دوڑے چلے جاؤ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ یا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اطلاع دو کہ ہم قلعہ میں داخل ہو گئے ہیں، جلد آ کر مدد کریں۔''

دونوں پا پیادہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت دامس رضی اللہ عنہ بھی برج پر چڑھ گئے۔ انہوں نے برج کے محافظوں کو شراب میں سرشار پایا۔ انہیں قتل کر کے ان کی لاشیں قلعہ کے نیچے پھینک دیں۔ حضرت دامس ابو الہول رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو ساتھ لے کر نہایت احتیاط سے نیچے قلعہ کے صحن میں اترے۔ اگرچہ رات زیادہ ہو گئی تھی لیکن رومی اس خوشی میں کہ مسلمان محاصرہ اٹھا کر چلے گئے تھے، جشن منا رہے تھے۔ ناچ گانا ہو رہا تھا نیز شراب کے دور چل رہے تھے۔ اس بزمِ

عشرت میں کافی روشنی ہو رہی تھی۔

مسلمان آہستگی اور احتیاط سے زینہ سے اتر کر دروازہ کی طرف بڑھے۔ اتفاق سے چند رومیوں نے انہیں دیکھ لیا۔ انہوں نے شور مچایا:

''مسلمان آ گئے، مسلمان آ گئے۔''

تمام قلعہ اس شور سے گونج اٹھا۔ مسلمان لپک کر دروازہ پر پہنچے۔ انہوں نے محافظوں کو قتل کر کے قلعہ کا پھاٹک کھول دیا۔ اس عرصہ میں چار ہزار رومی مسلح ہو کر مسلمانوں پر آ ٹوٹے۔ صرف اٹھائیس مسلمان ان کے مقابلہ میں آ گئے۔ انہوں نے نہایت سرفروشی اور بڑی دلیری سے جنگ شروع کر دی۔ جھپٹ جھپٹ کر عیسائیوں پر حملے کر کر کے انہیں قتل کرنے لگے۔ بہت سے رومیوں کو مار ڈالا۔ مسلمان بھی شہید ہونے لگے۔ چونکہ مسلمانوں کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی، اس لئے وہ لڑتے لڑتے تھک گئے۔ ان کے بازو شل ہو گئے۔ قوت جواب دے گئی۔ ہر مسلمان بری طرح مجروح ہو گیا۔

حضرت دامس ابوالہول رضی اللہ عنہ نہایت جوش اور بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے بے شمار رومیوں کو مار ڈالا تھا۔ لیکن رومیوں کے تیروں، نیزوں اور تلواروں نے ان کے بدن کو بھی چھلنی کر ڈالا تھا۔ جسم کا کوئی عضو زخمی ہونے سے باقی نہ بچا تھا۔ تہتر زخم ان کے بدن پر آئے تھے۔ ان زخموں سے اس قدر خون بہہ گیا تھا کہ ان میں کھڑے رہنے کی بھی قوت باقی نہ رہی تھی۔ مگر اب بھی وہ دشمنوں کے حملے روک رہے تھے۔

تمام مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ان کی موت یقینی ہے کیونکہ اب ان میں مدافعت کی قوت بھی باقی نہ رہی تھی۔ صبح کے آثار ظاہر ہو گئے تھے۔ رات کا اندھیرا چھٹ گیا تھا اور اجالا پھیل گیا تھا۔ اس وقت تک آٹھ مسلمان شہید ہو چکے تھے اور بیس کی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ دفعتاً انہوں نے اللہ اکبر کا شور سنا۔ وہ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مدد بھیجی ہے۔ ان کے حوصلے بڑھ گئے۔

سب سے پہلے قلعہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ داخل ہوئے انہوں نے للکار کر فرمایا:

''میں خالد ہوں، سیف اللہ! دلیروں سے میری دلیری کا حال پوچھو۔''

یہ کہہ کر انہوں نے حملہ کیا۔ ان کے ساتھ پانچ سو مسلمان تھے۔ وہ قلعہ میں گھس کر پھیل گئے اور انہوں نے رومیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جس طرف حملہ کرتے تھے۔ رومیوں کا سنتھراؤ کر ڈالتے تھے۔

اس وقت تمام رومی لشکر مسلح ہو کر آ گیا تھا۔ خونریز جنگ شروع ہو گئی تھی۔ رومی کفِ

افسوس مل مل کر کہتے تھے کہ یہ مسلمان قلعہ میں کیسے آ گئے، کہاں سے آ گئے؟

تھوڑی ہی دیر میں ہزاروں رومی مارے گئے۔ انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور امان، امان چلانے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جنگ موقوف کر دی۔ اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی مع تمام لشکر کے آ گئے۔

اس وقت یوقنا آیا۔ وہ لباسِ شاہانہ پہنے ہوئے تھا۔ اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے آ کر عربی میں گفتگو کی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ وہ عربی نہیں جانتا۔ انہیں تعجب ہوا۔ انہوں نے فرمایا:

''میں نے سنا تھا تم عربی نہیں جانتے۔''

یوقنا: یہ سچ ہے۔ مجھے ایک رات میں عربی آ گئی ہے۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: یہ کیسے؟

یوقنا: رات جب میں سویا تو آپ کے یعنی مسلمانوں کے معاملہ میں غور و فکر کر رہا تھا۔ اسی حالت میں نیند آ گئی۔ خواب میں میں نے ایک ہستی کو دیکھا۔ ان کا نورانی چہرہ چاند سے بھی زیادہ روشن تھا۔ میں نے دریافت کیا آپ کون ہیں؟

انہوں نے ارشاد فرمایا:

''میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں، تم اپنے بھائی کے کتب خانے میں جا کر دیکھو۔ جس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کتابوں میں ذکر ہے وہ میں ہوں۔''

میں نے درخواست کی کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے مجھے عربی آ جائے۔ انہوں نے دعا کی، میں عربی بولنے لگا۔ اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔ میں اپنے بھائی کے کتب خانے میں گیا۔ وہاں میں نے کئی کتابوں میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ مبارک پڑھا۔ میں مسلمان ہو گیا۔ اب آپ کے سامنے پھر کلمہ پڑھتا ہوں۔

چنانچہ اس نے کلمہ پڑھا۔ مسلمان اس معجزہ سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ یوقنا کا نام عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ رکھا گیا۔ اس طرح قلعہ حلب پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

باب ۳۱

انطاکیہ پر یورش

جب حلب اور اس کے نواح کا علاقہ مسلمانوں کے زیرِ تسلط آ گیا تو اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کا حکم پہنچا کہ رومی دارالسلطنت انطاکیہ کی طرف کوچ کرو۔

انطاکیہ کی عیسائی حکومت نہایت جاہ وجلال اور بڑی شان وشوکت کی تھی۔ ہرقل اعظم بڑی عظمت و جبروت کا بادشاہ تھا۔ اس کی سلطنت یورپ سے ایشیاء تک پھیلی ہوئی چونکہ نہایت وسیع تھی اس لئے اس نے دو دارالسلطنت مقرر کر رکھے تھے۔ ایک قسطنطنیہ اور دوسرا انطاکیہ۔ قسطنطنیہ یورپ کے علاقہ کا دارالسلطنت تھا اور انطاکیہ ایشیا کا۔

عرب ایک فرد مایہ اور اقوامِ عالم میں سب سے پسماندہ قوم تھی۔ اس لئے نہ ایرانی ہی اس کی کچھ وقعت وحقیقت سمجھتے تھے اور نہ رومی۔ لیکن عرب قوم نے مسلمان ہو کر جب اپنی حفاظت اور قومی وقار کو قائم رکھنے کے لئے تلوار سنبھالی اور اس زمانہ کی دونوں زبردست سلطنتوں ایران و روم سے ٹکرا گئے تو دنیا نے حیرت سے اس بات کو دیکھا۔

ایرانی اور رومی دونوں سلطنتیں اپنے پورے جاہ وجلال اور اپنی پوری قوت وطاقت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئیں لیکن مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان دونوں مغرور وشاندار سلطنتوں کو پارہ پارہ کر دیا۔

ہرقل اعظم بذاتِ نیک تھا۔ اپنے مذہب کا جید عالم تھا۔ راہبوں اور پادریوں سے ربط و ضبط رکھتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہونے والے ہیں اور ان کی امت اقصائے عالم پر چھا جائے گی۔

جب اس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی مبعوث ہونے کی خبر سنی تو عرب میں تحقیقات کرائی۔ اس نے معلوم کر لیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ سب باتیں موجود ہیں جو نبی

آخرالزمان ﷺ کے متعلق کتابوں میں لکھی ہیں۔ وہ اگرچہ مسلمان نہیں ہوا لیکن آپ ﷺ کی نبوت کا قائل ہو گیا تھا۔

جب اس کے گورنر شرجیل نے اسلامی قاصد کو قتل کر ڈالا اور مسلمانوں نے اس کا انتقام لینے کے لئے رومی سلطنت پر لشکر کشی کی تو ہرقل اعظم نے کہہ دیا کہ یہ بہت ہی برا ہوا کہ عیسائیوں نے مسلمانوں سے چھیڑ خانی شروع کی۔

اور جب مسلمانوں نے باقاعدہ ملکِ شام پر یورش کی تو ہرقل اعظم نے اکابرینِ قوم کو جمع کر کے ان سے کہا:

''بہتر یہ ہے کہ مسلمانوں کو جزیہ دے کر ان سے صلح کر لی جائے!''

لیکن تمام رومی اس بات کو جانتے تھے کہ اسلامی نوزائیدہ سلطنت ابتدائی مدارج طے کر رہی ہے۔ اس کی نہ کوئی شان ہے نہ عظمت۔ نہ اس کے پاس دولت ہے، نہ باقاعدہ فوجیں، کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں رومی سلطنت بڑی مضبوط و مستحکم ہے۔ اس کے پاس بے قیاس دولت اور بے شمار فوجیں ہیں۔ مسلمان اس باعظمت و شان سلطنت کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ رومی انہیں کچل کر رکھ دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ہرقل اعظم کی اس رائے کو کہ مسلمانوں سے ادائیگی جزیہ پر صلح کر لی جائے، سخت مخالفت کی۔ بلکہ بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ قیصر کو قتل کی دھمکی بھی دی گئی۔

ہرقل اعظم نے مسلمانوں کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ لشکر بھیجے۔ بڑے بڑے جنگجو اور تجربہ کار فوجی افسر بھیجے۔ لیکن کسی ایک معرکہ میں بھی عیسائیوں کو فتح حاصل نہ ہوئی۔ ہر لڑائی میں انہیں ہزیمت ملی۔ ملک و قوم کے بہادر اور جاں نثار لوگ ان لڑائیوں میں مارے گئے۔ ملکِ شام کا زیادہ حصہ رومی سلطنت کے تحت سے نکل کر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ حتیٰ کہ بیت المقدس بھی، جو عیسائیوں کا قبلہ ہے اور جسے عیسائی بہت زیادہ عزیز و محبوب رکھتے تھے، مسلمانوں کے پاس چلا گیا۔

جب اس نے سنا کہ اب مسلمانوں کا قصد اس کے دارالسلطنت انطاکیہ پر یورش کرنے کا ہے تو اسے اپنی حکومت کے زوال کا قطعی یقین ہو گیا۔

چنانچہ اس نے پھر اپنی قوم کے معززین اور اہل الرائے اشخاص کو شاہی کنیسہ میں جمع کیا اور ان سے کہا:

''آپ لوگوں کو یاد ہو گا کہ میں نے اس وقت، جب مسلمانوں نے ملکِ

شام پر یورش کی تھی، یہ کہا تھا کہ تم اس بات پر ناز و فخر نہ کرو کہ تمہاری جمعیت کثیر ہے۔ تمہاری سلطنت مضبوط و قوی ہے۔ تمہارے پاس دولت کی بہتات ہے۔ لشکروں کی فراوانی ہے۔ تم مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ ان سے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لو۔ لیکن تم نے نہ مانا۔ میری رائے کی مخالفت کی۔ مسلمانوں سے ٹکرا گئے۔ میں نے زیادہ سے زیادہ لشکر فراہم کئے۔ زیادہ سے زیادہ روپیہ خرچ کیا۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا؟ ہر معرکہ میں شکست ہوئی۔ یرموک کے مقام پر جس قدر فوجیں اور ساز و سامان بھیجا تھا آج تک کبھی کسی حکمران نے اتنی فوجیں اور اتنا ساز و سامان کسی دشمن کے مقابلہ میں روانہ نہیں کیا تھا۔ خیال تھا ہمارا ٹڈی دل لشکر مسلمانوں کو فنا کر ڈالے گا۔ لیکن یرموک میں بھی ہمیں ہی شکست ہوئی۔ مسلمان ہمارے مشہور اور جنت نظیر شہروں پر قابض ہو گئے۔ دمشق جو ملکِ شام کا فردوس کہلاتا ہے، آج مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ بیت المقدس جو ہمارا قبلہ اور ہمیں سب سے زیادہ محبوب تھا، مسلمانوں کے تسلط میں چلا گیا۔ ہماری قوم کی حسین و خوبرو لڑکیاں اور عورتیں مسلمانوں کی کنیزیں بن گئیں۔ ہماری قوم کے نونہال مسلمانوں کے غلام بن گئے۔ ہماری دولت ہم سے چھینی چلی جا رہی ہے۔ ہماری دولت پر، ہمارے شہروں پر، ہمارے بچوں پر، یہاں تک کہ ہماری سلطنت پر قبضہ کرتے چلے آ رہے ہیں مسلمان۔ اب انہوں نے اس خوبصورت شہر انطاکیہ کی طرف آنکھ اٹھائی ہے۔ یہ شہر ہماری سلطنت کا ایشیائی دارالسلطنت ہے۔ اگر انہوں نے اس شہر کو بھی فتح کر لیا تو رومی سلطنت اور رومیوں کے وقار کا خاتمہ ہو جائے گا!''

ہرقل اعظم خاموش ہو گیا۔ اس کی تقریر سے لوگوں کے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ رونے لگے۔ ہرقل اعظم نے کہا:

''یہ وقت رونے اور آنسو بہانے کا نہیں جرأت و ہمت دکھانے کا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم سے نعمتیں اس لئے چھینی جا رہی ہیں کہ ہم خدا کی نافرمانی کرنے لگے ہیں۔ عیش و عشرت میں ڈوب کر خدا کو بھول گئے ہیں۔ اب تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں، یا تو جزیہ دے کر مسلمانوں سے صلح کر لو

اور ہمیشہ کے لئے ان کے محکوم و فرمانبردار بن جاؤ یا آخری بار قسمت آزمائی کرو، اپنی پوری قوت کے ساتھ ان کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ!''

اس کے مصاحبوں اور اکابرینِ قوم نے کہا:

''ہم اپنی زندگی میں یہ ذلت گوارا نہیں کر سکتے کہ غلام بن کر مسلمانوں کی سلطنت کا جوا اپنے کندھوں پر رکھ لیں۔ ہم آخری دم تک لڑیں گے!''

ہرقل اعظم: اب تک بھی تو تم لڑتے رہے ہو مگر ان لڑائیوں کا نتیجہ ہمیشہ تمہارے خلاف ہوا ہے۔

سب نے متفق اللفظ ہو کر کہا:

''بے شک ہم اب تک ہزیمتیں اٹھاتے رہے ہیں لیکن ابھی تک جنگ کی آگ دور تھی، اب گھر ہی میں آ پہنچی ہے۔ اب ہم میں سے ہر شخص پورے جوش اور پورے عزم و ارادہ سے جنگ میں کود پڑے گا۔ آپ دیکھیں گے کہ ہم مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دیں گے۔ آپ فراخدلی سے جنگی تیاریاں کریں۔''

ہرقل اعظم: گویا اب بھی تمہیں صلح کرنے سے انکار ہے!

قوم: ہم آخری دم تک بھی صلح نہ کریں گے۔

ہرقل اعظم: میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں خزانوں کے منہ کھول دوں گا۔ فراخدلی سے روپیہ خرچ کروں گا۔ فوجیں بھرتی کروں گا۔ لیکن یہ کہے دیتا ہوں کہ یہ آخری معرکہ ہے۔ اگر اس معرکہ میں بھی تم نے بزدلی اور ہزیمت اٹھائی تو سارے ملکِ شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا۔

قوم کے بعض دور اندیش لوگوں نے چاہا کہ صلح کر لی جائے لیکن جوشیلے لوگوں نے نہ مانا۔ آخر جنگ ہی پر فیصلہ ٹھہرا۔ سب نے قربان گاہ کے سامنے کھڑے ہو کر انجیل مقدس ہاتھوں میں اٹھا اٹھا کر آخری دم تک لڑنے کے لئے حلف اٹھائے۔

اسی روز سے ہرقل اعظم نے بھرتی کا اعلان کر دیا۔ اپنے باج گزار فرمانرواؤں کو کمک بھیجنے کے لئے لکھا۔ خود انطاکیہ میں کئی لاکھ فوج موجود تھی۔ بھرتی کا اعلان ہوتے ہی ملک و قوم کے فدائی کثرت سے فوج میں بھرتی ہونے لگے۔ ادھر محکوم فرمانرواؤں نے اپنی حیثیت کے مطابق فوجیں، رسد اور سامانِ حرب بھیجنے شروع کئے۔

تھوڑے ہی عرصے میں انطاکیہ میں اس قدر فوجیں جمع ہو گئیں کہ ان کی گنجائش شہر میں نہ رہی۔ شہر سے باہر میدان میں خیمے نصب کر دیئے گئے۔ ان میں لشکر فروکش ہونے لگے۔ ان

لشکریوں کے لئے وہیں بازار لگا دیئے گئے اور اس طرح شہر سے باہر ایک اور خیموں کا شہر آباد ہو گیا۔

جس عرصہ میں ہرقل اعظم نے یہ انتظامات کئے اور مسلمانوں سے آخری جنگ کی تیاریاں کیں، مسلمان بھی خاموش نہیں بیٹھے رہے۔ وہ حلب و اعزاز کے انتظامات میں مشغول رہے۔ جب وہاں کا نظم و نسق کر لیا، تب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ!! اب ہمارا قصد رومی دارالسلطنت پر حملہ کرنے کا ہے۔ جاسوسوں سے معلوم ہوا ہے کہ رومیوں نے بڑی زبردست تیاریاں کر لی ہیں۔ کوچ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میری رائے یہ ہے کہ آپ تھوڑا تھوڑا لشکر روزانہ روانہ کرتے رہیں۔ اس سے رومیوں پر مسلمانوں کا رعب چھا جائے گا۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ کی قسم!! آپ نے نیک مشورہ دیا اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ!!

چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے چار علم بنائے۔ ایک علم حضرت سعید بن زید بن عمر بن نفیل العدوی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ انہیں تین ہزار سوار مجاہدین پر افسر مقرر کیا اور انطاکیہ کی طرف روانہ کر دیا۔ دوسرے روز دوسرا علم حضرت رافع بن عمیرہ السطائی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور انہیں دو ہزار سوار دے کر حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے پیچھے روانہ کیا۔ تیسرے روز تیسرا علم حضرت میسرہ بن مسروق عیسیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا اور انہیں تین ہزار سواروں کے ساتھ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھیجا۔ چوتھے روز چوتھا علم حضرت مالک اشتر نخعی رضی اللہ عنہ کو دیا اور انہیں تین ہزار سواروں کے ساتھ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے روانہ کیا۔

پانچویں روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو رایت العقاب دے کر لشکرِ زحف کے حضرت مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھیجا اور چھٹے روز خود تمام بقیہ لشکر لے کر انطاکیہ کی طرف روانہ ہوئے۔

باب ۳۲

انطاکیہ کی فتح

اسلامی لشکر کے انطاکیہ کی طرف کوچ کرنے کا حال سن کر تمام رومیوں کو سخت حیرت ہوئی اور صرف رومیوں ہی کو نہیں بلکہ ایرانیوں اور دوسرے ملک والوں کو بھی تعجب ہوا۔

جس وقت مسلمانوں نے انطاکیہ پر چڑھائی کی ہے۔ اس وقت مسلمان ایرانیوں سے بھی ہم نبرد تھے۔ گویا وہ اس زمانہ کی دونوں زبردست سلطنتوں سے ٹکرا رہے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی تھی کہ مسلمانوں کو دونوں ممالک میں فتوحات حاصل ہو رہی تھیں۔

چونکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، ہر وقت اس کا ذکر کرتے رہتے تھے اور اسے یاد رکھتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کا حامی تھا۔ وہ ان پر اپنی نعمتوں کے دروازے کھول رہا تھا۔ ایرانیوں اور رومیوں کی دولت مسلمانوں کے گھروں میں کھینچی چلی آ رہی تھی۔

ایک زمانہ تھا جب عرب بت پرست تھے۔ اللہ تعالیٰ سے منحرف تھے۔ غیر منظّم تھے۔ ہر قبیلہ جدا تھا کہ کوئی کسی کی عزت نہ کرتا تھا۔ ان کا شیرازہ منتشر اور ان کی حالت نہایت ہی ابتر تھی۔ لیکن جب وہ مسلمان ہوئے تو ان میں اتفاق ہو گیا۔ ان کا شیرازہ بندھ گیا۔ منظّم ہو گئے۔ خدا پرست بن گئے اور دنیا بھر میں ان کی شہرت ہو گئی۔ انہوں نے دنیا کو چھوڑ دیا۔ دنیا ان کے قدموں پر گرنے لگی۔ وحشی اور خونخوار عرب خدا ترس اور رحم دل انسان بن گئے۔ ان مسلمان عربوں کا دنیا بھر میں شہرہ ہو گیا۔ جب انہوں نے انطاکیہ کی طرف پیش قدمی کی تو دنیا حیرت سے ان کی نقل و حرکت دیکھنے لگی۔

رومی اراکین سلطنت نے یہ شہرت دے دی تھی کہ انطاکیہ کے سامنے اس قدر رومی لشکر جمع ہو گیا ہے کہ جس نے اس مشہور شہر اور اس کے نواحی میدان کو ڈھک لیا ہے۔ تمام رومی اپنے محبوب دارالسلطنت کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ میلوں

لمبے چوڑے میدان میں فوجیں خیمہ زن ہیں۔ جوں ہی مسلمان وہاں پہنچیں گے انہیں فنا کر دیا جائے گا۔

اس شہرت سے رومیوں کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان مرعوب ہو جائیں، انطاکیہ کا رخ نہ کریں۔ مسلمانوں نے ان شہرتوں کو سنا مگر ان پر مطلق بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ لوہے کے پل پر پہنچ گئے۔

انطاکیہ سے کئی میل کے فاصلہ پر ایک دریا تھا جس پر لوہے کا پل بنا ہوا تھا۔ سوائے اس پل کے اور کوئی راستہ جانے کا نہ تھا۔ ہرقل اعظم نے مسلمانوں کو پل پر روکنے کے لئے پورا پورا انتظام کر لیا تھا۔ کئی ہزار فوج پل کی حفاظت کے لئے بھیج دی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے ایک رات کو ان فوجیوں اور فوج کے افسروں نے شراب پی۔ ہرقل اعظم کا ایک درباری اتفاق سے وہاں آ نکلا۔ اس نے تمام افسروں کو کوڑے لگوائے۔ یہ لشکری بادشاہ کے مصاحب سے کینہ رکھنے لگے۔ چنانچہ جوں ہی اسلامی لشکر پل پر پہنچا، اس لشکر نے مسلمانوں سے اپنے لیے امان لے کر پل مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔ اس طرح مسلمانوں نے بغیر خون کا ایک قطرہ بہائے پل پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے انطاکیہ کی طرف بڑھے۔

ہرقل اعظم کو بھی معلوم ہو گیا کہ اس کے لشکر نے بے وفائی کی اور مسلمانوں نے لوہے کے پل پر قبضہ کر لیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ ملکِ شام سے اس کی حکومت کا خاتمہ ہونے والا ہے۔

اس نے اسی وقت سے جہازوں کا انتظام کرنا شروع کر دیا اور ان جہازوں میں اپنا تمام بیش بہا سامان بار کر کے جہازوں کو ہر وقت تیار رہنے کا حکم دے دیا تاکہ جس وقت مناسب سمجھے، جہاز میں بیٹھ کر فرار ہو جائے۔

مسلمان جب انطاکیہ کے سامنے پہنچے تو انہوں نے بے شمار رومیوں کو دیکھا۔ سوار و پیادے دس گیارہ لاکھ سے کم نہ تھے۔ مسلمان کل تقریباً ستائیس ہزار تھے۔ پھر رومیوں کا ملک تھا۔ ان کے لشکروں کی اب تک آمد جاری تھی۔

مسلمانوں کا ملک دُور تھا۔ انہیں کمک پہنچنے کی امید نہیں تھی۔ لیکن انہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ تھا۔ وہ بے شمار رومی لشکر کا مقابلہ کرنے پر تیار ہو گئے۔

انطاکیہ کے سامنے کئی معرکے ہوئے۔ ہر معرکہ میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔ رومیوں کے کئی سرکردہ اور بہادر افسر مارے گئے۔ ہرقل اعظم کو یقین ہو گیا کہ مسلمان عنقریب فتح کر لیں گے۔

چنانچہ ایک رات کو اس نے خواب دیکھا کہ وہ دربار میں تخت پر بیٹھا ہے۔ اراکینِ سلطنت موجود ہیں۔ دفعتہً ہولناک تڑاکے کی آواز آئی۔ آسمان پھٹ گیا۔ ایک شخص آسمان سے اترا اور اس نے اسے یعنی ہرقل اعظم کو مع تخت کے الٹ دیا۔ تاج اس کے سر سے گر گیا۔ اس آدمی نے بلند آواز سے پکار کر کہا:

"اے ہرقل اعظم!! تیری حکومت ملکِ سوریہ سے ختم کر دی گئی۔ تم لوگوں نے اس ملک میں اپنی بداعمالی سے بدبختی اور سختی کو بلا لیا تھا۔ اب یہاں خوش بختی آ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ دینداروں اور اہلِ اتفاق کو اس ملک میں لے آیا ہے۔ اب یہاں بے دینوں کے رہنے کی گنجائش نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر اس شخص نے پھونک ماری۔ اس کے منہ سے آگ نکلی۔ یہ آگ تمام رومی لشکر میں پھیل گئی۔ ہر طرف شعلے بھڑک اٹھے اور رومی فوجیں ان شعلوں کے لپیٹ میں آ کر جلنے لگی۔

اسی وقت ہرقل اعظم کی آنکھ کھل گئی۔ وہ سخت پریشان اور بدحواس ہوا۔ اس نے اسی وقت جہازوں پر اپنا بقیہ سامان بھی بار کرا دیا۔ اپنے اہل و عیال کو سوار کرایا اور اپنے غلام بالیس بن دیوس کو طلب کر کے اس کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اپنی پوشاک اسے پہنائی۔ اپنا تاج اس کے سر پر رکھ دیا اور اس سے کہا:

"میں قسطنطنیہ مزید فوجیں لینے کے لئے جا رہا ہوں۔ تُو میری واپسی تک امورِ سلطنت انجام دے اور کسی پر یہ بات نہ کھلنے دے کہ بادشاہ یہاں نہیں ہے۔"

بالیس نے اقرار کر لیا۔ وہ ہرقل اعظم کا بالکل ہم شبیہہ تھا۔ شاہی لباس پہن کر بالکل ہرقل اعظم معلوم ہونے لگا۔ ہرقل اعظم قصرِ شاہی سے نکل کر ساحل پر آیا اور جہاز میں بیٹھ کر قسطنطنیہ روانہ ہو گیا۔

صبح کو بالیس نے باقاعدہ دربار کیا۔ کسی نے بھی اسے نہیں پہچانا۔ اس نے عام حملہ کا حکم دے دیا۔ دراصل اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس نے مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دیا تو ساری دنیا میں اس کی شہرت ہو جائے گی اور بادشاہ کی نظروں میں اس کی عزت اور بڑھ جائے گی۔

چنانچہ عام حملہ کا حکم تمام لشکر میں پہنچا دیا گیا۔ فوراً رومی فوجیں مسلح ہو کر میدان میں نکل آئیں۔ میمنہ، میسرہ اور قلب آراستہ ہو گئے۔ بالیس خود بھی مسلح ہو کر میدان میں نکل آیا۔ سب

نے اسے شہنشاہ ہرقل اعظم سمجھا۔ ہر رومی بہادری سے لڑنے پر تیار ہو گیا۔

مسلمانوں نے بھی میدان میں نکل کر صفیں ترتیب دیں۔ اگر چہ ان کا لشکر رومیوں کی ٹڈی دل فوجوں کے مقابلہ میں بالکل ایسا تھا جیسے سیاہ چادر میں کوئی سفید دھبہ۔ لیکن انہوں نے بھی میسرہ اور میمنہ اور قلب قائم کئے اور حسبِ دستور پانچ ہزار سوار حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دے کر علیحدہ کر دیا تا کہ جس طرف دشمنوں کا غلبہ دیکھیں، مسلمانوں کی مدد کر سکیں۔

دو پہر سے قبل جنگ شروع ہو گئی۔ رومی فوجیں سیلاب کی طرح بڑھیں۔ مسلمانوں نے نیزے نکال کر گھوڑوں کی کنوتیوں پر رکھ لئے اور رومیوں کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے۔

آفتاب نہایت آب و تاب سے نکلا ہوا تھا۔ دھوپ ہر طرف پھیل رہی تھی۔ دھوپ میں زرہ بکتر، ہتھیار، گھوڑوں کی کلغیاں اور رومیوں کی زرق برق وردیاں جگمگا رہی تھیں۔

رومی بڑھ کر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں نے نیزوں کی انیوں سے ان کا استقبال کیا۔ پھر جھپٹ کر نیزوں سے ان پر حملہ کیا اور اس سختی سے حملہ کیا کہ رومیوں کی پہلی صف کو الٹ دیا۔ اس پہلے ہی حملہ میں سینکڑوں نہیں ہزاروں رومیوں کو مار ڈالا۔

رومیوں کو یہ کیفیت دیکھ کر طرارہ آ گیا۔ انہوں نے نہایت جوش سے مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں قتل و زخمی کرنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں نے بھی اب تلواریں نکال لیں اور نہایت جوش اور بڑی دلیری سے لڑنا شروع کر دیا۔ وہ رومیوں کی صفوں کو چیر کر اندرونِ لشکر گھس گئے اور نہایت بے خوفی، بڑی پھرتی اور نہایت سختی سے حملے کر کے رومیوں کو قتل کرنے لگے۔

جوں جوں آفتاب نصف النہار کی طرف بڑھتا رہا، جنگ کے شعلے تیزی سے بھڑکتے رہے۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت آ پہنچی کہ تمام رومی فوجیں اور سارا اسلامی لشکر جنگ کے شعلوں میں آ گیا۔

جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی تھی، تلواریں اٹھتی اور کاٹ کرتی نظر آتی تھیں۔ اس وقت دونوں لشکروں کی صفیں درہم برہم ہو گئی تھیں۔ رومی اور مسلمان گتھم گتھا ہو گئے تھے۔ نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ لاشوں پر لاشے گر رہے تھے، خون کے فوارے ابل رہے تھے۔

آج ہر مسلمان یرموک کے مقام کی طرح جنگ میں مصروف تھا اور یہ مشغولیت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی لڑ رہے تھے، لیکن سب سے زیادہ جوش اور جرأت کے ساتھ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جنگ کر رہے تھے۔

وہ اپنا لشکر لے کر رومیوں کے جس لشکر پر حملہ کرتے تھے، کاٹ کر ڈال دیتے تھے۔ صفیں الٹ دیتے تھے اور خون کے دریا بہا دیتے تھے۔ انہوں نے بالیس کو دیکھ لیا تھا۔ وہ اسے ہرقل اعظم سمجھ کر رومیوں کو قتل کرتے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ انہوں نے پُر زور حملے کر کے تمام قلب کو الٹ دیا اور بالیس تک پہنچ گئے۔

رومیوں پر ہراس چھا گیا اور وہ بدحواس ہو کر بھاگے۔ انہیں ہزیمت ہوئی۔ بالیس گرفتار ہو گیا۔ مسلمان رومیوں کا تعاقب کرتے انطاکیہ کے اندر داخل ہو گئے۔ یہ مشہور شہر بھی فتح ہو گیا۔ مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی زین پر ہی سجدۂ شکر ادا کیا۔

بالیس نے مسلمانوں کو بتایا کہ وہ ہرقل اعظم کا غلام ہے اور بادشاہ رات کو قسطنطنیہ بھاگ گیا۔ مسلمانوں کو انطاکیہ پر قبضہ ہونے سے بڑی خوشی ہوئی۔ وہاں سے بے شمار مالِ غنیمت ملا اور ہزاروں قیدی ہاتھ آئے۔

باب ۳۴

درّوں پر یورش

انطاکیہ فتح ہو جانے سے مسلمانوں کا پورے ملکِ شام پر قبضہ ہو گیا تھا۔لیکن انطاکیہ کے دوسری طرف پہاڑ تھا۔ پہاڑی دروں میں عیسائیوں کی آبادی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ وہ ان دروں کو بھی فتح کر لیں، تاکہ ملکِ شام کی فتح مکمل ہو جائے۔

لیکن اس پہاڑ پر سردی زیادہ ہوتی تھی۔ اکثر مقامات پر گرمیوں کے موسم میں بھی برف پڑی رہتی تھی۔ مسلمان گرم ملک کے رہنے والے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ اگر انہوں نے اپنی رائے سے مسلمانوں کو دروں میں بھیجا اور وہاں انہیں نقصان پہنچا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے ناخوش ہو جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے دربارِ خلافت سے مشورہ لینا ضروری سمجھا۔

انطاکیہ نہایت خوبصورت اور دلکش شہر تھا۔ وہاں کی آب و ہوا بھی فرحت بخش تھی۔ لذیز میوے، پھل اور ترکاریاں کثرت سے تھیں۔ یہاں کی عورتیں بھی حسن کا ایک الگ ہی شاہکار تھیں۔ عیسائی عورتوں میں چونکہ پردہ نہیں تھا، اس لیے وہ بے دھڑک اور بے حجابی کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر میں آتی تھیں اور مسلمانوں کو بدراہی کی ترغیب دیتی تھیں۔

مسلمان بھی آخر انسان تھے، فرشتے نہ تھے۔ وہ ان حسن و جمال کی تصویروں اور پیکرِ ناز و ادا کی طرف مائل ہونے لگے۔ لہٰذا اُنہوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے رومی لڑکیوں کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت چاہی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ کہیں مسلمان بحرِ عصیاں میں نہ کود پڑیں، اس لئے وہ مسلمانوں کو لے کر انطاکیہ سے ازم میں آ کر ٹھہر گئے اور انطاکیہ میں ایسے مسلمانوں کو چھوڑ آئے جو تقریباً اپنی عمریں گزار کر تارک الدنیا ہو چکے تھے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ازم میں آ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ اس کا مضمون یہ تھا:

''یہ خط ہے حضرت ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کی طرف سے،
امیر المومنین حضرت عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نام!
سلامتی ہو آپ پر! تحقیق میں تعریف کرتا ہوں اس اللہ تعالیٰ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنا کرم فرمایا۔ اس نے مدد کی اور شہر انطاکیہ فتح ہو گیا۔ ہرقل اعظم قسطنطنیہ بھاگ گیا۔ اس کا لشکر پراگندہ ہو گیا۔ انطاکیہ نہایت خوبصورت اور دلکش شہر ہے۔ یہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔ میوے اور پھل کثرت سے ہیں۔ یہاں کی عورتیں اور لڑکیاں بڑی خوبصورت ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی طرف راغب دیکھ کر میں ڈرا اور مسلمانوں کو وہاں سے لے کر ازم میں آ گیا ہوں۔ اگرچہ انطاکیہ فتح ہونے سے ملکِ شام فتح ہو گیا ہے لیکن ابھی پہاڑی درے باقی رہ گئے ہیں۔ اگر حکم ہو تو میں پہاڑی دروں میں داخل ہوں یا حلب واپس لوٹ جاؤں؟ سلامتی ہو آپ پر اور تمام مسلمانوں پر۔''

یہ خط حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ وہ نہایت خوش ہوئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور مسلمانوں کو جمع کر کے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر سنایا اور فرمایا:

''مسلمانو!! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوئی، ملکِ شام فتح ہو گیا!''

مسلمانوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جواب لکھا:

''یہ خط ہے عبداللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کے عامل ملکِ شام کے نام، سلامتی ہو تم پر۔ میں اس اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جو واحد ہے اور جس نے مسلمانوں کو ملکِ شام کا مالک بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب و بزرگ نے اچھی چیزیں حرام نہیں کیں۔ تمہیں مناسب تھا کہ مسلمانوں کو انطاکیہ کی اچھی آب و ہوا، میووں اور پھلوں سے فیض یاب ہونے دیتے۔ اگر مسلمان رومی خوش جمال عورتوں اور لڑکیوں سے نکاح کر لیں تو ان پر کوئی سرزنش نہیں ہے۔ لیکن نہ کریں تو یہ ان کے لئے اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب نیتوں کا جاننے والا ہے۔ میں دور ہوں اور تم نزدیک ہو۔ اگر

دروں میں دشمن موجود ہے تو اس کا تعاقب کرو۔ کچھ لشکر بھیجو اور معاہدی لوگوں میں سے چند کو بطورِ راہبر کے ساتھ کر دو۔ جو لشکر دروں میں بھیجو، اس کی نگرانی اور خبر گیری کرتے رہو۔''

چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت میسرہ بن مسروق عیسیٰ رضی اللہ عنہ کو چار ہزار سوار دے کر دروں میں روانہ کیا۔ حضرت دامس ابوالہول رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ گئے۔ کئی راہبر معاہدی ساتھ کر دیئے۔ ان راہبروں نے مسلمانوں سے کہا:

''ہم تمہیں شہر قواص میں لے جانا چاہتے ہیں۔ اس شہر کی تمام عمارتیں پتھر کی بنی ہوئی ہیں۔ پتھر کی فصیل ہے، پتھر کی دکانیں ہیں۔ پتھر کی سڑکیں ہیں۔ غرض ہر چیز پتھر کی ہے۔ اس شہر کو پتھروں والا شہر کہا جاتا ہے وہاں سخت جاڑا پڑتا ہے۔ برف کثرت سے گرتی ہے۔ گرمیوں کے موسم میں بھی وہاں سردی ہوتی ہے۔ اس شہر کا راستہ پہاڑوں میں سے ہے۔ نہایت تنگ راہیں، گھاٹیاں اور خاردار جنگل ہیں۔''

مسلمانوں نے کہا:

''فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے۔''

چنانچہ راہبر مسلمانوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ وہ بقعہ چندراس پہنچے اور انہوں نے نہر ساحور کو عبور کیا۔ راستہ اس قدر تنگ اور دشوار گزار تھا کہ مسلمانوں کے چرمی موزے پھٹ گئے اور پنڈلیاں زخمی ہو گئیں۔

جب مسلمان اس پہاڑ میں داخل ہوئے تو گرمی کا موسم تھا، لیکن وہاں اس قدر سردی پڑتی تھی کہ جو گرم کپڑے مسلمان لے گئے تھے، وہاں وہ بھی ناکافی ہوئے۔ پہاڑ کی چوٹیاں برف پوش تھیں۔ حضرت دامس ابوالہول رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی گرم پوستین نہ تھی۔ انہیں سردی نے زیادہ ستایا۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں گرم پوستین دی۔

اس نواح کے رومیوں کو مسلمانوں کے آنے کی اطلاع ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ بستیاں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ ایک روز مسلمان ایک گاؤں میں پہنچے۔ وہاں بکریاں اور دوسرے مویشی، غلہ اور سامانِ خانہ داری تو تھا، لیکن آدمی ایک بھی نہ تھا۔ مسلمانوں نے وہاں کی چیزوں پر قبضہ کر لیا لیکن حضرت دامس ابوالہول رضی اللہ عنہ نے سوائے تین کمبلوں اور دو اونی چادروں کے کچھ نہ لیا۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے (حضرت) دامس رضی اللہ عنہ یہ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ کمبل لے رہے ہیں اور کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے!''

حضرت دامس ابوالہول رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ غارت کرے ان کافروں کو، انہیں گرم ملک میں رہنے کو جگہ نہ ملی؟ اس برفستان میں آکر آباد ہوئے! مجھے یہاں کی سردی نے سخت اذیت پہنچائی ہے۔ قریب تھا کہ ہلاک ہو جاؤں ٹھٹرنے سے۔ میں یہاں کے جاڑے کو نہ بھولوں گا۔ پس باز رہو تم مجھ سے اور مجھے کمبل لے لینے دو اے عامر کے بیٹے۔ شاید میں اس سے اپنے جسم کو گرم کرسکوں۔''

مسلمانوں نے اس گاؤں کی تمام چیزوں پر قبضہ کرلیا اور وہاں سے راہبروں کے ساتھ آگے بڑھے۔ یہاں تک کہ برج القبائل میں جاپہنچے۔ چونکہ ان تمام پہاڑوں اور اس کے دروں میں کہیں بھی رومیوں کا سامنا نہ ہوا، اِس لئے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے واپس لوٹنے کا قصد کیا۔ انہوں نے مسلمانوں سے اپنے ارادہ کو ظاہر کیا۔ مسلمانوں نے عرض کیا:

''آپ واپس جارہے ہیں؟ گو کہ ہم جہاد کرنے آئے تھے۔ لیکن رومیوں سے سامنا بھی نہیں ہوا۔ کچھ دور اور چلیں، شاید کہیں رومی مل جائیں۔''

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ہم اسلامی لشکر سے دور نکل آئے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں زیادہ دور جانے سے منع کردیا تھا۔ مجھے بھی اندیشہ ہے کہ کہیں رومی ہم پر اچانک نہ آٹوٹیں۔''

مسلمان واپسی پر تیار ہوگئے۔ لیکن انہوں نے یہ طے کیا کہ دو چار روز ستا کر چلیں گے۔ وہ مرج القبائل میں پھیل گئے تھے۔ ایک روز ایک مسلمان ایک رومی کو پکڑ کر لائے۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے ان مسلمان مرد سے پوچھا: ''یہ کون ہے؟''

مردمجاہد نے جواب دیا: ''میں خود نہیں جانتا۔''

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ: تم نے اسے کہاں پایا؟

مجاہد رضی اللہ عنہ: میں جنگل کی طرف نکل گیا۔ میں نے دور سے اس گبر رومی کو دیکھا۔ یہ کبھی چھپ جاتا تھا، کبھی ظاہر ہوجاتا تھا۔ میں نے اس کا تعاقب کرکے اسے پکڑلیا۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے ایک معاہدی راہبر کو بلا کر فرمایا:

''اس گبر سے دریافت کرو کہ یہ کون ہے!''

معاہدی نے اپنی زبان میں اس سے دریافت کر کے کہا:

''یہ جاسوس ہے!!''

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ: اس سے رومیوں کے لشکر کا حال پوچھو۔

معاہدی نے دریافت کیا۔ ان دونوں میں گفتگو نے طول کھینچا۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے معاہدی سے فرمایا:

''سختی ہو تجھ پر۔ بڑی طول کلامی کی تُو نے، آخر یہ گبر کیا کہتا ہے؟

معاہدی نے کہا:

''یہ کہتا ہے کہ ہرقل بادشاہ کا قسطنطنیہ میں پہنچ کر انتقال ہو گیا تھا۔ اب اس کا بیٹا قسطنطین ہرقل کے لقب سے تخت نشین ہوا ہے۔ اس نے تیس ہزار فوج دروں کی حفاظت کے لئے بھیجی ہے۔ وہ فوج بہت قریب آ گئی ہے۔ یہاں سے صرف دو فرسخ کے فاصلے پر ہے۔''

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ اس بات کو سن کر کچھ متفکر ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ ایک نہایت دلیر اور بہادر مسلمان تھے۔ وہ ہمیشہ گرز ہاتھ میں لے کر لڑا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا:

''اے سردار کس چیز نے تمہیں متفکر کر دیا ہے؟ اگر تم دشمنوں کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت سے پریشان ہو گئے ہو تو پرواہ نہ کرو۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دی ہیں۔ ہمیں زندگی کی پرواہ نہیں ہے اور ہم موت سے نہیں ڈرتے ہیں!''

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ: میں ان باتوں کو جانتا ہوں۔ لیکن مجھے یہ فکر ہے کہ یہ پہلا اسلامی لشکر ہے جو درہ میں داخل ہوا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نہ کرے مسلمان مبتلائے مصیبت ہوئے تو میں ڈرتا ہوں کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ ملامت و سرزنش کریں گے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: خوف نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں کو دیکھ رہا ہے۔

ابھی اسی قدر گفتگو ہوئی تھی کہ مسلمانوں نے رومی لشکر کو آتے ہوئے دیکھا۔ مسلمان ہوشیار ہو گئے۔

حصہ سوم

باب ا

حضرت دامس ابوالہول رضی اللہ عنہ کی بہادری

رومی لشکر تیس ہزار تھا۔ وہ دور تک پھیل گیا اور خیمے نصب کر کے فروکش ہو گیا۔ دوسرے روز جب کہ مسلمان صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے، رومی مسلح ہو کر میدان میں نکلے اور اپنے لشکر کو ترتیب دینے لگے۔

حضرت میسرہ بن مسروق عیسیٰ رضی اللہ عنہ بھی مجاہدین کو لے کر میدان میں آئے۔ انہوں نے بھی انہیں باقاعدہ صف بستہ کر دیا۔ میمنہ پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو اور میسرہ میں حضرت سعد بن سعید الحنفی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

قلب میں خود رہے اور غلاموں کو، جن کی تعداد ایک ہزار تھی، قلب سے آگے بڑھا دیا۔ ان پر حضرت دامس ابوالہول رضی اللہ عنہ کو افسر مقرر کیا۔

صف بندی کے بعد حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا:

''مسلمانو!! جانو اس امر کو کہ بہشت آراستہ کر دی گئی ہے۔ تمہارا یہ پہلا نشان ہے جو دروں میں داخل ہوا ہے۔ تمہارے بھائی تمہارے کاموں کو دیکھ رہے ہیں۔ دنیا فانی ہے، آخرت باقی رہنے والی ہے۔ مسلمانوں کو فانی دنیا سے محبت نہیں ہوتی، وہ آخرت کے طلبگار ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ.''

''جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔''

اس بات کا خیال نہ کرو کہ ہم تھوڑے ہیں اور دشمن زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے، انشاءاللہ تعالیٰ ہمیں فتح دے گا!''

رومی بڑے سازوسامان سے آئے تھے۔ ان میں زیادہ تر لوگ ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے۔ جب دونوں لشکر صف بستہ ہو گئے تو ایک رومی میدان میں بڑھ کر آیا۔ اس نے لڑنے والے کو طلب کیا۔ وہ بھی ریشمی لباس پہنے تھا۔ زرہ بکتر چاندی کی تھی اور خود سونے کا۔ اس کے گھوڑے کی زین میں چاندی سونا لگا ہوا تھا۔ گھوڑے کی کلغی نہایت بیش بہا تھی۔

اس کے مقابلہ میں حضرت دامس رضی اللہ عنہ پہنچے۔ وہ پاپیادہ تھے۔ رومی نے انہیں نہایت تحقیر کی نظروں سے دیکھا۔

اس نے کہا:

"تم نے اس لشکر کو دیکھا ہے جو تمہارے سامنے صف بستہ ہوا ہے؟ اس لشکر کا ہر سپاہی قیصر سے اقرار کر کے آیا ہے کہ آخری دم تک لڑے گا۔ تم اور تمہاری مختصر فوج اس بہادر سپاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مناسب یہ ہے تم ہماری قید میں آ جاؤ، ہم تمہیں اپنے شہنشاہ کے سامنے لے جائیں گے۔"

یہ رومی عربی جانتا تھا اور اس نے عربی ہی میں گفتگو کی تھی۔ حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"خواری ہو تجھ کو۔ تو اپنے لشکر کی کثرت پر پھول رہا ہے۔ نہیں جانتا کہ آج اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے۔ وہ تمہارا ملک، تمہاری املاک، تمہاری دولت، غرض جتنی نعمتیں تمہیں دی تھیں، تم سے چھین کر ہمیں دے رہا ہے۔ تم نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی۔ وہ تم سے خفا ہو گیا۔ ہم اس کے شکرگزار ہیں۔ وہ ہم پر مہربانی فرما رہا ہے۔"

رومی: تم بڑے ظالم ہو۔ یاد رکھو ظالم کو اس کا ظلم برباد کر دیتا ہے۔ تم ملکِ شام کے آباد اور پررونق شہروں اور ان کے سرسبز و شاداب باغوں کے مالک ہو گئے لیکن اس پر بھی تمہیں صبر نہ آیا، دروں میں بھی گھس آئے!

حضرت دامس رضی اللہ عنہ: تُو نے سچ کہا!! ظالم کو اس کا ظلم برباد کر دیتا ہے۔ اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھے، اس کا بیٹا بتائے؟ اسی ظلم نے تم پر بربادی کو مسلط کر دیا ہے۔ اور وہ تم پر ایسی قوم کو لایا ہے جو تمہارے دماغوں کو درست کر دے۔

میں مسلمانوں کا غلام ہوں۔ میرا کوئی عہدہ نہیں ہے۔ تُو بڑا مرتبے والا ہے۔ پس حملہ کر تُو مجھ پر تاکہ تیرے دل میں حملہ کا ارمان نہ رہ جائے اور میں تجھے قتل کر کے تیری روح کو دوزخ

کی طرف ہانک دوں۔''

رومی کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے جوش میں آ کر حضرت دامس رضی اللہ عنہ پر تلوار سے حملہ کیا۔ حضرت دامس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اسلامی علم تھا، انہوں نے علم کو جنبش دی۔ نیزہ پر اس کی تلوار کو روکا اور پھر زور سے نیزہ مارا۔ نیزہ کی انی زرہ کو توڑ کر سینہ کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ رومی چیخ مار کر گرا۔

انہوں نے جھپٹ کر اس کا سر کاٹ ڈالا۔ اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اس کا تمام سامان لے لیا۔ ایک دوسرا رومی جوش وغصہ سے بل کھاتا ہوا نکلا۔ اس نے بھی آتے ہی حضرت دامس رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے اس کا وار روک کر اس کے بھی نیزہ مارا۔ نیزہ سینہ پر پڑا وہ بھی مردہ ہو کر گرا۔

انہوں نے اس کا سامان بھی لے لیا اور گھوڑا بھی پکڑ لیا، اور لشکر میں واپس آ کر سامان اور دونوں گھوڑے اپنے جائے قیام پر چھوڑ گئے، اور پھر پا پیادہ میدان جنگ میں پہنچے۔

جس طرح حضرت ضرار رضی اللہ عنہ زیادہ تر ننگے بدن لڑتے تھے اسی طرح حضرت دامس رضی اللہ عنہ عام طور پر پیادہ جنگ کرتے تھے۔ انہوں نے میدان میں جا کر لڑنے والے کو طلب کیا۔ رومیوں پر ان کی ہیبت چھا گئی۔

بعض رومیوں نے کہا:

''جب مسلمانوں کے غلاموں کا یہ حال ہے تو ان کے رئیسوں اور بہادروں کا کیا حال ہوگا!!''

کوئی ان کے مقابلہ کو نہ نکلا۔ انہوں نے بڑھ کر رومیوں کے قلب پر حملہ کیا اور ایک رومی کو قتل کر کے لوٹ آئے۔ پھر انہوں نے لڑنے والے کو طلب کیا۔

رومی بطریق جس کی قیادت میں رومی لشکر تھا، میدانِ جنگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا نام جارس تھا۔ اس نے صف بندی سے پہلے اپنی فوج کے تین حصہ کر دیئے تھے۔ ہر حصہ میں دس ہزار سوار تھے اور ہر حصہ پر ایک بہادر شخص کو افسر مقرر کیا تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ حضرت دامس رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کوئی نہیں نکلتا، تو اس نے ایک افسر کو اشارہ کیا۔ وہ اپنے دس ہزار سوار لے کر حضرت دامس رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوا۔

حضرت دامس رضی اللہ عنہ نہایت دلیری سے مقابلہ پر تیار ہو گئے۔ رومی ان کے گرد چھا گئے۔ انہوں نے بڑی سرفروشی سے حملے شروع کر دیئے۔ جب حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کیفیت

دیکھی تو انہوں نے پکار کر فرمایا:

"الحملة، الحملة."

فوراً مسلمان جھپٹے۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور نہایت سختی سے رومیوں پر حملہ کیا۔ غلاموں کی فوج سب سے آگے بڑھ گئی۔ انہوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کو ایک طرف دھکیل دیا۔

حضرت دامس رضی اللہ عنہ اس وقت دشمنوں کے نرغہ میں آ گئے تھے۔ غلاموں نے انہیں مشرکین سے نجات دلائی۔ حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کا شکریہ ادا کیا، اور ان کے ساتھ مل کر نہایت شدت سے حملہ آور ہوئے۔

خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان رومیوں میں اور رومی مسلمانوں میں گھس گئے۔ تلواریں اپنا کام کرنے لگیں۔ سرفروش کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ کٹے ہوئے ہاتھوں، پیروں، سروں اور دھڑوں کے انبار لگ گئے۔ خون اس کثرت سے بہنے لگا جیسے زمین سے خون کے چشمے ابل پڑے ہوں۔

اس وقت فریقین جوش میں تھے۔ جوش میں آ آ کر حملے کر رہے تھے۔ ہر شخص ہر حملہ میں یا تو کسی کو مار ڈالتا تھا یا زخمی کر دیتا تھا۔ شور و پکار سے میدان گونج رہا تھا۔ رومی چلا رہے تھے۔ ان کے گھوڑے ہنہنا رہے تھے۔ مسلمان خاموش تھے۔ البتہ کبھی کبھی اللہ اکبر کا پُر شور نعرہ لگا دیتے تھے۔ اس نعرہ سے رومی کانپ جاتے تھے اور میدانِ جنگ ہچکولے کھانے لگتا تھا۔

رومیوں کا خیال تھا کہ وہ مسلمانوں کو تھوڑی ہی دیر میں قتل و گرفتار کر لیں گے لیکن جب انہوں نے مسلمانوں کے لڑنے کے طریقہ کو دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ ان کا قتل کرنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا انہوں نے سمجھا تھا۔

اب وہ بچ کر لڑنے لگے۔ مسلمان سمجھ گئے کہ رومی جانیں چرانے لگے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بڑھ بڑھ کر حملے کر کے انہیں ٹھکانے لگانا شروع کر دیا۔ جنگ کچھ دن چڑھے شروع ہو گئی تھی۔ دوپہر کو سخت ہو گئی اور دن ڈھلے اس کا زور اور بھی بڑھ گیا۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ اس وقت بھی بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ خوار کرے ان بے دینوں کو!! انہوں نے تو ہمیں نماز سے بھی روک دیا۔ نہیں ہیں یہ بدبخت مگر شیطان، لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ ہمیں نماز سے نہ روک سکیں گے۔"

چنانچہ وہ آدھا لشکر لے کر علیحدہ ہوئے اور نماز پڑھنے لگے۔ پہلی رکعت ختم کر کے وہ مسلمان جو نماز پڑھ رہے تھے۔ ہتھیار لے کر میدانِ جنگ میں پہنچ کر لڑنے لگے اور جو لڑ رہے تھے وہ ہٹ کر ہتھیار رکھ کر نماز پڑھنے لگے۔ دوسری رکعت ختم کر کے وہ بھی حملہ آور ہوئے۔ اس طرح مسلمانوں نے نماز ادا کر لی۔

عصر کے وقت تک نہایت گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ اس وقت رومی پیچھے ہٹے۔ مسلمان بھی لوٹے۔ اول انہوں نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر میدانِ جنگ میں گئے۔ شہیدوں کو شمار کیا، اڑتالیس مسلمان شہید ہوئے تھے۔ رومی تین ہزار مارے گئے تھے۔ لیکن دس مسلمان گم تھے۔ ان میں حضرت دامس رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ گرفتار ہو گئے ہیں۔ تمام مسلمانوں کو ان کی گرفتاری کا بڑا رنج ہوا۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''اے اللہ تعالیٰ!! ہم تجھ سے شکایت کرتے ہیں اس چیز کی، جس نے ہم کو رنجیدہ کر دیا ہے۔ یعنی گمشدگیِ حضرت دامس رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے۔''

اس کے بعد انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی اور کھانے کے انتظام میں مصروف ہو گئے۔

باب ۲

حضرت دامس رضی اللہ عنہ کی رہائی کا عجیب واقعہ

اگلے روز پھر رومی میدان میں نکل کر صف بستہ ہوئے۔ مسلمان بھی پہنچ گئے۔ پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ آج رومی بڑے جوش میں تھے۔ نہایت سختی سے حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں نے بڑے صبر واستقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ اس روز تمام مسلمان نیزوں سے حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے بہت سے رومیوں کے سینے چھید ڈالے لیکن رومیوں نے حملے کر کے اکثر مسلمانوں کے نیزے کاٹ ڈالے۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو انہوں نے پکار کر فرمایا:

"أَيُّهَا النَّاسُ احْطِمُوا جُفُوْنَ سُيُوْفِكُمْ."

"اے لوگو!! تلواروں کے میان توڑ ڈالو، اور داہنے ہاتھوں میں تلواریں لے کر حملہ کرو!"

مسلمان اپنے سرداروں کا اس قدر کہنا مانتے تھے کہ قریب قریب تمام مسلمانوں نے اپنی میانوں کو توڑ ڈالا اور تلواریں لیے رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔

چونکہ مسلمانوں نے اپنی تلواروں کے میان توڑ ڈالے اس لئے اس جنگ کا نام "رقعتہ الحطمة" یعنی "میان شکستہ کرنے والی جنگ" رکھا گیا۔ تاریخوں میں یہ جنگ اسی نام سے مشہور ہے۔

جب مسلمانوں نے پُر زور حملہ کیا تو رومی کچھ پیچھے ہٹ گئے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر ان پر اور سختی سے حملہ کیا لیکن اب رومی ڈٹ گئے اور جنگ نہایت زور شور سے ہونے لگی۔ تلواروں نے دوستوں اور دشمنوں کو کاٹنا شروع کر دیا۔ نہایت گھمسان کا رن پڑا۔

چونکہ پہلے روز کی جنگ میں حضرت دامس رضی اللہ عنہ، حضرت عامر رضی اللہ عنہ اور آٹھ مسلمان گرفتار ہو گئے تھے، اس لئے مسلمان چاہتے تھے کہ رومیوں کو شکست دے کر ان کے کیمپ میں گھس جائیں اور اپنے بھائیوں کو رہا کرا لائیں۔ اسی وجہ سے ہر مسلمان بڑے جوش سے حملے کر رہا تھا۔

مگر رومیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ جب مسلمان جوش میں آ کر حملہ کرتے اور دس بیس رومیوں کو قتل کر کے آگے بڑھتے تو تازہ دم رومی سدِ راہ ہو کر ان کی پیش قدمی کو روک دیتے۔

رومیوں کو مسلمانوں پر بڑا غصہ آ رہا تھا۔ اس غصہ کی وجہ یہ تھی کہ رومی بہت تھے اور مسلمان تھوڑے۔ لیکن پھر بھی وہ زیر ہونے میں نہ آتے تھے بلکہ اور جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہے تھے۔ جب مسلمان سختی سے حملے کرتے تھے تو رومیوں کو اور بھی جوش اور غصہ آ جاتا تھا، اور وہ اپنی پوری قوت سے حملہ آور ہوتے تھے۔ لیکن مسلمان ان کے حملوں کو نہایت آسانی سے روک لیتے تھے اور پھر خود زبردست حملہ کر کے انہیں تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیتے تھے۔ سرفروش بہادروں کو خون میں نہلا دیتے تھے۔ اس قدر خونریزی کرتے تھے کہ لاشوں کے ڈھیر لگ جاتے تھے۔

جب کہ گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی، مسلمان رومیوں کو اور رومی مسلمانوں کو قتل کرنے کی فکر میں تھے، اس وقت حضرت عطیہ بن ثابت رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے رومیوں کے دوسری طرف جا نکلے۔ انہوں نے تھوڑے فاصلہ پر غبار اڑتے ہوئے دیکھا۔ انہیں خیال ہوا کہ شاید رومیوں کے لئے امدادی لشکر آ رہا ہے۔ وہ ایسے نڈر تھے کہ انہوں نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اس غبار کے پیچھے کیا ہے، اس طرف اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑا دیا۔

جب وہ غبار کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ چند مسلمان رومیوں سے لڑ رہے ہیں۔ انہیں تعجب ہوا کہ یہ مسلمان کون ہیں۔

دفعتہً ایک آواز آئی۔

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔"

"اللہ کے سوا کوئی معبود معبود نہیں ہے، محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔"

حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ نے پہچانا کہ یہ آواز حضرت دامس رضی اللہ عنہ کی ہے۔ وہ خوش ہو گئے۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور دوڑ کر رومیوں میں گھس گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ مسلمان نہایت بہادری سے لڑ رہے ہیں۔

وہ وہی دس مجاہد تھے جو گرفتار ہو گئے تھے۔ تقریباً اڑھائی سو رومیوں کے نرغہ میں بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ رومی انہیں پھر گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ اس بہادری سے جنگ کر رہے تھے کہ رومیوں کو ان پر دسترس نہ ملتی تھی۔

حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ نے بھی رومیوں پر حملہ کر دیا۔ وہ مارتے کاٹتے حضرت دامس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو پالیا حضرت دامس رضی اللہ عنہ!! آپ رضی اللہ عنہ کی گمشدگی کی وجہ سے مسلمان بڑے رنجیدہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کہاں تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کیا ہے؟"

حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"یہ وقت بات کرنے کا نہیں ہے اے ثابت کے بیٹے، اللہ تعالیٰ کی قسم!! اس وقت مجھے باتیں کرنے سے زیادہ مرغوب لڑائی ہے۔"

حضرت عطیہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

'مجھے ان مسلمانوں کا حال معلوم کرنے کی بڑی بے چینی تھی۔ لیکن ان میں سے ہر شخص لڑائی میں ایسا مشغول تھا کہ بات ہی نہ کرتا تھا۔ مجھے بھی افسوس ہوا کہ میں وقت کو باتوں میں ضائع کر رہا ہوں۔ میں نے بھی پرزور حملہ کر دیا۔

'اب ہم گیارہ ہو گئے تھے۔ ہم نے رومیوں کی صفیں الٹ دیں۔ ان میں سے تقریباً سو سواروں کو مار ڈالا۔ باقی جو بچے وہ پیچھے کی طرف بھاگے۔ حضرت دامس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی پیدل تھے۔ وہ میرے ساتھ چل کر اسلامی لشکر میں آئے، انہوں نے مردہ رومیوں کے گھوڑے پکڑ لئے اور ان پر سوار ہو کر رومیوں پر حملہ آور ہوئے۔'

جنگ اس وقت بھی نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ مسلمان رومیوں پر اور رومی مسلمانوں پر شدت سے حملے کر رہے تھے۔ تلواریں چل رہی تھیں اور سر کٹ کٹ کر اچھل رہے تھے۔ دھڑوں پر دھڑ گر رہے تھے۔ خون کی بارش ہو رہی تھی۔ ہر شخص اپنے حال میں گرفتار تھا اور جوش میں آ آ کر حملے کر رہا تھا۔

اس وقت حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ دوڑ کر حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہوں نے

فرمایا:

"اے سردار!! خوشخبری ہو آپ کو!"

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ: کیا خوشخبری لائے ہو آپ رضی اللہ عنہ؟ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے، کیا تمہارے ساتھیوں کے پاس کمک آ گئی ہے؟

حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ: نہیں!! بلکہ حضرت دامس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مسلمانوں نے قید سے رہائی پائی ہے۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

اسی وقت حضرت دامس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس حالت میں پہنچے کہ وہ خون میں ایسے تر تھے، جیسے خون کے دریا میں تیر کر نکلے ہوں۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، آپ رضی اللہ عنہ نے خوب حقِ جہاد ادا کیا، کیسے رستگاری پائی آپ نے قید سے؟"

حضرت دامس رضی اللہ عنہ: اے سردار ہم سخت لڑائی لڑ رہے تھے کہ دفعتہً گرفتار ہو گئے۔ ہم اپنی جانوں سے ناامید ہو گئے تھے کہ......................

ابھی حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے اسی قدر بیان کیا تھا کہ رومیوں نے نہایت سخت حملہ کیا۔ حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ خوار کرے ان مشرکوں کو، بات بھی پوری نہ کرنے دی۔ آئیں اے سردار حملہ کریں ان ناکسوں پر۔"

چنانچہ انہوں نے اور حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے اور تمام مسلمانوں نے پھر زور سے حملہ کیا اور رومیوں کو رفتہ رفتہ پیچھے دھکیلنا شروع کیا۔ رومی بھی جم گئے۔ لڑائی کا زور بڑھ گیا۔

جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ تلواریں اور بھی تیزی سے چلنے لگیں۔ سر و تن کے فیصلے اور بھی پھرتی سے ہونے لگے۔ سروں پر سر اور دھڑوں پر دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ خون کثرت سے ابلنے لگا۔

اس وقت حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے وہ جہاں کہیں بھی تھے اس مبارک نعرہ کی تکرار کی اور بڑے جوش سے حملہ کیا۔ اور بھی شدت سے خونریزی شروع ہو گئی۔ سر اولوں کی طرح سے گرنے لگے

عصر کے وقت تک لڑائی کی یہی کیفیت رہی۔ جب آفتاب مغرب کی طرف ڈھل گیا اور سفید دھوپ میں سنہرا پن آ گیا۔ تب دونوں لشکر جدا ہوئے اور اپنے اپنے کیمپ کی طرف لوٹ گئے۔ آج بھی مسلمان بہت کم شہید ہوئے، یعنی صرف پینتیس اور رومی سوا دو ہزار مارے گئے۔

جب مسلمان اپنے کیمپ میں پہنچ گئے تب حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت دامس رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

"اب بتاؤ آپ رضی اللہ عنہ کیسے رہا ہوئے؟"

حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ہماری رہائی عجیب طرح پر عمل میں آئی۔ ہمیں رومیوں نے زنجیروں میں جکڑ لیا تھا۔ خیال تھا کہ وہ یا تو ہمیں قتل کر ڈالیں گے یا قسطنطنیہ بھیج دیں گے۔ ہم اسی فکر میں ہی سو گئے۔

صبح کے وقت میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے اوّل میری زنجیریں دور کر دیں، پھر میرے ساتھیوں کی اور ارشاد فرمایا:

"ابشروا ینصر اللہ فانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم."

"تمہیں اللہ تعالیٰ کے مدد کی بشارت ہو، میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا رسول ہوں۔"

میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو زنجیریں کٹی پڑی تھیں۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو اٹھایا۔ وہ اپنے آپ کو آزاد دیکھ کر متعجب ہوئے تو میں نے انہیں اپنا خواب سنایا۔ اس عرصہ میں صبح ہو گئی!

رومی میدان میں نکلے۔ ہم بھی تلواریں فراہم کر کے قید خانہ سے نکل آئے۔ دو سو سے زیادہ رومی ہمارے محافظ تھے۔ انہوں نے مزاحمت کی۔ ہم ان سے لڑنے لگے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی اور ہم اپنے بھائیوں کے پاس آ گئے۔"

مسلمانوں کو یہ واقعہ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ ان کے ایمان تازہ ہو گئے۔

باب ۴

شوخ حور

حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ رومی جنگ ملتوی نہیں کریں گے کیونکہ ان کے ساتھ اب بھی چوبیس ہزار کے قریب فوج تھی۔ لیکن رومیوں پر مسلمانوں کی کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ انہیں جنگ جاری رکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ بلکہ جارس نے مزید فوجیں فراہم کرنے کے احکام جاری کر دیئے اور پہاڑی دروں میں جو شہر اور آبادیاں تھیں ان میں سے رنگروٹ بھرتی کیے جانے لگے۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کو فکر ہوا۔ انہوں نے بھی ایک راہبر معاہدی کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا۔ معاہدی بڑا وفادار تھا۔ وہ نہایت تیزی سے چلا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حلب میں آ ٹھہرے تھے۔ وہ وہیں آیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا:

''اے بھائی ذمّی!! کیا حال ہے تیرے پیچھے، کیا اسلامی لشکر کو نقصان پہنچا؟''

معاہدی نے کہا:

''نہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم!! مسلمان بڑی بہادری سے لڑے لیکن اب ہر قلعہ، ہر شہر اور ہر بستی سے رومی آنے لگے ہیں، مثل ٹڈیوں کے اور انہوں نے تمہارے بھائیوں کو گھیر لیا ہے۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ وہ قائم و دائم رہیں تو ان کی مدد کرو۔''

اس کے بعد معاہدی نے لڑائیوں کے حالات بیان کیے۔ حضرت دامس رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں کی گرفتاری و رہائی اور مسلمانوں کے میان توڑ ڈالنے کے تمام واقعات کہہ سنائے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بڑا فکر ہوا۔ وہ اسی وقت اٹھ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی زرہ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی زرہ رکھ کر ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر دریافت کیا:

''خیر تو ہے اے سردار! آپ نے کیسے تکلیف فرمائی؟''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا:

''ایک سفیر آیا ہے، سنیں وہ کیا کہتا ہے۔''

وہ انہیں اپنے خیمے پر لائے اور معاہدی سے فرمایا:

''اے بھائی ذمی! اب پھر وہ تمام حالات بتا جو تو نے مجھے سنائے ہیں۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کل واقعات سن کر فرمایا:

''میں سمجھ گیا۔ اس وقت حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کو کمک کی ضرورت ہے۔ قسم ہے خدائے وَحدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ کی، میں نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر آن قید کیا ہے اور میں اللہ غالب کے لئے اپنی جان کی بازی لگانے میں ہرگز بخل نہ کروں گا۔ شاید کہ وہ مقدر کرے مجھے شہادت، اور عطا کر دے بہشت!!''

یہ کہتے ہی وہ اپنے خیمہ میں آئے۔ اُنہوں نے جلدی سے زرہ پہنی اور کلاہ کو جس میں موئے مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، سر پر اوڑھا۔ ہتھیار لئے گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر زحف کو آواز دی۔ جب اہلِ زحف نے انہیں اس شان سے دوڑے دیکھا تو وہ بھی جلدی سے مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور آ گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ تین ہزار سواروں کو لے کر معاہدی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔

اس لشکر کے روانہ ہونے کی اطلاع تمام اسلامی کیمپ میں ہو گئی اور ہوتی ہوتی خواتینِ عرب تک بھی جا پہنچی۔ شمعونہ نے بھی سنا۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ قید ہو گئے تھے۔ چونکہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اس پر احسان کیا تھا اور اس کی درخواست پر اسے اپنے ساتھ لے آئے تھے، اس لئے اسے ایک گونہ ان کا خیال ہو گیا تھا۔ اسے بڑا ملال ہوا۔ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ ابھی قیدی ہی ہوں، یہاں غلط اطلاع آئی ہو۔ اس نے

حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے اس معاملہ کو تصدیق کرنا چاہا۔ لیکن اس وقت یہ حالت تھی کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کے وسط میں خیمہ زن تھے۔ ان کے پاس خواتین میں سے کسی کا پہنچنا تو بہت ہی دشوار تھا۔ اتفاق سے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اس کے پاس آ گئیں۔ اس نے ان سے دریافت کیا:

''آپ نے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کا حال سنا ہے؟''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: سنا ہے!

شمعونہ: کیا حضرت عامر رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے تھے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: ہاں، سنا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں رہائی دلائی۔

شمعونہ: آپ کو ٹھیک معلوم ہے کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ رہا ہو گئے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: میں نے افواہاً سنا ہے۔ ٹھیک معلوم نہیں۔

شمعونہ: کسی کو سردار کے خیمہ میں بھیج کر صحیح حالات معلوم کرائیں؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے شوخی سے فرمایا:

''تمہارے وہ.............. موجود ہیں ان سے کہتیں!''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ شمعونہ سمجھی نہیں۔

اس نے بھولے پن سے دریافت کیا:

''وہ کون......؟''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: جیسے سمجھی ہی نہیں۔

شمعونہ: سچ جانو میں نہیں سمجھی۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: جن پر حکومت کیا کرتی ہو۔

شمعونہ: میں بیچاری کس پر حکومت کر سکتی ہوں۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: ان پر جنہیں اپنا حلقہ بگوش سمجھ رکھا ہے۔

شمعونہ: حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم!! میں اب بھی نہیں سمجھی۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: (حضرت) عنجدہ رضی اللہ عنہ......... اب تو سمجھ گئیں؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کا نام سنتے ہی شمعونہ شرما گئی۔ اس کی بڑی بڑی رسیلی آنکھیں جھک گئیں۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''کیوں، اب کیوں شرما گئیں؟''

شمعونہ نے جیسے سنا ہی نہیں۔ اس نے کہا:

"آپ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی جان (حضرت ضرار رضی اللہ عنہ) کو بھیج دیتیں!"

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا: کیوں حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ سے کچھ خفگی ہو رہی ہے کیا؟

شمعونہ: نہیں تو!!

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے ہنس کر فرمایا:

"تو انہیں ہی بھیجو!!"

وہ ہنستی ہوئی چلی گئیں۔ شمعونہ نے اب سمجھا کہ وہ ان سے مذاق کر رہی تھیں۔ وہ شرارت سے مسکرانے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو اب آرام آ گیا تھا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خواتینِ عرب کی حفاظت پر مامور کر دیا تھا۔ وہ سراپردہ کے ایک کنارہ پر ایک خیمہ میں رہتے تھے۔ اس کے قریب ہی شمعونہ کا خیمہ تھا۔ شمعونہ بے دھڑک ان کے پاس آ جاتی تھی اور وہ بھی کبھی کبھی اس سیم تن چاند سے مکھڑے والی کے پاس چلے جاتے تھے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر شمعونہ نے کہا:

"آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ سنا ہے؟"

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ہاں سنا ہے۔ وہ گرفتار ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے رہائی دلائی۔

شمعونہ: یہ کس سے سنا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تمام لشکر میں بھی افواہ ہے۔

شمعونہ: آپ رضی اللہ عنہ بھی خوب ہیں افواہ پر یقین کر لیا؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مگر مسلمان غلط افواہ نہیں اڑایا کرتے۔

شمعونہ: پھر بھی، آپ رضی اللہ عنہ کو تصدیق تو کرنی چاہیے تھی!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تصدیق کس سے کرتا؟

شمعونہ: سردار سے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کہتی تو ٹھیک ہو۔

شمعونہ: آپ رضی اللہ عنہ تصدیق کر آئیے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: جب ظہر کی نماز کو جاؤں گا اس وقت پوچھ لوں گا۔

شمعونہ: کیوں، اب کیا پاؤں میں مہندی لگی ہے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مہندی مرد نہیں لگایا کرتے۔ جو عورتیں اسے بھی سنگار سمجھتی ہیں وہی لگایا کرتی ہیں۔

شمعونہ: تو پھر چلے جایئے نا ابھی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تم تو جیسے حکم دے رہی ہو۔

شمعونہ رضی اللہ عنہ: حکم دے سکتی تو آپ رضی اللہ عنہ باتیں کیوں بناتے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے اس شمع رو کے چہرہ کی طرف دیکھ کر فرمایا:

''تیور تو یہی کہہ رہے ہیں کہ حکم دے رہی ہو۔''

شمعونہ نے شوخی سے کہا:

''میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ رضی اللہ عنہ ابھی جا کر تصدیق کر کے آئیں!''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: یہ حکم نہیں تو اور کیا ہے۔

شمعونہ: ہو گا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے اس کے پھول سے عارض کو دیکھا۔ دیکھتے رہے، اس وقت اس کی آنکھوں میں غضب کی چمک تھی۔ انہوں نے فرمایا:

''یہ تم حکم کیوں دینے لگی ہو؟''

شمعونہ: پھر وہی باتوں کا سلسلہ شروع کر دیا؟ آپ رضی اللہ عنہ کو فوراً چل دینا چاہیے تھا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: جیسے میں تمہارا غلام ہوں۔

شمعونہ: آپ رضی اللہ عنہ کو ایسا نہیں سمجھنا چاہیے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: پھر کیا سمجھتی ہو تم مجھے؟

شمعونہ: آپ (حضرت) عنجدہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: سچ پوچھو تو میں عنجدہ رضی اللہ عنہ ہی نہیں رہا۔ عنجدہ رضی اللہ عنہ تو بہادر تھا، کسی کا بھی حکم نہیں مانتا تھا۔ اب تم مجھ پر حکومت کرتی ہو۔ نہ معلوم تم نے مجھ پر کیا جادو کر دیا ہے!

شمعونہ نے شوخی سے دیکھا اور مسکرا کر کہا:

''چلے جایئے نا!!''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: جانا ہی پڑے گا!!!

وہ اسی وقت چلے گئے۔

باب ۴

رومیوں کا فرار

جارس کے پاس روزانہ نئی فوجیں آتی جا رہی تھیں جس سے اس کے لشکر میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ چند ہی دنوں میں کئی ہزار سواروں کا اضافہ ہو گیا۔ جس قدر رومیوں کو مسلمانوں نے قتل کیا تھا اس سے زیادہ نئے رومی اور آ گئے۔

مسلمان ان کی آمد کے سلسلہ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی کامیابی کے منتظر تھے۔ بعض مسلمانوں نے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ رومیوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے، آپ انہیں فراہمی لشکر کا موقع نہ دیں۔ روزانہ لڑائی جاری رکھیں۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''ہم قضا و قدر کے محکوم ہیں۔ وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے۔ رومی ابھی لڑنے سے جی چرا رہے ہیں۔ اس میں بھی کوئی اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہے۔ ہمیں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔''

مسلمان خاموش ہو گئے۔ ایک روز جب کہ مسلمان صبح کی نماز سے فارغ ہوئے، انہوں نے رومیوں کو مسلح ہو کر میدان میں آتے دیکھا۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے بھی مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں نکلنے کا حکم دیا۔ مسلمان مسلح ہو ہو کر نکلنے لگے۔ دونوں لشکروں نے صف بندی کر لی۔

اس وقت آفتاب بہت کچھ اونچا ہو گیا تھا۔ چونکہ سرد مقام تھا، اس لئے دھوپ کی رنگت کچھ سنہری تھی۔ سنہری دھوپ میں ہتھیار جگمگا رہے تھے۔ ہوا چل رہی تھی اور پھریرے ہوا میں لہرا رہے تھے۔

جب دونوں لشکر صف بستہ ہو گئے، تب ایک بطریق جس کا نام فلیس بن جرجیح تھا، میدان میں آیا۔ وہ دوہری زرہ پہنے تھا۔ ایک زرہ لوہے کی تھی، دوسری اس پر چاندی کی تھی جس

میں سونے سے مینا کاری ہوئی تھی۔ سر پر آہنی خود تھا جس پر سونے کا خول چڑھا ہوا تھا۔
زین میں بھی چاندی اور سونا لگا ہوا تھا۔ گھوڑے کی کلغی سنہری تھی۔ غرض وہ اور اس کا گھوڑا سونے میں منڈھا ہوا تھا۔ خود کے اوپر جواہر نگار صلیب تھی۔ وہ بڑا بہادر اور دلیر تھا۔ لوہے کا گرز پاس رکھتا تھا۔ نہایت بھاری گرز تھا۔ اسی سے لڑا کرتا تھا۔

اس نے گھوڑے کو دونوں لشکروں کے بیچ میں آ کر چکر دیا اور اپنے نام و لقب کا اظہار کر کے اپنی دلیری سے مسلمانوں کو ڈرانا چاہا۔ ایک مردِ مسلمان قبیلہ نخع سے اس کے مقابلہ میں نکلے۔ فلیس نے ان کے قریب جا کر گرز سے وار کیا۔ گرز گھوڑے کی گردن پر پڑا۔ گھوڑا اس کے صدمہ سے گر پڑا۔ نخعی جست کر کے گھوڑے سے الگ ہوئے اور تلوار لے کر فلیس پر جھپٹے۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے از راہِ مہربانی پکار کر فرمایا:

''اے میرے بھائی نخعی!! پیچھے پھرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔''

نخعی واپس لوٹے بطریق ان کی طرف جھپٹا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ گھوڑا بڑھا کر جھپٹے۔ انہوں نے بطریق کو ڈانٹا۔ وہ رک گیا۔ نخعی لشکر میں آ گئے۔

فلیس نے گھوڑا دوڑا کر حضرت عبداللہ سہمی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ حضرت عبداللہ سہمی رضی اللہ عنہ نے نہایت بہادری سے اس کے حملہ کو روکا۔ پھر خود بھی حملہ کیا۔ دونوں فنونِ جنگ سے خوب ماہر تھے۔ جنگ کرتے رہے۔ چونکہ فلیس دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا، اس لئے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی تلوار اس کو کارگر نہ ہوتی تھی۔ فلیس گرز سے حملہ کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ڈھال پر روک لیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کا ہاتھ مارا۔ تلوار اس کی داڑھی کے نیچے پڑی اور حلق کاٹتی ہوئی سینہ تک جا پہنچی۔ فلیس چکرایا اور مردہ ہو کر گرا۔ گھوڑے نے بھاگنا چاہا لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا۔ اس کی باگ اپنے گھوڑے کی باگ سے الجھائی اور نیچے اتر کر فلیس کا سر کاٹا۔ اس کا خود، اس کی زرہ بکتریں، اس کا سامان، گرز، ہتھیار اور لباس وغیرہ سب لے کر مقتول کے گھوڑے پر لادا۔ سر رومیوں کی طرف پھینکا اور وہاں سے اپنے لشکر کی طرف لوٹ آئے۔ رومیوں نے جب فلیس کو مقتول دیکھا تو انہیں بڑا رنج و قلق ہوا۔ ایک اور بطریق جو فلیس سے بھی گرانڈیل تھا۔ میدان میں نکلا۔ پہلے وہ فلیس کی لاش پر آیا۔ فلیس نہایت معزز اور مقربانِ شاہی سے تھا۔ بطریق اس کی لاش دیکھ کر رو پڑا۔

وہ بڑھ کر اسلامی لشکر کے قریب آیا اور پکار کر بولا:

''مسلمانو تمہارا ظلم حد سے گزر چکا ہے۔ تم نے ایک ایسے شخص کو مار

ڈالا، جس کا رتبہ قیصر کے نزدیک بہت بڑا تھا۔ میں اس شخص کو جس نے اس بطریق کو قتل کیا ہے گرفتار کر کے قسطنطین کے پاس لے جاؤں گا، اور کہوں گا یہ ہے وہ شخص جس نے تیرے بطریق فلیس کو قتل کیا۔ تو اس سے انتقام لے۔ پس میرے مقابلہ کے لئے وہی شخص نکلے جس نے فلیس کو قتل کیا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ اس کی آواز سن کر میدان کی طرف بڑھے۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"آپ اپنا حق ادا کر چکے ہو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ!! آپ نے پہلے بطریق کے مقابلہ میں مشقت اٹھائی، آپ واپس چلے آیئے۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: اے سردار!! میں آپ کی اس مہربانی کا مشکور ہوں۔ لیکن بطریق مجھے بلا رہا ہے۔ اگر آج میں پچھڑ جاؤں تو کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا عذر پیش کروں گا؟"

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ: اچھا جاؤ، اللہ تعالیٰ بہتر فرمائے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بطریق کے مقابلہ میں آئے۔ بطریق نے انہیں اتنی مہلت بھی نہیں دی کہ وہ اپنے گھوڑے کو ایک چکر دے سکیں۔ وہ ان پر بلائے ناگہانی کی طرح ٹوٹ کر گرا اور چونکہ وہ عظیم الجثہ تھا، اس لئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جو نحیف اندام تھے، بڑی آسانی سے گرفتار کر کے اپنے گھوڑے پر بٹھا کر اپنے لشکر میں لے گیا۔ رومیوں کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گرفتار ہو جانے سے بڑی خوشی ہوئی اور مسلمانوں کو بڑا رنج و قلق ہوا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سہمی نہایت بزرگ، دیندار اور معزز شخص تھے۔ ان کا احترام ہر مسلمان کرتا تھا۔ حتیٰ کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے افسوس بھرے لہجہ میں فرمایا:

"اے اللہ تعالیٰ میں شکایت کرتا ہوں تجھ سے اس چیز کی جو پہنچی ہے مسلمانوں کو اور جس نے رنج آگیں کر دیا ہے تیرے دیندار بندوں کو یعنی حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سہمی کی گرفتاری۔ کیا جواب دوں گا میں سردار ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو اور کیا عذر ہو گا میرا روبرو امیر المومنین حضرت عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے؟ وہ بڑے سخت گیر اور نہایت سختی سے باز پرس کرنے والے ہیں۔"

اس وقت وہی بطریق جو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے لے گیا تھا، فخر و غرور سے اکڑتا ہوا پھر میدان میں آیا۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا:

''یہی ہے وہ ملعون جس نے ہمارے دلوں کو رنج و غم سے بھر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم!! میں ضرور اس کے مقابلہ میں جاؤں گا۔ پس شاید مار ڈالوں میں اسے اور لے لوں بدلہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا!''

جو مسلمان ان کے قریب کھڑے تھے انہوں نے فرمایا:

''آپ اس لشکر کے، جو سب سے پہلے دروں میں داخل ہوا ہے، سردار ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نہ کرے آپ کو کوئی چشم زخم پہنچا تو سب کو بڑا رنج و قلق ہوگا۔ اس لیے ہم میں سے کسی کو اجازت دیں۔''

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ: نہیں، یہ کام میرا ہی ہے!

انہوں نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل العدوی رضی اللہ عنہ کو بلا کر علم ان کے سپرد کیا اور خود بطریق کی طرف بڑھے۔ یہ بطریق عربی زبان سے واقف تھا۔ خالص عربی بولتا تھا۔

اس نے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: ''کیا تم اس لشکر کے سردار ہو؟''

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''مسلمان ایسا ہی سمجھتے ہیں!''

بطریق کو خیال ہوا کہ اگر وہ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لے، یا مار ڈالے تو مسلمان ہزیمت اٹھا کر بھاگ جائیں۔ چنانچہ اس نے نہایت زور و قوت سے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نہایت بہادر اور بڑے تجربہ کار جنگجو تھے۔ انہوں نے اس کا وار روک کر خود بھی حملہ کیا۔ بطریق نے بھی ان کا حملہ روک لیا۔

دونوں فوجیں گردنیں ابھارے انہیں لڑتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ کبھی دونوں غبار کے پیچھے چھپ جاتے اور کبھی ظاہر ہو جاتے تھے۔ دیر تک دونوں ہنر آزمائی کرتے رہے۔

جب بطریق نے دیکھا کہ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ آسانی سے اس کے قابو میں آنے والے نہیں، تو اس نے فریب سے کام لینا چاہا۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کو دھوکا دینے کے لئے کہا:

''اے شیرِ عرب! یہ کیسا نشان ہے جو تمہاری پشت کی طرف ظاہر ہوا ہے؟''

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے ہنس کر فرمایا:

''اے گبر!! تو مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ نہیں جانتا کہ مسلمان آسانی سے دھوکہ میں آنے والے نہیں؟''

بطریق نے قسم کھا کر کہا:

''حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم!! تمہاری پشت کی طرف کوئی نشان ظاہر ہوا ہے۔''

چونکہ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے کمک کے لئے معاہدی کو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا، اس لیے انہیں خیال ہوا کہ شاید مدد پہنچ گئی ہے۔ وہ بطریق کے فریب میں آ گئے۔ انہوں نے پلٹ کر اپنی پشت کی طرف دیکھا بطریق عقاب کی طرح ان پر جھپٹا اور اس نے ان کی کمر میں ہاتھ ڈال کر انہیں اٹھانا چاہا۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ جلدی سے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے زور لگا کر اپنے آپ کو گبر کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ لیکن بطریق نے پھر ان کی کمر پکڑی اور پھر انہیں زین سے جدا کرنے کے لئے زور کرنے لگا۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ پھر اس کے پنجہ سے رہائی پانے کے لئے کوشش کرنے لگے۔

عین اس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ معہ اپنے لشکر کے ظاہر ہوئے۔ ان کا سیاہ علم ہوا میں لہرا رہا تھا جس کا نام رایت العقاب تھا۔ تمام مسلمان اس علم کو پہچانتے تھے۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کے فوجیوں نے اس علم کو دیکھتے ہی اللہ اکبر کا پُر زور نعرہ لگایا۔ بطریق نے گھبرا کر دیکھا۔ اسے اسلامی لشکر آتا ہوا نظر آیا۔ وہ ہراساں ہو گیا۔ اس کے بازو سست پڑ گئے۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے جوش میں آ کر اس کو تلوار کا ہاتھ مارا۔ تلوار بطریق کے بائیں بازو پر پڑی اور گوشت کو کاٹ کر ہڈی تک اتر گئی۔ بطریق تلملا اٹھا۔ وہ گھوڑا پیچھے لوٹا کر بھاگا۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب کیا لیکن بطریق کو اس کا گھوڑا بچا لے گیا۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ لوٹ آئے۔ راستہ میں انہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ ملے جو رایت العقاب کو ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

''کیا حال ہے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ آپ کا؟''

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ابا سلیمان رضی اللہ عنہ!! ہمیں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری نے رنج میں ڈالا ہے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ سن کر سخت صدمہ ہوا۔ انہوں نے کفِ افسوس ملتے ہوئے فرمایا:

''افسوس حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے۔ اگر انہوں نے رہائی نہ پائی تو تمام مسلمان اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی سخت رنج و قلق ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں انہیں رہا کراؤں گا!''

وہ میدان میں پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنے لشکر کو صف بستہ کر لیا اور رومیوں کے حملہ کا انتظار کیا مگر رومی حملہ آور نہیں ہوئے بلکہ میدانِ جنگ سے واپس لوٹ گئے۔ لہٰذا مسلمان بھی لوٹ آئے۔ دوسرے روز ایک بوڑھا معزز رومی اسلامی لشکر میں آیا۔ جب وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے پہنچا تو سجدہ کرنے کے لئے جھکا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جلدی سے فرمایا:

"رکو، سجدہ نہ کرو۔ ہمارے دین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ کہو، جو آپ کہنا چاہتے ہو۔"

بوڑھا: ہمارا سردار جنگ سے صلح کو بہتر سمجھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ آپ سے مصالحت ہو جائے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ہم خود صلح کے خواہشمند ہیں۔

بوڑھا: ہمارا سردار چاہتا ہے کہ اگر آپ صلح پر آمادہ ہوں تو وہ آپ کے اس شخص کو رہا کر دیں گے جسے اس نے قید کر لیا ہے۔ نیز آپ کو اس قدر مال دے گا جس قدر کہ آپ خواہش کرو، لیکن شرط یہ ہے کہ آپ کو دروں سے واپس جانا ہوگا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ہم ہرگز یہاں سے نہ جائیں گے تاوقتیکہ تمہارا سردار تین باتوں میں سے ایک منظور نہ کر لے۔ یا تو وہ اور اس کے ساتھی مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دیں، ورنہ لڑیں۔ رہا قیدی کے چھوڑ دینے کا سوال، تو اگر وہ انہیں چھوڑ دے گا تو ہم اس کے مشکور ہوں گے، نہ چھوڑے گا تو ہم انشاء اللہ زبردستی چھڑا لیں گے۔

بوڑھا: اچھا، تو آج لڑائی ملتوی رکھیں!!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ہمیں منظور ہے۔

بوڑھا واپس چلا گیا۔ اس روز لڑائی ملتوی رہی۔ رات کو فریقین نے اپنے اپنے لشکر میں کثرت سے آگ روشن کی۔

صبح حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لشکر کو صف بستہ کیا لیکن رومی میدان میں نہیں آئے۔ تھوڑی ہی دیر میں مسلمانوں کے جاسوس خبر لائے کہ رومی رات کو بھاگ گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کو بڑا افسوس ہوا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کا تعاقب کرنا چاہا لیکن حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے سمجھا کر باز رکھا۔ جو خیمے اور سامان رومی چھوڑ گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس پر قبضہ کیا اور وہاں سے واپس حلب کی طرف لوٹے۔

باب ۵

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا رعب

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ مع حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ اور تمام اسلامی لشکر کے حلب میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔انہوں نے مسلمانوں کے سلامت و کامیاب واپس آنے پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا۔

مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے تو ان پر یہ امر سخت دشوار گزرا۔وہ بہت غمگین ہوئے۔انہوں نے دعا کے طور پر فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ جَعَلَ لَهٗ مِنْ اَمْرِهٖ فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا.''

''اے اللہ تعالیٰ!! تو ان کے کام میں آسانی اور ان کے نکلنے کی راہ کر!''

تمام مسلمانوں کو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کا بڑا رنج و ملال ہوا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کو اسلامی لشکر کے دروں میں بھیجنے، رومیوں کے مرعوب ہو کر رات کو بھاگ جانے اور حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے گرفتار ہو جانے کے حالات خط میں لکھ کر روانہ کیے۔

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو وہ مسلمانوں کے غالب آنے کا حال پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔لیکن جب انہوں نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کا حال پڑھا تو سخت آزردہ و غمگین ہو گئے۔ان کی ساری خوشی جاتی رہی۔

انہوں نے فرمایا:

''قسم ہے خدائے بزرگ و برتر کی!! میں ہرقل کو خط لکھوں گا کہ وہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بھیج دے۔اگر اس نے نہ بھیجا تو میں اس کی طرف لشکروں پر لشکر اور فوجوں پر فوجیں روانہ کروں گا۔یہاں

تک کہ یا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہرقل رہا کر دے یا مسلمان قسطنطیہ کو فتح کر لیں۔''

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی وقت ہرقل اعظم کے نام ایک خط لکھا۔ یہ خط عربی زبان میں تمام مستند اور مشہور تاریخوں میں لکھا ہوا ہے۔ اس کا یہ مضمون ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے،
ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ وہ واحد و یکتا ہے، نہ اس کی کوئی عورت ہم نشیں ہے، نہ اس کے کوئی بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان پر اپنی رحمت نازل کی۔
یہ خط ہے امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے،
قسطنطین ہرقل رومی کے نام!
تمہارے لشکر نے جس مسلمان کو دروں میں قید کیا ہے، وہ معزز ہیں۔ ان کا نام عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ہے۔ اسے رہا کر کے میرے پاس بھیج دو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں سمجھوں گا کہ راہِ راست پر ہو اور اگر تم نے ان کی رہائی میں کوئی عذر یا پس و پیش کیا تو میں ایسے لوگوں کو تمہاری طرف بھیجوں گا جنہیں کوئی سوداگری اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رکھتی۔ سلام ہو اس پر جس نے حق کی پیروی کی!''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ خط قسطنطین کے پاس روانہ کر دیا اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا:

''قسطنطین کے پاس حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی رہائی کے لئے خط بھیجا گیا ہے، آپ تیار رہیں۔ اگر اس نے انکار کیا تو اس پر لشکر کشی کرنی ہوگی!''

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو بطریق نے لے جا کر قسطنطین کے روبرو پیش کیا اور اسے بتایا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے تمہارے ندیم و ہمنشین کو مار ڈالا۔ میں نے بڑی کوشش اور مشقت سے اسے گرفتار کیا ہے۔

قسطنطین نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ شرافت و نجابت کے آثار ان کی پیشانی

سے ظاہر تھے۔ اس نے ان سے دریافت کیا:

''تم کس قبیلہ سے ہو؟''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''میں عرب کے مشہور اور معزز قبیلہ قریش سے ہوں!''

قسطنطین: کیا اسی قبیلہ سے جس سے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: جی ہاں!!

قسطنطین: کیا تم اپنے نبی کے گھرانے سے ہو؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: نہیں، بلکہ میں ان کے بنی عم سے ہوں۔

قسطنطین اس وقت دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا دربار نہایت شان و عظمت کا تھا۔ لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر نہ دربار کی شان کا کوئی اثر ہوا نہ قسطنطین کے عظمت وجلال کا کوئی اثر پڑا۔ وہ نہایت بے خوفی سے گفتگو کر رہے تھے۔

قسطنطین نے ان سے کہا:

''سنو!! اگر تم دینِ عیسوی اختیار کر لو تو میں اپنے بطارقہ میں سے کسی بطریق کی حسین و پری جمال بیٹی سے تمہارا عقد کرا دوں گا!! اور تمہیں اس قدر دولت دے دوں گا، جس سے تم امیروں اور رئیسوں کی شان سے رہو۔ اپنے مشیروں میں تمہیں شامل کر لوں گا۔ تمام رومی تمہاری عزت و عظمت کریں گے!''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: اگر دنیا بھر کی دولت میرے حوالہ کر دی جائے، کوئی زبردست سلطنت مجھے دی جائے اور کسی حورِ دنیا سے میرا نکاح کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ کی قسم!! میں تب بھی دینِ اسلام کو نہ چھوڑوں گا۔

قسطنطین: تم فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرو۔

یہ کہہ کر قسطنطین نے اپنے خدام کو کچھ اشارہ کیا۔ وہ بڑھے، انہوں نے چاندی کی صندوقچیوں میں سے جواہرات نکال کر جامہ دان پر پھیلائے۔ ان کی چمک دمک سے آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ قسطنطین نے کہا:

''ان جواہرات کو دیکھو، یہ بیش بہا ہیں۔ یہ تمام جواہرات تمہارے حوالہ کر دیئے جائیں گے۔ بطارقہ کی تمام نوخیز و مہ جمال لڑکیاں تمہارے سامنے

پیش کر دی جائیں گی۔ تم ان میں سے جسے پسند کرو گے اس سے تمہارا نکاح کر دیا جائے گا۔ عیش و عشرت اور شان و شوکت سے زندگی بسر کرنا۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: میں مسلمان ہوں اور مسلمان لالچ میں نہیں آیا کرتے۔ اگر تم اپنی تمام دولت اور سلطنت بھی مجھے دے دو، میں جب بھی اسلام کو نہ چھوڑوں گا۔

قسطنطین: اگر تم نے ہمارا مذہب قبول نہ کیا تو ہم تمہیں مار ڈالیں گے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: میں ہرگز تمہارا دین قبول نہ کروں گا، تم جو چاہو کرو۔

قسطنطین: اچھا، تم صلیب کو سجدہ کر لو میں تمہیں رہا کر دوں گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: مسلمان سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔

قسطنطین: اچھا، تم سور کا گوشت کھا لو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: سور کا گوشت ہمارے مذہب میں حرام ہے۔ میں ہرگز نہیں کھا سکتا۔

قسطنطین: مت کھاؤ! لیکن ایک پیالہ شراب کا پی لو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: ہمارے دین میں شراب بھی حرام ہے۔ آج ایک پیالہ شراب کا پی کر قیامت کے روز حوضِ کوثر کے شیریں پانی سے محروم ہو جاؤں؟ واللہ!! میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔

قسطنطین برہم ہو گیا۔ اس نے حکم دیا کہ انہیں قید کر دو اور ان کے سامنے سور کا گوشت اور شراب رکھ دو۔ دیکھوں یہ کب تک ان چیزوں کو نہیں کھاتا پیتا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک تاریک کمرہ میں قید کر دیا اور ان کے سامنے سور کا گوشت اور شراب کا پیالہ رکھ دیا۔ تین روز تک انہیں کوئی اور چیز کھانے پینے کو نہیں دی گئی۔ اگرچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھوک اور پیاس نے بہت زیادہ پریشان کیا لیکن وہ ایسے پکے مسلمان تھے کہ انہوں نے ان دونوں نجس چیزوں کی طرف توجہ بھی نہیں کی۔

تین دن کے بعد قسطنطین نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے محافظوں کو بلا کر دریافت کیا کہ قیدی نے سور کا گوشت کھایا اور شراب پی کہ نہیں؟

محافظوں نے جواب دیا کہ انہوں نے دونوں چیزوں کو چھوا بھی نہیں۔ قسطنطین کو تعجب ہوا۔ اس نے عام کھانا اور پانی دیئے جانے کا حکم دیا۔

چند روز کے بعد قسطنطین کے پاس امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تہدید آمیز خط پہنچا۔ وہ سمجھ گیا کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ معمولی آدمی نہیں ہیں۔ اس نے اسی وقت سے ان کی عزت کرنی شروع کر دی اور چند ہی روز میں انہیں کچھ بیش قیمت کپڑے اور کچھ مال و زر

دے کر، ایک بڑا موتی جو نہایت قیمتی تھا، حوالہ کر کے کہا:

''یہ موتی آپ کے بادشاہ (امیر المومنین، خلیفہ دوم) کے لئے میری طرف سے ہدیہ ہے، انہیں دے دینا اور کپڑے اور مال و زر آپ کے لئے ہیں، آپ رکھ لینا۔ میں آپ کو آزاد کرتا ہوں، جائیں۔''

چنانچہ چند سواروں کی معیت میں انہیں ملکِ شام کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ شام کی سرحد پر پہنچ کر رومی سوار واپس ہو گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ وہ اور تمام مسلمان انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ منورہ میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب وہ وہاں پہنچے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو سجدۂ شکر ادا کیا۔ مدینہ کے مسلمان بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وہ موتی جو قسطنطین نے ان کے لئے بھیجا تھا، ان کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنشین اس موتی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ مدینہ کے جوہریوں سے جب اس کی قیمت کا اندازہ کرایا تو انہوں نے صاف کہہ دیا:

''اتنا بڑا اور بیش قیمت موتی انہوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس کی قیمت کا اندازہ کرنا مشکل ہے!''

امرائے مدینہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس موتی کے آنے پر مبارکباد دی اور کہا:

''اللہ تعالیٰ نے یہ موتی آپ رضی اللہ عنہ کو دیا ہے، آپ اسے لیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منادی کرائی۔ تمام مسلمان مسجد میں جمع ہو گئے۔ وہ ممبر پر چڑھے اور فرمایا:

''مسلمانو!! رومی شہنشاہ نے یہ موتی میرے لئے بطور تحفہ کے بھیجا ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہو؟''

سب نے یک زبان ہو کر کہا:

''آپ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ حلال ہے، آپ رضی اللہ عنہ اسے لے لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کو اس میں برکت دے!''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یہ موتی مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ مجھے آپ سب نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اگر میں خلیفہ نہ ہوتا تو موتی مجھے نہ بھیجا جاتا۔ یہ تمام مسلمانوں کا ہے، اسے مجھے لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر آج میں اسے لے لوں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟''

چنانچہ وہ موتی فروخت کیا گیا۔ کئی جوہریوں نے مل کر اسے خریدا۔ پھر اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی گئی۔ اس واقعہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کس قدر بے طمع اور خوفِ خدا والے تھے۔ انہیں دولتِ دنیا کی پرواہ نہیں تھی اور عقبیٰ کا خوف ہر وقت ان کے پیش نظر رہتا تھا۔

باب ۶

شوخ حسینہ

چونکہ اب تمام ملکِ شام پر قبضہ ہو گیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی تھی کہ ملکِ شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا، اس لئے مسلمانوں کو بڑی خوشی تھی۔

یہ رومی سلطنت نہایت عظیم الشان اور بڑی باعظمت وجلال تھی۔ اس وقت دنیا میں اس کے ٹکر کی اگر کوئی اور سلطنت تھی تو وہ ایران کی تھی۔ ایسی مضبوط و مستقل حکومت کو پارہ پارہ کر دینا کوئی آسان بات نہ تھی۔ پھر ان عربوں نے اس کے ٹکڑے کر دیئے تھے، جو چند ہی روز ہوئے منظم ہوئے تھے، جنہوں نے بت پرستی چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کی تھی، جن کی حکومت تھوڑا ہی عرصہ ہوا قائم ہوئی تھی۔ نہ حکومت میں استحکام ہوا تھا، نہ دولت تھی، نہ باقاعدہ فوجیں تھیں، کچھ بھی نہ تھا۔

ہاں عربوں نے مسلمان ہو کر اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور اس کی اعانت پر بھروسہ کرنا سیکھ لیا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ انہیں نواز رہا تھا۔ ان پر لطف وکرم کی بارش کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں ملکِ شام جیسا زرخیز ملک عطا فرما دیا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حلب سے چل کر طبریہ میں پہنچے تھے کہ ان کے پاس امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا۔ اس میں لکھا تھا کہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَر رضی اللہ عنہ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى عَامِرِ رضی اللہ عنہ بْنِ الْجَرَّاحِ سَلَامٌ عَلَيْكَ.

"اللہ تعالیٰ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت مہربان اور بڑا رحم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ (ابوعبیدہ) پر سلام ہو۔ میں اس اللہ

تعالیٰ کی حمد وثناء کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور درود بھیجتا ہوں اس کے نبی محترم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ملکِ شام فتح ہو گیا۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں جانیں لڑا دیں۔ خوب جہاد کیا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کا اجر عطا فرمائے گا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ سرزمینِ ربیعہ اور دیار بکر کے فرمانرواؤں نے مل کر مسلمانوں پر یورش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ خیال یہ ہے کہ شاید ان لوگوں کو ملکِ شام سے ہرقل اعظم کی رومی سلطنت کے مٹ جانے کا ملال ہوا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ اسلامی حکومت پر حملہ آور ہوں، خود مسلمانوں کو ان کے ملک پر حملہ کر دینا چاہیے۔

لہٰذا آپ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو فوج اور سامانِ جنگ دے کر سرزمین ربیعہ اور دیارِ بکر کی جانب روانہ کریں، اور مجاہدینِ پختہ کار اور شہسوارانِ مسلمین کو ان کے ہمراہ بھیجیں اور انہیں ہدایت کر دیں کہ وہ اس آیت کے مصداق......

یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ. (سورۃ توبہ: آیت ۷۳)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !! آپ کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کریں۔''

......اچھی طرح جہاد کریں۔ آپ پر اور جمیع مسلمانوں پر سلام پہنچے۔''

حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ اس وقت، جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ ایران سے ملکِ شام میں آئے تھے، تو ایران ہی میں رہ گئے تھے لیکن جب ملکِ شام میں ہرقل اعظم کی ٹڈی دل فوجیں مسلمانوں کے مقابلہ میں آئیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کو بھی ملکِ شام ہی میں پہنچنے کا حکم بھیج دیا تھا اور وہ شام میں آ گئے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کے لئے ایک نشان بنایا۔ آٹھ ہزار مجاہدین کو ان کے ساتھ کیا۔ ان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان بن المنذر رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن ربیعہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (یعنی یوقنا) بھی تھے۔

جب یہ روانہ ہونے لگے تو شمعونہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

''میں بھی اپنے وطن جانا چاہتی ہوں۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ اب یہ سوال پیش ہوا کہ شمعونہ کے

ساتھ کون جائے۔ وہ حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئی تھی۔ لیکن اس کی طبیعت کا لگاؤ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کی طرف تھا، وہ ان کے ساتھ جانا چاہتی تھی۔ اس نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے اس بات کا ذکر بھی کر دیا۔ چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ سردار لشکر مجاہدین سے کہہ کر حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو شمعونہ کے ساتھ بھیج دیں۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہہ کر حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو حکم کرا دیا کہ وہ شمعونہ کو اس کے وطن پہنچا دیں۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو یہ حکم سن کر سخت تعجب ہوا۔ وہ شمعونہ کے پاس پہنچے۔

انہوں نے فرمایا: ''کیا تم میرے ساتھ جانا چاہتی ہو؟''

جواب دینے کے بجائے شمعونہ نے خود ان سے دریافت کیا:

''کیا آپ میرے ساتھ جانا نہیں چاہتے؟''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: یہ تو میں نے نہیں کہا۔

شمعونہ: لیکن آپ کے تیور کہہ رہے ہیں کہ آپ اسی لئے آئے ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: آخر شمعونہ تم چاہتی کیا ہو؟

شمعونہ: یہ کہ آپ مجھے میرے گھر پہنچا دیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تمہارے گھر تو تمہیں کوئی اور شخص بھی پہنچا سکتا تھا۔

شمعونہ: جس کو بھی حکم دیا جاتا وہ یہی کہتا جو آپ کہہ رہے ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کیا تم نے سردار سے خاص طور پر میرا نام نہیں لیا؟

شمعونہ: باور کیجئے میں نے سردار سے کچھ بھی نہیں کہا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تو کیا انہیں الہام ہوا تھا کہ انہوں نے مجھے ہی نامزد کیا؟

شمعونہ: یہ تو انہیں سے پوچھئے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: شمعونہ تم مجسمہ راز ہو۔

شمعونہ: آپ کو شاید یقین نہیں آیا کہ میں نے سردار سے کچھ نہیں کہا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: سردار سے نہ سہی کسی اور سے کہا ہوگا!

شمعونہ خاموش ہوگئی۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے اس کے رخِ روشن کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''ہے نا یہی بات؟''

شمعونہ: اس سے مجھے انکار نہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کس سے کہا تھا؟

شمعونہ: اسے نہ پوچھئے تو اچھا ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: بتادوگی تو میرا اطمینان ہو جائے گا۔

شمعونہ: میں نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں سمجھ گیا۔تم نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ سے فرمایا اورانہوں نے سردار سے کہا۔

شمعونہ: آپ رضی اللہ عنہ نے ٹھیک سمجھا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تم نے خاص طور پر میرے لئے کہا ہوگا؟

شمعونہ: جی ہاں!!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے کیا سمجھا ہوگا؟

شمعونہ نے شوخی سے کہا: ''انہی سے ہی پوچھئے!!''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: شوخ حسینہ، اس سے تم نے یہ نہ سمجھا کہ رسوائی ہوگی؟

شمعونہ: کس کی، میری یا آپ کی؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: دونوں ہی کی۔

شمعونہ: اطمینان رکھیے! آپ رضی اللہ عنہ کی رسوائی نہیں ہوسکتی اور مجھے اپنی رسوائی کا مطلق خیال نہیں ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: یہ بات تم مجھ سے بھی کہہ سکتی تھیں۔

شمعونہ: مجھے خیال ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ شاید میرے ساتھ چلنے پر راضی نہ ہوں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کیا میں احسان فراموش ہوں؟ کیا اس بات کو بھول گیا ہوں کہ تم نے کس ہمدردی اور دل سوزی کے ساتھ میری تیمارداری کی تھی؟ تم جو کہتیں میں وہ کرتا!

شمعونہ: تب مجھ سے غلطی ہوگئی۔لیکن ....

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: لیکن کیا؟

شمعونہ: افسوس یہ ہے کہ آپ کو صرف میری تیمارداری کا خیال ہے۔آپ اسے احسان سمجھ رہے ہیں!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: حقیقت میں مجھ پر وہ تمہارا احسان ہے!!

شمعونہ خاموش ہوگئی۔حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ اور نہ فرمایا۔چند روز کے بعد شمعونہ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آرکہ کی طرف روانہ ہوئی۔

باب ۷

دلچسپ سفر

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شمعونہ کے لئے ایک محمل دے دیا تھا۔ وہ اس محمل میں سوار ہو کر روانہ ہوئی تھی۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار تھے۔ ایک معاہدی عرب ساربان و راہبر بھی تھا۔ سردار اسلام نے پہلے ہی اسے اس کی اجرت دے دی تھی۔

شمعونہ ایک عرصہ تک اسلامی خواتین میں رہی تھی۔ اسے دخترانِ عرب سے اور دخترانِ عرب کو اس سے بڑی محبت ہو گئی تھی۔ جب وہ رخصت ہوئی تو اس کے آنسو نکل آئے۔ مسلم خواتین کو بھی بڑا رنج و ملال ہوا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے شمعونہ کو روکنا چاہا لیکن اس نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ؛ "وہ حکیم شمعان سے ملنا.... اور ممکن ہو تو اس راز کو معلوم کرنا چاہتی ہے جو خود اس کے متعلق ہے۔"

یہ بہت ممکن تھا کہ شمعونہ نہ جاتی، کیونکہ اسے بعض عرب لڑکیوں سے ایسی گہری محبت ہو گئی تھی کہ وہ ان سے جدا ہونا نہ چاہتی تھی۔ لیکن کچھ تو حکیم شمعان کی پدرانہ الفت اور کچھ راز جوئی کے خیال نے اسے مفارقت پر مجبور کر دیا تھا۔

شمعونہ کو یہ تعجب ضرور تھا کہ جتنا عرصہ وہ مسلم خواتین میں رہی، کسی نے اشارتاً بھی اس سے مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہا، نہ کبھی مذہبی بحث کی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اور شمعونہ دن بھر سفر کرتے تھے اور رات کو ٹھہر جاتے تھے۔ جب دن چھپ جاتا، خواہ بستی ہوتی یا ویرانہ، وہ قیام کر دیتے۔ راستہ میں وہ قلعے اور شہر آتے رہے جن پر مسلمانوں نے قبضہ کیا تھا۔ ان میں سے بڑے شہروں اور قلعوں میں کچھ اسلامی سپاہی اور ایک افسر متعین تھے جو اس نواح کے نظم و نسق اور مال گزاری وصول کرنے کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کے حکم سے مامور کئے گئے تھے۔

یہ مسلمان حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کا پرتپاک خیر مقدم کرتے، خوب تواضع کرتے اور کئی کئی

روز مہمان رکھ کر رخصت ہونے دیتے اور جن شہروں اور بستیوں میں مسلمان نہ تھے بلکہ وہاں اسلامی گورنمنٹ نے عیسائیوں ہی کو انتظام اور وصول مالگزاری پر مقرر کیا تھا تو یہ عیسائی افسر اُن کی خاطر تواضع کرتے۔

اس وقت ملکِ شام میں کسی مسلمان افسر کا مقرر کرنا بالکل ایسا ہی تھا جیسا اس زمانہ میں کسی انگریز افسر کا اپنے علاقہ میں دورہ کرنا۔ گویا جس طرح انگریز افسروں کی قدرومنزلت اور تواضع کی جاتی ہے، اس سے زیادہ اس زمانہ میں مسلمان کی خاطر مدارت کی جاتی تھی۔

غرض حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اور شمعونہ بڑی شان اور بڑے آرام سے سفر کر رہے تھے۔ شمعونہ محمل میں سوار ہو کر اس کے پردے الٹ دیتی اور پریوں کی شان سے سفر کرتی۔ اسے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مالِ غنیمت میں سے اچھے اچھے کپڑے دیتے رہتے تھے جس میں سے وہ اپنا لباس تیار کرتی رہتی تھی۔ اس وقت اس کے ساتھ بے شمار کپڑے اور قیمتی زیورات تھے۔ وہ تیسرے روز اچھے کپڑے بدلتی اور زیورات ہر وقت پہنے رہتی۔ ان کپڑوں اور لباس میں وہ بہت زیادہ حسین معلوم ہوتی تھی۔

ایک روز جبکہ وہ سفر کر رہے تھے اور مطلع ابر آلود تھا نیز ہوا کے خوشگوار جھونکے چل رہے تھے۔ پھر راستہ کے دونوں طرف سبزہ بھی اگا ہوا تھا اور دھوپ نہ ہونے کی وجہ سے ہوا سے لہراتا ہو سبزہ بہت ہی بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ اس دم شمعونہ حسین آنکھوں سے اس دلفریب نظارہ کو دیکھ رہی تھی۔ محمل سے کسی قدر ہٹ کر، لیکن محمل کے برابر ہی میں حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار چل رہے تھے۔ وہاں سے شمعونہ انہیں غور بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ کچھ دیر تک دیکھتے رہنے کے بعد اس نے کہا:

''اس وقت کیسا پُر کیف منظر ہے؟''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا:

''ہاں، نہایت دلفریب ہے!''

شمعونہ: اگر بارش آ جائے تو؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: بارش کی امید نہیں ہے۔

شمعونہ: فرض کریں بارش آ جائے!!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کیا فکر ہے، تم پر بارش کوئی اثر نہیں کر سکتی۔ یہ محمل صرف دھوپ ہی سے بچنے کے لئے نہیں ہے بلکہ بارش سے بھی بچا لیتا ہے۔

شمعونہ: میں تو بچ جاؤں گی لیکن آپ رضی اللہ عنہ ؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں نمک کا نہیں ہوں جو بارش پڑنے سے پگھل جاؤں گا۔

شمعونہ: پگھل تو نہ جاؤ گے مگر بھیگنے سے زکام ہو گیا تو؟؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مجھے کیا زکام ہوگا، ہاں تم جیسی نازک مزاج بھیگ جائے تو زکام کیا بخار بھی ہو جائے۔

شمعونہ: گویا آپ پر باد و باراں کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا ہے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مردوں پر کیا اثر ہوتا ہے!!

شمعونہ: اس بات کو رہنے دیجئے۔ بعض مرتبہ عورتوں سے زیادہ مردوں ہی پر اثر ہو جاتا ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ان مردوں پر، جو عورتوں کا سا نازک مزاج لے کر دنیا میں آتے ہیں۔

شمعونہ: بعض مرد اپنے برابر کسی کو سمجھتے ہی نہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: یہ مردوں کی غلطی ہے۔ بعض عورتیں مردوں سے زیادہ جفاکش اور بہادر ہوتی ہیں۔ تم نے دیکھا ہوگا ہمارے لشکر میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ام تمیم، حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت خولہ رضی اللہ عنہا، حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا اور دوسری بہت سی خواتین کس قدر بہادر اور جفاکش ہیں!

شمعونہ: ہاں، وہ بہادر ہیں (شوخی سے) لیکن میں آپ کا ذکر کر رہی ہوں۔ خیر اگر بارش ہونے لگے تو آپ گھوڑے سے اتر کر محمل میں آ جایئے گا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے سادگی سے فرمایا: ''اور ساربان؟؟''

شمعونہ نے ہنس کر کہا: ''اس کی گنجائش نہیں ہے....''

اس قسم کی دلچسپ اور پُر لطف باتیں اکثر ہوتی رہتی تھیں۔

آخر وہ سفر کرتے ہوئے اس گرجا میں پہنچے جس میں بحیرا راہب کا وہ بوڑھا شاگرد پادری ملا تھا جس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات شروع سے سنی تھی اور جو رات کو چھپ کر حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا۔

شمعونہ اس گرجا میں اس لئے بھی آئی تھی کہ وہ پادری کی منت سماجت کر کے اس سے اپنا راز معلوم کرنے کی کوشش کرے گی۔ اسے یقین تھا کہ جب وہ پادری کی زیادہ خوشامد کرے گی تو وہ ضرور اس کی خواہش پوری کر دے گا۔

وہ دن چھپنے کے بعد اس گرجا میں پہنچے۔ ایک نوجوان پادری نے ان کا استقبال کیا۔ یہ پادری بھی شمعونہ جیسی حسین و پری پیکر کو ایک نوجوان عرب کے ساتھ ہم سفر دیکھ کر متعجب ہوا لیکن چونکہ اس نواح میں بھی مسلمانوں کی حکومت تھی، اس لئے کچھ کہنے یا دریافت کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس نے ان دونوں کی بڑی خاطر مدارت کی۔ شب باشی کے لئے علیحدہ علیحدہ کمرے دیئے۔ اچھا کھانا کھلایا۔ چونکہ شمعونہ تھکی ہوئی تھی اس لئے جلد ہی سو گئی۔

صبح بیدار ہو کر ضروریات سے فراغت کر کے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ وہ اس وقت قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے۔ شمعونہ ان کے پاس بیٹھ گئی۔

جب وہ تلاوت سے فارغ ہوئے تو شمعونہ نے ان سے کہا:

''یہاں ایک بوڑھے پادری رہتے تھے وہ نہیں ملے۔''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ان سے تمہیں کیا کام تھا؟

شمعونہ: وہ بھی میرے راز سے واقف تھے۔ انہی سے دریافت کر لیتی!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: نوجوان پادری سے ان کی بابت معلوم کریں گے۔

اسی وقت نوجوان پادری بھی وہاں آ گیا۔ اس کی پرشوق نگاہیں شمعونہ کے رخِ انور پر پڑنے لگیں۔ شمعونہ نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ گرمیِ نظارہ دیکھ کر کچھ شرما گئی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے پادری سے فرمایا:

''یہاں ایک بوڑھے پادری تھے۔ یہ (شمعونہ کی طرف اشارہ کر کے) معلوم کرنا چاہتی ہیں وہ کہاں ہیں؟''

پادری: ان کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگے تھے۔ اس لئے انہیں یہاں سے علیحدہ کر دیا گیا۔

شمعونہ: مگر وہ گئے کہاں؟

پادری: معلوم یہ ہوا کہ وہ یہاں سے مسلمانوں کے دارالسلطنت مدینہ میں چلے گئے ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اور شمعونہ دونوں کو تعجب ہوا کہ پادری مخبوط الحواس ہونے کے بعد مدینہ کیوں گئے۔ شمعونہ کو جو اس سے اپنا راز معلوم کرنے کی امید تھی وہ ٹوٹ گئی۔ اسے بڑا افسوس ہوا۔ مگر اس نے سوچا کہ حکیم شمعان موجود ہیں، وہ ضد کر کے ان سے معلوم کرے گی۔

دو تین روز کے بعد حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اور شمعونہ نے وہاں سے رخصت ہونا چاہا لیکن نوجوان پادری نے اس قدر اصرار کیا کہ مجبور ہو کر چند روز کے لئے انہیں وہاں اور قیام کرنا پڑا۔

باب ۸

مشورہ

حضرت عیاض بن غنم آرمینیہ رضی اللہ عنہ میں داخل ہو گئے تھے۔ اس سرزمین میں بھی ملکِ شام ہی جیسی کیفیت تھی۔ بہت سے حکمران تھے۔ لیکن یہ سب حکمران وہاں کے بادشاہ شہریاض کے ماتحت تھے۔ اس سرزمین کو جزیرہ بھی کہتے تھے اور یہ سرزمینِ ربیعہ اور دیارِ بکر بھی کہلاتی تھی۔

اس سرزمین میں داخل ہو کر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے کئی دستے متفرق اطراف میں بھیج دیئے۔ مجاہدین نے شہروں پر شہر اور قلعوں پر قلعے فتح کرنے شروع کر دیئے۔

چنانچہ قرقیسا، ماکسیں، شمسانیہ وغیرہ بہت سے مشہور و مضبوط قلعے فتح ہو گئے۔ اب انہوں نے آگے قدم بڑھایا۔ بادشاہ شہریاض کو بڑا فکر ہوا۔ اس نے اپنے دوستوں، مشیروں اور وزیروں کی جمعیت کو بلا کر عربوں کے باب میں مشورہ کیا۔

ان لوگوں میں ایک مشیر بطریق نہایت تجربہ کار، ذی فہم اور بوڑھا تھا۔ اس کا نام توتا تھا۔ اس نے کھڑے ہو کر کہا:

> ''اے ملک علاّم (عیسائی شہریاض بادشاہ کو ملک علاّم کہتے تھے) سب سے پہلی غلطی تو ہم سے ہوئی کہ ہم نے اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ مسلمان ایران اور شام جیسی عظیم الشان سلطنتوں کو فتح کرتے چلے جا رہے ہیں، ان پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ نہ ہم ان پر حملہ کرنے کی تیاری کرتے نہ وہ ہم پر یورش کرتے۔ لیکن اب جو ہو گیا، ہو گیا۔ میرا خیال یہ ہے کہ تنہا ملک العلام کی فوجیں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔''

شہریاض: پھر کیا کیا جائے؟

توتا: اگر ارسوس والیِ مازدین بھی ہمارے ساتھ شریک ہو جائے تو ہم آسانی سے مسلمانوں کا

مقابلہ کر سکتے ہیں۔

شہریاض: مگر اس کا ہمارے شریکِ حال ہونا مشکل ہے۔

توتا: میں جانتا ہوں وہ بہت مغرور ہے۔ لیکن میرے نزدیک ایک صورت ایسی ہے جس سے وہ ہماری معاونت کر سکتا ہے۔

شہریاض: وہ کیا صورت ہے؟

توتا: اگر آپ پسند کریں تو اپنے بیٹے عمود کی شادی ارسوس کی بیٹی ماریہ سے کر لیں۔

شہریاض بادشاہ کے ایک بیٹا تھا جس کا نام عمود تھا۔ مشہور یہ تھا کہ عمود بادشاہ شہریاض کا بیٹا نہیں ہے بلکہ لے پالک ہے۔ بادشاہ لاولد تھا۔ عمود اس کے کسی مصاحب کو کسی سفر میں کہیں سے ہاتھ آ گیا تھا۔ بچہ خوبرو اور خوش شکل تھا۔ شہریاض کو پسند آ گیا۔ اس نے اس مصاحب سے لے کر اسے پال لیا۔

ایک بات اور عجیب وغریب یہ تھی کہ اس لڑکے کا نام عمود تھا جبکہ عیسائیوں میں اس قسم کے نام نہیں رکھے جاتے۔ بعض کہنے والے کہتے تھے کہ اس مصاحب کو یہ لڑکا ایک پتھر کے ستون پر رکھا ہوا ملا تھا جو زَرنگار کپڑوں میں لپیٹا ہوا تھا اور ان کپڑوں میں بہت سے جواہرات رکھے تھے۔ ساتھ ایک مختصر پرچہ بھی ملا تھا جس میں یہ لکھا تھا:

''یہ ایک معزز خاندان کا فرزند ہے۔ یہ جواہرات اس کی پرورش کرنے کا عوض ہیں!''

اور بھی بہت سی افواہیں اس لڑکے کے متعلق مشہور تھیں۔ یہ لڑکا نہایت نازونعم میں پرورش پاتا رہا۔ بادشاہ شہریاض کو اس سے بڑی محبت ہو گئی تھی۔ اس نے اسے بالکل اپنے بیٹے کی طرح پالا تھا۔ جوان ہو کر لڑکا نہایت خوبرو اور بڑا دیدہ رو نکلا۔ بہادر بھی تھا۔ اسے سیر وشکار کا بہت شوق تھا۔ ایک مقام راس المغارہ کے نواح میں ہر قسم کا شکار بہ کثرت ملتا تھا۔ عمود نے راس المغارہ میں ایک عالیشان قصر تعمیر کر لیا تھا اور زیادہ تر وہیں رہنے لگا تھا۔ ابھی اس کی عمر پندرہ سولہ سال ہی کی تھی لیکن وہ ایسا قوی ہیکل تھا کہ بیس سال کا معلوم ہوتا تھا۔

ارسوس کی بیٹی کا نام ماریہ تھا۔ وہ نہایت خوبصورت اور بڑی پری جمال تھی۔ اگرچہ اس کی عمر تیس سال کے قریب تھی لیکن بیس سال سے زیادہ معلوم نہ ہوتی تھی۔ اس نے اپنے باپ کے قلعہ کے قریب ہی ایک نیا قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ اس قلعہ میں نہایت خوبصورت اور بڑا عالی شان قصر تیار کرایا تھا، وہ اسی قصر میں رہتی تھی۔

چونکہ وہ نہایت حسین تھی اس لئے بہت سے شہزادوں نے اس سے شادی کی خواستگاری کی۔ مگر وہ اس قدر مغرور و متکبر تھی کہ کسی بادشاہ اور کسی شہزادہ کو اپنے برابر معزز و مفتخر نہ سمجھتی تھی، سب کو اپنے سے کمتر جانتی تھی۔ اس لئے اس وقت تک اس نے اپنی شادی نہیں کی تھی۔

شہریاض کو بھی یہ بات معلوم تھی کہ ماریہ کی عمر تیس سال کے قریب ہے اور عمود کا سن سولہ سال کا ہے۔ ان دونوں کا جوڑ نہ تھا۔ لیکن سیاسی بنا پر اس انمیل جوڑ کی شادی پر وہ رضامند ہو گیا۔ اس نے توتا سے کہا:

''جب تم نے اس سوال کو اٹھایا ہے تو تم ہی اس میں کوشش بھی کرو!''

توتا: مجھے اس میں کوئی عذر نہیں ہے۔

شہریاض: لیکن مسلمان بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ یہ کام جلد ہونا چاہیے۔

توتا: میں جلد ہی روانہ ہو جاؤں گا۔

تمام مشیروں، دوستوں اور وزیروں نے اس بات کی نہ صرف تائید ہی کی بلکہ اسے نہایت ہی اچھا بتایا۔ چنانچہ مجلس برخاست ہوگئی۔ توتا نے سفر کی تیاری کی۔ شہریاض نے ارسوس کے لئے تحائف قسم قسم کے اور بیش قیمت مہیا کئے اور توتا ماردین کی طرف روانہ ہوا۔

چونکہ وہ بڑا معزز شخص تھا اس لیے شہریاض نے اس کی روانگی کی اطلاع ارسوس کو پہلے ہی بھیج دی۔ جب توتا حدودِ ماردین میں پہنچا تو ارسوس کے حکم سے اس کے چند افسروں نے اس کا استقبال کیا اور نہایت عزت و عظمت سے اسے ماردین میں پہنچایا۔

چند روز کے بعد وہ ارسوس کے دربار میں باریاب ہوا۔ اس نے تحائف پیش کئے۔ ارسوس نے قبول کر لیے، اور اسے اول درجہ کے امراء کے برابر بیٹھنے کو جگہ دی۔ اس سے دریافت کیا کہ اس کے آنے کی غرض و غایت کیا ہے۔

توتا نے کھڑے ہو کر کہا:

''ملک العلام آپ سے یگانگت و اتحاد کے مراسم پیدا کرنا چاہتے ہیں!''

ارسوس نے کہا:

''اگرچہ آج تک ہم نے اس ملک کے کسی فرمانروا سے اتحاد و یگانگت کے مراسم نہیں کئے لیکن ہم جانتے ہیں کہ شہریاض معزز و مقتدر ہیں اس لئے ہم ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کو تیار ہیں۔

ارسوس کا ابتدائی زمانہ ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کرتے گزرا تھا۔ وہ ارضِ جزیرہ میں رہتا تھا

لیکن اکثر وہاں سے نکل کر بلادِ روم پر ڈاکہ زنی کیا کرتا تھا۔ اس نواح کے لوگوں نے اس کے لوٹ مار سے عاجز و تنگ آ کر ہرقل اعظم کے حضور میں استغاثہ کیا۔ ہرقل اعظم نے ایک افسر کو جرار لشکر دے کر اس کی طرف بھیجا۔ اسے تنبیہہ کی کہ وہ ڈاکہ زنی چھوڑے دے اور اپنے لئے کسی مناسب مقام پر کوئی قلعہ تعمیر کر کے شریف فرماؤں کی طرح رہے ورنہ اس کی سرکوبی کے لئے عظیم الشان لشکر بھیجا جائے گا۔ ارسوس ڈر گیا۔ اس نے ڈاکہ زنی چھوڑ دی اور قلعہ تیار کرنے کے لئے مناسب جگہ تلاش کرنے لگا۔

چنانچہ وہ تلاش و تجسس کرتا ہوا جبلِ ماردین پر پہنچا۔ اسے وہ پہاڑ نہایت اچھا معلوم ہوا۔ تمام پہاڑ سبز پوش اور پھلوں سے لدا ہوا تھا۔ پہاڑ کا دامن بھی نہایت سرسبز و شاداب تھا۔ اس نے وادی کو قلعہ کے لئے پسند کیا لیکن دقت یہ پیش آئی کہ اس کے پاس اتنی دولت نہیں تھی جس سے وہ قلعہ اور قصر بھی تعمیر کر لیتا نیز شاہانہ ساز و سامان بھی فراہم کرتا اور فوجیں بھی رکھ لیتا۔ اس لیے اسے ضرورت لاحق ہوئی کہ وہ کہیں سے مزید دولت حاصل کرے۔

اس وادی کے قریب ایک اور پہاڑی تھی۔ اس پہاڑی پر ایک آتشکدہ تھا جو نہایت شاندار اور بڑا وسیع تھا۔ ہزاروں آتش پرست اس میں رہتے تھے۔ اس بیت النار میں ایک مجوسی عابد رہتا تھا جو بڑا ہی عبادت گزار اور زاہد تھا۔ تمام آتش پرست اس کی بڑی عزت و عظمت کرتے تھے۔ اس کا نام دین تھا۔ اس کے زہد کی شہرت بلادِ خراسان و عراق تک پہنچی ہوئی تھی۔ ان ممالک سے امیر اور رئیس لوگ اس کے پاس قیمتی تحائف اور بہت کچھ زر نقد بھیجا کرتے تھے۔ چونکہ دین دولت کو خرچ نہ کرتا تھا، اس لئے وہ جمع ہوتی رہتی تھی۔ اس کے آتشکدے میں سیم و زر کا انبار لگا ہوا تھا۔ ارسوس کو اس دولت کا پتہ چل گیا۔ وہ اسے حاصل کرنے کی فکر میں لگ گیا۔ اس نے مکر و فریب کا جال بچھایا اور دین کا مریدِ خاص بن گیا۔ ہر وقت اس عابد کی خدمت میں رہنے اور اس کے کام کرنے لگا۔

دین اپنے جائے قیام سے بہت کم باہر آتا تھا۔ کبھی کبھی پہاڑ پر چلا جاتا اور مہینوں کے بعد وہاں سے واپس آتا۔ تمام آتش پرستوں کو یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ دین ارسوس پر خاص طور پر مہربانی کرتا ہے اور اس نے اسے اپنی جانشینی کے لئے منتخب کر لیا ہے۔

ارسوس اس فکر میں تھا کہ دین کو قتل کر کے اس کی دولت پر قبضہ کر لے۔ یہ موقع اسے جلد ہی مل گیا۔ ایک مرتبہ دین پہاڑ پر گیا اور جس غار میں وہ معتکف ہوا کرتا تھا اس کا پتہ ارسوس کو چل گیا۔ ارسوس نے ایک روز رات کو جا کر اسے قتل کر ڈالا اور اس کی لاش کو ایک غار میں چھپا دیا۔

لوگوں نے چند مہینے دین کی واپسی کا انتظار کیا۔ جب وہ نہ آیا تو ارسوس کو اس کا قائم مقام مقرر کر دیا۔ ارسوس نے ساری دولت پر قبضہ کر کے بیت النار کی عمارت کو اور وسیع کر دیا اور پہاڑ کے دامن میں ایک زبردست قلعہ تعمیر کرایا۔ اس قلعہ کے قریب ہی دوسرا قلعہ اپنی بیٹی ماریہ کے لئے بنوایا۔ اسے ماریہ سے بڑی محبت تھی۔

اگرچہ وہ ایک ڈاکو اور قاتل تھا مگر بڑا متکبر اور مغرور تھا۔ اس نواح کے تمام فرمانرواؤں کو اپنے سے کمتر سمجھتا تھا۔ اس کی بیٹی بھی نہایت مغرور تھی اور یہ سمجھتی تھی کہ کوئی شاہزادہ اور کوئی بادشاہ بھی اس کی ہم نشینی کے قابل نہیں ہے۔

جب ارسوس نے توتا سے کہا کہ وہ شہریاض کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کو تیار ہے تو اسے کچھ جرأت ہوئی اور اس نے کہا:

''ملک العلام کی درخواست ہے کہ آپ اپنی بیٹی ماریہ کو ان کے بیٹے عمود سے منسوب کر دیں!''

ارسوس نے کہا:

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن ماریہ کا استمزاج لینا ضروری ہے۔ اس لئے کل اس کا جواب دیا جا سکے گا!''

توتا: مناسب ہے۔

اس کے بعد دربار برخاست ہو گیا اور توتا اپنی قیام گاہ پر چلا آیا۔

باب ۹

چالاک حسینہ

ارسوس نے جب قلعہ تیار کر لیا تو اس نے فوجیں بھی ملازم رکھیں اور رفتہ رفتہ اس تمام علاقہ پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ آخر کار سارے علاقہ کو اپنے تحت و نصرت میں لے آیا۔ آرمینیہ کی سلطنت کا بانی ارسوس ہی تھا۔ اس نے جس سلطنت کی بنیاد ڈالی وہ سلطنت آرمینیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

ارسوس کی شان و عظمت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ جزیرہ کے تمام فرمانروا اُس سے دبنے اور بچنے لگے تھے۔ بعض تو اسے خوش رکھنے کے لئے تحائف بھیجتے، زرِنقد دیتے اور جس بات کا وہ حکم دیتا اسے فوراً منظور کر لیتے۔

البتہ شہریاض جوراس العین کا بادشاہ تھا، اس سے زبردست تھا۔ اس کے پاس فوجیں بھی بہت تھیں اور علاقہ بھی زیادہ تھا۔

ارسوس اسی روز، جس دن توتا نے دربار میں حاضر ہو کر عمود کے لئے ماریہ کی خواستگاری کی، شام کے وقت اپنی بیٹی ماریہ کے پاس اس کے قلعہ میں گیا۔ ماریہ کا قلعہ بھی عالی شان اور وسیع تھا اور اس کا قصر تو ارسوس کے قصر سے بھی اچھا اور شاندار تھا۔ وہ ماریہ کے کمرۂ خاص میں پہنچا۔

اس وقت ماریہ وہیں تھی۔ اس نے ریشمی زرتار لباس زیبِ بدن کر رکھا تھا اور جواہرات کے زیورات پہن رکھے تھے۔ اچھے لباس اور ضوفشاں زیورات نے اس کے چہرہ کو چاند سے زیادہ جگمگا رکھا تھا۔

اس کی صورت دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سترہ اٹھارہ سال کی نوخیز و نوعمر حسینہ ہے۔ اپنے باپ کو دیکھتے ہی اس نے کھڑے ہو کر نہایت ادب سے سلام کیا۔ ارسوس ایک صوفہ پر بیٹھ گیا۔ اس نے بیٹی کو دعا دے کر کہا:

''نورِ چشم!! جس بات کا ہم اور تم خواب دیکھا کرتے تھے وہ پورا ہوتا نظر آ رہا ہے!''

ماریہ کے چہرہ سے عیاری اور شوخی کے آثار ظاہر ہوئے۔اس نے کہا:

''کیا راس العین پر قبضہ کرنے کا سامان ہو گیا ہے؟''

ارسوس: ہاں!!

ماریہ: تب آپ تمام جزیرہ کے بادشاہ ہو جائیں گے۔آپ کی سلطنت ہرقل اعظم کے مقابلہ کی سلطنت ہو جائے گی۔

ارسوس: نہیں میری بھولی بیٹی ہرقل اعظم سے بڑھ جائے گی۔کیونکہ اس کے پاس سے مصر، فلسطین اور شام، یہ سب ممالک نکل گئے ہیں۔گویا اس کا ایشیائی علاقہ ختم ہو چکا ہے،صرف یورپ کا علاقہ اس کے قبضہ میں باقی رہ گیا ہے۔وہ علاقہ کچھ زیادہ زرخیز اور وسیع نہیں ہے۔

ماریہ: مجھے ان باتوں کا خیال ہی نہیں رہا تھا۔یہ تو آپ نے سچ کہا۔

ارسوس: راس العین پر قبضہ کرنے کا یہ سامان ہوا ہے کہ ملک شہریاض نے اپنے بیٹے عمود سے تیری خواستگاری کی ہے۔تو نے عمود کو دیکھا ہے؟

ماریہ: دیکھا ہے۔

ارسوس: یقین ہے وہ تجھے ناپسند نہ ہو گا!

ماریہ نے کچھ شرما کر کہا:

''اگر آپ کو پسند ہے تو میں ناپسند کیوں کروں گی!!''

ارسوس: شاباش بیٹی شاباش!! میرا ارادہ یہ ہے کہ میں شہریاض بادشاہ سے تیرے مہر میں چند چیزیں طلب کروں۔ایک تو ایک لاکھ سرخ دینار (سونے کا سکہ)، دوسرے بارعیہ اور جملین کے وہ دو قلعے جو اس کی سرحد پر واقع ہیں اور جن پر ہمارا قبضہ ہو جانے سے راس العین ہمارے رحم و کرم پر ہو جائے گا۔

ماریہ: مناسب ہے۔گویا راس العین پر قبضہ کرنے کا یہ پہلا قدم ہو گا؟

ارسوس: تو نے خوب سمجھا۔یہی بات ہے۔جب ان دونوں قلعوں پر ہمارا قبضہ ہو جائیگا تو ہم جب چاہیں گے راس العین پر حملہ کر سکیں گے۔

ماریہ: میں نے بھی سنا ہے کہ دونوں قلعوں بارعیہ اور جملین کے بعد راس العین تک کوئی اور قلعہ مضبوط و مستحکم نہیں ہے۔

ارسوس: یہ سچ ہے۔

ماریہ: لیکن شاید ملک شہریاض اس بات کو منظور نہ کرے۔

ارسوس: میرا خیال ہے کہ منظور کر لے گا۔

ماریہ: آخر کیوں؟

ارسوس: اس وقت اس پر عربوں کا خوف طاری ہو رہا ہے۔ اس نے ہماری طرف یگانگت واتحاد کا ہاتھ عربوں سے ڈر کر ہی بڑھایا ہے۔

ماریہ: کیا عربوں نے اس کے ملک کا کوئی حصہ فتح کر لیا ہے؟

ارسوس: ہاں! عربوں نے اس کے کئی باج گزاروں کو ان کے قلعوں سے بے دخل کر کے ان پر قبضہ کر لیا ہے۔

ماریہ: تب وہ یقیناً آپ کی شرط مانے گا۔

ارسوس: مجھے کامل یقین ہے کہ ضرور مانے گا۔ اس نے ہمیں سادہ لوح یا احمق سمجھا ہے لیکن وہ اس بات کو نہیں سمجھا کہ ایک بانیِ سلطنت بیوقوف نہیں ہوا کرتا۔ میں نے ایک ایسی تدبیر سوچی ہے جس سے مسلمان اس سے جلد سے جلد ٹکرا جائیں گے۔ اس کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا اور پھر ہم مسلمانوں سے مصالحت کر کے راس العین کو بھی ان سے واپس لے لیں گے۔

ماریہ: وہ کیا تدبیر ہے؟

ارسوس: دو چیزیں تو میں نے تمہیں بتا دیں، تیسری چیز عجیب ہے!

ماریہ: وہ کیا ہے؟

ارسوس: میں اس سے بیس امرائے عرب کو طلب کروں گا۔

ماریہ: اس کے پاس امرائے عرب کہاں سے آئے۔

ارسوس: میں ملک شہریاض کے قاصد سے کہوں گا کہ وہ بیس امرائے عرب کو قید کر کے بھیج دے تا کہ عقد کے دن ان مسلمانوں کو نذرِ مسیح کے لئے قربان کیا جائے۔

ماریہ: میرے خیال میں شہریاض اس شرط کو منظور نہ کرے گا۔

ارسوس: وہ ضرور منظور کرے گا کیونکہ نا منظور کرنے میں وہ اپنی اہانت اور سبکی سمجھے گا۔

ماریہ: درست ہے۔

ارسوس: میں جانتا ہوں کہ بیس امرائے عرب شہریاض کے ہاتھ نہ آسکیں گے۔ کسی ایک مسلمان کا بھی گرفتار ہونا بڑا مشکل ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ مسلمان اس پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اگر وہ

پہلے ہم پر حملہ کرنے کا قصد رکھتے ہوں گے تو یہ سن کر کہ ملک شہریاض ان کے بیس امراء کو گرفتار کرنا چاہتا ہے، اسی پر حملہ آور ہوں گے۔

ماریہ: لیکن مسلمانوں کو اس کا کیسے علم ہوگا کہ ملک شہریاض بیس مسلمان امراء کو گرفتار کرنا چاہتا ہے؟

ارسوس: اس بات کی شہرت میں کراؤں گا۔ اپنے دوستوں کے ذریعہ سے، مصاحبوں کے ذریعہ سے اور مسلمانوں تک جاسوسوں کے ذریعے سے۔

ماریہ: تب یہ تیر خطا نہ کرے گا۔

ارسوس: لیکن اگر ملک شہریاض نے تمام شرائط پوری کر دیں تب!

ماریہ: اس وقت آپ جو حکم دیں گے اس کی تعمیل کی جائے گی۔

ارسوس: ٹھیک ہے۔

یہ باپ اور بیٹی دونوں چالاک، فریبی اور مکار تھے۔ دیر تک اس سازش کا مشورہ کرتے رہے۔ جب رات ہوگئی تو ارسوس بیٹی کے ساتھ کھانا کھا کر اپنے قلعہ میں واپس چلا آیا۔

باب ۱۰

پادری کی حرکت

پادری کے اصرار پر شمعونہ اور حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ دونوں گرجا میں چند روز کے لئے اور ٹھہر گئے تھے۔ گرجا کے چاروں طرف خوشنما باغیچے تھے۔ ان میں پھول بکثرت تھے۔ کہیں کہیں روشوں کے کناروں پر سرسبز مختصر میدان بھی تھے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اور شمعونہ دونوں اکثر باغیچوں میں جا کر سیر کرتے، باتیں کرتے اور چلے آتے۔ لیکن شمعونہ جب سے گرجا میں آئی تھی، نماز میں ضرور شریک ہوتی تھی۔ جب وہ گرجا میں داخل ہوتی تو نوجوان پادری کا چہرہ چمک جاتا۔ جب تک وہ گرجا میں رہتی، پادری اسے گھورے جاتا۔

ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ شمعونہ تنہا باغیچہ میں سیر کرتی پھر رہی تھی۔ اس نے کچھ پھول توڑ کر اپنے بالوں میں لگائے تھے۔ اس سے اس کے چہرہ پر اور رونق آ گئی تھی۔ اس وقت کہیں سے پادری آ گیا۔ اس نے کہا:

''اوہو شمعونہ!! آج تو تم تنہا سیر کر رہی ہو۔ وہ عرب کہاں گئے؟''

شمعونہ: وہ آج آئے ہی نہیں۔

پادری: کیوں، ان کی طبیعت تو اچھی ہے؟

شمعونہ: ہاں، طبیعت تو اچھی ہے۔ وہ سیر کے کچھ زیادہ شوقین نہیں ہیں۔ وہ تو میں انہیں اپنے ساتھ کھینچ لاتی ہوں۔

پادری: لیکن تمہیں ایک غیر کف کے ساتھ اس قدر رابطہ نہیں بڑھا لینا چاہیے۔

شمعونہ: آپ کو معلوم نہیں ہے، میں مدت تک عربوں میں رہی ہوں۔

پادری: کیا اسی عرب کے ساتھ؟

شمعونہ: نہیں، عرب خواتین میں۔ البتہ یہ عرب زخمی ہو گئے تھے تو میں نے ان کی تیمارداری کی تھی۔

پادری: میں دیکھتا ہوں تمہاری توجہ عرب کی طرف ہے۔

شمعونہ: کچھ زیادہ نہیں۔

پادری: لیکن عرب کی توجہ تمہاری طرف بالکل نہیں ہے۔

شمعونہ: وہ مسلمان ہیں اور مسلمان کسی عورت کی طرف زیادہ توجہ کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔

پادری: کاش تم گرجا میں داخل ہو جاؤ!

شمعونہ: میری قسمت میں یہ سعادت نہیں ہے۔

پادری: یہ تمہاری ہمت پر منحصر ہے۔

شمعونہ: میں اپنے میں اتنی ہمت ہی تو نہیں دیکھتی ہوں۔

پادری: میں بھی اس راہبانہ زندگی سے اُکتا گیا ہوں۔

شمعونہ نے حیرت سے پادری کی طرف دیکھ کر کہا:

''یہ آپ کہہ رہے ہیں؟''

پادری: میں عائلی زندگی کو پسند کرتا ہوں۔

شمعونہ: مگر اب یہ کیسے ممکن ہے؟

عیسائیوں کے ایک فرقہ میں جو راہب ہو جاتے ہیں ان کی شادی نہیں ہو سکتی۔

پادری: میرے پیروں میں جو زنجیریں پڑ گئی ہیں میں انہیں توڑنا چاہتا ہوں۔

شمعونہ: مگر یہ تو بڑے گناہ کی بات ہے۔

پادری: جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ جوانی میں پادری یا نن بننا بڑی بیوقوفی ہے۔ اس عمر میں نفس پر قابو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ میں تمہیں پسند کرتا ہوں شمعونہ۔

شمعونہ نے حیرت سے پادری کو دیکھ کر کہا:

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

پادری: دل کی بات کہہ دینا گناہ نہیں ہے شمعونہ!! بات یہ ہے کہ مجھے تم سے اس قدر محبت ہو گئی ہے کہ بغیر تمہارے میرا زندہ رہنا دشوار ہے۔ میری محبت کو قبول کرو شمعونہ!!

شمعونہ کو اس کی گفتگو سخت ناگوار گزری۔ اس نے کہا:

''آپ محترم پادری ہیں، اگر کوئی اور ہوتا تو میں اسے ایسا سخت جواب

دیتی کہ پھر کسی عورت سے بھی اسے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوتی!"

پادری: مگر سوچو اس میں میرا کیا قصور ہے شمعونہ؟ خدا نے تمہیں صورت ہی ایسی پیاری دی ہے کہ جس نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے۔ میری محبت کو قبول کر لو!!

شمعونہ: یہ ناممکن ہے۔

پادری: میری زندگی کا دارومدار تمہاری ہاں پر ہے۔

شمعونہ: آپ پادری ہیں۔ آپ نے مسیح علیہ السلام کو حاضر ناظر جان کر پاک باز و مجرد رہنے کا اقرار کیا ہے۔ اگر آپ اس عہد کو توڑ ڈالیں گے تو مسیح علیہ السلام آپ سے ناراض ہو جائیں گے۔

پادری: تم کیوں گرجا میں آئیں شمعونہ!! تم نے میرے دل میں انقلاب پیدا کر دیا۔

شمعونہ: میں تو جا رہی تھی، آپ نے ہی اصرار کر کے مجھے روکا۔ میں کل ضرور چلی جاؤں گی۔ دیکھئے وہ ننیں آ رہی ہیں۔

سامنے سے دو ننیں آ رہی تھیں۔ پادری اور شمعونہ دونوں ننوں کی طرف چلے۔ ان کے پاس پہنچ کر کچھ باتیں کیں اور وہاں سے کمروں میں چلے آئے۔

اسی روز شام کے وقت حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اپنے کمرہ کے سامنے سبزہ پر کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک نن وہاں آ کر کھڑی ہو گئی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو نن ان کے پاس بیٹھ گئی اس نے کہا:

"تمہارا نماز پڑھنے کا طریقہ بڑا دل پسند ہے!"

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اگر تم اسلامی تعلیم سے واقف ہو جاتیں تو سمجھتیں کہ اسلام کی تمام تعلیم ہی کس قدر دل پسند ہے۔

نن: ہمیں مسلمانوں سے ملنے کی ممانعت کی ہوئی ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کس نے ممانعت کی ہے؟

نن: بڑے پادریوں نے۔ بڑے گرجاؤں کے پادری ایسے حکم دیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ مسلمان بڑے شیریں بیان ہوتے ہیں۔ ان کی زبان میں جادو ہوتا ہے۔ جس سے وہ باتیں کر لیتے ہیں اسے مسلمان کر لیتے ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: پادریوں کا یہ خیال غلط ہے۔ ہماری زبان میں جادو نہیں ہے۔ البتہ اسلام کی تعلیم میں جادو ہے۔

نن: میں تو سمجھتی ہوں کہ مسلمانوں کی زبان ہی میں جادو ہوتا ہے۔ ہمارے

پہلے پادری بڑے نیک، دیندار، پرہیزگار اور تجربہ کار بوڑھے تھے۔ تمہارا ایک بھائی (حضرت عامر رضی اللہ عنہ) انہی شمعونہ کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے پادری سے کچھ ایسی باتیں کیں جس سے وہ اسلام کی تعریف کرنے لگے اور جب پادریوں نے ان کی مخالفت کی تو وہ مدینہ منورہ چلے گئے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ہم نے تو سنا تھا ان کے دماغ میں کچھ فتور آ گیا ہے۔

نن: فتور نہیں آیا۔ او ہو شمعونہ آ رہی ہے۔

شمعونہ آ کر نن کے پاس بیٹھ گئی۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے شمعونہ سے کہا:

''آج معلوم ہوا ہے شمعونہ کہ پادری جو پہلے یہاں رہتے تھے اور جنہیں تمہارا راز معلوم تھا وہ پاگل نہیں ہوئے بلکہ اسلام کی تعریف کرنے پر گرجا سے نکالے گئے اور مدینہ منورہ چلے گئے۔''

شمعونہ: اللہ تعالیٰ کرے وہ پاگل نہ ہوئے ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کس نے کہا؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: (نن کی طرف اشارہ کر کے) انہوں نے بتایا ہے۔

شمعونہ: تب وہ یقیناً مسلمان ہو گئے ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میرا خیال بھی ایسا ہی ہے۔

نن کچھ دیر بیٹھ کر چلی گئی۔ شمعونہ نے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ سے پادری کی تمام گفتگو بیان کی۔ وہ ان کے چہرہ کی طرف دیکھتی رہی، یہ دیکھنے کے لئے کہ ان پر اس گفتگو کا کیا اثر ہوتا ہے۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ سے ناگواری کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔

انہوں نے فرمایا:

''پھر، تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

شمعونہ: اب میں یہاں ایک منٹ بھی رہنا نہیں چاہتی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اب دن چھپنے والا ہے۔ صبح ہوتے ہی یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔

شمعونہ: مجھے خوف ہے کہیں پادری رات کو کوئی نامناسب حرکت نہ کرے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتا۔

شمعونہ: مجھے اس کا بالکل اعتبار نہیں رہا ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تو کیا ابھی چل پڑیں۔

شمعونہ: نہیں رات کو مجھے علیحدہ نہیں سونا چاہیے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں تمہاری حفاظت کروں گا۔

اس وقت دن چھپ گیا۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد دونوں نے کھانا کھایا۔ عشاء کی نماز سے جب حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ فارغ ہو گئے تو شمعونہ اپنا بستر لے کر ان کے پاس آ گئی۔ اس نے ان سے ذرا فاصلے پر اپنا بستر بچھایا اور سو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ بھی سو گئے۔

چاندنی رات تھی۔ چاندنی چٹکی ہوئی تھی۔ آدھی رات کے بعد اتفاقیہ شمعونہ کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ کوئی سیاہ لبادہ اوڑھے اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔

اس کا ننھا دل اس کے گداز سینے میں دھڑکنے لگا۔ سیاہ پوش اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے چاہا کہ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو آواز دے کر اٹھائے لیکن اس پر اس قدر خوف غالب ہوا کہ اس کا حلق خشک ہو گیا۔ آواز نہ نکل سکی۔

جوں جوں سیاہ پوش بڑھتا آتا تھا۔ شمعونہ کانپتی جاتی تھی۔ اسے پسینہ آ گیا تھا۔ جب سیاہ پوش اس کے اوپر جھکا تو اس کی چیخ نکل گئی۔

فوراً ہی حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے سیاہ پوش کو دیکھا۔ وہ جھپٹ کر اس پر جا پڑے اور اسے دبوچ لیا۔ سیاہ پوش کے پاس خنجر تھا۔ اس نے خنجر سے وار کیا۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے اس کا خنجر والا ہاتھ پکڑ کر اس قدر مروڑا کہ خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر جا گرا۔

جدوجہد میں سیاہ پوش کا چہرہ کھل گیا۔ وہ کوئی دیہاتی آدمی تھا۔ اس نے کہا:

''مجھ پر رحم کرو!''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تمہیں کس نے اس کام پر مقرر کیا تھا؟

سیاہ پوش: اس گرجا کے پادری نے۔

سیاہ پوش نے اس قدر عاجزی کی کہ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو اس پر رحم آ گیا۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ اب دونوں یعنی حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اور شمعونہ بیٹھ گئے۔ انہوں نے جاگ کر رات بسر کی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے یہ شرافت کی کہ پادری سے کچھ نہیں کہا۔ صبح ہوتے ہی نماز پڑھ کر انہوں نے محمل تیار کیا۔ شمعونہ کو اس میں سوار کر دیا اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

باب ۱۱

عمود کا عزم

دوسرے روز ارسوس نے دربارِ خاص میں توتا کو طلب کیا۔ اس وقت اس دربار میں اس کے خاص خاص مشیر موجود تھے۔ توتا نے آ کر نہایت ادب سے سلام کیا۔ وہ اس کرسی پر بیٹھ گیا جو اس کے لئے مخصوص کی گئی تھی۔ ارسوس نے کہا:

"مشکل یہ ہے کہ اس وقت اس سرزمین میں مسلمان حملہ آور ہوئے ہیں۔
وہ قلعوں پر قلعے فتح کرتے بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ ایسے وقت میں شادی
بیاہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

توتا: ملک علام کا اس ازدواج سے یہی مطلب ہے کہ آپ اور وہ دونوں متفق و متحد ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں اور انہیں اس سرزمین سے نکال دیں۔

ارسوس: ہم نے پہلے ہی اس بات کو سمجھ لیا تھا۔ ضرورت بھی اسی امر کی ہے کہ اس سرزمین میں رہنے والے تمام فرمانروا اتفاق و اتحاد سے کام لیں اور سب مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں۔

توتا: جس وقت آپ اور ملک علام مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے تو ان سے فتح کیا ہوا علاقہ واپس لے لیں گے اور انہیں ان کے ملک میں دھکیل دیں گے۔

ارسوس: ہم اس تجویز کو بہت پسند کرتے ہیں۔

توتا: اسی لئے ملک علام چاہتے ہیں کہ آپ سے رشتہ یگانگت قائم کریں۔

ارسوس: ہم بھی اسے مناسب سمجھتے ہیں۔ ہم نے ماریہ کا استمزاج لیا تھا۔ وہ مسلمانوں سے بہت خفا ہے۔

توتا: شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو گا جو مسلمانوں سے ناراض نہ ہو!

ارسوس: وہ ان سے اس قدر تعصب رکھتی ہے کہ چاہتی ہے کہ جس قدر مسلمان اس کے ہاتھ آ

جائیں، سب کو حضرت مسیح علیہ السلام کی نذر میں قربان کر دے۔

توتا: بڑا ہی نیک خیال ہے شہزادی کا۔

ارسوس: اس میں مذہبیت زیادہ ہے۔

توتا: یہی حال شہزادہ عمود کا ہے۔ وہ بھی مسلمانوں کا نام سنتے ہی بھڑک اٹھتے ہیں۔ شہزادہ اور شہزادی اس معاملہ میں ہم خیال ہیں۔

ارسوس: ملک علام نے شہزادی کی خواستگاری کی ہے۔ شہزادی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ لیکن اس کی چند شرطیں ہیں۔

توتا: ارشاد فرمایئے۔

ارسوس: ماریہ کے مہر میں ایک لاکھ دینار سرخ اور دو قلعے بارعیہ اور جملین دینے ہوں گے۔

توتا: یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ملک علام یقیناً اسے منظور کر لیں گے۔

ارسوس: تیسری بات ذرا ٹیڑھی اور مشکل ہے۔

توتا: وہ کیا ہے؟

ارسوس: ماریہ کہتی ہے کہ شہزادہ عمود اپنی بہادری کا ثبوت دیں اور بیس مسلمان امراء کو گرفتار کر کے ماریہ کے حوالہ کریں تا کہ عقد کے روز وہ انہیں مسیح علیہ السلام کی نذر کر سکیں۔

اس بات کو سن کر توتا حواس باختہ سا ہو گیا۔ تمام درباری اور خود ارسوس اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ توتا کوئی جواب نہ دے سکا۔ کچھ دیر انتظار کر کے ارسوس نے کہا:

''کس چیز نے تمہیں جواب سے باز رکھا؟''

اب توتا سنبھلا۔ اس نے کہا:

''کیا یہ شرط قابل عمل ہے؟''

ارسوس: ملک شہر یاض اور شہزادہ عمود کی جرأت و ہمت پر اس کا انحصار ہے۔

توتا: آپ نے سنا ہوگا کہ شہزادہ عمود کس قدر بہادر ہے۔

ارسوس: سنی ہوئی باتوں کو رہنے دو۔ اب امتحان ہو جائے گا۔

توتا: لیکن یہ امتحان، خیال کیجئے کس قدر سخت ہے۔

ارسوس: کچھ سخت نہیں۔ بہادر آدمی کے لئے بہت آسان ہے۔

توتا: کیا آپ نے سنا ہے کہ آج تک اتنے مسلمان کبھی کسی نے قید کئے ہیں؟

ارسوس: جو بات آج تک نہیں ہوئی وہ اب ہونی چاہیے۔ شجاعت، جرأت اور ہمت اسی سے تو

ظاہر ہو گی۔

توتا: اس کے علاوہ کوئی اور شرط قائم کر دیجئے۔

ارسوس: یہ ماریہ کی شرط ہے اور ہمیں اس میں ترمیم کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر ملک شہریاض اور شاہزادہ عمود اس شرط کو سن کر تمہاری طرح گھبرا جائیں تو ہمیں مطلع کرنا۔ ہم تمہیں دکھا دیں گے کہ مسلمانوں کو کس طرح گرفتار کیا جاتا ہے۔

ارسوس نے یہ آخری فقرہ اس لئے کہا تا کہ توتا کو یقین آ جائے اور وہ جھٹ سے اس شرط کے پورا کرنے کا اقرار کر لے، لیکن بات معمولی نہ تھی۔ سخت کٹھن تھی۔ مسلمانوں کی گرفتاری آسان بات نہ تھی۔ اب تک کسی معرکہ میں بھی اور کسی ملک میں بھی بیس پچیس مسلمانوں کو گرفتار نہیں کیا جا سکا تھا اور اگر کہیں گرفتاری عمل میں آئی بھی تھی تو وہ دھوکہ سے۔

توتا کو مسلمانوں کی بہادری کا علم تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بیس مسلمان امیروں کا گرفتار کرنا آسان ہی نہیں سخت دشوار ہے۔ اس لئے اس نے اب بھی اس امر کا اقرار نہیں کیا کہ یہ شرط پوری کر دی جائے گی۔ اس نے ارسوس سے کہا:

”اگرچہ شاہوں کے دربار میں کسی بادشاہ سے کچھ دریافت کرنا گستاخی میں داخل ہے لیکن معذرت چاہتے ہوئے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کیا تدبیریں کریں گے۔“

ارسوس: ماریہ مسلمانوں کو گرفتار کر کے لائے گی۔

توتا نے متحیر ہو کر کہا:

”شہزادی ماریہ؟؟“

ارسوس: ہاں!! تمہیں حیرت کیوں ہوئی؟

توتا: اس لئے کہ شہزادی صنفِ نازک سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ بہادر سہی، شیر دل سہی مگر مسلمانوں کو گرفتار کرنے کی جرأت نہ کر سکیں گی۔

ارسوس: تم نے اس کی بہادری نہیں دیکھی، وہ نہایت شجاع ہے۔ اس کے نزدیک یہ بات کچھ مشکل نہیں ہے۔

توتا کے لئے اب سوائے اس کے اور کوئی بات باقی نہ رہ گئی کہ وہ آخری شرط کو پورا کرنے کا بھی اقرار کر لے۔ چنانچہ اس نے کہا:

”شہزادہ عمود بھی پیچھے نہ رہیں گے، وہ یقیناً اس شرط کو پورا کر دیں گے!“

ارسوس: ہمارا بھی ایسا ہی خیال ہے۔ لیکن اگر وہ ڈر گیا اور اس شرط کو پورا نہ کر سکا تو پھر ماریہ مسلمانوں کو گرفتار کرے گی۔ اس وقت شہزادہ عمود کو شرمندگی ہوگی اور پھر ماریہ سے اس کا عقد نہ ہو سکے گا۔

تو تا: عمود شہزادی کی شرط کو ضرور بہ ضرور پورا کریں گے۔

ارسوس نے چند تحائف ملک شہریاض کے لئے دیئے اور تو تا کو کچھ انعام دے کر اسی وقت رخصت کر دیا۔

تو تا قطعِ مراحل کے بعد راس العین میں پہنچا۔ ملک شہریاض کو اس کی آمد کا بڑا انتظار تھا۔ جوں ہی اسے معلوم ہوا کہ تو تا آ گیا ہے، اس نے اسے طلب کیا۔

تو تا درباری لباس پہن کر شہریاض کے حضور میں باریاب ہوا۔ سب سے پہلے اس نے بادشاہ کو سجدہ کر کے سلام کیا۔ پھر وہ تحائف اس کے سامنے پیش کئے جو ارسوس نے اس کے لئے دیئے تھے۔ اگرچہ یہ تحائف کچھ زیادہ قیمتی نہ تھے لیکن چونکہ ان سے اتفاق و اتحاد قائم ہونے کی امید تھی، اس لئے شہریاض نے ان کی بڑی قدر و منزلت کی اور تو تا سے پوچھا:

"کہو ناکام واپس آئے یا کامیاب؟"

تو تا نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"حضور، کامیاب ہو کر آیا!"

شہریاض خوش ہو گیا۔ اس نے کہا:

"اب میں اور ارسوس مل کر یقیناً مسلمانوں کو زیر کر لیں گے اور پھر آرمینیہ پر بھی ہمارا قبضہ ہو جائے گا!!"

خود غرضی دونوں طرف تھی۔ ارسوس کو جو خیال تھا وہی شہریاض کو بھی تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی سلطنت پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھے۔ تو تا نے کہا:

"لیکن ارسوس نے چند شرطیں پیش کی ہیں!!"

شہریاض: کیا؟

تو تا: اس نے مہر میں ایک لاکھ دینار سرخ اور دو قلعے بارعیہ اور جملین طلب کئے ہیں۔

شہریاض: ہمیں منظور ہے۔ یہ قلعے اس کے قبضہ میں رہیں گے ہی کتنے روز! وہ بوڑھا ہے یا زیادہ سے زیادہ ادھیڑ عمر ہے۔ اس کی صرف ایک لڑکی ماریہ ہے جو میرے بیٹے کی بیوی ہو جائے گی۔ اس کے مرتے ہی اس کے ملک پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اور بھی کوئی شرط ہے؟

طوطا: ایک شرط ذرا سخت ہے۔ وہ یہ کہ شہزادی ماریہ بیس مسلمان امیروں کو چاہتی ہے جنہیں عقد کے روز مسیح علیہ السلام کی نذر ذبح کیا جائے گا۔

شہریاض: یہ مشکل ہے۔ بیس مسلمانوں کا گرفتار کرنا سخت دشوار ہے۔

طوطا: ارسوس نے کہا کہ اگر شہزادہ عمود اس شرط کو پورا نہ کر سکا تو ماریہ خود بیس مسلمانوں کو گرفتار کرے گی۔

شہریاض نے شاہزادہ عمود کو بلا کر اس سے شہزادی ماریہ کی شرط بیان کی۔ عمود نے ماریہ کے حسن و جمال کی تعریف سنی تھی۔ وہ اس پر بغیر دیکھے ہی فریفتہ ہو گیا تھا۔ اس نے کہا:

''میں اس شرط کو پورا کروں گا!''

شہریاض کو اس جواب سے بڑی خوشی ہوئی۔ چنانچہ بادشاہ نے بیس ہزار آزمودہ کار سوار اسے دے کر کہا:

''بیٹا جاؤ اور نام پیدا کرو!''

عمود دربار سے واپس آ گیا۔ چند ہی روز میں وہ تیار ہو کر مسلمانوں کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے یہ تدبیر سوچی کہ اچانک مسلمانوں کے کسی گروہ پر حملہ کر کے بیس مسلمانوں کو گرفتار کر لے۔

باب ۱۲

انتباہ

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ جلد سے جلد شمعونہ کو آرکہ پہنچانا چاہتے تھے۔ لیکن ایک تو راستہ بہت لمبا تھا، دوسرے ہر مقام پر مسلمانوں نے ان کی تواضع کیلئے انہیں روکا۔ تیسرے اکثر مقامات پر شمعونہ کے اصرار سے کئی کئی روز ٹھہرنا پڑا۔ اس لئے بھی ان کے اندازہ سے بہت زیادہ دن لگ گئے۔

اب وہ آرکہ کے علاقہ میں داخل ہو گئے تھے۔ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد آرکہ پہنچ جائیں لیکن شمعونہ چند گھنٹے سفر کر کے قیام کرنے کا تقاضا کر دیتی تھی۔ بہانہ یہ کرتی، کہ وہ دور دراز کا فاصلہ طے کرنے کی وجہ سے اس قدر رخستہ حال ہو گئی ہے کہ زیادہ سفر نہیں کر سکتی۔

ایک روز یہ دونوں ایک ایسے مقام پر فروکش تھے جو سبزہ سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک اونچا ٹیلہ تھا۔ وہ بھی سبز پوش تھا۔ یہ ٹیلہ کے دامن میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک مختصر خیمہ ایستادہ تھا۔

یہ خیمہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے بارش وغیرہ سے بچنے کے لئے ساتھ کر دیا تھا۔ اونٹ پر یہ خیمہ اور اس کی چوبیں لاد دی جاتی تھیں اور اس پر محمل کس دیا جاتا تھا۔

صبح کا وقت تھا۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نماز و تلاوت سے فارغ ہی ہوئے تھے۔ آفتاب حجلۂ مشرق سے نکل آیا تھا اور اس کی سنہری کرنیں سبز ٹیلے اور خیمے پر لوٹ رہی تھیں۔ گستاخ شعاعیں شمعونہ کے تاباں چہرہ پر پڑ کر بجلی کی طرح چمک رہی تھیں۔

خلافِ معمول اس وقت شمعونہ اپنی ہتھیلی پر چہرہ رکھے کچھ سوچ رہی تھی۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''کیا سوچ رہی ہو شمعونہ؟''

شمعونہ نے آہستہ آہستہ اپنا چہرہ اٹھایا، اور بڑی بڑی حسین آنکھیں اوپر کر کے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ کچھ وقفہ تک دیکھتی رہی پھر بولی:

''میں سوچ رہی ہوں کہ لوگوں کی کیا حالت ہے؟''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کیا بات ہوئی؟

شمعونہ: مجھے پادری کی حرکتوں پر رہ رہ کر افسوس ہو رہا ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: پادری نے کون سی انوکھی بات کی؟

شمعونہ نے حیرت سے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا:

''کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اس نے پادری ہوتے ہوئے عام آدمیوں سے بھی زیادہ بداخلاقی کا ثبوت دیا۔ پہلے مجھے پھسلایا، نامناسب ترغیب دی اور جب میں نہ مانی تو ایک دیہاتی کو مجھے اُٹھا لے جانے پر تعینات کر دیا۔ اگر اتفاق سے میں اس کی حرکتوں سے بدظن ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس نہ آجاتی اور میری چیخ سن کر آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھ نہ کھل جاتی تو وہ دیہاتی مجھے اٹھا کر لے جاتا۔''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: جانتی ہو ایسا کیوں ہوا؟

شمعونہ: صرف اتنا جانتی ہوں کہ پادری بُرے خیال کا اور بُری نیت کا آدمی ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اس میں پادری کا قصور نہیں ہے۔

شمعونہ: اور کس کا ہے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: خود تمہارا ہے۔

شمعونہ: میرا.................کیسے ہے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ایسے کہ تم بے پردہ رہتی ہو۔

شمعونہ: ہماری قوم میں پردہ کا رواج ہی نہیں ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اسی لئے اس قسم کے واقعات بھی پیش آتے ہیں۔

شمعونہ: نہیں، بلکہ لوگوں کے اخلاق اس قدر پست ہو گئے ہیں کہ وہ نامناسب حرکتیں کرنے لگے ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کیوں نہ کریں۔ سوچو جب کسی کو کوئی اچھی چیز نظر آتی ہے تو اسے اس کے حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے یا نہیں؟

شمعونہ: یہ تو انسانی فطرت ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: بس تم سمجھ لو کہ حسین عورت کو دیکھ کر مرد بھی اسے حاصل کرنے کی آرزو کرتا ہے۔ ہماری قوم میں پردہ ہے۔ مسلم عورتوں اور مردوں کے اخلاق بلند ہیں۔ اس لئے کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہیں آتا۔ تم نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ انسان کو دولت عزیز ہے۔ اس کی حفاظت کرتا ہے، اسے چھپا کر رکھتا ہے۔ عورت دولت سے بھی زیادہ بڑھ کر ہے۔ یہ ناموسِ ملت ہے۔ اس کی حفاظت دولت سے زیادہ ہونی چاہیے۔ دولت کو زمین میں دباتے ہیں تو عورت کو پردہ میں رکھنا چاہیے۔

شمعونہ: آپ رضی اللہ عنہ نے تو وعظ شروع کر دیا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اب خاموش رہوں گا۔

شمعونہ: آخر پادری نے ایسی حرکت کی ہی کیوں؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: یہ تو تم جانتی ہو گی!

شمعونہ: وہ کہتا تھا تم نہایت خوبصورت ہو۔ بغیر تمہارے میری زندگی دشوار ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: شاید ایسا ہو۔

شمعونہ کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ یا تو حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کے دل کی کیفیت معلوم کرنا چاہتی ہے یا ان کے دل میں رقابت کی آگ بھڑکانا چاہتی ہے۔ لیکن حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ نہایت ہی ٹھنڈے دل کے آدمی ہیں۔ ان پر کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔

شمعونہ خاموش ہو گئی۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اٹھ کر کہیں چلے گئے۔ وہ چاہتے تھے کہ سفر شروع کر دیں لیکن شمعونہ کو یہ مقام کچھ ایسا پسند آیا کہ اس نے اصرار کر کے قیام پر مجبور کر دیا۔

دوپہر کے بعد وہاں دو آدمی آئے۔ وہ مسلح تھے۔ انہوں نے شمعونہ کو غور سے دیکھا۔ پھر حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے رہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا:

"تم دونوں کیا دیکھ رہے ہو؟"

ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا:

"ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ تم دونوں کے تعاقب میں ہیں۔ وہ شاید اس لڑکی کو اٹھا لے جانے کی تاک میں ہیں!"

شمعونہ یہ سن کر نہایت متفکر ہوگئی۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''کیا کسی شخص نے انہیں اس کام پر مامور کیا ہے؟''

وہی شخص: جی ہاں، کسی پادری نے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مگر جب تک میں زندہ ہوں وہ اسے نہیں لے جا سکتے۔

وہی شخص: اچھا ہوگا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کی حفاظت میں رات کو جاگتے رہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اس کی حفاظت کے لئے ہر ممکن تدبیر کی جائے گی۔

وہ دونوں چلے گئے۔ شمعونہ کو چونکہ فکر ہوگئی تھی اس لئے اس نے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

''چلو یہاں سے چل کر کسی بستی میں قیام کریں۔''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کیوں، ڈر گئیں کیا؟

شمعونہ: ڈرنے کی بات ہی ہے۔ یہاں ویرانہ ہے، جنگل ہے۔ آبادی میں کچھ تو ڈھارس رہے گی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مگر تمہیں تو یہ مقام پسند ہے۔

شمعونہ: پسند تو اب بھی ہے لیکن ڈاکوؤں کا حال سن کر دل ڈرنے لگا ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ڈرتی کیوں ہو؟

شمعونہ: اگر وہ مجھے اٹھا کر لے گئے تو؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: حوصلہ رکھو، وہ میری موجودگی میں تمہیں اٹھا کر نہیں لے جا سکتے۔

شمعونہ: نہ معلوم وہ کتنے آدمی ہیں؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کتنے بھی ہوں۔ سو آدمیوں کے لئے تو میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اکیلا ہی کافی ہوں۔

شمعونہ: اگر کہیں کافی نہ ہوئے تو......

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کیا تمہیں اس میں کچھ شک ہے؟

شمعونہ: توبہ کرو۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں ان مجاہدین کے ساتھ تھا جو یرموک کے مقام پر فقط ساٹھ ہو کر بھی ساٹھ ہزار سے لڑنے گئے تھے۔

شمعونہ: ہاں، یہ بات مجھے معلوم ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: پھر تمہیں میری بہادری پر کیوں شک ہوا؟

شمعونہ: شک تو نہیں ....

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں کسی وقت تمہیں اپنی والدہ کی دلیری کے واقعات سناؤں گا۔ وہ ایسی بہادر تھیں کہ تنہا سو مردوں کے مقابلہ میں آجاتی تھیں۔ انہوں نے ایک دو مرتبہ نہیں کئی بار پچاس پچاس آدمیوں کو شکست دے کر بھگا دیا تھا۔

شمعونہ: اچھا!! آپ رضی اللہ عنہ وہی کرتے ہیں جو کہہ دیتے ہیں!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مرد کو وہی کرنا چاہیے۔

شمعونہ: شاید کوئی وقت ایسا بھی آجائے کہ آپ رضی اللہ عنہ وہ نہ کر سکیں جو کہیں!!

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اس خوبصورت بُت کو دیکھنے لگے۔

باب ۱۴

آغازِ جنگ

مسلمانوں کے جاسوس اس سرزمین میں بھی موجود تھے۔ یہ لوگ عرب متنصرہ تھے۔ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ انہیں اس صلہ میں معقول اجرت دیا کرتے تھے۔ ان جاسوسوں نے حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کے پاس آکر عمود کی لشکر کشی کا تمام حال کہہ سنایا۔ یہ بھی کہہ دیا کہ عیسائیوں کا ارادہ یہ ہے کہ تمہیں غافل پاکر رات کو اچانک آ جائیں اور جس قدر زیادہ ممکن ہو تمہارے آدمیوں کو گرفتار کر لیں۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''انشاء اللہ تعالیٰ ان کا مکر انہیں ہی خوار کرے گا!''

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے فوراً مجلسِ شوریٰ قائم کی۔ تمام افسروں کو اپنے خیمہ میں بلالیا۔ ان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی تھے۔ یہ سب لوگ وہ تھے جنہوں نے واقعی اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اس کی راہ میں ہبہ کر دیا تھا۔ 'عبادت اور جہاد'، یہ دونوں ان کے مشاغل تھے۔

حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے ان عربوں کے سامنے وہ تمام باتیں بیان کیں جو جاسوسوں نے ان سے کہی تھیں نیز انہوں نے فرمایا:

''شہریاض نے جو راس العین کا بادشاہ ہے، اپنے بیٹے عمود کو جمعیتِ کثیر کے ساتھ روانہ کیا ہے۔ عمود اور اس کے ہمراہیوں کا یہ ارادہ ہے کہ وہ اچانک مسلمانوں پر شبخون مار کر مسلمانوں کی بھاری تعداد گرفتار کر لیں۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: لیکن عمود مسلمانوں کو گرفتار کرنا کیوں چاہتا ہے؟

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: اس کے متعلق ایک عجیب روایت بیان کی جاتی ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: وہ کیا؟

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: بیان یہ کیا جاتا ہے کہ ماردین کے بادشاہ کی ایک بیٹی ہے۔ شہریاض اپنے بیٹے عمود کی اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اس لڑکی نے یہ شرط پیش کی ہے کہ اگر بیس مسلمان امیروں کو گرفتار کر کے اس کے حوالہ کیا جائے، تب وہ شادی کر سکتی ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہنس کر فرمایا:

''عجیب شرط ہے! اللہ تعالیٰ نے چاہا تو عمود اور وہ لڑکی دونوں گرفتار ہوں گے۔''

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: انشاءاللہ تعالیٰ!! اب مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہیے۔

ہر ایک نے اپنی سمجھ کے موافق مشورہ دیا۔ سب کے بعد میں حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میری رائے یہ ہے کہ ہمارے لشکر جو متفرق ہو رہے ہیں وہ ایک جگہ ہو جائیں۔ حضرت عبداللہ بن غسان رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ جو ماکسین اور شمسانیہ وغیرہ کی طرف ہیں، انہیں لکھا جائے کہ وہ راس العین کی طرف بڑھیں۔ لیکن یہ احتیاط رکھیں کہ دشمن ان کی نقل و حرکت سے خبردار نہ ہو۔ ادھر آپ کسی ہوشیار افسر کی ماتحتی میں کچھ لشکر بطور ہراول دستہ کے روانہ کریں اور خود مع تمام سپاہ کے اس کے بعد کوچ کریں۔ کوشش یہ کی جائے کہ جس طرح عیسائی ہم پر غفلت کی حالت میں حملہ کرنا چاہتے ہیں، اسی طرح ہم ان پر غفلت کی حالت میں حملہ کر کے ان کے بہادروں کو مار ڈالیں، اور عمود کو گرفتار کر لیں!''

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ اور تمام مجاہدین کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی یہ رائے بہت پسند آئی۔ فوراً حضرت عبداللہ بن غسان رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے گئے۔ ان خطوں میں عیسائیوں کے ارادے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مشورے سے مفصل اطلاع دی گئی، اور یہ خطوط حضرت سراقہ بن دارم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کر دیے گئے۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''ہراول دستہ کی سپاہ کا افسر میں آپ رضی اللہ عنہ مقرر کرتا ہوں۔ اس میں آپ رضی اللہ عنہ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ میں خوشی سے اس خدمت کو انجام دینے کے لئے تیار ہوں۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: اچھا آپ جس قدر لشکر مناسب سمجھیں اپنے ساتھ لے لیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: زیادہ لشکر کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف دو ہزار مجاہدین میرے ساتھ کر دیجئے۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: میں نے آپ کے کارنامے خوب دیکھے ہوئے ہیں۔ آپ دو ہزار مجاہدین لے کر ابھی روانہ ہو جائیں۔ لیکن مدد کی ضرورت ہو تو فوراً اطلاع دیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ایسا ہی ہوگا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تیاری شروع کی۔ ابھی وہ روانہ نہیں ہوئے تھے کہ چند جاسوس اور آئے۔ انہوں نے حضرت عیاض رضی اللہ عنہ سے کہا:

''عمود بیس ہزار تجربہ کار افسروں اور سپاہیوں کے ساتھ آرہا ہے۔ اس کے ساتھ توتا اور رودس.......... دو زبردست جنگجو افسر بھی ہیں۔''

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خیمہ پر پہنچ کر انہیں بھی اس خبر سے مطلع کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ دو ہزار سرفروش مسلمانوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ وہ کئی روز چلتے رہے۔ انہوں نے چند جاسوس عمود اور اس کے لشکر کی خبر لانے کے لئے آگے بھیج دیئے۔

ایک روز یہ جاسوس خبر لائے کہ عمود کی فوج صرف دس فرسخ کے فاصلہ پر مقیم ہے۔ اسی روز شام کو حضرت عبداللہ بن غسان رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کے فرستادہ قاصد بھی آئے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ وہ دونوں عمود کے لشکر کے قریب پہنچ گئے ہیں اور کمین گاہ میں چھپے ہوئے ہیں۔

دوسرے روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ دو ہزار سواروں کو ساتھ لے کر سوار ہوئے اور عمود کی طرف چلے۔ جب آٹھ فرسخ طے کر لیے تو انہوں نے اپنے لشکر کے دو حصے کئے۔ ایک کو غرب کی جانب بھیجا اور دوسرا اپنے تحت میں رکھ کر مشرق کی طرف چلے۔

ادھر عبداللہ بن غسان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ شمال کی طرف سے اور حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ وہ جنوب کی جانب سے اس وقت اچانک حملہ کریں، جب شورِ جنگ

سنیں۔

اس کاروائی سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا منشا یہ تھا کہ عمود پر چاروں طرف سے حملہ کیا جائے اور اُسے اور اس کے سپاہیوں کو بھاگنے کا موقع نہ دیا جائے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار ہزار سپاہ تھی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو ہزار مجاہدین تھے۔ گویا چھ ہزار مسلمان بیس ہزار عیسائیوں سے لڑنے کی تیاری کر رہے تھے۔

اس انتظام کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پانچ سو جوانمردوں کو اپنے ایک ہزار جوانمردوں میں سے جدا کر کے حضرت عدی بن سالم الہلالی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں دے کر حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی کہ جب میں حملہ کروں اور جنگ کے شرارے بلند ہو جائیں تو آپ، تین قاصد، تینوں اسلامی افسروں کے پاس حملہ کرنے کا حکم دے کر بھیجیں اور خود بھی حملہ کر دیجئے گا۔

اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ پانچ سو جوانمردوں کو اپنے ساتھ لے کر عمود کے لشکر کی طرف چلے۔ رومیوں کا لشکر قریب ہی تھا۔ وہ بہت جلد ان کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگایا۔

اس نعرہ کی آواز سنتے ہی رومیوں نے گھبرا کر دیکھا۔ عمود، توتا اور رودس بھی اپنے اپنے خیموں سے نکل آئے۔ جب ان تینوں نے مسلمانوں کی طرف نگاہ کی اور ان کی بہت ہی تھوڑی جماعت دیکھی تو مسلمانوں کو حقیر جانا۔

عمود نے خوش ہو کر کہا:

> ”کس قدر خوشی کی بات ہے کہ تھوڑے سے مسلمان ازخود ہمارے سامنے آ گئے ہیں۔ قسم ہے صلیبِ مقدس کی حضرت مسیح علیہ السلام ہی نے انہیں ہمارے سامنے لا ڈالا ہے۔ کون ان مسلمانوں کو گرفتار کرنے کے لئے ان کی طرف بڑھے گا؟ وہ آج سے ہمارے مقربین میں سے ہوگا اور اس کی جاگیر میں بہت کچھ اضافہ کر دیا جائے گا۔“

مگر کسی افسر کو بھی مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ رودس والیِ حران نے کہا:

> ”میں مسلمانوں کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا۔ ان مسلمانوں کے مقابلہ میں مَیں اپنا لشکر لے کر جاتا ہوں اور حضرت مسیح علیہ السلام کی مہربانی سے انہیں باندھے لاتا ہوں۔ جو اُن میں سے لڑیں گے، انہیں قتل کر آؤں گا۔“

تو تا نے کہا:

''ہاں جاؤ۔تم یقیناً انہیں سب کو گرفتار کر لو گے۔ ملک علام تم سے بہت خوش ہوں گے۔تم ان کے مصاحبین خاص میں شامل ہو جاؤ گے۔''

رودس پانچ ہزار جرار سواروں کو ساتھ لے کر چلا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پانچ سو جانبازوں سے جالڑا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے نہایت جوش سے حملہ کیا۔رومی بھی ان پر ٹوٹ پڑے۔تلواریں میانوں سے نکل آئیں۔ جنگ و جدل شروع ہوگئی۔ بہادر لڑنے لگے۔ تلواریں کاٹنے لگیں۔خونریزی شروع ہوگئی۔سروں پر سر اور دھڑوں پر دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔

مسلمانوں نے رومیوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا۔نہایت پھرتی سے انہیں قتل کرنے لگے۔رومی بھی جوش میں آ آ کر حملے کر رہے تھے۔وہ بھی مسلمانوں کو موقع پا کر قتل و زخمی کر دیتے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی پُر زور حملے کر کے رومیوں کو قتل کر رہے تھے۔انہوں نے رودس کو دیکھا جو اپنی فوج کو لڑا رہا تھا۔انہوں نے اس پر حملہ کیا۔

رودس نے تلوار سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر وار کیا۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا وار روک کر اس کو نیزہ مارا۔ نیزہ اس کے سینہ پر پڑا۔ چونکہ وہ لوہے کی زرہ پہنے ہوئے تھا،اس لئے نیزہ نے کوئی اثر نہ کیا۔لیکن وہ گھوڑے پر قائم نہ رہ سکا اور اُلٹ کر گھوڑے کی دُم کی طرف گرا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت ہمام رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے سے کود کر جلدی سے رودس کو باندھا اور اسے لے کر میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹ گیا۔

باب ۱۴

عمود کی گرفتاری

جب رودس کے گرفتار ہو جانے اور کثیر رومیوں کے مارے جانے کی اطلاع عمود اور تو تا کو ہوئی تو دونوں کو بڑا غصہ آیا۔ وہ بہت جلد مسلح ہو کر میدان میں نکل آئے۔ انہوں نے سارے لشکر کے ساتھ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے پانچ سو ہمراہیوں پر حملہ کر دیا۔ گویا بیس ہزار رومی پانچ سو مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔

مسلمان گھبرائے نہیں بلکہ بڑے استقلال، ثابت قدمی اور جرأت و ہمت سے ان کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ رومی شور کر رہے تھے۔ ان کے شور سے تمام میدانِ جنگ گونج رہا تھا۔

تلواریں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں۔ نہایت پھرتی سے چل رہی تھیں۔ مار کاٹ زور شور سے ہو رہی تھی۔

سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ خون کے فوارے اُبل رہے تھے۔ ابھی رومیوں کو اپنی پوری جمعیت کے ساتھ حملہ آور ہوئے کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ عدی بن سالم الہلالی رضی اللہ عنہ نے پانچ سو کی جمعیت سے حملہ کر دیا۔

اب مسلمان ایک ہزار ہو گئے اور رومی بیس ہزار۔ اگرچہ اب بھی مسلمانوں اور رومیوں کا کوئی تناسب نہ تھا۔ رومی بہت زیادہ تھے اور مسلمان بہت کم۔ لیکن مسلمان بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔

رومیوں میں وہ جوش نہ تھا جو مسلمانوں میں تھا۔

تو تا نے پانچ ہزار رومیوں کو لے کر نہایت سختی سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جمعیت پر حملہ کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی برق پاش تلوار لے کر جھپٹے۔ اس وقت وہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے

جو یہ تھے:۔

وَاِنَّا لَقَوْمٌ لَا نُكِّل سُيُوْفَنَا
مِنَ الضّرب فِي اَعنَاقِ سُوقِ الكِتَاب
سُيُوْفٌ ذُخرنَا هَا لَقِتل عُدُوّنَا
وَاعْزَازِ دِينِ اللّٰهِ مِنْ كُلِّ جانب
قَتَلْنَا بها كُلَّ اِلبطارِق عَنوَةً
وَاجْلَاءِ سُوْق الْمُلكِ مِن كُلِّ جانب
اِلٰى اَن مَلكُنَا الشامَ قَهْرٌ وَ غِلظَةً
وَصُلْنَا عَلٰى اعدائِنَا باالقوضب
اَنَا خَالِدٌ الْمقدَامِ لَيْثَ عشِيْرَتِی
اِذْ هَمَهْمّتُ اَسَدُ الوغافیَ المُغَالب

''ہم وہ قوم ہیں جن کی تلواریں کند نہیں ہوتی ہیں۔لشکر کے سرداروں کی گردنیں مارنے کیلیۓ ہم نے دشمنوں کے قتل کرنے کے لئے تلواروں کا ذخیرہ جمع کیا ہے۔

اسلحہ کا جمع کرنا ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے دین کی ترقی اور اعزاز کے لئے ہے۔ہم نے بطارقہ کو غلبہ حاصل کرنے کے لئے قتل کیا۔

اس لیے کہ ملک کی ہر طرف سے انہیں نکال دیں، ہم ازروئے قہر وغلبہ کے ملکِ شام کے مالک ہو گئے۔

ہم اپنے دشمنوں پر بہ زورِ شمشیر مسلط ہوئے ہیں۔ میں خالد رضی اللہ عنہ ہوں، (لشکرِ اسلام کا) مقدمۃ الجیش میں اپنی قوم کے ان شیروں میں ہوں جو جنگ گاہ میں گونجتے ہیں۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے اور نہایت دلیری اور بہادری سے حملے کرتے جاتے تھے۔ان کا ہر حملہ نہایت سخت ہوتا تھا۔وہ پرے کے پرے صاف کر دیتے تھے۔ جس طرف وہ حملہ کرتے تھے،اسی طرف ان کا رکابی دستہ ٹوٹ پڑتا تھا۔

جس صف پر وہ حملہ آور ہوتے تھے،اسے درہم برہم کر ڈالتے تھے۔اکثر ایسا ہوتا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جوش میں آ کر حملہ کرتے اور رومی پیچھے دب جاتے۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے

ہمراہی ان پر یورش کر کے انہیں پچھلی صف پر الٹ دیتے۔

رومی بھی بڑے جوش وخروش سے لڑ رہے تھے۔ وہ غیظ وغضب میں آ کر حملہ تو کرتے لیکن جب مسلمانوں کے پاس پہنچتے تو مسلمان جوابی حملہ کر کے انہیں ہٹا دیتے تھے۔

رومیوں نے ہر طرف سے مسلمانوں کو نرغہ میں لے لیا تھا۔ چاروں طرف سے ان پر تلواروں کا مینہ برسا رہے تھے۔ مسلمان ان کے واروں کو روک کر خود بھی ان پر حملے کر کے انہیں قتل کر رہے تھے۔

رومی دیکھ رہے تھے کہ مسلمان ان کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑے ہیں۔ وہ انہیں پسپایا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن مسلمان گویا لوہے کے بنے ہوئے تھے۔ نہ قتل ہوتے تھے نہ پیچھے ہٹتے تھے، بلکہ نہایت جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔

عمود کو سخت طمع لاحق تھی کہ جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو گرفتار کر لے۔ وہ دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا اور مسلمانوں کو قتل کرنے کے بجائے گرفتار کرنے کی فکر میں تھا۔ لیکن اب تک ہزار کوشش کرنے پر کسی ایک مسلمان کو بھی گرفتار نہ کر سکا تھا اور مسلمانوں نے اس کے بہت سے سپاہیوں کو موت کی آغوش میں پہنچا دیا تھا۔

جب کہ جنگ کے شرارے بلند ہو رہے تھے اور اس آگ میں سرفروش جل رہے تھے، اس وقت ایک طرف سے حضرت عبداللہ بن غسان رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف سے حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ نے نمودار ہو کر اس شدت سے حملہ کیا کہ رومی گھبرا کر پیچھے ہٹ کر سمٹ گئے۔

اب مسلمان رومیوں کے چاروں طرف پھیل گئے اور انہوں نے رومیوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا۔ رومی تناور درختوں کی طرح کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ ان کی لاشوں سے میدان لبریز ہونے لگا۔ خون بارش کے پانی کی طرح بہنے لگا۔

توتا بڑے جوش وخروش سے لڑ رہا تھا۔ وہ رومیوں کو لڑائی کی ترغیب دے کر خود بھی حملہ کرتا تھا۔ رومی بھی اس کے ساتھ ہی حملہ کرتے تھے۔ وہ مسلمانوں پر یورش کر کے انہیں قتل کرنا یا پیچھے ہٹانا چاہتے تھے لیکن مسلمانوں کے قدم کچھ ایسے جم گئے تھے کہ اکھڑتے ہی نہ تھے۔ وہ ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ اور جب رومیوں کے حملہ کا زور کم ہو جاتا تھا تو پھر مسلمان ایسا سخت حملہ کرتے تھے کہ رومی ڈر کر پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن غسان رضی اللہ عنہ نے توتا کو گھورا۔ وہ رومیوں کو مارتے کاٹتے اس کی طرف بڑھے۔ ان کے ہمراہی مسلمانوں میں سے تقریباً پانچ سو نوجوان ان کے ہمراہ چلے۔ انہوں

نے ایسے سخت حملے کیے اور اس جوش سے تلوار زنی کی کہ رومیوں کی صفوں میں دراڑیں پڑ گئیں۔

مسلمان ان شگافوں میں گھس کر اگلی صفوں پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رجز بولتے ہوئے بے خوفی سے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ آخر وہ توتا کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے اس پر حملہ کیا۔ توتا بھی بڑا جنگجو تھا۔ اس نے نہایت آسانی سے ان کا حملہ رد کر کے خود بھی ان پر حملہ کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی اس کا وار بچا گئے۔

دونوں بہادر، تجربہ کار، جنگجو اور فنونِ جنگ کے خوب ماہر تھے۔ بڑی ہوشیاری سے لڑنے لگے۔ دیر تک جنگی فنون کا مظاہرہ کرتے رہے۔ آخر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جوش میں آ کر تلوار کا وار کیا۔ توتا نے غلطی سے اپنی تلوار پر ان کی تلوار کو روکا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تلوار نے اس کی تلوار کاٹ ڈالی۔ توتا گھبرا گیا۔ وہ سخت خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اس کے کمر بند پر ہاتھ ڈال کر اسے اٹھایا اور اپنے ہمراہیوں کے سپرد کر دیا۔ ان کے ہمراہیوں نے اسے رسیوں میں جکڑ لیا اور اسے بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت ہمام رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا۔ حضرت ہمام رضی اللہ عنہ نے اسے رودس کے برابر میں ڈال دیا۔

توتا کے ہمراہیوں نے جب توتا کو گرفتار ہوتے دیکھا تو ان کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ وہ خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ مسلمان سمجھ گئے کہ ان پر ہیبت طاری ہو گئی ہے۔ انہوں نے ایک اور پُر زور حملہ کیا۔ کچھ دیر تو توتا کے ہمراہی ڈٹے رہے لیکن جب مسلمانوں کی تلواروں نے انہیں کاٹنا شروع کر دیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے بھاگتے ہی رودس کے ہمراہیوں کے بھی قدم اکھڑ گئے اور وہ بھی بھاگ پڑے۔

اب میدان میں عمود اور اس کا دس ہزار لشکر رہ گیا۔ مسلمان کل چھ ہزار تھے۔ اب بھی رومیوں ہی کی تعداد زیادہ تھی۔ عمود ابھی تک مسلمانوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی۔

چونکہ رومیوں کا آدھا لشکر پسپا ہو چکا تھا، اس لئے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ انہوں نے اور بھی جوش و غضب میں آ کر حملے شروع کئے۔ ہر حملہ میں وہ دس بیس رومیوں کو موت کی گود میں پہنچا دیتے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بڑی ہی بے باکی اور نہایت سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ ان کی تلوار موت کا پیغامبر بن گئی تھی۔ جس پر پڑتی تھی، اسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتی تھی۔ انہوں نے ان گنت عیسائیوں کو قتل کر ڈالا تھا۔ ایک طرف سے وہ اور دوسری طرف سے عبداللہ بن غسان رضی اللہ عنہ عمود کی

طرف بڑھے اور درمیانی رومیوں کو مار مار کر ہٹاتے گراتے اس کے پاس پہنچ گئے۔

اگرچہ عمود کافی بہادر اور جری تھا لیکن ان دو اسلامی شیروں کو حملہ آور ہوتے دیکھ کر گھبرا گیا۔ موت اس کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگی۔ اس نے گھوڑا واپس لوٹایا اور بھاگنے کا قصد کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا:

''کہاں بھاگا جاتا ہے او دشمنِ خدا؟ میں سمجھتا ہوں عمود تُو ہی ہے جو مسلمان امراء کو گرفتار کرنے آیا تھا!''

عمود تاج اوڑھے تھا۔ اس نے کچھ نہ سنا، گھوڑے کو سرپٹ چھوڑ دیا۔ مگر ابھی زیادہ دور نہ گیا تھا کہ ادھر سے سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے اسے روکا۔ پیچھے سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ گھوڑے دوڑائے پہنچے۔

ان تینوں نے ایک ساتھ اس پر وار کیا۔ وہ جلدی سے گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ ساتھ ہی سہیل کود کر اس کے اوپر پہنچے۔ انہوں نے چاہا کہ اسے قتل کر ڈالیں لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اس بزدل کو قتل نہ کرو، گرفتار کر لو!''

حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے اسے گرفتار کر لیا۔ جب رومیوں نے عمود کو مسلمانوں کے پنجہ میں گرفتار دیکھا تو گھبرا کر بھاگے۔ مسلمانوں نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا مگر رومی تیزی سے دوڑے چلے گئے۔ مسلمان واپس لوٹ آئے۔ انہوں نے عمود کے کیمپ پر چھاپہ مارا۔ چونکہ وہ شہزادہ تھا، بڑے ساز و سامان کے ساتھ آیا تھا، اس لئے مسلمانوں کو بہت زیادہ مالِ غنیمت ملا۔

اس معرکے میں ایک ہزار سات سو چھیاسٹھ رومی قتل ہوئے۔ چار ہزار کے قریب گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ مسلمان اناسی (۷۹) شہید ہوئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمان شہداء کو جمع کرا کے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور انہیں احترام کے ساتھ دفن کرا دیا۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہ مع تمام لشکر کے واپس لوٹے اور حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ تمام قیدی مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے اور مالِ غنیمت میں سے خمس نکال کر مجاہدوں میں بانٹ دیا۔

باب ۱۵

شمعونہ کی گرفتاری

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اور شمعونہ دونوں اسی سبزہ زار مقام پر ٹھہرے رہے جس میں وہ مقیم تھے۔ اس مقام کے قریب وجوار میں کوئی آبادی یا بستی نہ تھی۔

جب رات ہوئی اور حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز پڑھ لی، تو شمعونہ نے کہا:

''آپ نے اپنی والدہ کے واقعات بیان کرنے کا وعدہ کیا تھا!''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مجھے یاد ہے۔ اطمینان رکھو کسی وقت ان کا ایک آدھ واقعہ سنا دوں گا۔ اگر تمام واقعات سنانے لگوں تو کئی روز بیان کرنے کو چاہئیں۔

شمعونہ: اس سے بہتر کونسا موقع ہوگا؟ ہمیں رات جاگ کر بسر کرنی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کے واقعات بیان کرتے رہیں، میں سنتی رہوں گی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: آخر تم اس قدر ڈر کیوں گئی ہو؟

شمعونہ: ڈر تو نہیں گئی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: پھر رات بھر جاگنا کیوں چاہتی ہو؟

شمعونہ: حفاظتِ خود اختیاری میں کیا حرج ہے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کچھ حرج نہیں ہے، تم پہرہ دو۔

شمعونہ: اور آپ رضی اللہ عنہ؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مجھے تو نیند آ رہی ہے۔ میں سوؤں گا۔

شمعونہ: گویا آپ رضی اللہ عنہ چاہتے ہیں کہ لوگ مجھے پکڑ کر اس پادری کے پاس لے جائیں، جس سے مجھے نفرت ہے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: نہیں، نہ میں یہ چاہتا ہوں اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔

شمعونہ: ممکن کیوں نہیں ہے؟ جب آپ رضی اللہ عنہ سو جائیں گے اور میں بھی سو جاؤں گی تو ڈاکوؤں کو کون دیکھے گا اور کون روکے گا؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اگر انہیں میری موجودگی کا علم ہے تو وہ کبھی یہاں آنے کی جرأت نہ کریں گے۔

شمعونہ: تب آپ رضی اللہ عنہ منادی کرا دیں کہ میں یہاں موجود ہوں۔

یہ کہہ کر شمعونہ مسکرانے لگی۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ میں متانت زیادہ تھی۔ انہوں نے فرمایا:

''منادی کی ضرورت نہیں، بہادروں کا شہرہ خود ہی ہو جاتا ہے۔''

شمعونہ: مگر میں آپ رضی اللہ عنہ کو آج ساری رات جگاؤں گی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کس طرح؟

شمعونہ: میں خود تدبیر کر لوں گی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اچھا!!

یہ کہہ کر وہ لمبی تان کر لیٹ گئے۔ شمعونہ شوخ نگاہوں سے بیٹھی انہیں دیکھتی رہی۔ اس کے جاں بخش لبوں پر دلفریب تبسم کھیل رہا تھا۔ گویا وہ سمجھ رہی تھی کہ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ دل لگی کر رہے ہیں اور وہ سوئیں گے نہیں۔

لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس کے دیکھتے ہی دیکھتے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ سو بھی گئے۔ اسے ناگوار لگا۔ غصہ بھی آیا۔ لیکن حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کچھ ٹھنڈے دل کے آدمی تھے۔ وہ ذرا بھی جذباتی نہ ہوئے۔

شمعونہ کو خوف دامن گیر تھا۔ وہ سہم رہی تھی کہ کہیں کسی طرف سے ڈاکو خیمہ کے اندر نہ گھس آئیں۔ چونکہ ٹھنڈے گرم دن تھے، دن کو گرمی جبکہ رات کو قدرے سردی ہوتی تھی۔ اس لئے یہ دونوں خیمے کے اندر سوتے تھے۔ گھوڑے اور اونٹ کو قریب قریب باندھ کر ان پر بھی سایہ کر دیتے تھے۔ گھوڑے کا رسہ اور اونٹ کی نکیل خیمہ کے اندر والے چوب سے باندھتے تھے۔

دیر تک شمعونہ تنہا بیٹھی جاگتی رہی۔ اسے نیند ہی نہیں آئی۔ اس کا خوف اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ کھٹکے پر کان لگے ہوئے تھے۔ ذرا پتہ کھٹکا اور اس کا نازک دل بلیوں اچھلنے لگا۔

ایک مرتبہ کچھ زور کا کھٹکا ہوا۔ وہ اچھل پڑی۔ اس نے جلدی سے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو جگایا۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انہوں نے دریافت کیا:

''کیا ہے شمعونہ!! کیا تم اب تک جاگ رہی ہو؟''

شمعونہ: جی ہاں!! خیمہ سے باہر ابھی کچھ کھٹکا ہوا ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ جلدی سے اپنی تلوار لے کر خیمہ سے باہر نکلے۔ چاند آسمان پر تیر رہا تھا۔ چاندنی چٹک رہی تھی۔ سفید چاندنی اس وقت بہت ہی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ باہر کچھ بھی نہ تھا۔ البتہ کوئی پرندہ کچھ فاصلہ پر اپنے پر پھڑ پھڑا رہا تھا۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ خیمہ کے اندر آئے۔ انہوں نے فرمایا:

"باہر میدان صاف ہے شمعونہ۔"

شمعونہ: مجھے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کوئی رسّوں میں الجھ کر گرا ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: وہ کوئی پرندہ ہے جو کہیں دور پر پھڑ پھڑا رہا ہے۔

شمعونہ: توبہ!! میں تو سہم گئی تھی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تم فضول ڈر ڈر کر ہلکان ہوئی جا رہی ہو، بے فکر ہو کر سو جاؤ۔

یہ کہتے ہی حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ انہوں نے فرمایا:

"اچھا اب تم سو جاؤ میں پہرہ دوں گا!"

شمعونہ: اگر آپ رضی اللہ عنہ بھی سو گئے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مجھے یقین ہے تب بھی تمہیں کوئی نہ لے جا سکے گا۔ جب میں اطمینان دلا رہا ہوں پھر تمہیں کیا اندیشہ ہے!

شمعونہ: کچھ نہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اب تم سو جاؤ۔ جب تک کہ غلبۂ نیند سے میری آنکھیں بند نہ ہونے لگیں گی، اس وقت تک میں جاگتا رہوں گا۔

شمعونہ لیٹ گئی۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ خیمہ کے اندر کوئی روشنی کا تو انتظام تھا نہیں، اس میں ایک طرف قدِ آدم کی اونچائی پر ایک دریچہ تھا، حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے اس دریچہ کا کپڑا اٹھا دیا۔ کپڑا اٹھتے ہی دریچہ میں سے چاندنی چھننے لگی۔ خیمہ روشنی سے بھر گیا۔ اتفاق سے عین دریچہ کے نیچے شمعونہ لیٹی تھی۔ اسے نیند آ گئی تھی۔ جوانی سو رہی تھی اور حسن محوِ خواب تھا۔ چاندنی اس کے رخِ انور پر آ آ کر پڑ رہی تھی۔ اس کا چہرہ جگمگانے لگا تھا۔

اتفاق سے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ اس کے روشن چہرہ پر جا پڑی۔ انہوں نے کہا:

"شمعونہ سو رہی ہے۔ لیکن مجھے اس کے چہرہ کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے۔

شیطان ایسے ہی وقت میں حملہ کرتا ہے۔"

انہوں نے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔ وہ آدھی رات تک بیٹھے رہے۔ آخر رفتہ رفتہ نیند نے ان پر غلبہ کرنا شروع کیا۔ وہ لیٹ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں انہیں نیند آ گئی۔

اس وقت دونوں سو رہے تھے۔ چاند اپنی منزلیں طے کر رہا تھا۔ دریچہ میں سے جو چاندنی چھن چھن کر آ رہی تھی، اب وہ غائب ہونے لگی تھی۔ اس وقت خیمہ کے باہر چار آدمی آ کر کھڑے ہوئے۔ چاروں مسلح تھے۔ ان میں سے ایک نے خیمہ کے دروازہ کے پردہ کو دیکھا۔ وہ بندھا ہوا نہیں تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''خوش قسمتی سے پردہ کھلا ہوا ہے!''

دو آدمی خیمہ کے اندر نہایت آہستگی سے داخل ہوئے۔ ابھی تک چاند کی اپنی روشنی خیمہ کے اندر آ رہی تھی جس سے خیمہ کی ہر چیز نظر آ رہی تھی۔ شمعونہ کو انہوں نے دیکھ لیا۔ ان میں سے ایک شخص نے شمعونہ کے چہرہ پر کپڑا ڈالا اور جلدی سے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسنے لگا۔

شمعونہ گھبرا کر جاگ اٹھی۔ اس نے چیخنا چاہا۔ لیکن اس کا منہ بند ہو چکا تھا، آواز نہ نکل سکی۔ اس نے ہاتھ پاؤں چلانے شروع کیے۔ دوسرا شخص ننگی تلوار لیے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کے سرہانے کھڑا ہو گیا تھا تاکہ اگر شمعونہ شور کرے اور وہ اٹھیں تو وہ فوراً تلوار سے حملہ کر ڈالے۔ جب شمعونہ نے ہاتھ پیر ہلائے تو دوسرے شخص نے پہلے سے کہا:

''جلدی قابو میں کرو، کہیں یہ عرب اٹھ نہ جائے!''

اس عرصہ میں تیسرا آدمی بھی خیمہ میں آ گیا۔ اس تیسرے شخص نے پہلے آدمی کے ساتھ مل کر شمعونہ کو زبردست قابو کر لیا اور بڑی پھرتی سے شمعونہ کے منہ پر ڈھاٹا باندھ دیا۔ پھر ریشم کی ڈوری سے جکڑ دیا اور دونوں بڑی آہستگی سے اسے لے کر چلے۔ جب وہ خیمہ سے باہر نکل گئے، تب حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کے سرہانے کھڑا ہوا شخص بھی باہر نکل آیا۔ اب ان چاروں نے تیزی سے چلنا شروع کیا۔ لیکن ابھی وہ بیس قدم سے زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ آواز آئی۔

''ٹھہرو!! کہاں جاتے ہو؟''

چاروں اس آواز کو سن کر ڈر گئے۔ انہوں نے ایک ساتھ پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ انہیں حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ آتے ہوئے نظر آئے۔ ان کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ ڈاکوؤں نے کہا:

''یہ تنہا شخص کیا کر سکتا ہے۔ اس لڑکی کو زمین پر رکھ دو اور اس کا مقابلہ کرو!''

چنانچہ انہوں نے شمعونہ کو زمین پر لٹا دیا اور حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

باب ۱۶

حیلہ

عمود کے وہ سوار جو شکست کھا کر بھاگے تھے، جب راس العین میں پہنچے اور انہوں نے عمود، توتا اور رودس کی گرفتاری اور رومیوں کی شکست کا حال بیان کیا تو شہریاض کو اپنے مملکت کے زوال کا یقین ہو گیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ اگر وہ راس العین میں ٹھہرا رہا تو مسلمان ضرور اس پر حملہ کر کے اسے بھی گرفتار کر لیں گے۔

چنانچہ راس العین کے قلعے کا معقول انتظام کر کے وہ وہاں سے مرجِ رغبان میں جا پہنچا۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر راس العین میں اسے ہزیمت ہوئی تو اس کے لئے بھاگنے کا بھی موقع نہ ملے گا اور اگر مرجِ رغبان میں شکست ہو جائے تو وہاں سے بہت سے قلعے قریب تھے، ان میں سے کسی میں بھی پناہ لے سکتا تھا۔

اس نے ماریہ کے باپ ارسوس کو بھی رومیوں کی شکست اور عمود کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ ارسوس کو افسوس ہوا۔ اس نے ماریہ سے یہ واقعہ سنایا اور کہا:

''بیٹی!! تیرا منگیتر گرفتار ہو گیا ہے۔ جب اس ملک کے بادشاہوں اور شہزادوں کو یہ بات معلوم ہوگی تو وہ انگشت نمائی کر کے کہیں گے کہ عمود کو ماریہ کی منگنی راس نہ آئی!''

ماریہ بیٹھی سنتی رہی۔ وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گئی۔ ارسوس نے پوچھا:

''کیا سوچ رہی ہو بیٹی؟''

ماریہ نے جواب دیا:

''سوچ رہی ہوں کہ کیا میں شہزادہ عمود کی رہائی کی کوئی تدبیر کر سکتی ہوں؟''

ارسوس: تُو کیا تدبیر کر سکتی ہے؟ میرا اِرادہ ہے کہ میں شہریاض کے پاس جاؤں اور اس سے مل

کر عمود کی رہائی کی کوئی تدبیر سوچوں!

ماریہ: سنا ہے شہریاض نے مسلمانوں کے خوف سے اپنے راس العین کو چھوڑ دیا ہے۔

ارسوس: یہ بات سچ ہے۔ وہ مرجِ رغبان میں چلے گئے ہیں۔

ماریہ: اگر آپ پسند کریں تو میرے ذہن میں شہزادہ عمود کی رہائی کی ایک تدبیر آتی ہے۔

ارسوس: وہ کیا؟

ماریہ: میں چند غلاموں کو ساتھ لے کر مسلمانوں کے سپہ سالار کے پاس جاؤں، ان سے کہوں کہ میں نے خواب میں حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھا ہے اور آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا:

''بیٹی! عیسائیوں نے خدا کے دین میں بہت کچھ ردّ و بدل کر لیا ہے۔ عیسائی مذہب اپنی اصل حالت پر قائم نہیں رہا۔ میرے بعد جن نبی کے آنے کی بشارت دی جاتی رہی تھی، وہ عرب میں پیدا ہو چکے۔ ان کا نام ''محمد'' ہے۔ تُو مسلمان ہو جا۔''

لٰہذا میں مسلمان ہونے تمہارے پاس آئی ہوں۔

جب وہ مجھے مسلمان کر لیں گے تو چند روز کے بعد میں ان سے کہوں گی کہ میں اپنے باپ کے قلعے پر تمہارا قبضہ کرانا چاہتی ہوں۔ سو سوار میرے ہمراہ کر دو۔ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ آپ کے قلعے پر قبضہ کرنے کے لئے میرے ہمراہ سو سواروں کو بھیج دیں گے۔ میں یہاں لا کر ان مسلمانوں کو قید کر دوں گی اور اسلامی امیر سے مطالبہ کروں گی کہ اگر وہ عمود کو رہا کر دے تو میں مسلمانوں کو چھوڑ دوں۔

ارسوس: تدبیر تو بہت مناسب ہے لیکن بیٹی!! ان عربوں کے سامنے کسی کا مکر و فریب نہیں چلتا ہے۔ وہ مکر اور حیلے کو خوب سمجھتے ہیں۔

ماریہ: چند غلاموں کی معیت میں اکیلا جانے سے شاید وہ میرے فریب میں آ جائیں۔ میں غلاموں کو سکھا دوں گی کہ وہ مسلمانوں سے کہیں کہ شہزادی یعنی میں اپنے باپ سے چھپ کر رات کو بھاگ کر آئی ہوں۔ یقین ہے میرا یہ مکر چل جائے گا۔

ارسوس: لیکن جب تم کہو گی کہ سو سوار میرے ساتھ کر دو، میں قلعہ پر قبضہ کرا دوں گی تو اگر مسلمانوں کے امیر نے پوچھا کہ تُو کیسے ان سو سواروں کو قلعہ میں لے جائے گی؟ تو تم کیا بولو گی؟

ماریہ: میں کہہ دوں گی کہ یہاں سے ان سو سواروں کو میں اپنے قلعہ میں لے جاؤں گی اور قلعہ میں پہنچ کر چند صندوقوں میں مسلمانوں کو چھپا کر اپنے باپ کے پاس لے جاؤں گی اور کہوں گی کہ

چونکہ مسلمانوں کے حملہ آور ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے میرا یہ خزانہ اپنے قلعہ میں کسی محفوظ مقام پر رکھ لیجئے۔ وہ رکھ لیں گے۔ میں رات کو صندوقوں میں سے مسلمانوں کو نکال کر قلعہ پر ان کا قبضہ کرادوں گی۔

ارسوس: معقول سوچ ہے۔ مسیح علیہ السلام تیری مدد کریں۔ تُو اپنی تدبیر پر کار بند ہو، ممکن ہے کامیاب ہو جائے۔ اگر تُو اپنی تدبیر میں کامیاب ہو گئی تو تمام ارضِ جزیرہ میں تیری شہرت ہو جائے گی۔

ماریہ: میں کامیابی کے لئے پوری کوشش کروں گی۔

ماریہ نے دن میں تمام تیاری مکمل کر لی۔ مسلمانوں کے سپہ سالار کے لئے بطورِ تحائف کچھ اشرفیاں، چند جوڑے کپڑے اور کچھ ریشمی تھان لئے۔ ان تمام چیزوں کو خچروں پر لادا اور رات ہونے پر اپنے چار وفادار غلاموں کے ساتھ ان خچروں کو روانہ کر کے انہیں ہدایت کی کہ وہ قلعہ سے نکل کر کچھ فاصلہ پر ٹھہر کر میرے آنے کا انتظار کریں۔

ان کے چلے جانے کے بعد وہ گھوڑے پر سوار ہوئی اور اپنے ایک معتمد خادم کو ساتھ لے کر جو خچر پر سوار تھا، قلعہ سے باہر نکلی اور مرجِ رغبان کی طرف چلی۔ تھوڑی دور چل کر اسے اس کے وہ غلام بھی مل گئے جو سامان لیے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

اب ماریہ اپنے غلاموں اور خادم کے ساتھ روانہ ہوئی تا کہ رات میں کچھ سفر کر کے قلعہ سے دور نکل جائے۔ ابھی اس نے چند ہی میل طے کئے تھے کہ اسے سامنے سے ایک دستہ آتا ہوا نظر آیا۔ اس نے چاہا کہ وہ ان سواروں سے بچ کر نکل جائے لیکن وہ اس قدر قریب آ چکے تھے کہ اب اس کا موقع نہیں رہا تھا۔ قدرے اندھیرا پھیلا ہوا تھا اس لئے یہ معلوم نہ ہو سکتا تھا کہ آنے والے دوست ہیں یا دشمن۔ ماریہ خوف و رجا کی حالت میں آنے والے سواروں کے قریب پہنچی۔

اس نے خادم سے کہا:

''ان سواروں سے دریافت کرو یہ کون ہیں اور کہاں سے آ رہے ہیں؟''

خادم نے ان سے دریافت کیا انہوں نے کہا:

''ہم ملک العلام کے حضور سے آ رہے ہیں اور ماردین میں بادشاہ ارسوس کی خدمت میں جا رہے ہیں۔''

ماریہ نے ان سواروں کے افسر کو اپنے حضور میں طلب کر کے پوچھا:

''تم کیوں آئے ہو؟''

یہ افسر شہزادی ماریہ کو پہنچانتا تھا۔اس نے نہایت ادب سے اسے سلام کیا اور کہا:

''ملک علام کے دو بہادر افسروں سائس بن نقولا اور جرجیس بن شمعون نے چالیس مسلمانوں کو گرفتار کر کے ملک علام کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے ان مسلمانوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔''

ماریہ: ملک علام کا شکریہ!! لیکن سنا ہے مسلمان تو گرفتار ہی نہیں ہوئے۔ یہ مسلمان کیسے پکڑے گئے؟

افسر: ہوا یہ کہ سائس اور جرجیس رسد فراہم کرنے گئے تھے۔ اتفاق سے یہ مسلمان بھی رسد لینے کے لئے آئے۔ رات کو یہ سو رہے تھے کہ دفعتہً عیسائی ان پر جا پڑے اور انہیں گرفتار کر لیا۔

افسر نے سچ کہا تھا۔ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت عبداللہ بن غسان رضی اللہ عنہ چالیس مسلمانوں کو ساتھ لے کر رسد لینے گئے تھے۔ وہ رسد لے کر آ رہے تھے کہ رات کو ایک مقام پر جو مرجِ رغبان سے دوسری طرف رومیوں کے علاقہ میں واقع تھا، سو رہے۔ اچانک سائس اور جرجیس پانچ سو سواروں کے ساتھ ان پر آ پڑا۔ اور قبل اس کے کہ مسلمان ہوشیار ہوں، انہوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔

یہاں یہ بات بھی واضح کر دی جائے کہ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر لے کر شہر یاض کے مقابلہ میں مرجِ رغبان کے قریب پہنچ گئے تھے۔

ماریہ نے کہا:

''تم ان مسلمانوں کو میرے قلعہ میں لے جاؤ۔ میں ایک ضروری کام سے جا رہی ہوں، واپس آنے پر ان کے متعلق مناسب حکم دوں گی۔''

افسر قیدیوں کو لے کر آگے بڑھ گیا۔ ماریہ کچھ دور اور چل کر ٹھہر گئی اور صبح ہوتے ہی پھر روانہ ہوئی۔ چند روز کے بعد وہ رات کو عشاء کے بعد اسلامی لشکر میں پہنچی۔ اس وقت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ اور نجیبۃ بن سعد رضی اللہ عنہ اسلامی دستہ کے ساتھ طلایہ گری پر مامور تھے۔ انہوں نے ماریہ کو دیکھ کر پوچھا: ''کون ہے؟''

ماریہ نے خادم سے کہا: 'کہو کہ ایک رومی لڑکی آئی ہے اور تمہارے امیر سے ملنا چاہتی ہے۔' خادم نے یہی کہا۔

حضرت سہیل رضی اللہ عنہ اسے اپنے ساتھ لے کر اپنے امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کے خیمہ کی طرف روانہ ہوئے۔

باب ۱۷

ماریہ کا راز

جب حضرت سہیل رضی اللہ عنہ ماریہ اور اس کے ساتھیوں کو لے کر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کے خیمہ پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ امیر جاگ رہے ہیں۔ انہوں نے حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پوچھا:

"کیا بات ہے (حضرت) سہیل رضی اللہ عنہ؟"

حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"آپ سے ایک رومی لڑکی ملنے آئی ہے۔"

ماریہ نے آگے بڑھ کر امیر کو سلام کیا۔ شاہزادی کا خیال تھا کہ عیسائی افسروں کی طرح مسلمان امیر بھی شان و شوکت سے رہتے ہوں گے۔ لیکن جب اس نے انہیں دیکھا تو حیران رہ گئی۔ امیر کا لباس عام مسلمانوں کی طرح کا تھا۔ ان کے خیمہ میں کوئی روشنی نہ تھی۔ وہ کمبل کے فرش پر بیٹھے تھے۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا:

"تُو کون ہے اور کیسے آئی ہے؟"

ماریہ نے کہا:

"میں ابھی عرض کرتی ہوں۔ پہلے مجھے تحائف پیش کرنے دیجئے!"

چنانچہ اس نے تحائف پیش کئے، اور حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کو سجدہ کرنے کا قصد کیا۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے اسے روک کر فرمایا:

"سنو اے رومی لڑکی!! اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل گمراہی اور ضلالت سے نکالا۔ عزت و عظمت عطا کی۔ لبۃ نے

ہمیں یہ ہدایت دی کہ نہ ہم کسی کو سجدہ کریں، نہ کرائیں۔ سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کو لائق ہے۔"

ماریہ عربی زبان خوب جانتی تھی۔ وہ ان باتوں کو سن کر بڑی متاثر ہوئی۔ اس نے کہا:

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو انہی سیرتوں کے باعث کامیاب اور ہم پر غالب کیا ہے!"

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: تم کون ہو؟ تمہارا کیا نام ہے اور کس کی بیٹی ہو؟

ماریہ: میرا نام ماریہ ہے۔ میں ماردین کے بادشاہ ارسوس کی بیٹی ہوں۔ عمود جسے آپ کے ایک افسر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا ہے وہ میرا منگیتر ہے۔ جب میں نے سنا کہ وہ گرفتار ہو گیا تو مجھے بڑا رنج و قلق ہوا۔ میں اسی غم و افسوس میں رات کو سو گئی۔ مجھے حضرت مسیح علیہ السلام خواب میں نظر آئے۔ انہوں نے فرمایا:

"عیسائیوں نے عیسائی مذہب میں ردوبدل کر لیا ہے۔ تُو مسلمان ہو جا۔ مسلمانوں کے امیر کے پاس جا، وہ تجھے مسلمان کر لیں گے۔ چنانچہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔"

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ اس کی گفتگو سن کر متبسم ہوئے۔ ماریہ کو ایسا معلوم ہوا جیسے انہیں اس کی بات کا یقین ہی نہیں آیا ہے۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ماریہ!! تُو ہمیں فریب دینے آئی ہے۔ چاہتی ہے کہ ہمارے کچھ آدمیوں کو دھوکہ سے اپنے ساتھ لے جائے۔ انہیں قید کر لے اور ان کی رہائی کے صلہ میں اپنے منگیتر کی رہائی کا مطالبہ کرے۔"

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے اس کے دل کی بات اس طرح اس کے سامنے بیان کر دی جیسے وہ کوئی کتاب پڑھ رہے ہوں۔ اسے سخت حیرت ہوئی۔ وہ دم بخود رہ گئی۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"کہو یہی بات ہے نا؟"

اس بات کے اقرار کرنے پر ماریہ کو اندیشہ ہوا کہیں اسے بھی مسلمان گرفتار نہ کر لیں۔ اس لئے اس نے کہا:

"نہیں، یہ بات نہیں ہے۔"

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: جھوٹ نہ بولو ماریہ!! تم یہ اندیشہ نہ کرو کہ ہم تمہیں گرفتار کر کے کوئی اذیت دیں گے۔ ہم مسلمان لوگ عورتوں سے کوئی تعرض نہیں کرتے۔ سچ سچ کہہ دو۔

ماریہ عجب تذبذب میں پڑ گئی۔ اس نے جرأت کر کے کہا:

''میں آپ رضی اللہ عنہ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فریب کے ارادہ سے نہیں آئی۔''

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: تم نہیں مانتیں تو کیا اپنا راز فاش کرانا چاہتی ہو۔

ماریہ: میرا کوئی راز ہی نہیں ہے۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: جانتی ہو تمہارا امنگیتر عمود کون ہے؟

ماریہ: وہ شہریاض کا بیٹا ہے۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: شہریاض کا نہیں وہ خود تمہارا بیٹا ہے!!

ماریہ حیران و ششدر رہ گئی۔ لیکن وہ تھی ہوشیار، فوراً سنبھلی اور کہا:

''آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت میرے دل کو سخت اذیت پہنچائی۔ حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عورتوں کو تکلیف نہیں دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں ہے کہ میری ابھی شادی ہی نہیں ہوئی ہے۔ بیٹا کہاں سے آتا؟''

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: ہٹ دھرمی نہ کرو ماریہ!! ورنہ مجھے تمام واقعات بیان کرنے پڑیں گے۔

ماریہ: ضرور کیجئے۔

اس وقت حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کے خیمہ پر حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ، حضرت ضرار رضی اللہ عنہ، اور چند اور مسلمان بھی آ گئے تھے۔ اگرچہ تہائی رات کے قریب گزر چکی تھی، لیکن یہ لوگ اکثر رات کو گشت کرتے رہتے تھے اور بہت کم سوتے تھے۔ ان کے علاوہ ماریہ کا خادم اور اس کے غلام بھی تھے۔ یہ سب برابر کمبلوں کے فرش پر بیٹھے تھے۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''نہیں مانتی ہو تو سنو۔''

انہوں نے اس طرح بیان کرنا شروع کیا جیسے کوئی داستانِ پارینہ بیان کر رہے ہوں، چنانچہ انہوں نے فرمایا:

''عرصہ کی بات ہے جب ایک شخص نے جبلِ ماردین کے دامن میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس کے برابر ہی میں اس کی بیٹی نے بھی، جو بہت زیادہ

خوبصورت اور چالاک تھی، دوسرا قلعہ اپنے لئے تعمیر کرایا۔ چونکہ وہ لڑکی بہت خوبصورت تھی، اس لئے کئی شاہزادوں اور شہریاروں نے اس کی خواستگاری کی۔ مگر وہ ایسی مغرور تھی کہ سب شاہزادوں اور فرمانرواؤں کو اپنے سے کمتر شمار کرتی تھی۔ اس لئے اس نے سب کو جواب دے دیا اور کسی سے عقد نہ کیا۔

مگر وہ جوان ہو چکی تھی اور جوانی دیوانی مشہور ہے، اتفاق ایسا ہوا کہ اس لڑکی نے ایک راہب کی تعریف سنی۔ سطحہ جبل پر ایک دیر تھا۔ اس دیر میں ایک راہب رہتا تھا، جس کی دینداری اور پرہیز گاری کی بڑی شہرت تھی۔ وہ لڑکی بھی اس کی مشتاقِ زیارت ہو کر دیر میں گئی۔ جب اس نے راہب کو دیکھا تو بجائے اس کے کہ اس کے تقدس کی قائل ہوتی، اس کے حسن پر فریفتہ ہو گئی۔

وہ راہب نہایت خوبرو اور دیدہ رُو نوجوان تھا۔ اگرچہ ریاضت کی مشقت نے اسے کچھ نحیف و ناتوان کر رکھا تھا لیکن ناطاقتی میں بھی اس کا حسن دمک رہا تھا۔ وہ لڑکی اس پر کچھ ایسی مائل ہوئی کہ اکثر دیر میں آنے جانے لگی۔ گھنٹوں تنہائی میں اس کے پاس رہتی، اور ہنس ہنس کر باتیں کر کے راہب کو اپنے اوپر شیدا کرنے کی کوشش کرتی۔

آخر شیطان نے دونوں کو گمراہ کر دیا، نہ اس لڑکی کو اپنے رتبہ اور خاندانی عظمت کا خیال رہا نہ پادری کو اپنے تقدس اور ریاضت کا پاس رہا۔ دونوں بدکاری کے گڑھے میں گر پڑے اور دادِ عیش دینے لگے۔

چند ہی روز میں بدکاری کا اثر ظاہر ہوا۔ لڑکی کو حمل رہ گیا۔ پادری جان کے خوف سے کسی طرف بھاگ گیا۔ لڑکی نے نہایت ہوشیاری سے حمل کے دن اس طرح پورے کئے کہ سوائے اس کی چند رازدار کنیزوں اور دایہ کے کسی کو اس کے حاملہ ہونے کا حال معلوم نہ ہوا۔

آخر مدت حمل پوری ہونے پر اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ اس نے رات کو اس لڑکے کو ایک زرنگار کپڑے میں لپیٹ کر اور اس میں کچھ جواہرات رکھ کر دایہ کو دیا اور کہا اسے کہیں دور پہنچا آؤ۔ جو اس لڑکے کی پرورش کرے وہ

ان جواہرات کا مالک بنے۔

دایہ رات کو کمند کے ذریعہ سے بچہ کو لے کر قلعہ کی فصیل سے نیچے اتری۔ وہ اپنے ایک معتمد مرد کے ساتھ چلی۔ چونکہ رات اندھیری اور خوفناک تھی، اس لئے دونوں ڈرتے اور کانپتے چلتے رہے۔ تھوڑی دور چلنے پر انہیں ایک ستون نظر آیا جو قدِ آدم تھا۔ انہوں نے بچہ کو اس ستون پر رکھ دیا۔ وہاں سے کسی جانور کے بچہ کو اٹھالے جانے یا کھالینے کا اندیشہ نہیں تھا۔ وہ دونوں واپس لوٹ گئے۔

صبح بہت سویرے اس جگہ والیِ موصل پہنچا جو ملک شہریاض کی طرف سے ارسوس کے پاس قلعہ ماردین میں جارہا تھا۔ اس نے ستون پر ایک بچہ کو روتے ہوئے پایا۔ وہ ستون کے پاس گیا۔ بچہ کو وہاں سے اتارا اور اُسے ساتھ لے لیا۔ جس کپڑے میں بچہ لپیٹا ہوا تھا اور جواہرات اور کپڑے رکھے ہوئے تھے، انہیں دیکھ کر اس نے سمجھ لیا کہ بچہ کسی اچھے خاندان سے ہے۔ وہ ماردین میں کام کر کے جب راس العین میں ملک شہریاض کے پاس پہنچا تو اس نے بادشاہ سے اس بچہ کا ذکر کیا۔

شہریاض کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس نے اسے والیِ موصل سے لے لیا اور پرورش کرنا شروع کیا۔ اس بچہ کا نام عمود اس لحاظ سے رکھا کہ وہ ایک ستون کے اوپر سے ملا تھا۔

جس شخص نے جبلِ ماردین پر قلعہ بنایا وہ تمہارا باپ ارسوس ہے، اور تم اس کی وہ بیٹی ہو جس نے کنواری رہتے ہوئے بیٹا جنا۔ اس راہب کا نام فرما تھا اور عمود تمہارا بیٹا ہے۔''

جوں جوں حضرت عیاض رضی اللہ عنہ یہ واقعہ بیان کرتے جاتے تھے ماریہ کے چہرہ کا رنگ فق ہوتا جاتا تھا۔ جب وہ سب حال بیان کر چکے تو وہ دم بخود رہ گئی۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''کہو یہ تمام واقعات صحیح ہیں یا نہیں؟''

ماریہ نے بہت ہی آہستگی سے جواب دیا:

''صحیح ہیں۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو کیسے معلوم ہوئے؟ میرا یہ ایسا راز تھا جس کا

حال کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔''

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: یہ بھی بتادوں، میں عشاء کی نماز پڑھ کر سو رہا تھا۔ میں نے خواب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'ایک شہزادی جس کا نام ماریہ ہے تمہارے پاس تمہیں فریب دینے آرہی ہے۔'

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تمام واقعات بیان فرمائے۔ اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔

یہ سن کر ماریہ کو سخت تعجب ہوا۔ ماریہ نے کہا:

''میں نے اپنے بیٹے میں چند نشان دیکھے تھے۔ ان نشانوں کو دیکھ کر میں پہچان لوں گی!''

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: شاید تمہیں ابھی یقین نہیں آیا! تم اپنے بیٹے کو دیکھ کر اطمینان کرنا چاہتی ہو، اچھا صبح تک صبر کرو۔

چنانچہ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے ماریہ کے لئے ایک خیمہ علیحدہ کھڑا کرادیا۔ وہ اس میں چلی گئی۔ اس کے خادم اور غلام خیمہ کے باہر پڑ گئے۔

باب ۱۸

شمعونہ کی رہائی

جب ڈاکوؤں نے خیمہ کے اندر داخل ہو کر اپنی کاروائی شروع کی اس وقت حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ سو رہے تھے۔ مگر جب ایک ڈاکو نے شمعونہ کے منہ پر کپڑا ڈال کر اسے قابو میں کرنا چاہا اور اس نے اپنی رہائی کے لئے ہاتھ پاؤں مارے، حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل گئی۔

انہوں نے فوراً ہی اٹھنا چاہا مگر اتفاق سے ان کی نگاہ اوپر اٹھ گئی۔ انہوں نے اپنے سرہانے ایک ڈاکو کو شمشیر برہنہ لئے کھڑے دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ اگر ذرا بھی حرکت کی تو ڈاکو کی تلوار ان کے سر پر پڑے گی۔ اس لئے وہ خاموش اسی طرح پڑے رہے جس طرح سو رہے ہوں۔

مگر جب ڈاکو شمعونہ کو لے کر خیمہ سے باہر نکل گئے، تب حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے۔ باقاعدہ مسلح ہونے کا تو وقت نہیں تھا، تلوار اور ڈھال لے کر جھپٹے اور باہر نکل کر للکارا۔

اس آواز کو سن کر ڈاکوؤں نے پلٹ کر دیکھا۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر انہوں نے شمعونہ کو زمین پر لٹا دیا اور ان کے مقابلہ میں آ گئے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے ڈاکوؤں کے قریب آ کر کہا:

''مناسب یہ ہے کہ تم بغیر لڑے بھڑے اس لڑکی کو میرے حوالہ کر دو۔''

ایک ڈاکو نے کہا: ''یہ نہیں ہو سکتا!!''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: سنو، تم نے مجھے سوتے میں قتل نہیں کیا ہے۔ میں تمہارے اس احسان کے صلہ میں تمہیں روکنا، تم سے لڑنا اور تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا۔

شمعونہ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ ڈاکوؤں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ تنہا ہیں اور وہ چار۔ اس لئے سمجھے تھے کہ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ محض دھمکی دے رہے ہیں۔ وہ مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ ان میں ایک بہت زیادہ قوی ہیکل

تھا۔ وہی حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے کہا:

"نہ ہم نے تم پر کوئی احسان کیا ہے، نہ تم ہم پر کوئی احسان کرو!"

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تم اس بات پر نہ پھولو کہ تم چار ہو۔

ڈاکو: ہم چار ہیں اور چاروں مسلح ہیں۔ تم تنہا ہو اور غیر مسلح ہو۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم ہمارے مقابلہ کی جرأت نہ کرو۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اچھا تم اس لڑکی کو کیوں لے جانا چاہتے ہو؟

ڈاکو: اس لئے کہ ہم اسے فروخت کر کے بھاری رقم حاصل کریں گے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اگر میں تمہیں رقم دے دوں؟ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری جانیں لوں۔ ممکن ہے تم ذمی ہو، حکومتِ اسلامیہ کی ذمہ داری میں آ گئے ہو۔ اگر میں تمہیں مار ڈالوں تو کہیں خلیفہ مجھ سے باز پرس نہ کریں۔

ڈاکو بے ساختہ ہنسا۔ اس نے کہا:

"عجب دلچسپ آدمی ہو۔ لالچ بھی دیتے ہو، دھمکاتے بھی ہو اور لڑائی سے بچنے کے لئے حیلے بہانے بھی کرتے ہو۔ سنو، خیریت اسی میں ہے کہ واپس چلے جاؤ۔ ہم تمہیں کچھ نہ کہیں گے۔"

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ہم مسلمان اتمامِ حجت کیا کرتے ہیں۔ میں نے حجت تمام کر لی۔ اب تم چاروں مجھ پر حملہ کرو تا کہ تم میں سے کسی کے دل میں یہ ارمان نہ رہ جائے کہ اس نے پہلے حملہ کیوں نہ کیا۔

یہ ڈاکو عربی خوب جانتے تھے۔ جو ڈاکو حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ سے باتیں کر رہا تھا اس نے کہا:

"تم ہم چاروں کا کیا مقابلہ کر سکتے ہو؟ تنہا میرا ہی نہیں کر سکتے، میں اکیلا تمہیں کافی ہوں۔"

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تم قضا کی گود میں چلے جانا ہی چاہتے ہو تو آؤ میرا مقابلہ کرو۔

ڈاکو نے اپنی بھاری اور لمبی تلوار نکالی۔ اس نے بڑھ کر نہایت طاقت سے حملہ کیا۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے ڈھال پر اس کی تلوار روکی اور پینترا بدل کر اس پر ایسا کاری وار کیا کہ پہلے ہی وار میں اس کا سر اڑ گیا۔

اب حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے باقی تینوں ڈاکوؤں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تمہارا ساتھی بہادر نہیں تھا بلکہ لاف زنی کرتا تھا، مارا گیا۔ اب میں تم سے کہتا ہوں کہ تم چلے جاؤ، میں تمہیں نہ روکوں گا۔''

ان میں سے ایک ڈاکو نے کہا:

''کیا بغیر انتقام لئے چلے جائیں؟ یہ بات ہمارے دستور کے خلاف ہے۔ اتفاق سے تمہارا وار کاری پڑا۔ آؤ اب تم میرا مقابلہ کرو!''

یہ کہتے ہی وہ لچکدار تلوار لے کر حملہ آور ہوا۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تلوار اپنی تلوار پر روکی اور ایسا اشارہ کیا کہ ڈاکو کی تلوار ٹوٹ گئی۔ اب بھی ڈاکو گھبرایا نہیں بلکہ وہ پہلے ڈاکو کی تلوار اٹھانے کے لئے جھپٹا۔

لیکن ابھی وہ تلوار کے پاس پہنچ کر اسے اٹھانے کے لئے جھکا ہی تھا کہ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے جھپٹ کر اس کی پشت پر تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

اب دو ڈاکو باقی رہ گئے تھے۔ ان دونوں نے ایک ساتھ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ انہوں نے بڑی ہوشیاری سے دونوں کے وار روکے اور پرزور حملہ کر کے ایک ڈاکو کو اور مار ڈالا۔ چوتھا ڈاکو بھاگ نکلا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب نہیں کیا بلکہ انہوں نے سب سے پہلے شمعونہ کے بند کاٹ ڈالے۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ اس وقت وہ ہمہ تن شکریہ بنی ہوئی تھی۔

اس نے کہا: ''آپ رضی اللہ عنہ کا ہزار ہزار شکریہ!''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم میری حفاظت میں تھیں، تمہیں بچانا میرا فرض تھا۔''

شمعونہ: حقیقت یہ ہے کہ دو چار آدمیوں کو تو کیا دس بیس کو بھی آپ رضی اللہ عنہ کچھ نہیں سمجھتے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مجھے اپنی قوت و طاقت پر ناز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ ہے۔ لڑائی کو میں کھیل سمجھتا ہوں۔

شمعونہ: جب کمبخت ڈاکو نے میرے منہ پر کپڑا ڈال کر مجھے آواز دینے اور چلانے سے روک دیا تو ایک تو میرا دم گھٹنے لگا، دوسرے خوف سے سارا جسم تھرا اُٹھا، اور جس وقت میں نے ڈاکو کی صورت دیکھی، لرز گئی۔ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ سو رہے تھے۔ جب ڈاکو نے مجھے باندھنا شروع کیا تو میں اپنی پوری طاقت سے تڑپی، منشاء یہ تھا کہ کسی طرح آپ رضی اللہ عنہ جاگ

جاؤ۔لیکن آپ رضی اللہ عنہ نہ جاگے۔ یہاں تک کہ ڈاکو مجھے اٹھا کر چلے۔ میں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتی جا رہی تھی۔ دعائیں مانگ رہی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل جائے۔ لیکن مجھے کس قدر صدمہ اور ناامیدی ہوئی جب آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھ نہ کھلی اور ڈاکو مجھے لے کر خیمہ سے نکل آئے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: جب تم تڑپی تھیں میں جاگ گیا تھا۔ میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن اتفاق سے میری نظر اوپر کی طرف اٹھ گئی۔ دیکھا تو ایک ڈاکو میرے سرہانے برہنہ شمشیر لئے کھڑا ہے۔ میں نے کوئی حرکت نہیں کی اور اس طرح آنکھیں بند کیں کہ ان کی نقل وحرکت کو دیکھتا رہوں۔
اگر غلطی کر کے اس وقت اٹھ بیٹھتا تو یقیناً ڈاکو کی تلوار کا شکار ہو جاتا۔ جب ڈاکو تمہیں لے کر خیمہ سے باہر نکل آئے تو میں جلدی سے اٹھا، تلوار اور ڈھال لے کر باہر نکلا اور للکار کر ڈاکوؤں کو روک لیا۔

شمعونہ: خدا ہی کو خبر ہے اس وقت میری کیا حالت تھی۔ فرطِ خوف سے دم نکلا جاتا تھا۔ طرح طرح کے خیالات، طرح طرح کے وسوسے ستا رہے تھے۔ میں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بالکل ناامید ہوگئی تھی مگر جب آپ رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو تنِ مردہ میں دوبارہ جان آ گئی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ بہتر کرتا ہے۔ اس نے اچھا ہی کیا۔ آؤ اِن ڈاکوؤں کے ہتھیار لے کر خیمہ کے اندر چلیں۔ اس وقت کسی قدر سردی ہے۔ کہیں تمہیں نقصان نہ پہنچا جائے۔

شمعونہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے آپ رضی اللہ عنہ کو اتنا خیال تو ہوا!!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: خیال.................. اس سے تمہارا کیا مطلب ہے شمعونہ؟

شمعونہ: افسوس، آپ رضی اللہ عنہ بہت ہی بے حس آدمی ہیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہی ہو۔ مجھے کس بات کی حس نہیں ہے؟

شمعونہ: یا تو آپ رضی اللہ عنہ ضرورت سے زیادہ سیدھے ہیں...... یا بنتے ہیں!!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: نہ میں سیدھا ہوں نہ بنتا ہوں۔ ہاں تمہاری پہیلیوں کو نہیں سمجھتا۔ اب ان باتوں کو ختم کرو، آؤ۔

شمعونہ: چلیں۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے پہلے ڈاکوؤں کے ہتھیار لئے اور پھر شمعونہ کے ساتھ خیمہ میں داخل ہوئے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اور شمعونہ دونوں خیمہ کے اندر پہنچ کر سو گئے اور صبح سویرے بیدار ہو کر آرکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

باب ۱۹

ماریہ کی کارگزاری

ماریہ کو رہ رہ کر تعجب ہو رہا تھا کہ اس کا وہ راز جو اٹھارہ برس سے محفوظ تھا اور ظاہر نہ ہوا تھا، اسلامیہ عسکر کے سپہ سالار پر ظاہر ہو گیا تھا۔ ایک ایک بات مسلمانوں کے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دی ہے۔ وہ سخت شرمندہ تھی۔ اس کی بڑی بے آبروئی ہوئی تھی۔ اس کے فخر وغرور کو سخت دھچکا لگا تھا۔

اسے فکر و شرمندگی کے باعث نیند بھی نہ آئی تھی۔ دیر تک پڑی کروٹیں بدلتی رہی۔ رفتہ رفتہ اسے یہ خیال ہوا کہ شاید عمود اس کا بیٹا نہ ہو۔ اس میں وہ نشانیاں نہ ہوں جو اس نے اس کی پیدائش کے بعد دیکھی تھیں۔ اس خیال سے اسے کچھ تسکین ہوئی اور کچھ دیر کے بعد نیند آ گئی۔

جب سو کر اٹھی تو آفتاب نکل آیا تھا۔ مسلمان نماز پڑھ چکے تھے اور اس وقت اسلامی کیمپ میں چہل پہل ہو رہی تھی۔ مجاہدینِ اسلام ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔

ماریہ ضروریات سے فارغ ہو کر امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کے حضور میں پہنچی۔ اس وقت وہاں کئی افسرانِ لشکر بیٹھے تھے۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عمود کو اپنے ساتھ لے کر آئیں۔ چنانچہ وہ گئے اور اُسے لے آئے۔

عمود ماریہ کو وہاں دیکھ کر بڑا حیران ہوا۔ اس نے امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کو سجدہ کرنا چاہا۔ امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے اسے روک کر فرمایا:

"تم عیسائی کس قدر بُرے ہو گئے ہو۔ تم آدمیوں کو سجدہ کرتے ہو۔ یاد رکھو! انسان اور فرشتے اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو سجدہ روا نہیں ہے۔ عمود!! بیٹھو۔"

عمود ماریہ کے قریب بیٹھ گیا۔ ماریہ نے اسے غور سے دیکھنا شروع کیا۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اب تم اپنی نشانیاں دیکھ کر اطمینان کو لو ماریہ!''

ماریہ نے عمود سے کہا:

''ذرا اور آگے آجاؤ!''

عمود اس کے قریب ہو گیا۔ ماریہ نے دیکھا، اس کا ایک کان کچھ بڑا تھا اور رخسار میں تل کے برابر داغ تھا جو دور سے تل ہی معلوم ہوتا تھا۔ ماریہ نے حضرت عیاض رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

''وہ نشانیاں موجود ہیں۔''

اس وقت شفقتِ مادری اور جوشِ محبت کا دریا ماریہ کے دل میں امڈ آیا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ عمود کو اپنے سینے سے لگا لے۔ لیکن اس لئے جھجک کر رک گئی کہ عمود کو وہ واقعات معلوم نہیں تھے جو امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائے تھے، اور جن کا تعلق ماریہ کی ذات سے تھا۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے ماریہ کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہ اپنے بیٹے عمود سے ملنے کے لئے بہت بے چین ہے۔ انہوں نے عمود کو بھی اس راز سے آگاہ کر دینا مناسب سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا:

''عمود!! ماریہ تمہاری ماں ہے، اٹھو اور اس کی تعظیم کرو۔''

عمود نے سخت متحیر ہو کر پہلے ماریہ کو اور پھر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا:

''ماں ہے؟؟''

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: ہاں!! ماں ہے۔

اس کے بعد انہوں نے ماریہ کی داستان بیان کرنا شروع کی۔ چونکہ بیٹے کے سامنے ماں کے بے آبروئی کی داستان بیان ہو رہی تھی، اس لئے ماریہ شرما گئی۔ اس نے دوپٹہ کے آنچل سے اپنا منہ چھپا لیا۔

جب حضرت عیاض رضی اللہ عنہ تمام داستان بیان کر چکے تو ماریہ کے آنسو جاری ہو گئے۔ اسے خوف ہوا کہ عمود اس سے اس لئے ناراض نہ ہو جائے کہ اس نے خاندانی شرافت کا خون کر کے ایک راہب سے تعلق پیدا کیا۔ خود بھی گنہگار ہوئی اور اسے بھی گنہگار کیا، اور سب سے زیادہ کہ عمود یہ خیال کر کے کہ وہ حرامی بچہ ہے، اس سے نفرت نہ کرنے لگے۔ اس نے روتے ہوئے کہا:

''عمود!! تم مجھ گنہگار کے بیٹے ہو۔ کیا تم میرا قصور معاف کر کے میرے گلے لگ جاؤ گے؟''

عمود بے ساختہ ماریہ کے قدموں پر گر پڑا۔ اس نے کہا:

''ماں، پیاری ماں، میں نے معاف کر دیا!''

ماریہ نے اسے اپنے سینہ سے لگا لیا۔ دونوں ماں بیٹا رونے لگے۔ اٹھارہ برس کے بعد دونوں ملے تھے، کچھ دیر رو لینے سے جب ان کی بھڑاس نکل گئی تو وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

عمود نے پوچھا:

''لیکن مسلمانوں کے سپہ سالار کو یہ راز کیسے معلوم ہوا؟''

امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''ہمارے محترم نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر یہ راز ظاہر کیا!''

عمود پر اس بات کا گہرا اثر ہوا۔ اس نے کہا:

''جو راز اٹھارہ برس سے محفوظ تھا، جسے سوائے میری ماں یا اس کی معتمد کنیزوں اور دایہ کے کوئی نہ جانتا تھا، وہ مسلمانوں کے محترم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر فرما دیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔''

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟

عمود: بے شک میں مسلمان ہوتا ہوں۔

چنانچہ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے اسے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیا۔ اس کے مسلمان ہوتے ہی ماریہ نے کہا:

''خود میرے دل میں اسلام کی صداقت جاگزیں ہو گئی تھی۔ مگر میں یہ دیکھ رہی تھی کہ میرا بیٹا مسلمان ہوتا ہے یا نہیں۔ اب میرا بیٹا مسلمان ہو گیا ہے تو میں بھی مسلمان ہوتی ہوں!''

چنانچہ اسے بھی مسلمان کر لیا گیا۔ مسلمان ہو کر ماریہ نے عرض کیا:

''اب میں اپنا اور اپنے باپ کا قلعہ آپ رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں کرا دوں گی۔ مجھے اجازت دیں کہ واپس جاؤں!''

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: یہ کیسے ممکن ہے؟

ماریہ: آپ رضی اللہ عنہ کے چالیس آدمی شہریاض کے افسروں نے گرفتار کر لیے تھے۔ جب میں آئی تھی تو ان مسلمانوں کو ملک شہریاض نے میرے باپ کے پاس بھیجا تھا۔ وہ مجھے راستہ میں ملے تھے۔ میں نے انہیں اپنے قلعہ میں لے جانے کی ہدایت کی تھی۔ اب میں انہیں اپنے باپ کے قلعہ میں بھیج دوں گی اور موقع پا کر انہیں رہا کرا دوں گی۔ یقین ہے وہ قلعہ پر قبضہ کر لیں گے۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: لیکن باپ کی محبت کہیں اس کام میں حائل نہ ہو جائے؟

ماریہ: ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ آپ رضی اللہ عنہ اطمینان رکھیں۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ: اچھا آپ جاؤ۔ لیکن آپ کا بیٹا عمود ہمارے پاس رہے گا!

ماریہ: کچھ حرج نہیں ہے۔

ماریہ اسی وقت اپنے غلاموں اور خادم کو لے کر روانہ ہوئی۔ جب وہ اپنے قلعہ میں پہنچی تو اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اس کے باپ نے اپنے قلعے میں رکھا ہے اور ایک مشہور راہب میتا کو ان کا نگران مقرر کیا ہے۔ وہ خوب جانتی تھی کہ میتا بڑا متعصب عیسائی راہب ہے۔ لیکن اس نے تہیہ کر لیا کہ جس طرح بھی ممکن ہوگا، وہ مسلمانوں کو رہا کرائے گی۔

چنانچہ ایک روز اس نے اپنے باپ کے قلعہ میں جا کر میتا سے کہا:

''مجھے حیرت ہے کہ مسلمان ہر معرکہ میں کامیاب ہوتے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ آیا حق ان کی طرف ہے یا ہماری طرف؟ دینِ اسلام سچا ہے یا عیسائی دین سچا ہے؟''

میتا نے کہا:

''شہزادی دل کی بات کہو۔ جو وعدہ تم مسلمانوں کے سپہ سالار سے کر کے آئی ہو اسے پورا کرو!''

ماریہ کو سخت حیرت ہوئی۔ اس نے کہا:

''میں کیا وعدہ کر کے آئی ہوں؟''

میتا: کیا مجھے بتانا پڑے گا؟

ماریہ: اگر اس کی کچھ اصلیت ہے تو ضرور بتاؤ۔

میتا: تم یہ وعدہ کر کے آئی ہو کہ ان قیدی مسلمانوں کو رہا کر کے اپنے اور اپنے باپ کے قلعہ پر قابض کرا دو گی!

ماریہ دم بخود حیران و ششدر رہ گئی۔ اس نے کہا:

''تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟''

میتا: میں نے خواب دیکھا تھا!

ماریہ: کیا تم میری مدد کرو گے؟

میتا: ضرور کروں گا! کیونکہ میں خود بھی مسلمان ہو چکا ہوں!!

ماریہ: قبل اس کے کہ میرا باپ ملک شہریاض کے پاس سے واپس آئے، تم مسلمانوں کا قبضہ قلعہ پر کرا دو۔

جب ماریہ مرجِ رغبان کی طرف روانہ ہوئی تھی تو ملک شہریاض نے ارسوس کو طلب کیا تھا۔ وہ ایک بطریق کو قلعہ کا حاکم مقرر کر کے شہریاض کے پاس چلا گیا۔

میتا نے کہا:

''آپ اپنے قلعہ میں جائیں۔ میں کل صبح ہی یہ کام کر دوں گا۔''

ماریہ اپنے قلعہ میں واپس آ گئی۔ دوسرے دن صبح کی اذان کے وقت میتا نے مسلمانوں کی زنجیریں کھول دیں۔ انہیں ہتھیار دلائے اور شاہی گرجا کے پاس لے جا کر چھپا دیا۔

اس نے مسلمانوں سے کہا:

''یہاں قلعہ کا حاکم نماز پڑھنے آئے گا۔ تم اسے مار ڈالنا یا گرفتار کر لینا۔
قلعہ پر تمہارا قبضہ ہو جائے گا۔''

چنانچہ مسلمان منتظر رہے۔ طلوعِ آفتاب کے وقت حاکم چند معتمدوں کے ساتھ نماز پڑھنے آیا۔ مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر لگا کر ان سب پر حملہ کر دیا۔ جس نے ان کا مقابلہ کیا وہ مارا گیا۔ چنانچہ حاکم قلعہ بھی لڑائی میں کام آ گیا۔ جو بھاگ گیا وہ بچ گیا۔

عیسائیوں پر مسمانوں کی کچھ ایسی ہیبت چھا گئی کہ ان میں مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ ماریہ نے اپنا قلعہ خود ان کے سپرد کر دیا اور امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کو اپنی اس کارگزاری کی اطلاع کر دی۔

باب ۲۰

شمعونہ کی حیرت

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اور شمعونہ کو متذکرہ ڈاکوؤں کے حادثہ کے بعد کوئی اور واقعہ پیش نہیں آیا۔ چونکہ اب وہ آرکہ کے قریب پہنچ گئے تھے، اس لئے انہوں نے کسی قدر تیزی سے سفر کرنا شروع کر دیا تھا۔ شمعونہ اب بھی چاہتی تھی کہ چلنے میں جلدی نہ کی جائے۔

لیکن حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اس کے کہنے کی بہت کم پرواہ کرتے تھے۔ یوں تو وہ جہاں دن چھپنے لگتا، وہاں آبادی ہوتی یا ویرانہ، جنگل ہوتا یا ریگستان، قیام کر دیتے، لیکن کسی مقام پر ایک شب سے زیادہ نہ ٹھہرتے۔ البتہ کوئی شہر ہوتا تو ایک دو روز قیام کر لیتے۔ آخر وہ آرکہ کے اس قدر قریب پہنچ گئے کہ ایک یا دو روز کی منزل باقی رہ گئی۔

ایک روز شمعونہ نے کہا:

''آپ رضی اللہ عنہ چلنے میں اس قدر جلدی کیوں کر رہے ہیں؟''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

''اس لئے کہ جلد سے جلد منزل طے ہو جائے!''

شمعونہ: ہم نے اب تک جس طرح سفر کیا ہے، وہ نہایت آرام سے گزرا۔ لیکن اب جس طرح آپ رضی اللہ عنہ سفر کر رہے ہیں وہ سخت تکلیف دہ ہے!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ایک دو دن کچھ تکلیف ہی برداشت کر لو۔

شمعونہ: یہ سفر بھی ہمیشہ یاد رہے گا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اس لئے کہ اس میں دو مرتبہ تمہیں اٹھا لے جانے کی کوشش کی گئی؟

شمعونہ: نہیں، جب یہ واقعات یاد آیا کریں گے تو میں کانپ جایا کروں گی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: پھر کون سی تفریح ہوئی؟

شمعونہ: آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ!!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: سفر میں جتنے آدمی زیادہ ہوں اتنا ہی زیادہ لطف آتا ہے۔

شمعونہ: لیکن بعض ایسی ہستیاں بھی ہوتی ہیں جن کے ہمراہ ہونے سے یہ لطف اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مجھے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا۔

شمعونہ: آپ رضی اللہ عنہ کی کوئی بہن ہے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ہے، اس کی شادی ہو چکی ہے۔ وہ اپنے قبیلہ میں ہے۔

شمعونہ: آپ نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مجھے اپنی بہن سے بڑی محبت ہے۔

شمعونہ: ماں بہن سے تو سب ہی کو محبت ہوتی ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میری والدہ کے انتقال کو عرصہ ہوا، لیکن ان سے بھی مجھے بڑی محبت تھی۔

شمعونہ: آپ رضی اللہ عنہ کو کبھی کسی لڑکی سے بھی محبت ہوئی ہے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: نہیں۔

شمعونہ اپنی باتوں سے، اپنے ناز و ادا سے، اپنے حسن کی سحر خیزی سے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کے دل میں محبت کی آگ بھڑکانا چاہتی تھی۔ اسے تو ان سے محبت ہو گئی تھی لیکن حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کچھ ایسے سرد دِل کے واقع ہوئے تھے کہ ان کے دل میں محبت کی آگ تو کیا، چنگاری بھی نہ سلگی تھی۔

شمعونہ نے کہا:

''وہ انسان بھی کیا جسے کبھی کسی سے محبت ہی نہ ہوئی ہو!''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: جو آدمی بیکار رہتے ہیں، انہیں ایسے شغل کی سوجھتی ہے۔

شمعونہ خاموش ہو گئی۔ تیسرے روز وہ آرکہ کے سامنے جا پہنچے۔ شمعونہ نے کہا:

''حضرت مسیح علیہ السلام کی مہربانی سے ہم اپنے وطن میں پہنچ گئے۔''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: حضرت مسیح علیہ السلام کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے!

شمعونہ: مجھے آرکہ پہنچا کر آپ واپس چلے جائیں گے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ہاں!! مجھے مدینہ منورہ جانا ہے۔

شمعونہ: آرکہ میں کتنے روز قیام کریں گے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ایک دن۔

شمعونہ: ایک دن!!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ہاں!! میں تو اب تک تمہارے اصرار سے قیام کرتا چلا آیا۔ ورنہ کب کا یہاں پہنچ کر واپس بھی ہو جاتا۔

شمعونہ: لیکن حکیم شمعان آپ کو ہرگز بھی جلد جانے کی اجازت نہ دیں گے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں ان سے معذرت کر کے اجازت لے ہی لوں گا۔

شمعونہ: اگر انہوں نے اجازت دے بھی دی تو میں نہ جانے دوں گی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کیوں؟

شمعونہ: میری خوشی!!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: نہیں۔ اب تمہیں میری خوشی دیکھنی چاہیے شمعونہ۔

شمعونہ: جب آپ رضی اللہ عنہ میرا نام لیتے ہیں تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: نام لینے میں خوشی کیا؟

شمعونہ: اگر میں آپ رضی اللہ عنہ کا نام لوں تو آپ رضی اللہ عنہ ناخوش تو نہ ہوں گے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: نام لینے میں ناخوشی کیا؟؟

شمعونہ: (حضرت) عنجدہ رضی اللہ عنہ!! آپ رضی اللہ عنہ میرے سامنے کیوں آئے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے میری مسرت کی دنیا کو فکر و اندیشے سے کیوں بھر دیا؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: میں کچھ سمجھا نہیں!

شمعونہ: سنیں (حضرت) عنجدہ رضی اللہ عنہ!! میں آج بے حیا بن کر کہتی ہوں کہ میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے حیرت سے شمعونہ کو دیکھ کر کہا:

"یہ تم نے کیا کہا؟"

شمعونہ: اس وقت میری زبان سے وہ نکل گیا جو مجھے ہرگز نہ کہنا چاہیے تھا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: کیا تم آرکہ میں نہ رہو گی؟

شمعونہ: میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں، جہاں آپ رضی اللہ عنہ رہو گے وہیں میں رہوں گی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ فکر میں پڑ گئے۔ چونکہ وہ برابر سفر کر رہے تھے اس لئے اب قلعہ کے

دروازہ پر پہنچ گئے تھے۔

شمعونہ نے کہا: ''میں نے اپنا راز آپ رضی اللہ عنہ پر ظاہر کر دیا..............

اس کا فقرہ نامکمل ہی رہ گیا۔ کیونکہ قلعہ کے محافظ وہاں آ گئے۔ وہ شمعونہ کو جانتے تھے۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا:

''او ہو شمعونہ آ گئی، عرصہ دراز کے بعد۔''

شمعونہ بھی انہیں دیکھ کر خوش ہوئی۔ وطن کی سر زمین، وطن کے لوگ، حتیٰ کہ وطن کا ذرہ ذرہ سب ہی کو عزیز ہوتا ہے۔

شمعونہ اور حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ دونوں قلعہ میں داخل ہوئے۔ قلعہ نہایت وسیع اور بڑا پُر رونق تھا۔ یہ دونوں حکیم شمعان کے مکان پر پہنچے۔ وہاں شمعونہ کی دایہ اور حکیم کے خدام نے ان کا پُر تپاک خیر مقدم کیا۔

اگرچہ تمام محل کنیزوں اور خداموں سے بھرا ہوا تھا لیکن شمعونہ کو محل پر اُداسی برستی نظر آئی۔ جیسی رونق اُس وقت تھی، جب اس نے اس محل کو چھوڑا تھا، ویسی رونق اِس وقت نہ تھی۔

شمعونہ اور عنجدہ رضی اللہ عنہ دونوں مکان کے صحن میں جا کر بیٹھ گئے۔ دایہ کھانے کے متعلق کچھ ہدایتیں دینے چلی گئی۔

کنیزوں کے جھرمٹ نے ان دونوں کو گھیر لیا۔ بعض کنیزیں شمعونہ کے ساتھ کھیلی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اسے غسل کر کے کپڑے بدلنے کا مشورہ دیا۔ اس کی سمجھ میں بھی آ گیا۔ وہ غسل کرنے چلی گئی اور تھوڑی ہی دیر میں غسل کر کے اور عمدہ لباس بدل کر آ گئی۔

آج اس نے اپنا قدیمی عیسائی دوشیزاؤں جیسا لباس پہنا۔ وہ پھر حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ بیٹھی۔ کنیزیں پھر اس کے پاس گئیں۔

اس نے کنیزوں سے پوچھا:

''میرے ابا کہاں ہیں؟''

کنیزیں یہ فقرہ سن کر کچھ افسردہ خاطر ہو گئیں۔ ان میں سے ایک کنیز نے کہا:

''داروغۂ محل سے دریافت کرنا، وہ بتا دیں گے!''

شمعونہ کچھ کھٹکی اس نے کہا:

''داروغۂ محل سے دریافت کروں، کیوں؟ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے؟''

وہی کنیز: جی حکیم جی کی ہدایت ہے کہ داروغۂ محل ہی آپ کو بتائیں!

شمعونہ: کیا وہ یہاں نہیں ہیں، کہیں باہر گئے ہیں؟

کنیز: ان سب باتوں کا وہی جواب دیں گے۔

شمعونہ: اگر تمہیں معلوم ہے تو تم کیوں نہیں بتا دیتی ہو۔

کنیز: اچھا ٹھہریئے میں دایہ کو بلا کر لاتی ہوں وہ آپ کو بتا سکیں گی۔

کنیز چلی گئی۔ شمعونہ کو تعجب تھا کہ کنیزیں کیوں حکیم شمعان کے متعلق کچھ بتانے سے گریز کر رہی ہیں۔ وہ جانتی تھی کہ چند برسوں سے حکیم کہیں باہر نہیں جاتے تھے۔ اسے خیال ہوا کہ کہیں میری گمشدگی کے بعد حاکم آرکہ کی بیگم نے حاکم سے کہہ کر حکیم کو قید تو نہیں کر دیا ہے۔

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ دایہ آ گئی۔ اس نے کہا:

''بیٹی!! تم حکیم کے متعلق دریافت کر رہی ہو۔ تمہیں داروغۂ محل اس کے متعلق بتا دیں گے۔''

شمعونہ: اچھا داروغہ کو بلاؤ۔

دایہ: کل اس کی بیٹی کی بیماری کی خبر آئی تھی، وہ وہاں گئے ہیں۔ صبح واپس آئیں گے۔

شمعونہ: کیا تمہیں ابا کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے؟

دایہ: اطمینان رکھو تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ کھانا تیار ہے پہلے کھانا کھا لو۔

چنانچہ شمعونہ کے حکم سے کھانا لایا گیا اور اس نے اور حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے دونوں نے کھانا شروع کیا۔

باب ۲۱

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی گرفتاری

ملک شہریاض مرج رغبان میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمانوں نے قلعہ ماردین پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ ارسوس اس کے پاس سے رخصت ہو چکا تھا۔ اسے بڑی فکر لاحق ہوئی۔ اس نے اطراف ملک سے فوجیں فراہم کرنی شروع کیں۔

اس نواح کے تمام قلعہ داروں کو لشکر اور رسد لے کر آنے کے احکام بھیج دیئے۔ چونکہ وہ قلعہ دار اس کے محکوم و باج گزار تھے، اس لئے اپنی تمام فوجیں اور سامانِ حرب و رسد لے کر آنے لگے۔ چند ہی روز میں اس قدر لشکر جمع ہو گیا کہ قلعہ کے اندر گنجائش نہ رہی۔

شہریاض نے قلعہ سے باہر میدان میں تمام فوجیں بھیج دیں اور خود بھی مع امیروں، مشیروں اور خدام کے وہیں آ گیا۔ اس کی ٹڈی دل فوجیں میدان میں میلوں تک خیمہ زن ہوئیں۔ وہ حدِ نگاہ تک پھیل گئیں۔ بڑے بڑے بہادر، جنگجو اور تجربہ کار افسر اور والیانِ شہر اس فوج کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ رومیوں کے مقابلہ میں ان کی کوئی وقعت وحیثیت ہی نہ تھی۔ لیکن اس پر بھی ان کا رعب و خوف اس قدر غالب تھا کہ شہریاض کو میدان میں نکلنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ وہ اور فوجوں کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

مسلمان اس عرصہ میں خاموش نہیں بیٹھے رہے۔ بلکہ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے چھوٹے چھوٹے فوجی دستے اطراف ملک میں بھیج دیئے۔ ان مجاہدوں نے بہت سے قلعے اور شہر فتح کر لئے۔ ان میں مشہور قلعے رہا، حران اور کفر توتا وغیرہ تھے۔ جب شہریاض نے دیکھا کہ مسلمان اس کے قلعوں اور شہروں کو فتح کر رہے ہیں تو اسے سخت ناگوار گزرا۔ اس نے غصہ اور جوش میں آ کر ایک روز لشکر کو میدانِ جنگ میں اترنے اور مسلح ہونے کا حکم دیا۔

ٹڈی دل فوجیں میدان میں آ آ کر صف بستہ ہونے لگیں۔ ہر حاکم اور والی اپنی اپنی

فوج علیحدہ لے کر نہایت شان سے کھڑا ہو گیا۔

فوجی سپہ سالار نے میمنہ اور میسرہ قائم کیا۔ چونکہ لشکر بے شمار تھا، اس لئے دور تک صفیں پھیل گئیں۔ جب فوجوں کی صف بندی ہو چکی تب ملک شہر یاض پانچ ہزار جنگجو سواروں کے ساتھ قلبِ لشکر میں آ کر ٹھہرا۔ رومیوں کے تمام سوار اور پیادے غرقِ آہن تھے۔ سب زرہ پوش تھے۔ اعلیٰ قسم کے ہتھیاروں سے مسلح۔ دھوپ میں ان کے ہتھیار اور ان کی زرہیں جگمگا رہی تھیں۔

حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ بھی مجاہدینِ اسلام کو لے کر میدان میں نکلے۔ انہوں نے میمنہ، میسرہ، ہراول اور قلب قائم کئے۔ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مہتمم جنگ مقرر کر دیا۔

انہوں نے قبائلِ باہلہ و طے کو میمنہ اور بنی عدی وفزارہ کو میسرہ میں اور کندہ و عاملہ کو ہراول میں اور انصار کو قلبِ لشکر میں مقرر کیا، اور پانچ سو آزمودہ کار جنگجو سواروں کو اپنے ساتھ لیا۔

جب صفیں مرتب ہو گئیں تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لشکر کے بیچ میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا:

> ''شیرانِ اسلام!! تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو۔ صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔ اس کی رضا جوئی کو مقدم جانتے ہو۔ مشیتِ الٰہی کے قائل ہو۔ تم نے اپنی جانوں کو راہِ خدا میں ہبہ کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس ہبہ کو قبول کر کے تمہیں جنت کی بشارت دی ہے۔
>
> جو تعداد رومیوں کی تمہارے مقابلہ میں آئی ہے وہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ تم ملکِ شام میں اس سے زیادہ فوجوں سے لڑ چکے ہو۔ ان کی تمہارے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان کے حملہ آور ہوتے ہی ان پر ٹوٹ پڑو اور انہیں دکھا دو کہ شہسوارانِ مسلمین اور جنگجو مجاہدین ہو!''

ابھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ تقریر کر کے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ رومیوں کے لشکر کو حرکت ہوئی۔ وہ طوفان کی طرح بڑھے اور سیلاب کی طرح مسلمانوں سے آ ٹکرائے۔

مسلمان بھی ان کے مقابلے میں سنگی چٹانوں کی طرح جم گئے۔ فریقین نے تلواریں سونت لیں۔ زور و شور سے جنگ شروع ہو گئی۔ صاف و شفاف تلواریں آفتاب کی شعاعوں میں جگمگا ئیں۔ بجلی کی طرح چمکتی ہوئی اٹھیں اور انسانوں کے سمندر میں جا ڈوبیں۔

چونکہ رومیوں کی تعداد زیادہ تھی اس لئے وہ مسلمانوں کو پسپا و منہزم کرنے کے لئے

پورے جوش اور طاقت سے بڑھ رہے تھے لیکن مسلمانوں نے انہیں روک لیا تھا۔ وہ بڑی دلیری، بڑے استقلال اور بڑی قوت سے جنگ کر کے انہیں پیچھے دھکیلنے کی کوشش میں سرگرم تھے۔

چونکہ فریقین زور وقوت سے کام لے رہے تھے اس لئے جنگ کا زور بڑھ گیا تھا۔ آتش حرارت مشتعل ہو گئی تھی۔ جنگی شرارے دور تک پہنچ گئے تھے۔

رومیوں کے لشکر میں طرح طرح کے کریہہ الصوت باجے بج رہے تھے۔ رومی خود بھی زور زور سے چلا رہے تھے۔ ان آوازوں سے میدانِ جنگ گونج رہا تھا۔

مسلمان خاموشی سے سر جھکائے، بڑے استقلال سے لڑ رہے تھے۔ البتہ کبھی کبھی وہ مزید حرارت پیدا کرنے کے لئے اللہ اکبر کا پُر زور نعرہ لگا دیتے تھے۔ اس نعرہ کی آواز جب بلند ہوتی تھی تو رومیوں کی تمام آوازیں اس میں دب کر رہ جاتی تھیں۔

جس جوش وخروش سے رومی حملے کر رہے تھے اس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی نہ کسی وقت مسلمانوں کو ہزیمت دے کر بھگا دیں گے۔ لیکن مسلمان کچھ اس طرح جان توڑ کر لڑ رہے تھے کہ ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹتے تھے۔

دوپہر تک لڑائی ایک ہی حالت پر ہوتی رہی۔ جب آفتاب ڈھل گیا، تب حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ آدھا لشکر ہٹ کر نماز میں مشغول ہو گیا۔ اس لشکر کے ساتھ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ پہلی رکعت ختم کر کے وہ ہٹ آئے۔ انہوں نے میدانِ جنگ میں رومیوں کا مقابلہ شروع کیا اور باقی آدھا لشکر دوسری رکعت میں مشغول ہو گیا۔

اس وقت رومیوں نے بڑے زور سے حملہ کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے دستہ کو لے کر انہیں روکا اور نہایت شدت سے ان پر حملہ کر دیا۔ اس وقت تک حضرت خالد رضی اللہ عنہ لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے رومیوں کی پہلی صف کو الٹ دیا اور دوسری میں بھی رخنے ڈال دیئے۔ شام تک نہایت سختی سے جنگ ہوتی رہی۔ جب دن چھپنے لگا تو فریقین میدانِ رزم سے ہٹ کر اپنے اپنے کیمپ میں پہنچ گئے۔ اگلے روز صبح ہی پھر صف بندی کر کے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

آج حضرت خالد رضی اللہ عنہ سب سے آگے رہے۔ انہوں نے اپنے دستہ کو لے کر اس سختی سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صف میں زلزلہ پڑ گیا۔ سینکڑوں رومیوں کو قتل کر ڈالا اور پہلی صف کو دوسری صف پر اُلٹ دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہی اسلامی ہراول دستہ بڑے جوش سے حملہ آور ہوا۔ جو رومی حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے سواروں کی تلواروں سے بچ گئے تھے، انہیں ہراول کے اس

دستہ نے ختم کر ڈالا۔ اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دوسری صف پر حملہ کیا۔ رومی بھی جی توڑ کر لڑے۔ مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے شدید حملہ کر کے اس صف کو بھی توڑ دیا۔ عین اس وقت مسلمانوں کے میمنہ اور میسرہ دونوں نے زوردار حملے کر کے رومیوں کو پیچھے دھکیل دیا۔

اس وقت جنگ نہایت سختی سے ہونے لگی۔ سروں اور دھڑوں کے انبار لگ گئے۔ خون کے نالے بہہ گئے۔ بڑا کشت وخون ہوا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ رومیوں کو قتل کرتے برابر بڑھے چلے جا رہے تھے۔ انہوں نے دور سے شہریاض کو دیکھ لیا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلبِ لشکر میں شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے سامنے جواہر نگار صلیب تھی جو دھوپ میں جگمگا رہی تھی۔ صلیب کے قریب بہت سے پادری اور راہب کھڑے تھے۔ انجیلیں ان کے ہاتھوں میں تھیں اور وہ انہیں پڑھ رہے تھے۔ سینکڑوں خدام صلیب کے گرد چاندی کی انگیٹھیاں لئے کھڑے تھے۔ ان انگیٹھیوں میں عود، عنبر اور دوسری خوشبوئیات جل رہی تھیں۔

صلیب پرستی کا یہ منظر مسلمانوں کے لئے بڑا ہی صبر آزما تھا۔ وہ موحد تھے۔ انہیں اور بھی جوش آ گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ صلیب پر قبضہ کرنے اور شہریاض کو قابو میں لانے کے لئے اسی طرف بڑھے۔ رومیوں نے انہیں روکا لیکن ان کا قدم ہٹنے یا رکنے کے لئے نہ بڑھا تھا بلکہ وہ انہیں قتل و پسپا کرنے کیلئے بڑھے تھے۔ جو رومی ان کے یا ان کے رسالہ کے سامنے آیا، انہوں نے اسے موت کی گود میں پہنچا دیا۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں عیسائیوں کو مار ڈالا۔

جنگ و یلغار کرتے ہوئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ صلیب کے قریب پہنچ گئے۔ اب اس کے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک مختصر میدان رہ گیا۔ مسلمان اس میدان کو طے کرنے کے لئے تیزی سے بڑھے۔ بڑھتے ہی ان کے گھوڑے ٹھوکریں کھانے لگے۔ قریب قریب تمام مجاہدین گھوڑوں سے نیچے گر پڑے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی گرے۔ رومی گویا ان کے گرنے کے منتظر ہی تھے۔ وہ جھپٹے اور ان مسلمانوں کو گرفتار کرنے لگے۔

اس میدان میں گوکھرو ڈالے ہوئے تھے۔ لوہے کے گوکھرو ملک شہریاض نے اس لئے بکھیر دیئے تھے، تاکہ مسلمان اس حد تک نہ پہنچ سکیں۔

چنانچہ مسلمانوں کے گھوڑے گوکھروؤں سے زخمی ہو کر گرے۔ ساتھ ہی مسلمان بھی گرے۔ رومی لوہے کے جوتے پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے تمام مسلمانوں کو مع حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے گرفتار کر لیا۔

باب ۲۲

شہریاض کا انجام

مسلمانوں کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی گرفتاری سے سخت رنج والم ہوا۔ انہوں نے جوش میں آکر حملے کیے اور رومیوں کو تلواروں کی باڑھوں پر رکھ لیا۔ نہایت جوش سے جدال وقتال کیا۔ لیکن رومی اس کثرت سے تھے کہ ہزاروں مارے جانے پر بھی کم نہ معلوم ہوتے تھے۔

اس روز بھی شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ جب آفتاب حجلۂ مغرب کے قریب پہنچ گیا تب دونوں لشکر جدا ہو کر اپنے اپنے کیمپ میں پہنچے۔

آج عیسائی خوش تھے۔ اگرچہ ان کی کثیر جمعیت کام آگئی لیکن انہوں نے شیر زمانہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے پانچ سو ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا تھا۔

چونکہ اتنی بھاری تعداد مسلمانوں کی کبھی گرفتار نہ ہوئی تھی، اس لئے ملک شہریاض کو بڑی مسرت تھی۔ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو پہچانتا نہ تھا۔ اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ یہی وہ جنگجو دلاور ہیں جنہوں نے ملکِ شام کو فتح کیا ہے اور عجم پر قبضہ کر کے ایرانیوں کے چھکے چھڑائے ہیں، تو وہ یقیناً انہیں اسی وقت قتل کرا دیتا۔

وہ انہیں معمولی درجہ کا افسر سمجھا۔ اس نے اسی وقت انہیں پانچ ہزار سواروں کی حراست میں راس العین روانہ کر دیا اور وہاں کے حاکم مرسیوس کو لکھا کہ ان قیدیوں کو قید خانہ تیرہ وتار میں ڈال دینا۔

جس وقت قیدی روانہ ہوئے، اسی وقت ملک شہریاض نے شادیانے بجوائے۔ قرنے بجائے گئے اور نرسنگھے پھونکے گئے۔ جب ان شادیانوں کی آواز مسلمانوں تک پہنچی تو انہیں اس خیال سے اور بھی رنج وقلق ہوا کہ عیسائیوں نے ضرور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا ہے۔

حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو کمال درجہ صدمہ ہوا۔ انہوں فرمایا:

"پروردگارِ عالم!! میں شکایت کرتا ہوں تجھ سے اس امر کی جس نے مجھے اندوہ گین کیا ہے۔ یعنی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی گرفتاری نے۔ وہ آج تک کبھی گرفتار نہیں ہوئے تھے لیکن آج میرے علم کے سایہ میں گرفتار ہو گئے۔ پس، میرا کیا عذر ہوگا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کے سامنے؟ وہ سخت باز پرس کرنے والے ہیں۔ اے رب العالمین!! حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری نے مسلمانوں کے دلوں کو رنج و الم سے بھر دیا ہے۔ تُو ان کی حفاظت کر اور انہیں رہائی دلا۔"

مسلمانوں کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ وغیرہ کی گرفتاری کا عام طور پر کچھ ایسا ملال ہوا کہ اس روز انہوں نے کھانا بھی کم کھایا۔ دوسرے روز صبح ہوتے ہی جب رومی میدان میں نکلے تو حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ بھی مجاہدین کو لے کر مقابلہ میں آ گئے۔

فریقین نے صف بندی کر لی۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"مجاہدینِ اسلام!! رومیوں نے تمہارے بھائیوں کو گرفتار کر کے تمہارے دلوں کو صدمہ پہنچایا ہے۔ اب وہ پھر تمہارے سامنے آئے ہیں۔ ان سے انتقام لو۔ تم جہاد کرنے آئے ہو، جنت کے متلاشی ہو۔ جنت شمشیر کے سایہ میں ہے۔ جہاد کرو اور دشمنوں کی صفیں الٹ دو۔ آج فیصلہ کن جنگ کرو۔ دشمنوں پر ثابت کر دو کہ تمہاری تلواروں سے انہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ وہ صلیب پرست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹے بناتے ہیں۔ صلیب سے مدد چاہتے ہیں۔ لکڑی کا ٹکڑا کیا مدد کر سکتا ہے؟ تم اللہ تعالیٰ کے پرستار ہو۔ وہ تمہاری مدد کرتا ہے۔ اب بھی تمہاری اعانت کرے گا۔

شیرانِ اسلام!! آج دشمنوں کے بڑھنے کا انتظار نہ کرو۔ آج تم حملہ کرو۔ شاندار اور سخت حملہ، جانیں لڑا دو۔ سر ہتھیلیوں پر رکھ لو اور اطاعتِ الٰہی کو اپنا شعار گردانو۔ چلو اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑو۔"

اس مختصر تقریر سے مسلمانوں کے قلوب گرما گئے۔ مسلمانوں کی اگلی صف نے گھوڑوں کی کنوتیوں پر اپنے نیزے رکھ لئے۔ پچھلی صف والوں نے تلواریں میانوں سے نکال کر ہاتھوں میں لے لیں۔ سب اپنے امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنے لگے۔

عین اس وقت رومیوں نے طبلِ جنگ بجایا۔ ان کی لمبی صفوں نے حرکت کی۔ رومی لشکر

کا سیلاب مسلمانوں کی طرف بڑھا۔

امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے مل کر اس نعرہ کی تکرار کی۔ ان کی پُرشور گونج سے میدانِ جنگ ہچکولے کھانے لگا۔ رومیوں کے طبلِ جنگ کی آواز مکھیوں کی بھن بھناہٹ ہو کر رہ گئی۔

نعرہ لگاتے ہی شیرانِ اسلام بڑھے۔ وہ آج غصہ اور جوش میں تھے۔ انہوں نے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی کر دیں۔ گھوڑے زمین کی طنابیں کھینچتے ہوئے بڑھے۔ اِدھر سے یہ دوڑ رہے تھے، اُدھر سے عیسائی تیزی سے بڑھے چلے آ رہے تھے۔ دم کے دم میں دونوں لشکر ٹکرا گئے۔

مسلمانوں نے نیزوں سے رومیوں کا استقبال کیا۔ رومیوں کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ مسلمانوں کے نیزوں نے انہیں نبیدہ ڈالا۔ سینکڑوں رومی سپاہیوں کے سینے چھد گئے اور وہ آہ و فریاد کرتے ہوئے زمین پر گرے۔

ان مجروح ہونے والے سواروں کے گھوڑے بے قابو ہو کر اپنے ہی راکبوں کو کچلنے اور پامال کرنے لگے۔ جو لوگ گھوڑوں سے گر گئے تھے، انہیں اٹھنے کی مہلت نہ ملی۔ سب کے سب گھوڑوں کے پیروں تلے روندے گئے۔

مسلمانوں کا یہ حملہ بڑا سخت ہوا تھا۔ انہوں نے نیزوں کی ایسی باڑھ ماری تھی کہ رومیوں کی پہلی صف کا صفایا کر دیا۔ اب مسلمان دوسری صف پر حملہ آور ہوئے، اور انہوں نے اسے بھی الٹ دیا۔

اگرچہ رومی بھی جوش میں تھے اور مسلمانوں پر زور سے حملہ کرتے تھے لیکن مسلمانوں کی یورش، ان کا طرزِ جنگ انہیں ہچکچا دیتا تھا اور وہ سمٹنے اور دبنے لگتے تھے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کی دوسری صف بھی ٹوٹ گئی اور مسلمان تیسری صف پر حملہ آور ہوئے۔

امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ اس حملہ میں پیش پیش تھے۔ ان کے بائیں ہاتھ میں علم تھا اور داہنے میں نیزہ۔ وہ علم کو جھٹکا دیتے تھے جس سے پھریرا ہوا میں لہرانے لگتا تھا اور داہنے ہاتھ کے نیزہ سے حملے کر کے دشمنوں کو چھید ڈالتے تھے۔ دو آدمی، ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف، ان کی حفاظت پر تھے۔ وہ دونوں ان رومیوں کو مار ڈالتے تھے جو حضرت عیاض رضی اللہ عنہ پر حملہ کرتے تھے۔

جس وقت امیرِ عسکر (حضرت عیاض رضی اللہ عنہ) کسی صف پر حملہ کرتے، مسلمان بڑھ کر اس پر ٹوٹ پڑتے اور نیزوں اور تلواروں سے حملے کر کے اسے زیر و زبر کر ڈالتے۔

رفتہ رفتہ مسلمانوں نے پانچ صفوں کو توڑ دیا۔ اب وہ اس جگہ پہنچے جہاں رومیوں نے گوکھرو بکھیرے ہوئے تھے۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو یمین و یسار کی طرف بڑھنے کا اشارہ کیا۔ مسلمانوں نے وہ میدان جس میں گوکھرو بکھرے پڑے تھے، چھوڑ دیا اور اس کے دائیں اور بائیں سے بڑھنا شروع کیا۔

ان دونوں طرف بھی رومیوں نے کافی مقابلہ کیا لیکن وہ مسلمانوں کے سیلاب کو نہ روک سکے۔ مسلمانوں نے ان مقابلہ کرنے والے رومیوں کو اس طرح قتل کرنا شروع کیا جیسے وہ گھاس پھونس ہوں۔

داہنی طرف حضرت عیاض رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ اور ان کے جلو کے سوار رومیوں کو قتل کرتے ہوئے شہریاض کی طرف بڑھے۔ اس وقت وہ جس جگہ پہنچ گئے تھے، وہاں سے وہ مقدس صلیب جس کے گرد راہبوں اور پادریوں کا ہجوم تھا، قریب رہ گئی تھی۔ پادری حسبِ معمول آج بھی انجیلِ مقدس کو پڑھ رہے تھے اور خدام خوشبوئیں جلا رہے تھے۔

رومی اس جگہ بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے سیلاب کو روک لیا تھا۔ لیکن حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر سختی سے حملہ کیا۔ ان کے ساتھی بھی نعرۂ تکبیر لگا کر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں کا یہ حملہ ایسا سخت ہوا کہ رومی اسے نہ روک سکے۔

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹے اور صلیبِ مقدس کے ہمراہیوں سے جا ملے۔ چشمِ زدن میں مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے رومیوں کو وہاں بھی قتل کرنا شروع کر دیا اور وہ میدان بھی ان کی لاشوں سے بھر دیا۔ رومی جنگجو وہاں سے بھی پسپا ہو کر شہریاض کے رکابی دستہ سے جا ملے۔

اس وقت پادری اور وہ خدام جو انگیٹھیاں لیے ہوئے تھے، سب کچھ پھینک پھانک کر بے تحاشہ وہاں سے بھاگے۔ صلیب کے پاس کوئی بھی نہ رہا۔ ایک مسلمان نے بڑھ کر صلیب پر قبضہ کر لیا۔ ملک شہریاض کھڑا ہو کر اِن تمام واقعات کو دیکھ رہا تھا۔ اگرچہ اس وقت بھی رومیوں کی تعداد مسلمانوں سے دُگنی تھی لیکن افسروں اور خود ان کے بادشاہ اور ساتھیوں کی ہمتیں پست ہو چکی تھیں۔ ان میں یہ جرأت ہی نہ رہی کہ فوج کو لڑا سکیں۔

ہر شخص جان بچانے کی فکر میں تھا۔ مسلمان پُر زور حملے کر کے شہریاض کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے اس کے رکابی دستے پر اس سختی سے حملہ کیا کہ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ مسلمانوں نے ان میں تیغ زنی کر کے بہت سے جانبازوں کو مار ڈالا۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے پھر اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر حملہ کیا۔ تمام مسلمانوں نے سنبھل کر اس جوش سے حملہ کیا کہ شہریاض کے رسالۂ خاص کے قدم

اکھڑ گئے۔

یہ حالت دیکھ کر رومی بادشاہ کے مشیر اور فوجی افسر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ نے بھی بھاگنے کے لئے گھوڑا پھیرا۔ اسی وقت حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اس کے سینے پر اس زور سے نیزہ مارا کہ انی پشت کے پار نکل گئی۔ وہ گرا، اس کے گرتے ہی اس کے خدامِ خاص بھی بھاگ گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سر کاٹ کر نیزہ پر چڑھالیا۔

جوں ہی رومیوں نے اپنے بادشاہ کے سر کو نیزہ کی نوک پر دیکھا، ان میں یارائے جنگ باقی نہ رہا۔ وہ بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل و گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ بے شمار عیسائی گرفتار ہوئے۔ بہت کم اپنی جانیں بچا کر لے جا سکے۔

جب عیسائیوں کے وجود سے میدان پاک ہو گیا تو مسلمانوں نے رومی کیمپ پر چھاپہ مارا۔ وہاں مقابلہ کرنے کے لئے کوئی بھی باقی نہ رہا تھا۔

رومی بڑے ساز و سامان اور شان و شوکت سے آئے تھے۔ بے شمار قیمتی سامانِ تعیش ان کے ساتھ تھا۔ وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ بادشاہ کے شراب رکھنے کے چاندی کے خم، سونے کی صراحیاں اور پیالے، افسروں کے چاندی کے شراب کے مٹکے اور صراحیاں اور سونے کے گلاس، قیمتی زیورات، زرِ نقد اور جواہرات غرض بڑی دولت اور ریشمی کپڑے مسلمانوں کو ملے۔

اس عظیم الشان معرکہ میں تین سو اٹھارہ مسلمان شہید ہوئے۔ رومی اسی ہزار سے زیادہ مارے گئے۔ حدید بن ناشب الضمیری نے رومی مقتولین کا شمار کیا تھا۔ انہوں نے رومیوں کی لاشیں گننے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ ایک تھیلا لیا۔ جب کسی رومی کی لاش پر پہنچتے تو ایک سنگریزہ تھیلے میں ڈال لیتے۔ جب ان سنگریزوں کو شمار کیا تو اسی ہزار سات سو پچاس نکلے۔ معلوم ہوا کہ اسی قدر رومی مارے گئے۔

مسلمانوں نے قبریں کھود کر مسلمان شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کر دیا۔ مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال کر دربارِ خلافت میں روانہ کیا اور چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے۔ حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کو شہر یاض کا وہ تمام سامان بھی ملا جو وہ پہنے ہوئے تھا۔ یہ سارا سامان ایک لاکھ سے زیادہ کی مالیت کا تھا۔ اب امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کو لے کر راس العین کی طرف روانہ ہوئے۔

باب ۲۳

شمعونہ کی مایوسی

شمعونہ نے ہر چند کنیزوں، دایہ، محل کے محافظوں اور دوسرے لوگوں سے حکیم شمعان کے متعلق دریافت کیا لیکن کسی نے بھی اسے کچھ نہ بتایا۔ اسے بڑا تعجب ہوا۔ رات کو جب وہ سوئی تو اسے طرح طرح کے خیالات آتے رہے۔ اس نے بہت کچھ ذہن لڑایا لیکن وہ یہ نہ معلوم کر سکی کہ حکیم شمعان گئے کہاں؟

آخر وہ اسی نتیجہ پر پہنچی کہ حکیم کو والیِ آرکہ نے قید کر دیا ہے۔ اس سے اسے رنج بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ اس نے اپنے دل میں یہ طے کر لیا کہ اگر واقعی حاکمِ آرکہ نے اسے قید کیا ہے، تو وہ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کرے گی اور حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ سفارش کر کے حکیم کو رہا اور حاکمِ آرکہ کو معزول کرا دیں گے۔

رات کو وہ بہت کم سوئی۔ اسی خلفشار میں گرفتار رہی۔ جب صبح کو اٹھی تو اس کی مخمور آنکھوں سے یہ بات ظاہر ہو رہی تھی کہ وہ رات کو بالکل نہیں سوئی یا اسے بہت کم نیند آئی ہے۔

جب وہ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے گئی اور انہوں نے اس کی نشیلی آنکھیں دیکھیں تو پوچھا:

کیا تم رات کو سوئی نہیں ہو شمعونہ؟

شمعونہ: ہاں، رات کو مجھے بہت کم نیند آئی ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: نیند کیوں نہیں آئی؟

شمعونہ: رات بھر حکیم شمعان کا خیال رہا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تعجب ہے، کوئی نہیں بتاتا کہ حکیم کہاں چلے گئے۔

شمعونہ: مجھے بھی یہی حیرت ہے اور رنج بھی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: مگر آج داروغۂ محل آجائے گا اور اس سے سب حال معلوم ہو جائے گا۔

شمعونہ: میرا خیال ہے کہ حاکمِ آرک نے حکیم کو قید کر دیا ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ممکن ہے۔

شمعونہ: اگر اس نے ایسا کیا ہے تو کیا آپ اسے سزا دلائیں گے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: یہ عیسائیوں کی آپس کی بات ہے، اسلامی حکومت اس میں دخل نہ دے گی!

شمعونہ: کیا اسلامی حکومت اس بات کو گوارا کرے گی کہ ایک زبردست شخص ایک زیردست پر ظلم کرے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: نہیں!!

شمعونہ: تب حاکمِ آرک کو ضرور سزا دینی ہوگی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: پہلے معلوم تو کر لو اس کے متعلق، پھر بحث کرنا۔

شمعونہ: بات یہی معلوم ہوتی ہے۔ بتاؤ آپ اسے سزا دلانے کی کوشش کریں گے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: ہاں، میں کوشش کروں گا۔

شمعونہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب وہ داروغہ کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ دوپہر تک داروغہ نہیں آیا۔ اس نے اور حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ دونوں نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ چونکہ وہ رات کو کم سوئی تھی اس لئے کھانا کھا کر اسے نیند آگئی۔

تیسرے پہر کو جب وہ اٹھی تو دایہ نے اسے بتایا کہ داروغۂ محل آگیا ہے اور ملاقات کا منتظر ہے۔ شمعونہ نے جلدی سے غسل کیا، کپڑے بدلے اور مشاطہ سے سنگھار کرا کے کمرۂ خاص میں بیٹھ کر داروغہ کو طلب کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک بوڑھے شخص نے حاضر ہو کر سلام کیا۔

یہی بوڑھا داروغۂ محل تھا۔ اس کی داڑھی پادریوں کی طرح لمبی اور سفید تھی۔ اگرچہ وہ کافی بوڑھا معلوم ہوتا تھا لیکن ابھی تک اس کے چہرہ پر زیادہ جھریاں نہ پڑی تھیں۔

شمعونہ نے پوچھا:

''کہو آپ کی بیٹی کیسی ہے؟''

داروغہ: اب اچھی ہے۔

شمعونہ: مسیح علیہ السلام کا احسان ہے پاپا! (شمعونہ داروغۂ محل کو تعظیم کی وجہ سے پاپا کہا کرتی تھی۔) حکیم کہاں ہیں؟ میں نے سب سے دریافت کیا لیکن کسی نے کچھ نہیں بتایا۔

داروغہ کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ اس نے روتی ہوئی آواز سے کہا:

"نہ بتایا ہوگا، یہ ناگوار فرض میرے ہی ذمہ ڈالا گیا تھا۔"

شمعونہ: میرا شبہ درست نکلا معلوم ہوتا ہے۔

داروغہ: تمہیں کیا شبہ ہے؟

شمعونہ: حاکم آرکہ نے انہیں قید کر دیا ہے۔

داروغہ: نہیں، یہ بات نہیں ہے۔

شمعونہ: پھر وہ کہاں گئے؟

داروغہ: کیا تم اس بدخبر کو سننے کے لئے تیار ہو؟

شمعونہ: ہاں! تیار ہوں۔

داروغہ: وہ وہاں چلے گئے جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں آتا ہے۔

یہ کہتے ہی اس کے آنسو اس کے رخساروں پر بہنے لگے۔

شمعونہ نے بھرائی آواز سے پوچھا:

"کیا وہ مر گئے؟"

داروغہ: ہاں، مر گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کرے، وہ بہت ہی نیک آدمی تھے۔

شمعونہ کو سخت صدمہ ہوا۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ پیچھے کی طرف جھک گئی۔

داروغہ نے بڑھ کر اسے سنبھالتے ہوئے کہا:

"بے صبری نہ کرو شمعونہ!! ان کا وقت آ گیا تھا۔"

شمعونہ بے ہوش ہوتے ہوتے رہ گئی۔ وہ سنبھل گئی لیکن اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ یہ ٹھیک ہی ہوا کہ وہ رونے لگی۔ دیر تک روتی رہی۔

داروغہ نے بھی اسے رونے سے نہیں روکا۔ جب اس کے دل کی بھڑاس نکل گئی تب اس نے کہا:

"افسوس!! میں آخری وقت میں ان کے پاس نہ ہوئی۔"

داروغہ: اس کا انہیں بھی افسوس رہا۔ لیکن تمہارے خطوں نے انہیں اس بات سے مطمئن کر دیا کہ تم اچھے لوگوں میں ہو۔ محفوظ ہو اور خوش ہو۔

شمعونہ، جب کوئی آرکہ کی طرف آتا تھا یا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ادھر کے افسروں کو کوئی حکم بھیجتے تھے، تو ان کے ہاتھ خط بھیجتی رہتی تھی۔ ان خطوں میں وہ اپنا اور مسلمانوں کے حسن سلوک کا مفصل ذکر کیا کرتی تھی۔

شمعونہ نے کہا:

''میں ان کی کچھ خدمت نہ کر سکی!''

داروغہ: وہ ایسے نیک اور اپنے ملازموں اور خود تم پر اس قدر مہربان تھے کہ سب نے ان کی دل سے خدمت کی۔ کیا تم باغیچے تک چل سکتی ہو؟

شمعونہ: ہاں چل سکتی ہوں۔

داروغہ: تب میرے ساتھ آؤ۔

شمعونہ نے آنسو پونچھے اور داروغہ کے ساتھ چل کر باغیچے میں پہنچی۔ پھولوں کے کنج میں ایک چھوٹی سی لاٹ کھڑی تھی۔

داروغہ نے کہا:

''یہی اس حکیم کا مزار ہے جو نہایت عالم اور بڑا خدا پرست تھا۔ اس نے وصیت کی تھی کہ جب شمعونہ آئے تو اسے پہلے میرے مزار پر لانا تاکہ وہ میری مغفرت کی دعا مانگے۔''

شمعونہ نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اب پھر اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ بوڑھا داروغہ بھی دعا مانگتا اور روتا جا رہا تھا۔ دعا مانگ کر بوڑھے داروغہ نے کہا:

''آؤ شمعونہ، میں نے ان کی وصیت پوری کر دی۔''

شمعونہ اور داروغہ دونوں واپس لوٹ آئے۔ شمعونہ نے کمرہ میں پہنچ کر کہا:

''میرا ایک راز تھا اور وہ حکیم ہی کو معلوم تھا۔''

داروغہ: حکیم نے بھی مرتے وقت اس کا ذکر کیا تھا لیکن انہوں نے اس راز سے کسی کو آگاہ نہیں کیا۔ تاہم وہ ایک وصیت لکھ گئے ہیں۔ ہدایت یہ کی تھی کہ وہ وصیت نامہ تمہارے ہاتھوں میں دیا جائے۔ میں لاتا ہوں، شاید اس میں راز کا بھی کچھ ذکر ہو۔

داروغہ چلا گیا اور تھوڑی ہی دیر میں ایک سربمہر لفافہ لا کر دیا۔ شمعونہ نے اس کی مہریں غور سے دیکھ کر توڑیں۔ اندر سے ایک مختصر کاغذ نکلا۔ حکیم نے اپنی تمام دولت اور جائیداد کا مالک شمعونہ کو کر دیا تھا اور اسے یہ اختیار دے دیا تھا کہ وہ چاہے جس سے شادی کرے اور خواہ مسلمان ہو جائے یا عیسائی رہے، لیکن راز کا اس میں بھی کوئی ذکر نہیں تھا۔

شمعونہ حکیم کی گزشتہ شفقتیں اور موجودہ ایثار و سیر چشمی کو یاد کر کے پھر رونے لگی۔ اب داروغہ نے اسے تسلی دی اور اس نے اپنے آنسو پونچھے۔

اسے حکیم سے اپنا راز معلوم کرنے کی جو امید تھی، وہ بھی جاتی رہی۔ لیکن اسے خیال ہوا کہ آرکہ کے والی کی بیگم کو ضرور اس کا راز معلوم ہوگا۔ وہ اس سے مل کر دریافت کرنے کی کوشش کرے گی۔

اس نے داروغہ سے کہا:

''میں حاکمِ آرکہ کی بیگم سے ملوں گی۔''

داروغہ: حاکمِ آرکہ اور ان کی بیگم دونوں یہاں نہیں ہیں۔

شمعونہ: وہ کہاں گئے ہیں؟

داروغہ: انہیں خفیہ طور پر قسطنطین ہرقل اعظم نے قسطنطنیہ میں بلایا تھا۔ وہ وہاں چلے گئے اور چونکہ ان کی روانگی پوشیدہ نہ رہ سکی اس لئے حکومتِ اسلامیہ ان سے ناخوش ہوگئی۔ مدینہ منورہ سے ان کی معزولی کے احکام آگئے اور دوسرا شخص حاکم مقرر کر دیا گیا۔

شمعونہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے داروغہ کو رخصت کر دیا اور حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر انہیں حکیم کے مرنے اور حاکمِ آرکہ کے مع بیگم کے قسطنطنیہ چلے جانے کے تمام واقعات سنائے۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے حکیم کے مرنے پر تعزیت کی۔ اسے تسلی دی اور راز معلوم نہ ہونے پر اس سے کہا:

''تم راز معلوم کرنے کے پیچھے کیوں پڑی ہو؟ اس خیال کو چھوڑ دو۔''

شمعونہ: میں ضرور راز معلوم کر کے رہوں گی۔

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ: اب کس سے معلوم کرو گی؟

شمعونہ: ان پادری سے جو مدینہ منورہ چلے گئے ہیں۔

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ: لیکن کہا جاتا ہے وہ دیوانے ہو گئے ہیں۔

شمعونہ: مجھے امید ہے کہ ان سے معلوم ہو جائے گا۔

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ کرے معلوم ہو جائے اور تمہارے دل کی الجھن مٹ جائے۔

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کا آرکہ سے جلد ہی رخصت ہو جانے کا خیال تھا لیکن چونکہ شمعونہ غمگین تھی، اس لئے چند روز کے لئے انہیں روانگی ملتوی کرنی پڑی۔

باب ۲۴

مرسیوس کی ضد

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے پانچ سو ساتھی قلعہ راس العین میں پہنچے تو رومیوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ مرسیوس نے خوب شادیانے بجوائے۔ گھر گھر خوشی منائی گئی۔ ناچ گانے کے جلسے ہوئے۔ شراب کے دور اڑے۔ کئی روز تک جشن ہوتے رہے۔

ابھی ان شادیانوں اور گانوں کی آوازیں گونج ہی رہی تھیں کہ رومیوں کی شکست اور ملک شہریاض کے مارے جانے کی اطلاع پہنچی۔ راس العین کے باشندوں کی ساری خوشی کرکری ہوگئی۔ مسرت رنج والم میں بدل گئی۔ انہیں اپنے بادشاہ کے مارے جانے کا سخت صدمہ ہوا اور چونکہ اس لڑائی میں بھاری تعداد رومیوں کی ماری گئی تھی، اس لئے گھر گھر ماتم بپا ہوگیا۔ کوچہ و بازار سے نالہ و شیون کی آوازیں آنے لگیں۔

مرسیوس کو بھی بڑا صدمہ ہوا۔ اس نے کہا:

''جس طرح مسلمانوں نے ہمیں غمگین کیا ہے، اسی طرح میں انہیں اندوہ گین کروں گا۔''

اس نے حکم دیا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام ساتھی لائے جائیں تاکہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ ایک فوجی دستہ قیدیوں کو لانے کے لئے بھیجا گیا۔ جب قیدی فوجی حراست میں لائے گئے تو عوام اور رومیوں نے انہیں برا بھلا کہنا اور گالیاں دینی شروع کیں۔ چونکہ مسلمان زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، اس لیے کچھ نہ کر سکے۔ وہ خون کے سے گھونٹ پی کر رہ گئے۔

قیدی جس وقت مرسیوس کے سامنے پیش کئے گئے تو اس وقت وہ سخت غصہ میں بھرا ہوا تھا۔ اس کے پاس اراکین سلطنت اور امرائے شہر بھی بیٹھے تھے۔ مرسیوس نے قیدیوں کو دیکھتے ہی ان کے قتل کئے جانے کا حکم دے دیا۔

لیکن ابھی ان قیدیوں کو ایک قدم بھی نہیں لے جایا گیا تھا کہ نعرۂ تکبیر کی پُر زور آواز بیرونِ قلعہ سے آئی۔ یہ سب لوگ خوفزدہ ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ان کی زبانوں کو تالے لگ گئے اور وہ بات تک نہ کر سکے۔ کچھ عرصہ انہیں اسی طرح گم صم بیٹھے گزر گیا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک عرب پورے عربی لباس میں آیا۔ اسے دیکھتے ہی مرسیوس نے اس سے دریافت کیا:

''کیا مسلمان یہاں بھی آمرے عاصم؟''

اس عرب کا نام عاصم بن رواحہ تھا۔ اس نے بھی نصرانیت اختیار کر لی تھی۔ یعنی وہ بھی کسی زمانہ میں عیسائی ہو گیا تھا۔ اس نے جواب دیا:

''ہاں مسلمان آگئے ہیں۔ وہ قلعہ کے سامنے خیمہ زن ہو رہے ہیں۔''

مرسیوس: مجھے یہ اندیشہ پہلے سے تھا۔ اسی لئے میں نے قلعہ کو ہر طرح سے محفوظ و مستحکم کر لیا تھا۔ فصیل پر سپاہیوں کو متعین کر کے سامانِ حرب ان کے پاس پہنچا دیا تھا۔ مترقیس، تم اپنی منجنیق کو اس طرف ایستادہ کرا دو جس طرف مسلمان آکر اترے ہیں۔

قلعہ راس العین میں ایک زبردست منجنیق تھی۔ اس کے رسے کھینچنے پر چالیس آدمی مقرر تھے۔ اس منجنیق کے ذریعہ سے بھاری بھاری پتھر بہت دور تک پھینکے جاتے تھے۔ یہ منجنیق مرسیوس کے چچازاد بھائی مترقیس کے تحت میں رہتی تھی۔ وہ ایک فوجی دستہ کا افسر تھا۔ حکم سنتے ہی وہ منجنیق استادہ کرنے کے لئے روانہ ہو گیا۔

مرسیوس نے اس کے جانے کے بعد پھر مسلم قیدیوں کے قتل کئے جانے کا حکم دیا۔

عاصم نے اس سے کہا:

''کیا آپ ان قیدیوں کو قتل کرانا چاہتے ہیں؟''

مرسیوس: ہاں!! میں بھی مسلمانوں کو اندوہ گین کرنا چاہتا ہوں۔

عاصم: لیکن یہ بات قرینِ مصلحت نہیں ہے۔

مرسیوس: کیوں؟

عاصم: اس لئے کہ مسلمانوں نے رومیوں کی جمعیت کو توڑ دیا ہے۔ بادشاہ کو مار ڈالا ہے اور اب اس قلعہ پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ لڑائی شروع ہونے والی ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اس لڑائی کا انجام کیا ہوگا۔ اگر تم ان قیدیوں کو قتل کرا دو گے تو مسلمان ہم میں سے جس کسی کو پائیں گے مار ڈالیں گے۔

مجھے معلوم ہے ان کے پاس ہزاروں رومی قید ہیں۔ وہ غصہ میں آ کر ان سب قیدیوں کو بھی قتل کر دیں گے۔ اس طرح ہمیں بڑا ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اور اگر ہم ان قیدیوں کو باقی رکھیں گے تو ممکن ہے کسی وقت ہم ان کے تبادلے میں اپنے قیدی چھڑا سکیں۔

مرسیوس: تم نے بات بہت معقول کہی۔ سردست ان قیدیوں کا قتل کرنا مناسب نہیں ہے۔ اچھا، تم انہیں اپنی حفاظت و نگرانی میں لے لو اور جس جگہ چاہو قید رکھو۔

عاصم: اگر آپ اجازت دیں تو بیعہ نسطوریا میں بند کر دوں؟

بیعہ نسطوریا ایک عظیم الشان گرجا تھا۔ اس کی عمارت بڑی وسیع تھی۔ اس میں ایک طرف ایک قید خانہ بھی بنایا گیا تھا جس میں مخصوص قیدی رکھے جاتے تھے۔ یہ قید خانہ اتنا بڑا تھا کہ اس میں ایک ہزار سے بھی زیادہ قیدی آ جاتے تھے۔ مرسیوس نے کہا:

''تمہیں اختیار ہے ان قیدیوں کو جہاں چاہو رکھو!''

عاصم قیدیوں کو لے کر بیعہ نسطوریا میں پہنچا اور انہیں قید خانہ میں بند کر دیا۔

حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا معائنہ کیا۔ انہوں نے مناسب یہی سمجھا کہ قلعے کا محاصرہ کر لیا جائے۔ چنانچہ اپنے آنے کے دوسرے ہی روز انہوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ چاروں طرف مسلمانوں کو پھیلا دیا اور روزانہ دھاوے کرنے لگے۔

مرسیوس نے قلعے کی حفاظت کا معقول انتظام کر لیا تھا۔ فصیل پر بے شمار فوجیں، سنگریزے، تیر اور دوسرا سامانِ حرب پہنچا دیا تھا۔ اس کے پاس کئی منجنیقیں تھیں جو چاروں طرف فصیلوں پر نصب کر دی گئی تھیں۔ جب مسلمان حملہ کرتے تو یہ منجنیقیں اس شدت سے سنگ باری کرتی تھیں کہ مسلمانوں کا ایک قدم بھی بڑھنا دشوار ہو جاتا تھا۔

جب محاصرے کو کئی دن گزر گئے اور مسلمانوں کے حملوں کے انداز نے عیسائیوں کے یہ ذہن نشین کر دیا کہ قلعہ خطرے میں ہے تو مرسیوس نے پادریوں، راہبوں اور رہبنوں سے کامیابی کی دعا کرنے کی استدعا کی۔

دعا کے لئے ایک دن مقرر کیا گیا۔ پادریوں نے اعلان کر دیا کہ تمام اہلِ قلعہ اس روز دعا مانگیں۔ گرجاؤں میں جا کر نماز پڑھیں۔ چنانچہ نماز پڑھی گئی اور دعا مانگی گئی۔ جب دعا سے فارغ ہوئے تو شاہی گرجا کے بڑے پادری نے مرسیوس سے کہا:

''جو مسلمان قید ہیں ان میں سے دس بڑے آدمیوں کو یعنی جو افسر ہوں طلب کر کے حضرت مسیح علیہ السلام کی نذر چڑھانے کے لئے ذبح کیا

جائے۔ یقین ہے اس سے حضرت مسیح علیہ السلام اور اس کا باپ دونوں خوش ہو جائیں گے اور عیسائی مسلمانوں کو ہزیمت دے کر بھگا دیں گے۔"

مرسیوس نے عاصم سے کہا۔ عاصم نے کہا:

"میرے خیال میں مسلمانوں کو ذبح کرنا ان کی قوم کو اشتعال دلانا ہے۔ ہمارے قلعے میں ان کے جاسوس ضرور موجود ہیں وہ انہیں خبر دے دیں گے۔ اس سے مسلمانوں کو جوش اور غصہ آجائے گا اور وہ قلعہ فتح کرنے کے لئے جانیں لڑا دیں گے۔ اگر انہوں نے قلعہ فتح کر لیا تو ایک عیسائی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔"

ایک ادھیڑ عمر کے پادری نے جس کی داڑھی کافی لمبی تھی، کہا:

"عربی برادر نے بالکل صحیح مشورہ دیا۔ آپ سب لوگ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں نے طلاحم پڑھے ہیں۔ ان پرانی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ سرزمینِ عرب میں مبعوث ہوں گے اور ان کی امت ساری دنیا میں پھیل جائے گی۔ وہ جس طرف رخ کریں گے، فتوحات کا سیلاب بہاتے چلے جائیں گے۔ کوئی قوم اور کوئی ملک ان کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ میرے بھائی مرسیوس!!! تم اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو!"

یہ پادری مرسیوس کا بھائی تھا۔ اس کا نام ارسالوس تھا۔ رومی زبان میں ارسالوس کے معنی حکیم و دانا کے ہیں۔ اس نے ترکِ لذات کر دیا تھا۔ گرجا میں داخل ہو کر پادری بن گیا تھا۔ وہ انجیل کا ماہر اور طلاحم پڑھا ہوا تھا۔ نہایت مشہور اور بڑا نیک تھا۔

مرسیوس نے اس سے دریافت کیا:

"پھر میں کیا کروں؟"

ارسالوس: مناسب یہ ہے کہ تم مسلمانوں سے مصالحت کر لو۔

مرسیوس نے بگڑ کر کہا:

"کیا ان کی خوشامد کروں؟"

ارسالوس: نہیں۔ اس کام کو میرے سپرد کر دیجئے میں انجام دے لوں گا۔

مرسیوس نے غصہ سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا:

''اگر تم میرے بڑے بھائی نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کرا دیتا۔ اگر تم زندگی چاہتے ہو تو میرے سامنے سے دور ہو جاؤ۔''

ارسالوس: میں جا رہا ہوں لیکن پھر سمجھاتا ہوں کہ مسلمانوں سے صلح کر لینا ہی بہتر ہے۔

وہ چلا گیا۔ مرسیوس نے پھر دس مسلمانوں کو لا کر قربانی چڑھانے کا حکم دیا۔ عاصم نے پھر مداخلت کی لیکن مرسیوس نے نہ مانا۔ وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔

عاصم نے کہا:

''میں قیدیوں کو آپ کے سامنے لا کر پیش کروں گا۔ آپ ان کے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔''

ابھی عاصم نے اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں تھی کہ مسلمانوں کے پرشور اللہ اکبر کے نعرہ کی آواز آئی۔ مرسیوس سمجھ گیا کہ مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔ اس نے مسلمانوں کی قربانی ملتوی کر دی اور وہاں سے قلعہ کی فصیل کی طرف روانہ ہوا۔

باب ۲۵

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی رہائی

مرسیوس جب فصیل پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ مسلمانوں نے نہایت سختی سے حملہ کر رکھا ہے۔ عیسائی بہادر تیروں اور پتھروں کی بارش کر کے انہیں روکنے میں بڑی جدوجہد کر رہے ہیں لیکن مسلمانوں کے قدم نہ رکتے تھے۔ ان کا سیلاب برابر بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

مسلمان تیر انداز تاک تاک کر، منجنیقوں پر جو عیسائی کام کر رہے تھے، انہیں نشانہ بنا رہے تھے۔ وہ جب تیروں کی باڑھ چھوڑتے تھے تو ایک دو منجنیق والے سپاہی کو ضرور مار ڈالتے تھے۔ منجنیق پر کام کرنے والوں میں سے جو شخص مجروح و مقتول ہوتا تھا، دوسرا آدمی فوراً اُس کی جگہ پہنچ جاتا تھا۔ لیکن چونکہ منجنیقوں کے پاس موت کی گرم بازاری ہو رہی تھی، اس لئے وہ جانیں بچانے کی فکر میں زیادہ مشغول تھے، منجنیقیں نہ چلا سکتے تھے۔ سنگ اندازی بند تھی البتہ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ مسلمان ڈھالوں پر تیروں کو روکتے ہوئے قدم قدم بڑھ رہے تھے۔

مرسیوس نے ہر طرف کی فصیل پر جا کر دیکھا۔ ہر جانب یہی کیفیت تھی۔ اس نے سب کو مسلمانوں پر سنگ اندازی کرنے کے لئے جوش دلایا لیکن اس کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ مسلمانوں کے تیروں نے کچھ ایسی حشر خیزی کی کہ عیسائیوں کا جوش سرد پڑ گیا۔

مرسیوس یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گیا۔ اسے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اہلِ قلعہ اور فوجی افسروں سے مسلمانوں نے ساز باز نہ کر لی ہو۔ اس نے احکام صادر کئے کہ اکابرینِ شہر اور تمام چھوٹے بڑے فوجی افسر بیعہ نسطوریہ میں جمع ہوں تاکہ ان سے حلفِ وفاداری لیا جائے۔

اسی وقت قاصد دوڑ گئے۔ اس نے یہ بھی طے کر لیا کہ قیدی مسلمانوں کی آدھی تعداد کو قربانی چڑھا دے۔ چنانچہ اس نے عاصم کے پاس اطلاع بھیجی کہ وہ اڑھائی سو قیدیوں کو اپنے ساتھ لے کر بیعہ نسطوریہ میں حاضر ہو تاکہ ان مسلمانوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نذر میں قربانی

چڑھایا جائے۔

عاصم یہ حکم پا کر قید خانہ میں گیا۔ عاصم قید خانہ میں پہنچا۔ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر فرمایا:

''کس لئے آئے عاصم؟''

عاصم نے کہا:

''شہریاض کے مارے جانے پر قلعہ راس العین کا والی مرسیوس ہوا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مسلمان قیدیوں کو قربان گاہ پر لے جا کر قربانی چڑھایا جائے۔ میں نے کئی مرتبہ اس بات کی مخالفت کی تو وہ مان گیا۔ لیکن اس مرتبہ ماننے کو تیار نہیں ہے؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔ اسی پر ہمارا بھروسہ ہے اور وہی ہماری اعانت فرمائے گا۔

عاصم: آپ رضی اللہ عنہ واقف نہیں میں کون ہوں؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: میں اتنا جانتا ہوں کہ تم عرب متنصرہ ہو اور اباذ الشمطا کے ساتھیوں میں سے ہو۔

اباذ الشمطار ہا اور حران میں رہتا تھا۔ وہ عرب تھا اور جبلہ کی طرح وہ بھی عیسائی ہو گیا تھا۔ اس کے پاس جمعیتِ کثیر جمع ہو گئی۔ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے مسلمانوں کا زبردست مقابلہ کیا لیکن مسلمانوں نے اسے ہزیمت دے دی تھی۔ اس کی جمعیت کو توڑ دیا تھا۔ وہ وہاں سے بچی کھچی فوجیں لے کر، جو کئی ہزار کی تعداد میں تھی، قسطنطنیہ قسطنطین کے پاس چلا گیا تھا۔

چونکہ حکومتِ اسلامیہ نے اباذ الشمطا اور اس کے ساتھیوں کو باغی قرار دے دیا تھا، اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم نے قسطنطین کو لکھا کہ اباذ الشمطا اور اس کے ساتھی چونکہ حکومتِ اسلامیہ کے باغی ہیں، اس لئے انہیں فوراً قسطنطنیہ سے نکال دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو مجاہدین کو تمہاری طرف بھیجا جائے گا۔ چنانچہ قسطنطین نے اسی وقت اباذ الشمطا اور اس کے ساتھیوں کو نکال دیا۔ یہ لوگ قسطنطنیہ سے آ کر متفرق مقامات میں جا جا کر آباد ہو گئے تھے۔

عاصم بن رواحہ پانچ سو سواروں کے ساتھ سرزمینِ جزیرہ میں آ کر شہریاض کے زمرۂ ملازمان میں داخل ہو گئے تھے۔ جب شہریاض نے فوجیں فراہم کرنے کے احکام جاری کئے تو عاصم کو بھی طلب کیا۔ لیکن بعد میں انہیں راس العین کی حفاظت پر مامور کر کے قلعہ میں جانے کی

ہدایت کی۔ وہ آ رہے تھے کہ راستہ میں انہیں سعید بن زید رضی اللہ عنہ (ایک صحابی) ملے۔ انہوں نے عاصم کو اسلام کی تبلیغ کی اور وہ صدق دل سے مسلمان ہو گئے۔

لیکن انہوں نے مصلحتاً اپنے اسلام کو چھپایا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو قربانی سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ دراصل وہ اس فکر میں تھے کہ کوئی موقع ہاتھ آجائے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو رہا کر دیں۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"آپ صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ میں ایلتو الشمطا کے ساتھیوں میں سے ہوں لیکن یہ نہیں جانتے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور جو مسلمان ان کے قریب تھے، وہ اس بات کو سن کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے فرمایا:

"الحمد للہ! مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ غیب سے ہم سب کی رہائی کا سامان کرے گا۔ اب وہ وقت آ گیا ہے۔"

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ: ہاں، وہ وقت آ گیا ہے۔ میں اس وقت آپ سب کو یہاں رہا کرنے ہی کے لئے آیا ہوں۔ مرسیوس نے حلفِ وفاداری لینے کے لئے تمام اکابرینِ قوم اور فوجی افسروں کو طلب کیا ہے جو اِسی گرجا میں جمع ہوں گے۔ میں آپ رضی اللہ عنہ کو رہا کروں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ ان پر اچانک ٹوٹ پڑنا۔ یقین ہے وہ سب آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے مارے جائیں گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: لیکن ہم لوگ نہتے ہیں۔ ہمارے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ: اس کمرہ کے ملحق چند کمرے ہیں۔ ان کمروں سے ملا ہوا بیت المذبح ہے۔ اس کمرہ میں اتنے ہتھیار جمع ہیں کہ وہ اسلحہ خانہ معلوم ہوتا ہے۔ وہاں سے ہتھیار مل جائیں گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: لیکن بیت المذبح میں یہ ہتھیار کہاں سے جمع ہوئے؟

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ: میں نے اس کے متعلق یہاں کے بڑے پادری سے دریافت کیا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ یہ بیعہ نہایت قدیم اور بہت مشہور ہے۔ اہلِ روم اس میں طرح طرح کے ہتھیار چڑھانے لاتے تھے۔ وہ سب ہتھیار بطور نمائش کے اس کمرہ میں رکھے جاتے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: اچھا آپ نے جس بات کے کرنے کا ارادہ کیا ہے اسے کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے ارادوں میں برکت دے گا۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ: میں ذرا دیکھ آؤں کہ قوم کیا کر رہی ہے۔ آیا سب لوگ جمع ہو گئے ہیں یا ابھی آ رہے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: ہاں دیکھ آئیں۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ چلے گئے اور تھوڑی دیر میں واپس آ کر بولے:

''تمام لوگ آ گئے ہیں۔ حلفِ وفاداری کی کارروائی شروع ہو گئی ہے۔ اب وہ وقت آ گیا ہے جس کا مجھے انتظار تھا۔''

چنانچہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی زنجیریں کھول دیں اور انہیں احتیاط اور آہستگی سے چلنے کی ہدایت کر کے اپنے ساتھ لے کر چلے۔ کئی وسیع کمروں میں سے گزر کر وہ بیت المذبح میں پہنچے۔ یہ کمرہ نہایت وسیع تھا۔ اس میں بے شمار قسم کے ہتھیار دیواروں پر لٹک رہے تھے۔ تلواریں صندوقوں میں بند تھیں۔

مسلمانوں نے ہتھیار لے لئے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

''آپ میرے پیچھے دوڑ کر آؤ۔''

یہ کہتے ہی حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بھاگے۔ ان کے پیچھے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور باقی مسلمان دوڑے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بھاگ کر اس ہال میں پہنچے جس میں مرسیوس اور وہ لوگ، جنہیں اس نے طلب کیا تھا، بیٹھے تھے۔ وہ نہایت مطمئن تھے۔ انہیں کسی خطرہ کے پیش آنے کا اندیشہ نہیں تھا۔

دفعتہً حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بھاگتے ہوئے آئے۔ انہوں نے پکار کر فرمایا:

''غضب ہو گیا! مسلمان قیدی رہا ہو گئے۔ وہ بیت المذبح سے ہتھیار لے کر میرے پیچھے دوڑے چلے آ رہے ہیں۔''

یہ سن کر تمام حاضرین کانپ گئے۔ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم تلواریں ہاتھوں میں لئے ہوئے پہنچے۔ انہیں دیکھتے ہی رومی عیسائیوں کی روح نکل گئی۔ سب سے آگے حضرت خالد رضی اللہ عنہ تھے۔

انہوں نے للکار کر فرمایا:

''اے باطل کے پرستارو!! تم مطمئن تھے۔ لیکن تمہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری گمراہی اور سرکشی دیکھ کر تمہارے جائے امن کو تم سے چھین لیا ہے۔ تمہاری سلطنتوں کو زیروزبر کر دیا ہے۔ کہاں ہے وہ صلیب جس کی تم پرستش کرتے تھے؟ کہاں ہیں وہ ہستیاں جن کا تم تقرب

ڈھونڈتے تھے؟ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے ہی والا تھا!"

عیسائی خوف و دہشت سے کانپ رہے تھے۔ مسلمانوں نے ان میں تیغ زنی شروع کر دی۔ پادریوں کی جماعت بھی موجود تھی۔ وہ بھی لرز رہے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے ان سے تعرض نہیں کیا اور اکابرِ قوم اور فوجی افسروں کو قتل کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے ایک ایک عیسائی کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر ڈالا۔ ان میں سے ایک شخص بھی نہ بھاگ سکا۔ نہ بھاگنے کی وجہ یہ ہوئی کہ مرسیوس کے حکم سے حلفِ وفاداری لینے کے وقت کمرہ کے تمام دروازے مستحکم طور پر بند کر لئے گئے تھے۔ نہ دروازے کھل سکے نہ کوئی بھاگ سکا۔ مرسیوس بھی مارا گیا۔

ان لوگوں کا خاتمہ کر کے مسلمان دروازے کھول کو وہاں سے نکلے اور اللہ اکبر کا بلند نعرہ لگا کر قلعہ کا دروازہ کھولنے کے لئے بڑھے۔ اہلِ قلعہ انہیں دیکھ کر گھبرا گئے۔ وہ سب امان امان چلانے لگے۔

مسلمانوں نے دروازہ کھول دیا۔ امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا۔ وہ اپنے ہمراہیوں کو لے کر قلعہ کے اندر گھس پڑے۔ رومی فوجیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور قلعہ فتح ہو گیا۔

وہاں سے بے شمار دولت اور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت کا خمس نکال کر فتح نامہ کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

شہر یاض کا قتل اور قلعہ راس العین کی فتح ماہ ربیع الاوّل ۱۷ھ میں واقع ہوئی۔

باب ۲۶

ایک عجیب واقعہ

راس العین فتح کرنے کے بعد حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ مع مجاہدینِ اسلام کے آگے بڑھے۔ چونکہ اس نواح میں شہر یاض باسطوت و ہیبت بادشاہ تھا اور وہ مارا جاچکا تھا، اس کی قلمرو پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا، اِس لئے قرب و جوار کے فرمانروا گھبرا گئے۔ ان میں سے اکثر بادشاہوں نے ادائے جزیہ پر مصالحت کرلی۔ چنانچہ ممالکِ دارا دبیرحا اور یا عما کے فرمانرواؤں نے حاضر ہو کر اظہارِ اطاعت کیا اور صلح کرلی۔

اب حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر آمد کا محاصرہ کرلیا۔ آمد کا قلعہ نہایت مضبوط و مستحکم تھا۔ اس وقت اس قلعے پر مریم نامی ایک عورت حکمراں تھی۔ وہ نہایت فریبی اور بڑی چالاک تھی۔ دغابازی اور قساوتِ قلبی کے بعد اس نے اس قلعہ کی حکومت حاصل کی تھی۔ وہ دار کے بادشاہ کی بیٹی تھی۔ نہایت خوبرو اور حسین و جمیل تھی۔ جب اس کی خوبصورتی کا شہرہ ہوا تو بہت سے بادشاہوں اور شاہزادوں نے اس کی خواستگاری کی۔

اس زمانہ میں قلعۂ آمد میں دو بھائی پطرس اور یوحنا حکمران تھے۔ یوحنا نے بھی پیغام دیا۔ دار کے بادشاہ مرطاوس نے اس کا پیام منظور کر کے اس کے ساتھ مریم کا عقد کر دیا۔

جب مریم قلعہ آمد میں آئی اور اس نے شہر کو خوبصورت مرفہ الحال اور مستحکم دیکھا تو اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس جنت نظیر شہر کی ملکہ ہو جائے۔ پطرس اور یوحنا دونوں بھائیوں کے ایک ایک لڑکی اور ایک ایک لڑکا تھا۔ پطرس کی بیٹی کا نام وفورہ تھا اور یوحنا کی دختر کا نام صفورا تھا۔ پطرس کے بیٹے کا نام لاوَنی تھا۔ اتفاق سے لاوَنی کو صفورا سے محبت ہو گئی۔ لاوَنی کے باپ نے اپنے بھائی یوحنا سے اس کی بیٹی صفورا کی خواستگاری کی۔ یوحنا نے انکار کر دیا۔ پطرس کو ناگوار ہوا۔ ان دونوں میں کشیدگی بڑھ گئی۔

یہ واقعات مریم کے یوحنا سے عقد ہونے سے پہلے کے ہیں۔ جب مریم آئی اور اسے یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے یوحنا کو سمجھایا کہ تم اور پطرس بھائی بھائی ہو، تم میں نزاع رہنا ٹھیک نہیں۔ تم پطرس کے بیٹے لاؤنی سے اپنی بیٹی صفورا کی شادی کر دو۔ اس کے سمجھانے سے یوحنا راضی ہو گیا۔ مریم نے پطرس کو اطلاع کر دی اور خود اس نے دونوں بھائیوں اور ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کی دعوت نہایت دھوم دھام سے کی۔

جب سب کھانے سے فارغ ہو گئے تو شراب کا دور چلا۔ مریم نے اپنی دایہ سے سازش کر کے شراب میں زہر ملوا دیا۔ یہ زہر آلود شراب پیتے ہی پطرس، یوحنا اور ان کی اولاد سب مر گئے۔ مریم نے ارکین سلطنت کو موافق کر کے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور نہایت شان و عظمت سے حکومت شروع کر دی۔

جب حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے آمد کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا تو مریم گھبرائی نہیں بلکہ اس نے مردانہ وار تمام انتظاماتِ جنگ و پیکار معقول طور پر کئے۔ فصیل پر فوجیں اور سامانِ حرب کافی تعداد میں پھیلا دیا اور ان کی نگرانی کرنے لگی۔

قلعۂ آمد کے تین دروازے، باب الروم، باب الجبل، اور باب الماء تھے۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے باب الروم پر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو، باب الجبل پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اور باب الماء پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مامور کیا اور خود ایسی جگہ فروکش ہوئے کہ جس طرف مدد کی ضرورت ہو، فوراً پہنچا سکیں۔ جب محاصرے نے طول کھینچا اور قلعہ پر رسائی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے ملکہ مریم کو خط لکھا۔ اس میں تحریر تھا:

"حضرت عیاض بن غنم، سالارِ عسکرِ اسلامیہ کی طرف سے۔

ملکہ مریم کے نام!

ہم اس اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں جو واحد و یکتا ہے اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔

واضح ہو اے مریم!! کہ حق تعالیٰ ہمارا مددگار ہے۔ اس کی اعانت سے ہم ملکِ شام، فلسطین اور مصر پر قابض ہو گئے ہیں۔ سرزمینِ جزیرہ میں بھی مشہور و مستحکم قلعے ہم نے فتح کر لئے ہیں۔ اگر تم ہماری اطاعت کر لو تو یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہے۔ تمہارا ملک اور تمہاری حکومت تمہارے لئے باقی رہیں گے۔

اور اگر تم نے تمرد و سرکشی کی تو جب تک ہم قلعہ فتح نہ کر لیں گے ہرگز یہاں سے نہ ٹلیں گے۔ سلام اس پر جس نے راہِ راست کی پیروی کی!''

یہ خط ایک معاہدی کے ہاتھ بھیجا گیا۔ مریم نے اس کے جواب میں تحریر کیا:

''میں وہ نہیں ہوں جو تمہاری دھمکی سے ڈر جاؤں۔ میرے پاس کافی فوجیں اور کافی سامانِ حرب ہے۔ دولت اس قدر ہے کہ اتنی ہی فوجیں اور اتنا ہی سامانِ حرب اور مہیا کر سکتی ہوں۔ میں اس فکر میں ہوں کہ تم سے وہ سب چھین لوں جو تم نے اہلِ جزیرہ سے لیا ہے۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ تم واپس لوٹ جاؤ۔ اگر تم مقیم رہو گے تو سخت نقصان اٹھاؤ گے!''

جب مریم کا یہ خط حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے محاصرے میں اور سختی کرا دی۔ لیکن اس سختی کا بھی قلعہ والوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ شدہ شدہ محاصرے کو پانچ مہینے گزر گئے۔ اگر مسلمان قلعہ پر حملہ کرتے تھے تو عیسائی زبردست مزاحمت کر کے انہیں لوٹا دیتے تھے۔

اس عرصہ میں رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو گیا۔ جس دروازہ پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ مامور تھے وہاں ایک نہایت وسیع اور بہت گہرا تالاب تھا۔ اس کے ایک کنارہ پر ایک عمارت بنی ہوئی تھی۔ اس میں کئی کمرے تھے۔ ایک کمرہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رہائش اختیار کر لی تھی۔ وہ دن بھر میدانِ جنگ میں رہتے، رات کو واپس آتے۔ ان کے لئے ان کا غلام حضرت ہمام رضی اللہ عنہ جو کی ایک روٹی پکا کر کمرہ مین رکھ دیتا تھا۔ اس میں نمک پڑا ہوتا تھا۔ اسی روٹی سے وہ افطار کرتے تھے۔ سحری میں دو چار کھجوریں کھا کر پانی پی لیتے تھے۔

ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے افطار کرنا چاہا تو روٹی نہ ملی۔ انہوں نے کھجور سے روزہ افطار کر لیا اور رات کو کچھ کھائے بغیر سو رہے۔ سحری میں حسب معمول چند کھجوریں کھا کر پانی پی لیا۔ حضرت ہمام رضی اللہ عنہ سے کچھ نہ پوچھا۔

دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا کہ روٹی نہ ملی۔ تیسرے روز بھی یہی اتفاق پیش آیا۔ جب تین راتیں بغیر کھانے کے اور تین دن روزہ سے گزر گئے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ حضرت ہمام رضی اللہ عنہ کو کچھ تکلیف ہو گئی ہے جو وہ روٹی نہیں پکاتے۔

چنانچہ انہوں نے اسے بلا کر نہایت نرمی سے دریافت کیا:

''فرزند!! کیا بات ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے میرے لئے تین روز سے روٹی

نہیں پکائی، کیا آپ رضی اللہ عنہ کو کچھ تکلیف ہے؟"

حضرت ہمام رضی اللہ عنہ نے حیرت سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر جواب دیا:

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میں روزانہ حسب معمول روٹی پکا کر رکھ لیتا ہوں۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کھا لیتے ہیں۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ: میں نے تین روز سے روٹی نہیں کھائی۔ میں سمجھتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ پکا نہیں سکتے۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ یہاں سے روٹی کون اٹھا کر لے جاتا ہے؟

حضرت ہمام رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں چور کا پتہ جلد ہی لگا لوں گا۔

حضرت ہمام رضی اللہ عنہ نے ایک روٹی پکا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دی اور دوسری روٹی اسی جگہ رکھ دی جس جگہ رکھا کرتے تھے اور خود چھپ کر بیٹھ گئے۔ دن چھپتے ہی ایک کتا آیا اور روٹی اٹھا کر چل دیا۔ حضرت ہمام رضی اللہ عنہ کو اور بھی حیرت ہوئی۔ اس میدان میں کتوں کا نشان بھی نہیں تھا۔ ہاں قلعہ کے اندر بہت کتے تھے۔

وہ اس کتے کے پیچھے چل پڑے۔ کتا چشمہ کے کنارہ پر پہنچا اور ایک سوراخ میں گھس گیا۔ حضرت ہمام رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں کتے کے آنے اور روٹی لے جا کر سوراخ میں گھس جانے کا واقعہ سنایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خود جا کر اس سوراخ کو دیکھا۔

انہوں نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی قسم!! اللہ تعالیٰ ہی نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ یقیناً یہ سوراخ شہر سے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں اس سوراخ میں داخل ہو کر قلعہ میں پہنچ جاؤں گا!"

وہ اسی وقت امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں سب حال سنا کر ان سے قلعہ میں داخل ہونے کی اجازت لی۔

انہوں نے سو جانبازوں کو منتخب کیا اور انہیں ساتھ لے کر تہائی رات کے بعد چشمہ پر پہنچے۔ سوراخ کو دیکھا۔ وہ کچھ زیادہ کشاف نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی اتنی وسیع تھی کہ ایک معمولی تن و توش کا آدمی اس میں گھس سکتا تھا۔

سب سے پہلے حضرت خالد رضی اللہ عنہ مع ہتھیاروں کے اس سوراخ میں داخل ہوئے۔ ان

کے پیچھے اور لوگ بھی گھسے۔ اسی (۸۰) آدمی داخل ہو گئے، بیس رہ گئے۔ یہ لوگ ذرا جسیم تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا:

''ان بدبخت رومیوں نے سوراخ بھی ایسا تنگ رکھا ہے کہ بھلا آدمی اس میں گھس نہ سکے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ سوراخ کو عبور کر کے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ جب ان کے سب ساتھی آ گئے تو انہوں نے ان میں سے دس آدمیوں کو پھاٹک کھولنے کے لئے بھیج دیا۔ ان لوگوں نے پھاٹک پر پہنچ کر وہاں کے محافظوں کو مار ڈالا اور پھاٹک کھول دیا۔

جس عرصہ میں پھاٹک کھولا گیا، اس عرصہ میں پہرہ والے رومیوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ کر شور مچا دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کے ساتھی بھی ان پر ٹوٹ پڑے۔ رومی چلاتے ہوئے بھاگے۔ مسلمانوں نے انہیں بھاگنے کا موقع نہ دیا اور دم کے دم میں مار ڈالا۔ لیکن ان کے شور سے فوجی اور شہری دونوں ہی قسم کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب مسلمانوں کو قلعے کے اندر دیکھا تو گھبرا کر چلانے لگے۔ فوجی جلدی جلدی مسلح ہونے لگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس وقت اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ ان کے ساتھیوں نے اس مبارک نعرہ کی تکرار کی۔ تمام قلعہ نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھا۔ نعرہ لگاتے ہی مسلمانوں نے پُرزور حملہ کر دیا۔ جو عیسائی مسلح ہو کر ان کے سامنے آ گئے تھے، انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔

ہزاروں جنگجو عیسائی اور ہزاروں شہری آ گئے اور یہ دیکھ کر کہ مسلمان بہت تھوڑے ہیں ان پر حملے کر کے انہیں قتل و مجروح کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ مسلمانوں نے ایک حلقہ قائم کر کے اپنی پشتیں ملا لیں اور دشمنوں سے مصروفِ جنگ ہو گئے۔ وہ حملہ آوروں پر اچانک ٹوٹ پڑتے اور انہیں قتل کر کے پھر اپنی جگہ لوٹ آتے۔ پھر تازہ دم عیسائی آ کر ان پر حملہ کرتے اور مسلمان پھر ان پر یورش کرتے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی برابر حملے کر رہے تھے۔ ان کی تلوار بجلی کی طرح رومیوں پر گرتی تھی اور ہر حملہ میں دو چار عیسائیوں کو قتل کر ڈالتی تھی۔ جب عیسائیوں نے مسلمانوں پر زبردست نرغہ کیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زوردار حملہ کر کے بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا اور باقیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ اب مسلمانوں نے پیہم نعرے لگانے شروع کئے۔ وہ نعرہ لگاتے حملہ کرتے۔ ان کے نعرے کی پُرشور آواز تمام قلعہ میں گونج جاتی۔

ابھی یہ گنتی کے چند مسلمان ہی لڑ رہے تھے کہ دفعتہً اس زور کے نعرے کی آواز آئی کہ تمام قلعہ ہل گیا۔ یہ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی آواز تھی۔ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ پانچ ہزار مجاہدوں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گئے تھے۔

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ سے کہہ کر سوراخ میں گھسنے کے لئے روانہ ہوئے تھے تو حضرت عیاض رضی اللہ عنہ پانچ ہزار سواروں کو لے کر قلعہ سے قدرے فاصلہ پر آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے قلعے میں جنگ کر کے نعرے لگائے شروع کیے تو ان نعروں کی آوازوں کو امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے بھی سنا۔ وہ دوڑے اور قلعہ میں داخل ہو گئے۔ ان تازہ دم مسلمانوں نے قلعہ میں داخل ہوتے ہی رومیوں کو تلواروں کی باڑھوں پر رکھ لیا۔ لاشوں پر لاشے گرا دیئے۔ خون کے دریا بہا دیئے۔ عیسائیوں نے تابِ مقابلہ نہ دیکھ کر ہتھیار ڈال دیئے۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ اس عرصہ میں صبح ہو گئی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ملکہ مریم کو گرفتار کرنے کے لئے اس کے قصر پر حملہ آور ہوئے۔ قصر کے محافظوں نے ان کا پرزور مقابلہ کیا لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چشمِ زدن میں انہیں کاٹ کر ڈال دیا۔ وہ قصر میں داخل ہوئے۔ وہاں ہزاروں کنیزیں اور خدام تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو دیکھتے ہی فریاد و زاری کرنی شروع کی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا۔ جب ان سے ملکہ کا دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ رات ہی کو شور سن کر بھاگ گئی تھی اور اپنے ساتھ زر و جواہر بھی لے گئی تھی۔

مسلمانوں نے قصر کا تمام سامان ایک جگہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ خزانہ کھول کر اس میں جو کچھ بھی ملا، وہ لا کر اکٹھا کر دیا۔ اس قلعے میں سے لاکھوں روپے نقد، لاکھوں کے جواہرات اور لاکھوں روپے کا دوسرا سامان مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں ملا۔ ہزاروں مرد اور عورتیں قید ہوئیں۔

امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے پانچواں حصہ دربارِ خلافت میں روانہ کر دیا اور چار حصے تمام مجاہدوں میں تقسیم کر دیئے۔ قیدی بھی تقسیم کر دیئے گئے۔ یہ مضبوط و مستحکم قلعہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی حکمت اور جرأت سے فتح ہو گیا۔

باب ۲۷

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بے مثل بہادری

حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے آمد پر قبضہ و تصرف کر کے جبلِ جودی کی طرف کوچ کیا۔ اس نواح کے قلعہ دار اطاعت و فرمانبرداری کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جبلِ جودی کے قرب و جوار کا تمام علاقہ قبضہ میں آ گیا۔

اب مسلمان قلعہ تھاج کے سامنے پہنچے۔ وہاں کا والی یانس دغاباز اور فریبی تھا۔ اس نے مسلمانوں کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا۔

قلعہ تھاج نہایت وسیع اور پہاڑ کی طرح مضبوط و محفوظ تھا۔ وہ پہاڑ کے دامن میں واقع تھا اور پتھروں کا بنا ہوا تھا۔ دور سے دیکھنے پر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بھی پہاڑ کا ایک ٹکڑا ہے۔

یانس کے پاس لشکر بھی بہت زیادہ تھا۔ اسے یہ بالکل اطمینان تھا کہ مسلمان اس کے قلعے کو ہرگز بھی فتح نہیں کر سکتے۔ اسی لئے اس نے سرکشی کی اور اطاعت اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ مسلمانوں نے جہاں تک بھی قلعہ کا محاصرہ ہو سکتا تھا، کر لیا۔ چونکہ اس کے ایک طرف پہاڑ تھا اور دوسری طرف پہاڑ کی چند چٹانیں تھیں، اس لئے ان دونوں طرف سے محاصرہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مسلمان دو طرف سے قلعے کو گھیرے ہوئے تھے۔ یانس نے چاروں طرف فصیل پر اپنی فوجیں پھیلا دی تھیں۔

یانس جوان العمر تھا۔ اس نے چند ہی روز پہلے اپنا عقد میرونہ بنت پرویلہ سے کیا تھا۔ پرویلہ پریڈل بن کالوس کی بیٹی تھی۔ پریول قلعہ استوار کا فرمانروا تھا۔ میرونہ نہایت حسین و جمیل تھی۔ یانس اس پر بری طرح فریفتہ ہو گیا تھا۔ وہ یعنی میرونہ ایک سال یانس کے پاس رہنے کے بعد اپنے والدین سے ملنے گئی تھی اور ایک مہینہ وہاں رہ کر واپس آ رہی تھی کہ مسلمانوں نے قلعہ تھاج کا محاصرہ کر لیا۔

اس محاصرے کی خبر میرونہ کو اس وقت ہوئی جب وہ قلعہ تھاج کے قریب پہنچ گئی۔ یانس کو بڑا فکر ہوا۔ اسے خوف ہوا کہیں مسلمان اس کی پری زاد بیوی کو گرفتار نہ کر لیں اور اس کی دنیا ہی تاریک ہو جائے۔ اس نے مسلمانوں کو فریب دینے کا قصد کیا۔ اپنے دل میں یہ طے کیا کہ ایک سال کے لئے مسلمانوں سے مصالحت کر لے۔ جزیہ کی رقم مقرر کر کے اس کی ادائیگی کے لئے مہلت لے لے اور جب صلح ہو جائے تو اپنی بیوی کو جا کر لے آئے۔ پھر جس وقت بیوی آ جائے تو عہد شکنی کر کے اطاعت سے منحرف ہو جائے۔

چنانچہ اس نے یہ حیلہ طے کر کے اپنے ایک وفادار مشیر اور رکنِ سلطنت کو اپنے پاس بلایا۔ اس کا نام مرہف تھا۔ وہ نسلاً عرب تھا۔ اس کا باپ عیسائی ہو گیا تھا اور اب وہ بھی عیسائی تھا۔ چونکہ وہ اہلِ سیف اور قابل و ہوشیار تھا، اس لئے مقربانِ خاص میں شامل ہو گیا تھا۔

یانس نے اس سے کہا:

''تم میرے راز دار و وفادار ہو، مجھے پورا پورا بھروسہ ہے۔ تم مسلمانوں کے پاس جاؤ اور ان سے ایک سال کے لئے ادائے جزیہ پر صلح کر آؤ!''

مرہف نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

''کیا آپ مسلمانوں کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں؟''

یانس: نہیں!! میرا مقصد اس سے صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔ تمہیں معلوم ہے مجھے میرونہ سے بڑی محبت ہے۔ وہ اپنے میکہ سے آ رہی ہے اور بہت قریب پہنچ گئی ہے۔ مجھے خوف ہے کہیں مسلمان اسے گرفتار کر کے میری زندگی کو تلخ نہ کر دیں۔ اس لئے میں نے اس مصالحت کے سلسلہ میں حیلہ سوچا ہے۔ جب میرونہ میرے پاس آ جائے گی تو میں عہد شکنی کر لوں گا۔

مرہف وہاں سے چلا اور پہاڑ کی طرف کے دروازے سے نکل کر اسلامی لشکر میں پہنچا۔ مسلمان اسے امیر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا:

''تم کس لئے آئے ہو؟''

مرہف نے جواب دیا:

''یانس نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں آپ رضی اللہ عنہ سے ایک سال کے لئے مصالحت کر لوں۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ اس نواح کے تمام قلعوں پر قابض ہو جائیں تو ہم ہمیشہ کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کے مطیع ہو جائیں گے ورنہ ایک

سال کے بعد ہماری صلح ٹوٹ جائے گی۔"

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے منظور کرلیا۔

جب مرہف لوٹنے لگا تو کچھ سوچ کر رکا۔ اس نے کہا:

"میں پردہ رکھنا نہیں چاہتا۔ میں عرب ہوں، آپ بھی عرب ہیں۔ قومی پاسداری مجبور کرتی ہے کہ یانس نے جو حیلہ کیا ہے وہ ظاہر کردوں۔ بات یہ ہے کہ یانس کی بیوی میرونہ میکے سے آرہی ہے۔ وہ صلح سے یہ فائدہ اٹھانا چاہتا ہے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس بلالے۔ اس کی بیوی بہت قریب آچکی ہے۔ آپ اسے گرفتار کرلیں تو یانس آپ کی اطاعت کرلے گا!"

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ ابھی مرہف بیٹھا ہی ہوا تھا کہ کچھ شور ہوا۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا:

"یہ شور کیسا ہے؟"

اسی وقت چند مسلمان لپکتے ہوئے آئے۔ انہوں نے کہا:

"حضرت قیس بن ہبیرۃ المازنی رضی اللہ عنہ کچھ کمکی لشکر لے کر آئے ہیں۔ کچھ عیسائی قیدی بھی ان کے ساتھ ہیں!"

تھوڑی ہی دیر میں حضرت قیس رضی اللہ عنہ مع اپنے لشکر اور قیدیوں کے وہاں آپہنچے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں۔ ایک لڑکی نہایت ہی خوبرو اور پری جمال تھی۔ وہ شاہزادیوں جیسا لباس پہنے تھی۔ اسے دیکھتے ہی مرہف نے کہا:

"یہی یانس کی بیوی میرونہ ہے۔ آج مجھے یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا مددگار ہے اور اسلام سچا مذہب ہے۔ مجھے مسلمان کرلیجئے!"

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے اسے مسلمان کرلیا اور فرمایا:

"تم یانس کے پاس جا کر اسے اطلاع دو کہ اس کی بیوی گرفتار ہوگئی ہے!"

مرہف وہاں سے رخصت ہوکر یانس کے پاس پہنچا اور اسے اس کی بیوی کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ یانس کو بڑا صدمہ ہوا۔ مگر اب بھی اس نے اطاعت کرنے کے بجائے ایک اور حیلہ سوچا۔ اس نے مرہف سے کہا:

"میرے وفادار دوست!! تو پھر مسلمانوں کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ میں مستقل صلح کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اپنے دس معزز و معتمد آدمیوں کو بھیج

دیں۔ ان میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ ضرور ہوں۔ کیونکہ میں اپنا قلعہ انہیں فاتحِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنا چاہتا ہوں تاکہ ملک میں میری رسوائی نہ ہو۔''

اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرلے اور ان کے عوض اپنی بیوی میرونہ کو چھڑا لے۔ مرہف واپس ہوا اور حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر اس نے یانس کا پیغام پہنچایا۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا:

''مرہف! اس کی نیت صاف نہیں ہے۔ وہ دشمنِ خدا ہمیں فریب دینا چاہتا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس مکر کو بھی اسی پر الٹ دے گا۔ میں مسلمانوں کو اس کے پاس نہیں بھیج سکتا!''

وہاں حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا:

''نہیں، اے امیر آپ رضی اللہ عنہ ضرور بھیجئے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بہتری فرمائے۔''

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ایک تو تم ہو جاؤ اور اپنے ساتھ نو آدمیوں کو اور لے جاؤ۔''

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن ز[illegible] رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ، حضرت مسیب بن نجیمہ رضی اللہ عنہ، حضرت قیس ہبیر رضی اللہ عنہ اور ایک [illegible] مسلمان کو لے کر مرہف کے ساتھ روانہ ہوئے۔

جب وہ قلعہ کے اندر داخل ہوئے تو یانس کے خدام نے ان سے ہتھیار طلب کیے۔ انہوں نے ہتھیار دینے سے انکار کر دیا۔ یانس کو اطلاع کی گئی۔ اس نے مع ہتھیاروں سمیت آنے کی اجازت دے دی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ مع اپنے ساتھی مسلمانوں کے یانس کے پاس پہنچے۔ اس وقت یانس وسطِ قلعہ میں فوجی افسروں اور رسالۂ خاص کے درمیان میں کھڑا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں حضرت خالد بن ولید ہوں۔ تم نے مجھے بلایا، میں آگیا۔ کہو، کیا چاہتے ہو؟''

یانس نے اپنے رسالہ کے سواروں کو اشارہ کیا۔ وہ مسلمانوں کے چاروں طرف چھا گئے۔ یانس نے کہا:

''اس وقت تم میری حراست میں ہو۔ اگر تم عافیت چاہتے ہو تو اپنے سالار کے پاس پیغام بھیجو کہ وہ میری بیوی میرونہ کو آزاد کر کے یہاں بھیج دیں۔ میں تمہیں رہا کر دوں گا۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہنس کر فرمایا:

''او دشمنِ خدا! ہم سمجھتے تھے کہ تو ہمیں فریب دے گا۔ اسی لئے میں ان لوگوں کو تیرے پاس لایا ہوں جو زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہم دس آدمی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے تیرے دس ہزار آدمیوں کو کافی ہیں۔''

یہ کہتے ہی انہوں نے میان سے تلوار کھینچی اور قبل اس کے کہ عیسائی معاملے کی نوعیت سمجھیں اور مزاحمت کریں، انہوں نے یانس کے تلوار ماری اور اس کا سر اڑا دیا۔ ساتھ ہی ان کے ہمراہیوں نے بھی تلواریں سونت لیں اور اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگا کر عیسائیوں پر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے بے دریغ انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔

عیسائی بھی سنبھل گئے۔ انہوں نے بھی تلواریں نکال لیں اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ صرف دس مسلمان تھے اور ہزاروں عیسائی تھے۔ لیکن جب مسلمان نعرہ لگا کر حملہ کرتے تھے تو دس [illegible] کو دم کے دم میں مار ڈالتے تھے اور انہیں پیچھے ہٹا دیتے تھے۔ عیسائی بھی جوش میں آ آ کر حملہ کرتے تھے۔ لیکن جب مسلمان حملہ آور ہوتے تھے تو وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ مسلمان بڑھ کر ان کی لاشوں پر لاشیں گرا دیتے تھے۔

[illegible] کے چند مسلمانوں نے سینکڑوں عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ جبکہ جنگ زور و شور سے ہو رہی تھی۔ قلعہ کے باہر سے اللہ اکبر کی بلند آواز آئی۔ اس پُر ہیبت آواز کو سن کر عیسائی لرز گئے۔ انہیں اندازہ ہوا کہ مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے ہیں۔ وہ گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

ان مسلمانوں نے دوڑ کر دروازہ کھول دیا۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ پانچ ہزار مسلمانوں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوئے۔ جلد ہی قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

جب حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو وہ خون میں نہا رہے تھے۔ انہوں نے سینکڑوں عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بے مثل بہادری سے یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔

باب ۴۸

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو صدمہ

جب جزیرہ اور دیارِ بکر فتح ہوگیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھنیا پر یورش کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ شام، مصر اور جزیرہ وغیرہ سے رومی بھاگ کر سرزمینِ بھنیا میں پہنچے تھے اور وہاں کے بادشاہ کو جس کا نام بطوس تھا، ان علاقوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دے رہے تھے جو مسلمانوں نے فتح کر لئے تھے۔

جزیرہ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ وہ مصر جائیں۔ چنانچہ وہ پانچ سو سواروں کو زحف سے اور پانچ ہزار مجاہدین دیگر قبائل کے لے کر مصر میں پہنچے۔

مصر کو حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا اور وہ وہیں مقیم تھے۔ ان کے نام بھی حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان پہنچا تھا کہ وہ لشکر کو مرتب کر کے بھنیا کی طرف روانہ کریں۔

چنانچہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آٹھ ہزار لشکر علیحدہ کر کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو امیرِ جیش مقرر کیا اور بھنیا کی طرف روانہ ہونے کا اذن دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور جب حدودِ بھنیا میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے لشکر کے چند ٹکڑے کئے اور ایک ایک ہزار کے کئی دستے بنا دیئے۔ ایک دستہ حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں دیا۔ یہ حضرت عدی رضی اللہ عنہ انہیں حاتم طائی کے بیٹے تھے جو مشہور سخی اور ہمدردِ بنی نوع انسان گزرے ہیں۔ ان کی سخاوت کی داستانیں مشہورِ زمانہ ہیں۔

دوسرا دستہ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں دیا۔ ان کے ساتھ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت میسب بن نجیۃ الفرازی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت سلیمان بن خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ و حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، پسرانِ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فاتحِ ایران، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتبِ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے اکابرِ قوم تھے اور بھی کئی دستے بنائے اور انہیں ا کے مختلف اطراف میں روانہ کیا۔

ان دستوں کو روانہ کرنے سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں ہدایت کی کہ تم اس سرزمین کی طرف جا رہے ہو جہاں حضرت مریم علیہا السلام اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر تشریف لے گئی تھیں۔ یہ خطہ بہت مقدس ہے۔ وہاں عیسائیوں کی کثرت ہے۔ اوّل تو بھیا ہی کے علاقہ کے عیسائی کافی ہیں، دوسرے جزیرہ، مصر اور شام سے وہاں کثرت سے رومی عیسائی پہنچ گئے ہیں۔ سب سے پہلے تم عیسائیوں کو اسلام کی دعوت دینا۔ جو اسلام قبول نہ کریں، ان پر جزیہ مقرر کرنا اور جو جزیہ دینے سے بھی انحراف کریں، ان سے جدال و قتال کرنا۔ ایک دستہ دوسرے دستے سے زیادہ فاصلہ پر نہ ہو۔ ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ جنگ کے وقت ثابت قدم رہنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

"یاایھا الذین امنوا صبروا و صابروا و رابطو و اتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحو ن."

(سورۃ آل عمران: آیت ۲۰۰)

"اے مومنو!! صبر و قرار پکڑو، آپس میں متفق رہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیا عجب ہے کہ رستگاری پاؤ۔"

حضرت غانم رضی اللہ عنہ کا دستہ قلعہ طنبدی پر پہنچا۔ وہاں کا حاکم بولیاس تھا۔ وہ نہایت مکار اور بڑا افریبی تھا۔ اگرچہ اس کے پاس لشکر کافی تھا، اور جو اسلامی دستہ وہاں پہنچا اس میں صرف ایک ہزار ہی سوار تھے، لیکن وہ مسلمانوں کی شجاعت و بہادری کے واقعات سن چکا تھا۔ اسے ان کے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔

جب حضرت غانم رضی اللہ عنہ نے بولیاس کے پاس ایلچی روانہ کر کے اسے دعوتِ اسلام دی تو اس نے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ جس مذہب پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اسے کیسے چھوڑ دیں۔ ایلچی نے کہا:

"اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو جزیہ دے کر اسلامی خلافت کے مطیع ہو جاؤ۔"

بولیاس نے کہا:

"اس میں کچھ مضائقہ نہیں، لیکن مجھے غور کرنے کے لئے کچھ مہلت دو۔"

ایلچی مہلت دے کر چلے آئے۔ مسلمان بولیاس کی طرف سے مطمئن ہو گئے۔ لشکرِ اسلام اس طرح فروکش تھا کہ قلعہ سے باہر عالیشان دیر تھا۔ کچھ مسلمان وہاں ٹھہرے۔ طبری کے دونوں طرف دو چشمے جاری تھے۔ کچھ ان کے کناروں پر اتر پڑے۔ ان چشموں پر جو پل تھے، ان میں اتنے بڑے بڑے برج تھے کہ اس میں ہزاروں آدمی آسانی سے آسکتے تھے اور یہ برج ایسے اونچے اور سایہ دار درختوں میں چھپے ہوئے تھے کہ نظر نہ آتے تھے۔

بولیاس نے ایک تیز رو قاصد بطلوس والیِ بھیا کے پاس مدد طلب کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نواح میں جتنے قلعدار اور فرمانروا تھے، وہ سب بطلوس کے ماتحت و فرمانبردار تھے۔ بطلوس نے اپنے ایک مشہور و بہادر سپہ سالار روماس کی سرکردگی میں پانچ ہزار سوار بھیجے اور انہیں ہدایت کی کہ وہ آدھی رات کے بعد قلعہ طبری میں داخل ہو جائیں۔

صبح ہوتے ہی بولیاس عظیم الشان لشکر لے کر قلعہ سے باہر نکلا۔ اس وقت مسلمان نماز سے فارغ ہو کر تلاوت میں مشغول تھے۔ جن لوگوں نے عیسائیوں کے لشکر کو دیکھا، انہوں نے پکار کر کہا:

''مسلمانو!! ہوشیار ہو جاؤ اپنی جانوں پر، قسم ہے اللہ تعالیٰ کی رومیوں نے دغا دیا!''

اس آواز کو سن کر مسلمان جلدی جلدی اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے۔ ابھی وہ مسلح ہونے بھی نہ پائے تھے کہ دونوں پلوں کی طرف سے بھی رومیوں نے یلغار کی۔ ان کی چاندی سونے کی صلیبیں اور لوہے کی زرہ بکتریں دھوپ میں چمک رہی تھیں۔

بولیاس دس ہزار سپاہ سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ مسلمان بغیر زرہ پہنے صرف ہتھیار ہی لے کر ان کے استقبال کو دوڑے۔ سب سے پہلے بولیاس نے ان مسلمانوں پر حملہ کیا جو دیر کے قریب ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ سو آدمیوں سے زیادہ نہ تھے۔

رومیوں نے چاروں طرف سے انہیں نرغہ میں لے کر ان پر اتنی سختی سے حملہ کیا کہ اگر پہاڑ پر ایسا حملہ کرتے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ہل جاتا۔ لیکن مسلمانوں نے جنبش بھی نہ کی۔ انہوں نے تلواریں نکال لیں اور نہایت بے خوفی اور بڑی جرأت سے لڑنے لگے۔

انہوں نے پُر زور حملے کر کے رومیوں کو اپنے پاس سے دور ہٹا دیا۔ رومیوں کو یہ دیکھ کر بڑی غیرت آئی کہ گنتی کے چند مسلمانوں نے انہیں پسپا کر دیا اور بہادروں کی اچھی خاصی تعداد کو مار ڈالا۔ وہ مزید جوش میں آ کر حملہ آور ہوئے۔

اسی وقت حضرت سلیمان بن خالد، حضرت عبداللہ بن مقداد، حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت شداد بن اوس مع چند نامور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے، دیر کے قریب والے مسلمانوں کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔ انہوں نے زوردار حملہ کر کے بہت سے رومیوں کو مار ڈالا اور انہیں پسپا ہونے پر مجبور کیا۔

حضرت سلیمان بن خالد رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے پکارا:

"اے رومیو!! جانو اس بات کو کہ میرا نام سلیمان ہے۔ میں اس (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں جس نے رومیوں کے بڑے بڑے لشکروں کو الٹ دیا۔ جس کے نام سے رومی لرزتے ہیں اور جس نے ملکِ شام سے ہرقل کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا ہے۔"

انہوں نے اس سختی سے حملہ کیا کہ رومی پیچھے ہٹ گئے۔ بولیاس دیکھ رہا تھا، اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو للکارا۔ رومی پھر بڑھے۔ انہوں نے مسلمانوں پر تلواروں سے حملہ کیا۔ یہ حملہ ایسا سخت ہوا کہ باوجود بہت کچھ زور لگانے کے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔

حضرت سلیمان بن خالد اور حضرت عبداللہ بن مقداد رضی اللہ عنہم مع اپنے ہمراہیوں کے رومیوں پر سختی سے حملہ آور ہوئے اور انہوں نے پندرہ بیس رومیوں کو مار ڈالا۔ دوسرے مسلمانوں نے بھی بہت سے عیسائیوں کو تہِ تیغ کر دیا۔ رومی چند قدم پیچھے ہٹے لیکن پھر جم کر لڑنے لگے۔

افسوس یہ ہے کہ حضرت غانم رضی اللہ عنہ پانچ سو مسلمانوں کے ساتھ کئی میل کے فاصلہ پر مقیم تھے اور پانچ سو مسلمان طبندی کے قلعہ کے سامنے آ کر ٹھہر گئے تھے۔ ان پانچ سو میں سے ایک سو دیر کے قریب فروکش ہوئے تھے، جو طبندی کے بہت قریب تھا۔

ان پانچ سو مسلمانوں پر دس ہزار رومیوں نے اچانک حملہ کیا تھا۔ جہاں جہاں مسلمان تھے، رومی وہیں پہنچ گئے تھے اور ان سے نہایت شدت سے لڑنے لگے تھے۔

چونکہ مسلمانوں کے کئی گروہ بن گئے تھے، اس لئے کئی جگہ جنگ ہو رہی تھی۔ رومی ان مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ مسلمان بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ بڑی خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ ایک مسلمان کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ ہر شخص اپنے حال میں مگن تھا اور بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا۔

اتفاق سے بولیاس حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کے قریب آ گیا۔ انہوں نے اس کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ درمیان میں جو رومی آئے، وہ انہیں قتل کرنے لگے۔ وہ اس شدت سے لڑ رہے

تھے کہ رومیوں کے پرے کے پرے صاف کر ڈالتے تھے۔ اس وقت تک وہ تیس رومیوں کو قتل کر چکے تھے۔ اتفاق سے ان کی تلوار ٹوٹ گئی اور دوسری تلوار نہ مل سکی۔ انہوں نے نیزہ نکال لیا اور اس سے لڑنے لگے۔ جس کے سینہ پر نیزہ مارتے تھے اسے قتل کر کے گرا دیتے تھے۔ انہوں نے نو رومی اور مار ڈالے۔ اب وہ بولیاس کے سامنے پہنچ گئے۔ انہوں نے اس کو نیزہ مارا۔ اسی وقت بولیاس نے بھی نیزہ سے ان پر وار کیا۔ لیکن حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے حملہ میں سبقت کی۔ نیزہ بولیاس کے سینہ پر پڑا۔ انی اس کی پشت کے پار نکل گئی۔ وہ کشتہ ہو کر گرا۔

رومیوں کو بڑا غصہ آیا۔ انہوں نے بڑھ کر حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ پر تلواروں کا مینہ برسا دیا۔ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے کئی رومیوں کو نیزہ سے نبیدہ ڈالا لیکن ان پر اتنی تلواریں پڑیں کہ ان کا بدن چھلنی ہو گیا۔ وہ گھوڑے سے گر گئے۔

حضرت عبداللہ بن مقداد رضی اللہ عنہ گھوڑے سے کود کر ان کی حفاظت کے لئے ان کے پاس پہنچے۔ دیکھا تو وہ مسکرا رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

''اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے! جس کی مجھے تمنا تھی وہ مل گئی۔''

اس کے بعد انکی آنکھیں بند ہو گئیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم!! آپ رضی اللہ عنہ نے خوب جہاد کا حق ادا کیا۔''

اس کے بعد وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اس سختی سے رومیوں پر حملہ آور ہوئے اور اس تیزی سے رومیوں کو قتل کیا کہ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹنے لگے۔ مگر اسی اثناء میں پیچھے سے چند رومیوں نے آکر ان پر تلواریں ماریں اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ جنگ اس شدت سے ہو رہی تھی کہ مسلمانوں کو یقین ہو گیا تھا کہ شاید ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچے گا۔ رومی ان پر ٹوٹ رہے تھے۔ وہ اگرچہ شدید تھک چکے تھے لیکن بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔

عین اس وقت حضرت غانم رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر آ پہنچے۔ انہوں نے آتے ہی اس شدت سے حملہ کیا کہ رومی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے بے شمار رومیوں کو مار ڈالا اور ہزاروں کو گرفتار کر لیا۔

جب رومیوں کے وجود سے وہ سرزمین پاک ہو گئی۔ تب حضرت غانم رضی اللہ عنہ نے تمام شہیدوں کو جمع کرایا۔ ان میں حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کی لاش ایسی تھی جو زخموں سے چھلنی ہوئی تھی۔ صرف سینے پر بیس زخم تھے۔ ان شہیدوں کی نمازِ جنازہ پڑھ کر انہیں انہی کپڑوں میں دفن کرا دیا۔

تمام مسلمانوں کو حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بڑا ملال ہوا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے کی شہادت کا علم ہوا تو شفقتِ پدری اور جوشِ غم سے ان کے آنسو جاری ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا:

> ''اے بیٹے!!! اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے وہ چیز مقدر کی جس کی مجھے بھی تمنا ہے۔ تُو خوش قسمت رہا لیکن تیری موت نے مجھے غمگین کر دیا ہے۔ میں ان شاء اللہ تعالیٰ کافروں سے تیرا انتقام لوں گا۔ زمین کو ان کی لاشوں سے بھر دوں گا۔ ان کے بہادر جوانمردوں کو مار ڈالوں گا۔ میں اپنی حرارتِ قلب کو دشمنوں کے خون سے ٹھنڈا کروں گا۔''

تمام مسلمانوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر تعزیت کی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جب مصر میں یہ خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تعزیت کا خط لکھا اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی اطلاع دی۔ انہیں اور تمام مدینہ منورہ والوں کو حضرت سلیمان بن خالد رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بڑا رنج ہوا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تعزیت کے خطوط لکھے۔

باب ۴۹

ایک خونریز معرکہ

اس معرکے میں بہت سے معزز و پرہیز گار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور کئی حفاظِ قرآن شہید ہوئے۔ تمام مسلمانوں کو ان کی شہادت کا بڑا افسوس ہوا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اب ان دستوں کو پیش قدمی کرنے سے روک دیا جنہیں انہوں نے ایک ایک ہزار کی تعداد میں بطور ہراول دستہ کے روانہ کیا تھا اور ان کے پاس اور کمک روانہ کر کے اُن سب کو قلعہ بھنیا کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔

اگرچہ یہ بات خطرناک تھی کہ ان قلعوں کو جو یمین و یسار میں تھے، بغیر فتح کیے آگے بڑھا جائے، کیونکہ ان تمام قلعوں میں کافی فوجیں تھیں اور یہ احتمال تھا کہ کہیں وہ مسلمانوں کی پشت سے آ کر حملہ نہ کریں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس ملک کے قلعداروں پر مسلمانوں کا کچھ ایسا رعب چھا گیا تھا کہ وہ حملہ تو کیا کرتے، اسی بات کو غنیمت سمجھتے تھے کہ مسلمانوں نے ان پر حملہ نہیں کیا۔

اسلامی لشکر نہایت تیزی سے بھنیا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سب سے آگے حضرت غانم رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے بعد حضرت عدی رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے حضرت خالد رضی اللہ عنہ۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر کے تین برابر حصے کر دیئے تھے۔ اس لئے حضرت غانم رضی اللہ عنہ، حضرت عدی رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ تینوں کے ساتھ برابر لشکر تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کو معلوم ہو گیا تھا کہ بھنیا میں بھی عیسائیوں کی تعداد کافی ہے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ لشکر کم ہے، اس لیے انہوں نے ملکِ شام کے عامل حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور ملکِ مصر کے عامل حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے اور فوجیں بھیجیں۔

چنانچہ دونوں ممالک سے پانچ ہزار مجاہدین اور بھیجے گئے اور کچھ لشکر خود حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے بھیجا۔ اب مسلمانوں کی تعداد پندرہ ہزار سے کچھ بڑھ گئی۔

بطلوس بھی غافل نہیں تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمان اس کی طرف بڑھے چلے آرہے ہیں۔ اس نے بھی فوجیں فراہم کرنی شروع کر دی تھیں۔ اپنے ان باج گزاروں اور ماتحتوں کو جو بھدیا کے دوسری طرف واقع تھے، اپنی مدد کے لئے طلب کر لیا تھا۔

جس طرف سے مسلمان آرہے تھے، اس طرف سے اسے مدد پہنچنی ممکن نہیں تھی۔ اس کے لشکر کی تعداد اسی ہزار سے بڑھ گئی تھی اور کئی سو بطارقہ اور بڑے بڑے مشہور و جانباز بہادر اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے تھے۔

سب سے پہلے امیر حضرت غانم رضی اللہ عنہ بھدیا کے قریب پہنچے۔ ان کے ساتھ نہایت مشہور صحابی اور جانباز مجاہدین تھے۔ ان میں حضرت فضل بن عباس، حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی، حضرت سعید بن زید، شرجبیل بن حسنہ اور حضرت عقیل رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تینوں صاحبزادے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بہت سے معزز و دلیر لوگ تھے۔

جب حضرت غانم رضی اللہ عنہ بھدیا کے قریب پہنچے تو انہوں نے اپنے لشکر کے پانچ دستے کئے اور انہیں اس ترتیب سے روانہ کیا کہ اگر ایک دستہ دوپہر کو پہنچے تو دوسرا شام کو۔ چنانچہ سب سے پہلا دستہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بھدیا کے سامنے پہنچا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی تمام مسلمانوں کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ جب بھدیا کے سامنے پہنچیں تو تکبیر و تحلیل کہیں۔

چنانچہ جب پہلا دستہ پہنچا تو مسلمانوں نے نہایت زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ فوراً بطلوس کو اطلاع ہو گئی۔ رومی گردنیں اُٹھا اُٹھا کر فصیل سے دیکھنے لگے۔ بطلوس نے بھی آکر دیکھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اسلامی لشکر کی آمد شروع ہو گئی۔ شام کے وقت جو دستہ آیا اس نے بھی پرشور آواز سے نعرۂ تکبیر لگایا۔ غرض اسلامی دستے آتے رہے اور قلعہ کے سامنے فروکش ہوتے رہے۔

بھدیا کا قلعہ نہایت ہی بلند و بالا، وسیع اور شاندار تھا۔ جب مسلمانوں نے اسے دیکھا تو اس کی مضبوطی اور وسعت دیکھ کر سخت متعجب ہوئے۔

بطلوس نے کئی جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔ ان جاسوسوں کے ذریعے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی کل تعداد پندرہ ہزار ہے۔ جس میں پانچ ہزار ابھی قلعہ کے سامنے آئے ہیں باقی پیچھے آرہے ہیں۔

اس نے سوچا کہ اور لشکروں کے آنے سے پہلے ان مسلمانوں کا خاتمہ کر دیا جائے جو

قلعہ کے سامنے آ گئے ہیں۔ چونکہ عیسائی اور بطلوس سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہے، اس لئے وہ نہایت شدت سے حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں نے بڑے صبر و استقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ دونوں فوجیں بھڑ گئیں۔ تلواریں میانوں سے نکل آئیں اور خونریز جنگ شروع ہو گئی۔

عیسائی کئی صلیبیں لے کر آئے تھے جو خالص سونے کی تھیں اور ان میں جواہر جڑے ہوئے تھے۔ وہ صلیبیں دھوپ میں دور سے ستاروں کی طرح جگمگا رہی تھیں۔ ہر صلیب ایک ایسے بطریق کے ہاتھ میں تھی جو بڑا بہادر، نڈر اور جنگجو تھا۔

لڑائی ایسی گھمسان کی شروع ہوئی کہ لڑنے والے جلدی جلدی کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ دور تک تلواریں چمکتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ فریقین بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔ حربے تیزی سے چل رہے تھے۔ سروں پر سر اور دھڑوں پر دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ خون کی بارش ہو رہی تھی۔

عیسائی مسلمانوں کو منہزم کرنے کی فکر میں تھے جوش میں آ آ حملے کرتے تھے۔ مسلمان بڑے صبر سے ان کے حملے روک کر نہایت بہادری سے خود بھی حملے کرتے تھے۔

بطلوس لشکر کے درمیان میں اس گھوڑے پر سوار کھڑا تھا جو والئِ صقلیہ نے اس کے لئے تحفتہً بھیجا تھا اور جس کی قیمت پانچ سو اشرفی تھی۔ نہایت شاندار اور بڑا سبک رفتار تھا۔ وہ اتنی اونچی جست کرتا تھا کہ معمولی قلعوں کی فصیل کو پھاند جاتا تھا۔

بطلوس چاندی کی زرہ پہنے تھا جس پر سونے کی پچی کاری اور بیل بوٹوں میں جواہرات نصب تھے۔ اس کے ہتھیار بھی مرصع تھے۔ گھوڑے کے ساز میں چاندی سونا لگا ہوا تھا۔ تاج نہایت بیش قیمت اور زر و جواہر سے مرصع تھا۔ وہ عیسائیوں کو للکار کر انہیں جوش دلا رہا تھا اور عیسائی نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔

لیکن ان کا مقابلہ ان مسلمانوں سے تھا جو دنیا کو ہیچ سمجھتے تھے۔ زندگی پر موت کو ترجیح دیتے تھے۔ شہادت کے خواہش مند تھے۔ وہ موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ ان کی تلواریں خوب کاٹ کر رہی تھیں۔ انہوں نے عیسائیوں کی کئی صفیں توڑ دی تھیں۔

ایک مرتبہ مسلمانوں نے اس شدت سے حملہ کیا کہ تمام عیسائی لشکر جنبش میں آ گیا۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے ایک صلیب بردار کے قریب پہنچ گئے اور انہوں نے حملہ کر کے صلیب بردار بطریق کو مار ڈالا۔ صلیب زمین پر گر گئی۔

عیسائیوں نے شور کر کے مسلمانوں پر زبردست حملہ کیا تا کہ وہ صلیب کو اٹھا لیں لیکن

مسلمانوں نے پرزور یورش کر کے انہیں ہٹا دیا اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے جھک کر صلیب کو اٹھا لیا۔

جب بطلوس کو معلوم ہوا کہ ایک صلیب جاتی رہی تو اسے بڑا ملال ہوا۔ اب اس نے خود بھی حملہ کر دیا۔ اس کے شریکِ جنگ ہونے سے عیسائیوں کو بڑا جوش آیا۔ انہوں نے نہایت سختی سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے یہ حملہ روکنے کی بہت کوشش کی لیکن نہ روک سکے، کچھ دور پیچھے ہٹ گئے۔ عیسائی برابر بڑھتے چلے آ رہے تھے۔

عیسائیوں کو یقین تھا کہ وہ مسلمانوں کو پسپا کر دیں گے۔ عین اس وقت اللہ اکبر کے پرشور نعرہ کی آواز آئی۔ مسلمانوں اور عیسائیوں نے گردنیں اٹھا کر دیکھا۔ انہیں اسلامی لشکر آتا ہوا نظر آیا۔ یہ لشکر حضرت عدی رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ دونوں کا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جاسوسوں کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا کہ بطلوس نے جنگ کا ارادہ کر لیا ہے۔ لہٰذا وہ تیزی سے چل کر عین وقت پر پہنچ گئے۔

اس نئے لشکر نے آتے ہی نہات شدت سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے تلواروں کی باڑھوں پر عیسائیوں کو رکھ لیا۔ نہایت خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ یوں تو ہر مسلمان بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا لیکن سب سے زیادہ دلیری سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ جنگ کر رہے تھے۔ وہ دائیں بائیں اور سامنے حملے کر کے عیسائیوں کو ٹھکانے لگا رہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر تک دس ہزار عیسائی مارے گئے۔ ان پر مسلمانوں کی ہیبت چھا گئی۔ شام بھی ہو گئی تھی، اس لئے بطلوس اپنا لشکر لے کر واپس قلعہ میں چلا گیا۔ مسلمان بھی لوٹ آئے۔ اس معرکہ میں دو سو چالیس مسلمان شہید ہوئے۔

باب ۳۰

عظیم الشان فتح

بطلوس کو اس بات پر بڑا غصہ تھا کہ اس کے زیادہ آدمی مارے گئے تھے اور ایک صلیب بھی مسلمانوں نے چھین لی تھی۔ جب وہ واپس گیا اور رات کو اس کے سامنے حسبِ معمول کھانا چنا گیا اور شرابِ ارغوانی لا کر رکھی گئی تو اس نے کھانا اٹھوا دیا۔ البتہ شراب کے دو چار جام چڑھا لیے اور اپنے ندیموں اور مشیروں سے کہا:

"کس قدر افسوس و غیرت کی بات ہے کہ پانچ ہزار مسلمانوں کو بیس ہزار عیسائی زیر نہ کر سکے، حالانکہ صبح سے شام تک لڑتے رہے۔ مقدس صلیب بھی چھنوا آئے!"

اس کے ندیموں نے اسے تسلی دی اور صبح کو بڑے جوش و خروش سے لڑنے کا وعدہ کیا۔

بطلوس نے کہا:

"میں نے مسلمانوں کی لڑائی کا ڈھنگ دیکھ کر اندازہ کر لیا ہے۔ عیسائی مسلمانوں پر آسانی سے فتح نہیں پا سکتے۔"

ایک ندیم: آپ اطمینان رکھیں، کل ہم ضرور مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دیں گے۔

بطلوس: جب تم پانچ ہزار مسلمانوں کو شکست نہ دے سکے تو پندرہ ہزار کو کیا دو گے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں مسلمانوں کو دھوکہ دوں۔ صبح سویرے ان کے پاس ایلچی بھیجوں اور ان سے دریافت کروں کہ وہ کن شرائط پر صلح کرنے کو آمادہ ہیں۔ اس سے مسلمان یہ سمجھ کر کہ ہم ان سے خائف ہو گئے ہیں، ہم سے غافل ہو جائیں گے اور رات کو ہم ان پر شبخون ماریں۔

تمام مشیروں نے اس کی اس تجویز کی تعریف کی اور اسے خوب سراہا۔ چنانچہ اس قرار داد کے مطابق اگلے دن بطلوس نے اپنا قاصد بھیجا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس قاصد سے کہہ دیا کہ بطلوس سے جا کر کہہ دو کہ یا تو مسلمان ہو جائے یا جزیہ دے، ورنہ لڑے۔ سوائے اس کے ہم کسی شرط پر صلح کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

قاصد اُن سے دوسرے روز جواب دینے کا وعدہ کر کے واپس لوٹ گیا۔ مسلمان مطمئن ہو گئے۔ لیکن جب رات ہوئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ازروئے احتیاط پانچ سو سواروں کو لشکر کی حفاظت پر مامور کر کے انہیں طلایہ گری کا حکم دیا۔

جب آدھی رات ہوئی اور مسلمان سو گئے اور طلایہ گرد دستہ گشت کرنے لگا تو بطلوس ستر ہزار کا لشکر لے کر قلعہ سے باہر نکلا۔ رات اندھیری تھی۔ میدان تیرہ و تار ہو رہا تھا۔ اندھیرے کی سیاہ چادر میں رومی لشکر اسلامی سپاہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

مسلمانوں نے ابتدائی رات میں جو آگ روشن کی تھی، وہ اب بجھ چکی تھی۔ اس وقت مسلمانوں کی فرودگاہ سیاہ پردے میں چھپی ہوئی تھی۔ بعض مسلمان ایسے بھی تھے جو شب بیدار رہتے تھے۔ وہ البتہ جاگ رہے تھے۔ ان میں سے بعض نوافل پڑھ رہے تھے اور بعض قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھے۔

جب بطلوس کا لشکر اسلامی کیمپ کے قریب پہنچ گیا تو اتفاق سے طلایہ گرد کے ایک دستہ نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی۔ طلایہ گرد دستہ کے افسر نے کئی چھوٹے چھوٹے گروہ کر دیئے تھے جو تھوڑے تھوڑے فاصلے سے گشت کر رہے تھے۔ جس دستہ کے لوگوں نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی اس کے افسر نے چند سپاہیوں کو دوڑا کر دوسرے دستے کو اطلاع کی اور دو آدمی گھوڑوں کے متعلق خبر لانے کے لیے بھیجے۔ وہ دوڑتے ہوئے آئے اور بتایا:

”بے شمار عیسائی سوار اس تیزی سے آ رہے ہیں کہ اندیشہ ہے کہیں مسلمانوں کو کچل نہ ڈالیں۔“

اس افسر نے پندرہ بیس آدمی لشکر میں دوڑا دیئے۔ ان لوگوں نے جا کر پکارا:

”النفير النفير يا انصار الدين.“

”اے دین کے مددگارو چلو چلو۔“

فوراً وہ مسلمان جو شب بیداری کیا کرتے تھے، اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور جو لوگ سو رہے تھے وہ بیدار ہو کر ہوشیار ہونے لگے۔ اس عرصہ میں تمام طلایہ گرد گروہ ایک جگہ جمع ہو گئے اور انہوں نے آگے بڑھ کر عیسائیوں کے سیلاب کو روکا۔

عیسائی بڑی تیزی سے بڑھے چلے آ رہے تھے۔ نہایت خاموشی اور احتیاط کے ساتھ،

لیکن جب پانچ سو مسلمانوں نے انہیں روک لیا تو انہوں نے تلواروں سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے بھی تلواریں سونت لیں اور اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگا کر حملہ کیا۔ جنگ شروع ہوگئی۔ اندھیری رات میں تلواریں چلنے لگیں اور سروتن کے فیصلے کرنے لگیں۔

ادھر مسلمان ہوشیار ہو کر ہتھیار لے کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور جس طرف شور ہو رہا تھا اس طرف دوڑ پڑے۔

شوروغل کی آواز سن کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے شبخون مارا ہے تو انہوں نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا:

''پروردگار مسلمانوں کی حفاظت فرمانا، مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ میں نے عیسائیوں کے کہنے پر اعتبار کیا۔ طلایہ گردی کے لئے زیادہ سوار مامور نہیں کئے۔ یہ میری خطا ہے، قصور ہے۔ مجھے معاف فرمانا۔''

یہ کہتے ہی وہ جلدی سے مسلح ہوئے اور گھوڑے پر سوار ہو کر انہوں نے بلند آواز سے پکارا:

''اے حاملانِ قرآن مجید!! اے لشکرِ زحف چلو چلو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم!! اگر آج تم پیچھے رہ گئے تو تمہارے لئے بڑا ننگ و عار کا باعث ہوگا۔''

لشکرِ زحف ہمیشہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کی تعداد پانچ سو کے قریب تھی۔ وہ مسلح ہو چکا تھا۔ فوراً حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا اور ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے دوڑا۔ اب تک پانچ سو طلایہ والے مسلمان جم کر لڑ رہے تھے۔ جو لوگ مسلح ہوتے جاتے تھے، وہ ان کے پاس پہنچ کر لڑائی میں مشغول ہوتے جاتے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگایا اور اس سختی سے حملہ کیا کہ عیسائی پیچھے دب گئے۔ انہوں نے اور تمام مسلمانوں نے حملے کر کے عیسائیوں کی لاشوں سے میدان کو بھر دیا۔

جبکہ جنگ زور شور سے ہو رہی تھی، مسلمان مسلح ہو ہو کر آتے جاتے تھے اور ہر گروہ اس سختی سے حملہ کرتا تھا کہ تمام عیسائی لشکر جنبش میں آجاتا تھا۔ آخر سارا اسلامی لشکر آ گیا اور ہر شخص موت کی لڑائی لڑنے لگا۔

اندھیری رات میں تلواریں فریقین کو کاٹ رہی تھیں۔ اگر عیسائی مر رہے تھے تو مسلمان بھی شہید ہو رہے تھے۔ زخمیوں کے چلانے، گھوڑوں کے ہنہنانے اور عیسائیوں کے شوروغل کرنے سے شورِ قیامت برپا تھا۔ تمام میدان گونج رہا تھا۔

بطلوس کو معلوم نہ تھا کہ جنگ کس نازک مرحلہ میں داخل ہوگئی ہے۔ وہ اطمینان سے لشکر کے بیچ میں کھڑا تھا۔ دفعتہً مسلمان اس کے قریب پہنچ گئے اور اس کے رکابی رسالہ کو کاٹنے لگے۔ یہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکرِ زحف تھا جو عیسائیوں کی صفوں کو الٹتا عیسائیوں کو قتل کرتا بطلوس کے رسالہ تک پہنچ گیا تھا۔

بطلوس یہ کیفیت دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے مشیروں نے بھی راہِ فرار اختیار کی۔ آخر عیسائی لشکر بھی بھاگ پڑا۔ اس وقت صبح ہو رہی تھی۔ مسلمانوں نے دور تک عیسائیوں کا تعاقب کر کے انہیں قتل و گرفتار کیا۔ مجاہدوں کی کچھ تعداد پھاٹک تک پہنچ گئی۔ فصیل والے عیسائیوں نے تیروں اور سنگریزوں کی بارش کر کے انہیں پسپا کر دیا۔ مسلمان لوٹ آئے۔

اس معرکہ میں تقریباً پانچ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ عیسائی سینتیس (۳۷) ہزار مارے گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس قدر کثیر تعداد میں مسلمانوں کے مارے جانے کا سخت صدمہ ہوا۔ ان شہیدوں میں بدری صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

بعد میں بھدیا میں بہت معرکے ہوئے۔ بطلوس نے کئی مرتبہ دھوکا دیا لیکن مسلمانوں کو کچھ زیادہ نقصان نہ پہنچا۔ عیسائی البتہ ہر معرکہ میں ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے۔ اس سے بطلوس کی جمعیت کم ہوگئی اور پھر اسے مسلمانوں کے مقابلہ میں نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔

مسلمان پورے دس مہینے قلعے کا محاصرہ کئے پڑے رہے مگر کوئی سبیل قلعہ پر رسائی کی نہ ملی نہ قلعہ والوں کو غلہ وغیرہ کی کمی محسوس ہوئی۔

ایک روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک اجنبی عرب کو دیکھا۔ انہیں شک ہوا، انہوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ جاسوس ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ وہ قلعہ سے باہر کس راستہ سے آیا۔ اس نے بتایا کہ ایک خفیہ راستہ ہے جس سے قلعہ والے آمد و رفت رکھتے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس سے خفیہ راستہ معلوم کیا اور رات کو پانچ سو سواروں کو لے کر اس راستہ کے ذریعہ سے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے سب سے پہلے ایک دروازہ کھول ڈالا اور پھر اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگا کر اہلِ قلعہ پر حملہ کر دیا۔

بطلوس جلدی سے مسلح ہو کر اپنی بے پناہ سپاہ لے کر آ گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ رومی دور تک پیچھے دبتے چلے گئے۔

پھر بھی عیسائیوں نے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا۔ انہوں نے بھی مسلمانوں پر تلواروں سے وار کر کے انہیں بھی قتل و مجروح کرنا شروع کر دیا۔ مسلمان بھی جوش میں آ کر ان پر یورش کرتے اور انہیں کاٹ کر ڈالتے رہے۔

گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ لاشوں پر لاشے گرنے لگے۔ سر ٹھوکریں کھانے لگے۔ خون کے چشمے بہہ نکلے۔ ہر مسلمان بڑی دلیری سے لڑ رہا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تو یہ عالم تھا کہ صفوں پر حملہ کر کے دو چار رومیوں کو قتل کر کے آگے بڑھنے کے لئے جگہ نکالتے اور پھر دوسری صف پر حملہ کر دیتے وہ صفوں کو توڑتے عیسائیوں کو قتل کرتے بطلوس کے قریب پہنچ گئے۔ بطلوس انہیں دیکھتے ہی ان پر حملہ آور ہوا۔ انہوں نے اس کا وار روک کر نیزہ سے اس پر وار کیا۔ نیزہ بطلوس کے سینہ پر پڑا جو پسلیوں کو کھولتا ہوا پشت کے پار نکل گیا۔ وہ آہ بھی نہ کر سکا اور مردہ ہو کر گرا۔

اسی وقت اور اسلامی لشکر قلعے میں آ گھسا۔ اس نئے لشکر نے آتے ہی کئی عیسائیوں کو ذبح کر ڈالا۔ عیسائیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ وہ امان امان چلانے لگے۔ مسلمان انہیں قتل کرنا بند کر کے گرفتار کرنے لگے۔ اس رات کو بیس ہزار رومی مارے گئے۔ دس ہزار مرد اور پانچ ہزار عورتیں گرفتار ہوئیں۔

اس طرح حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جرأت و ہمت اور شجاعت و دلیری سے بھیا کا نا قابلِ تسخیر قلعہ فتح ہوا۔ صبح کی نماز پڑھ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بطلوس کا خزانہ نکلوایا۔ بے شمار دولت ہاتھ آئی۔ جب پانچواں حصہ علیحدہ کر کے چار حصے مجاہدوں میں تقسیم کئے تو ہر شخص کو بیس بیس سیر چاندی اور تین تین ہزار تولہ سونا ملا۔

اس معرکہ میں بہت سے مسلمان سخت مجروح ہو گئے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے جسم پر بھی بے شمار زخم آئے تھے۔ انہوں نے زخموں کا علاج شروع کیا۔

باب ۳۱

وفات

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اور شمعونہ دونوں آرکہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے تھے۔ انہوں نے وہی خطرناک راستہ اختیار کیا جس راستہ سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر عراق سے آئے تھے۔ اس راستہ میں منزلوں پانی ملتا تھا نہ کوئی آبادی تھی۔ انسان تو انسان جانور تک نظر نہ آتا تھا۔

لیکن قریب کا یہی راستہ تھا اس لئے اسی کو اختیار کیا گیا۔ اب حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ اور شمعونہ صرف دو ہی نہ چلے بلکہ شمعونہ نے اپنے ساتھ اپنی کئی خادماؤں اور کنیزوں کو بھی لے لیا۔ کئی گھوڑے اور کئی اونٹ فالتو لئے اور ان اونٹوں پر رسد اور پانی بار کر لیا۔

جب وہ اس صحرائے لق و دق میں پہنچے جس میں پانی نہ ملتا تھا تو انہوں نے تیز روی سے اسے طے کرنا شروع کر دیا۔ آخر بخیریت اسے عبور کر کے عراق میں جا پہنچے۔ وہاں سے عرب میں داخل ہوئے اور مدینہ منورہ کی طرف بڑھنے لگے۔

وہ ملکِ شام سے چلے تھے اور عراق میں ہوتے ہوئے آئے۔ یہ دونوں ممالک مسلمانوں کے قبضہ میں آ چکے تھے۔ سلطنتِ اسلامیہ بہت زیادہ وسیع ہو چکی تھی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیدار مغزی اور حسنِ انتظام نے ہر ملک میں بڑا امن و امان تھا۔

مجوسی (آتش پرست ایرانی) اور رومی (شامی عیسائی) اس حکومت سے بہت خوش تھے۔ وہ مسلمانوں کو دعائیں دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہمیں ہماری حکومتوں میں وہ راحت و آرام نصیب نہ تھا جو اس حکومت میں ہے۔ طرح طرح کے ٹیکس ہم پر عائد تھے۔ ہر امیر ہر غریب کو پیس ڈالتا تھا۔ اب نہ کوئی ٹیکس ہے نہ کسی امیر کی یہ مجال ہے کہ وہ غریب کو ستا سکے۔

جب مدینہ منورہ ایک منزل رہ گیا تو ایک روز عصر کے وقت جب کہ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ

نے قیام کر دیا تھا، شمعونہ نے ان سے کہا:

''اب آپ رضی اللہ عنہ کا وطن صرف ایک منزل رہ گیا ہے۔''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر فرمایا:

''ہاں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ایک ہی منزل رہ گیا ہے۔''

شمعونہ نے آزردگی سے کہا:

''وہاں آپ رضی اللہ عنہ اپنے عزیزوں سے ملو گے؟''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: انشاء اللہ تعالیٰ!

شمعونہ: کاش، میرے بھی عزیز ہوتے!

یہ کہہ کر اس نے حسرت بھری نظروں سے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ پر اس کی ان نگاہوں کا بڑا اثر ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ شمعونہ کو دیکھ کر وہ متاثر ہوئے۔

انہوں نے فرمایا:

''تم افسوس کیوں کرتی ہو؟ میرے عزیزوں کو اپنا عزیز سمجھنا!''

شمعونہ: سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: غیروں کو اپنا سمجھ لینے سے وہ اپنے ہو بھی جاتے ہیں۔

شمعونہ: اگر یہ سچ ہوتا..................

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: بالکل سچ ہے۔

شمعونہ: مگر میں نے جنہیں اپنا سمجھا وہ میرے نہ ہوئے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تم نے دل سے نہ سمجھا ہوگا۔

شمعونہ: ہمیشہ دل سے سمجھا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: تعجب ہے!

شمعونہ: تعجب نہیں، افسوس ہے اپنی قسمت پر۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: بے شک ایسی صورت میں افسوس بھی ہوتا ہے۔ تم آزردہ نہ ہو شمعونہ، میری بہن تمہیں اپنی بہن سمجھے گی۔ جب تک تم مدینہ منورہ میں رہو گی وہ تمہاری خدمت کرے گی۔

شمعونہ: تو کیا آپ رضی اللہ عنہ مجھے مدینہ منورہ سے نکال دو گے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: وہ دارالامن ہے۔ کسی کی یہ مجال نہیں کہ وہ کسی کو وہاں سے نکال سکے یا کسی کو کوئی تکلیف دے سکے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت ہے۔ شیر اور بکری ایک گھاٹ

سے پانی پیتے ہیں۔

شمعونہ: اگر میں مدینہ منورہ میں رہ جاؤں؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: شوق سے رہو۔ کوئی تمہیں منع نہیں کر سکتا۔

شمعونہ: اگر میں مسلمان ہو جاؤں؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: پھر تو تمام مسلمان تمہاری عزت کرنے لگیں۔ ساری عورتیں تمہیں اپنی بہن سمجھیں گی۔

شمعونہ نے ناز بھری چتون سے انہیں دیکھ کر دریافت کیا:

''اور آپ رضی اللہ عنہ؟''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے اس حسینہ کی آنکھوں کی طرف دیکھا۔ آج انہیں اس کی آنکھیں بڑی حسین معلوم ہوئیں۔

انہوں نے پھر بھی سادگی سے کہا:

''میں تمہیں شمعونہ ہی سمجھوں گا۔''

شمعونہ: یہ تو آپ رضی اللہ عنہ اب بھی سمجھتے ہیں!

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: پھر کیا سمجھوں؟

شمعونہ: میں کیا بتاؤں؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: لیکن شمعونہ تم مسلمان کیوں ہو گی؟

شمعونہ: میری خوشی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: دیکھو کسی لالچ سے مسلمان نہ ہونا۔

شمعونہ: مجھے نہ کوئی خوف ہے، نہ لالچ۔ میں ایک عرصہ تک مسلمانوں میں رہی ہوں۔ میں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اسلام اچھا مذہب ہے۔ خدائی مذہب سمجھ کر میں اسے اختیار کروں گی۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اچھے کام کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

شمعونہ: سوچتی تھی مدینہ منورہ میں جا کر مسلمان ہو جاؤں گی لیکن اگر توقف اچھا نہیں ہے تو پھر ابھی مسلمان کر لیجیے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ تمہیں کھینچنے والے نے اپنی طرف کھینچ لیا۔

انہوں نے اسی وقت اسے مسلمان کر لیا۔ حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھ کر معلوم ہوتا تھا

کہ وہ شمعونہ کے مسلمان ہونے سے بہت خوش ہوئے ہیں۔ مسلمان کر لینے کے بعد انہوں نے کہا:

''تم بہت اچھی لڑکی ہو شمعونہ!''

شمعونہ نے حسین نگاہوں سے سحر کاری کرتے ہوئے کہا:

''چلو آپ نے اتنی تعریف تو کی!!''

اب دن چھپ گیا تھا۔ دونوں نے مغرب کی نماز پڑھی۔ صبح ہوتے ہی وہ وہاں سے چلے اور ظہر کے بعد مدینہ منورہ میں پہنچ گئے۔ اتفاق سے ان کی ہمشیرہ بھی مدینہ منورہ میں آئی ہوئی تھیں۔ وہ ان کے پاس مقیم ہو گئے۔ عشاء کی نماز انہوں نے مسجدِ نبوی میں جا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی اور خاموشی سے واپس چلے آئے۔

اگلے دن وہ صبح کی نماز پڑھنے گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر جب اٹھے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر پوچھا:

''اوہو (حضرت) عنجدہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ آ گئے! کب آئے؟''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

''میں رات کو آیا ہوں!''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ نے آرکہ سے عراق کا خطرناک راستہ کیوں اختیار کیا۔ ملکِ شام میں ہو کر یہاں کیوں نہ آئے۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو خیال تھا کہ وہ تنہا سفر کر رہے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کیا کسی کو بھی معلوم نہ ہو گا کہ انہوں نے کس راستہ سے سفر کیا۔ لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو ایک ایک مجاہد کے حال سے خبردار رہتے ہیں، جانتے ہیں کہ وہ کس کے ساتھ اور کس راستہ سے آئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں خطروں کی پرواہ نہیں کرتا۔ دشواریوں پر قابو پانے ہی سے ہمتیں بڑھتی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے فرمایا:

''ایسے ہی لوگ اپنی قسمتیں بنایا کرتے ہیں۔ یاد رکھو!! آرزوؤں سے تقدیریں نہیں بنا کرتیں، کوشش سے بنا کرتی ہیں۔ وہ لڑکی جو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آرکہ گئی تھی، کیا آپ کے پاس مقیم ہے؟''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو اور بھی تعجب ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو صرف ان کا ہی نہیں بلکہ شمعونہ کا حال بھی معلوم تھا انہوں نے عرض کیا:

''جی ہاں وہ میری بہن کے پاس مقیم ہے، وہ مسلمان ہو گئی ہے!''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ آپ کو معلوم ہے وہ کون ہے؟

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ: یہ بات خود اسے بھی معلوم نہیں ہے۔ اس کے متعلق کوئی راز ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: وہ راز ایک پادری کو معلوم تھا جو مسلمان ہو کر یہاں آیا تھا۔ افسوس اس کی عمر نے وفا نہ کی۔ بہت نیک آدمی تھا۔ آخر وقت تک عبادت کرتا رہا۔ اس نے اس لڑکی کا حال بیان کرنا چاہا تھا مگر نزع کا وقت آ چکا تھا۔ زبان نہ پلٹی اور وہ اپنے سینہ ہی میں اس لڑکی کا راز لے کر مر گیا۔

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو افسوس ہوا کہ شمعونہ کی یہ امید بھی کہ وہ پادری سے مل کر راز معلوم کر لے گی، جاتی رہی۔ انہیں ساتھ ہی یہ تعجب بھی ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ کیسے معلوم ہے کہ میرے ساتھ جو لڑکی آئی ہے وہ وہی ہے جس کے متعلق پادری کو کوئی راز معلوم تھا۔ انہوں نے کہا:

''یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حلب سے اطلاع دی تھی کہ آرکہ سے ایک عیسائی دوشیزہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئی تھی اور اسے عنجدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کے وطن روانہ کر دیا گیا ہے۔

پادری نے یہ بتایا تھا کہ اس نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اس کے ساتھ جو ایک عیسائی لڑکی تھی اس کا ایک راز ہے۔ وہ اتنا ہی کہہ سکا۔ راز بیان نہ کر سکا کہ پیامِ اجل آ گیا۔ عراق کے عامل نے اطلاع دی کہ تم ایک لڑکی کو جو عیسائی معلوم ہوتی ہے لئے آ رہے ہو۔ میں نے سمجھ لیا کہ وہ لڑکی وہی ہے جس کا ذکر پادری نے کیا تھا۔

سنو عنجدہ رضی اللہ عنہ!! وہ شریف خاندان کی لڑکی ہے، اسے تکلیف نہ ہونے دینا۔ عزت سے رکھنا۔ وہ جس کے ساتھ اور جب عقد کرنا چاہے، کر دینا۔''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے اقرار کیا۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس سے آ کر یہ تمام باتیں شمعونہ سے کہیں۔ اسے پادری کے مرنے کا بڑا افسوس ہوا۔ اس نے حسرت بھرے لہجہ میں کہا:

''افسوس اب میرا راز.................. راز ہی بن کر رہ گیا!''

حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ نے تسلی دے کر کہا:

''لیکن امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تم ایک معزز خاندان کی لڑکی ہو!''

کچھ عرصہ کے بعد حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کی بہن کی کوشش سے شمعونہ کا حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عنجدہ رضی اللہ عنہ کو آرک کا والی بنا دیا اور وہ شمعونہ کو لے کر وہاں چلے گئے۔

بھیا فتح کرنے کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں آئے۔ اس وقت وہ علیل تھے۔ اس زمانہ کے طبیبوں نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ حمص میں جا کر رہیں۔ وہاں کی آب و ہوا اُن کے مزاج کے موافق تھی۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر حمص چلے گئے۔

انہوں نے اپنا علاج بھی شروع کیا لیکن ان کی حالت خراب ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ نزع کا وقت قریب آ گیا۔ انہوں نے اپنا گھوڑا اور جنگی ہتھیار جو ان کے پاس تھے، بیت المال میں داخل کرا دیئے۔ انہیں بے شمار دولت مالِ غنیمت میں ملی تھی۔ اس دولت کو وہ اپنے عزیزوں اور مسکینوں میں خرچ کرتے رہتے تھے۔ مرنے کے وقت ایک کوڑی بھی ان کے پاس نہ تھی۔

جب موت کا وقت آ ہی گیا تو انہوں نے اپنے اعزہ اور تیمارداروں سے فرمایا:

''وقت آ گیا جس کا مجھے انتظار تھا اور جو ہر ذی روح کو پیش آنے والا ہے۔ یعنی ''موت کا وقت!'' میں سو سے زیادہ لڑائیوں میں شریک ہوا۔ میرے جسم میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں ہے جو زخموں سے خالی ہو۔ ہمیشہ مجھے شہادت کی خواہش رہی لیکن واحسرتا شہادت کا اعزاز حاصل نہ ہوا۔ آج بستر پر اپنی جان' جانِ آفریں کے سپرد کر رہا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو موت سے نہیں ڈرتے وہ میدانِ جنگ میں صحیح سلامت رہتے ہیں اور ان کی عمریں دراز ہوتی ہیں اور جو بزدل ہوتے ہیں وہ ضرور مارے جاتے ہیں اور کم عمر ہوتے ہیں۔''

اس کے بعد ہی انہوں نے وفات پائی۔ جوں ہی ان کے وفات کی خبر مدینہ منورہ میں پہنچی، سارے مدینہ منورہ پر رنج و غم کے بادل چھا گئے۔ خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بڑا صدمہ ہوا۔ قبیلہ بنی مغیرہ کی خواتین نے بڑی گریہ وزاری کی۔ لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ابوسلیمان (حضرت خالد رضی اللہ عنہ) پر یہ عورتیں بجا طور پر روتی ہیں۔ ایسے بہادر پر جس قدر بھی رویا جائے کم ہے!''

حقیقت یہ ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسلام کے سب سے بڑے مجاہد اور دنیا کے عظیم ترین فاتح تھے۔ شیرِ اسلام تھے۔ ان کی موت کا صدمہ ہر مسلمان کو ہوا تھا اور ہر آنکھ ان کے غم میں تر ہوگئی تھی۔ عورتیں ہی نہیں مرد بھی روئے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا انتقال ۲۱ھ میں حمص میں ہوا۔ وہیں آپ رضی اللہ عنہ کا مزار موجود ہے۔ ان کے مزار پر جانے والے حسنِ عقیدت کے پھول چڑھاتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں کہ ان کی اولاد بھی ایسی ہی بہادر ہو جیسے شیرِ اسلام سیف اللہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ تھے۔

ان کی نسل آج تک نواحِ حمص میں موجود ہے۔ چنانچہ ایک عربی قبیلہ خالدیہ کے نام سے وہاں آباد ہے۔

اللہ تعالیٰ اس عظیم المرتبت اسلامی ہیرو، جرنیل اسلام اور مجاہدِ اعظم پر برکتیں نازل فرمائے۔ آمین ثم آمین!

This is an authorized Urdu translation of
Genghis Khan: Emperor of All Men; by *Harold Lamb*

طاقت، وحشت، بربریت اور جنون کا نشان

چنگیز خان

مصنف
ہیرلڈ لیم

مترجم
سید ذیشان نظامی

نظرِ ثانی
پروفیسر حکیم مرزا صفدر بیگ

یکجیز ایڈیٹنگ
گلن شاہد - امر شاہد

تقریباً سات سو سال قبل ایک شخص نے طاقت کے نشے میں چُور ہو کر دُنیا کو تقریباً روند ہی ڈالا تھا۔ وہ اور اس کی فوج جس جانب رُخ کرتی جبر اور وحشت کا وہ بازار گرم کرتی کہ انسانیت پارہ پارہ ہو کر رہ جاتی۔ اس نے اپنی زندگی میں ہی کئی خطاب پائے۔ قتّالِ اعظم، قہرِ خداوندی، وحشی جنگجو، چنگیز خان۔ بہت سے حاکم اپنے خطاب کے اہل نہیں ہوتے لیکن یہ ہزاروں، لاکھوں نہیں بلکہ بے شمار اِنسانوں کا قاتل اپنے تمام خطاب سے کہیں زیادہ وحشی اور ظالم تھا۔ وہ جس طرف رُخ کرتا انسانیت اس سے پناہ مانگتی مگر وہ کسی کو معاف کرنا جانتا ہی نہ تھا۔ مغلوں کا یہ جدِّ امجد آگے چل کر کس کس طرح جنگلوں، پہاڑوں، ندی نالوں کو روندتا ہوا تسخیرِ دُنیا کے جنون میں کس کس طرح ہر کسی سے برسرِ پیکار رہا، ظلم و تشدد کے کیسے کیسے پہاڑ توڑے، یہ سب واقعات آپ اِس کتاب میں پڑھیں گے۔

بُک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری
بُک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977
فون نمبر 0544-621953
موبائل 0323-5777931
موبائل 0321-5440882

ویب سائٹ www.bookcorner.com.pk ای میل info@bookcorner.com.pk

ALEXANDER THE GREAT

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

سکندرِ اعظم

مصنف

انجم سلطان شہباز

پکچرز اینڈ ایڈیٹنگ

گگن شاہد ۔ امر شاہد

ماخوذ

Alexander of Macedon by Harold Lamb
Alexander The Great by Robin Lane Fox
History of the Nations & Other Resources

تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے سکندرِ اعظم کا نام ہزار ہا سال سے لوگوں کے دلوں میں زندہ ہے۔ انتہائی تعظیم سے اسے یاد کیا جاتا ہے۔ دُنیا کے ان فاتحین میں سکندرِ اعظم کا نام شامل ہے جن کی جنگی صلاحیتوں اور قیادت کا تاریخ نے بھی اعتراف کیا ہے۔ شیکسپیئر اس سے متاثر تھا۔ نپولین سکندر کی تاریخ اپنے پاس رکھتا تھا۔ نوجوانوں کے لئے وہ ایک ہیرو تھا۔ شہنشاہ آگسٹس نے ایک بار کہا تھا: اگر سکندر ۳۲ سال کی عمر میں دُنیا سے رخصت نہ ہوتا تو آج اس کے کارنامے اور فتوحات کا شمار کرنا مشکل ہوتا۔ ارسطو جیسے استاد نے سکندر کو تاریخ ادب کی مکمل تعلیم کے بعد فلسفہ، سائنس اور طب کی طرف راغب کیا۔ عظیم فاتح ہونے کے ساتھ ساتھ وہ فلسفی بھی تھا۔ اس نے ہندوستانی فلسفیوں اور برہمنوں سے مختلف موضوعات پر مناظرے اور مباحثے کر کے اپنی قابلیت منوالی تھی۔ سکندرِ اعظم پر بے شمار کتابیں موجود ہیں، مگر قابل مصنف انجم سلطان شہباز صاحب نے محنت و کاوش کے بعد کتاب مرتب کی ہے جس کے وہ تعریف کے مستحق ہیں۔

This Book is an authorized Urdu translation of
THE FLAME OF ISLAM, The Last Crusades
by Harold Lamb

صلاح الدین ایوبی

اِسلام کے مایۂ ناز فرزند "سلطان صلاح الدین ایوبی" کے مجاہدانہ کارناموں،
اُن کی درویشانہ زندگی اور بارہویں صدی عیسوی میں مسلمانوں اور
مسیحوں کی آویزشوں کا ایک جامع اور ولولہ انگیز مرقع

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

مُصنّف
ہیرلڈ لیم

مترجم
پروفیسر محمد یوسف عباسی

پکچرز ایڈیٹنگ
گگن شاہد - امر شاہد

ناشران
بُک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بُک سٹریٹ جہلم پاکستان
فون نمبر 0544-614977
فون نمبر 0544-621953
موبائل 0323-5777931
موبائل 0321-5440882
ویب سائٹ www.bookcorner.com.pk ای میل info@bookcorner.com.pk

This Book is an authorized Urdu translation of
TAMERLANE; *The Earth Shaker* by Harold Lamb

امیر تیمور

جس نے دنیا ہلا ڈالی

مصنف
ہیرلڈ لیم

مترجم:
محمد عنایت اللہ

پکچرز ایڈیٹنگ
گگن شاہد ۔ امر شاہد

نایاب تاریخی تصاویر کیساتھ

انتہا درجے کی نفرت اور انتہا درجے کی محبت جیسی تیمور کے ساتھ ظاہر کی گئی ایسی کسی دوسرے بادشاہ کے ساتھ ظاہر نہیں ہوئی۔ تیمور کے دربار کے دو بڑے مؤرخ گزرے ہیں، ایک نے اس کو شیطان بتایا ہے دوسرے نے لکھا ہے کہ اس کی مثل کوئی عالی مقام اور عالی ظرف کبھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ ابن عرب شاہ لکھتا ہے کہ ''وہ ایک بے رحم قاتل، مکروفریب میں استادِ کامل اور عداوت وانتقام میں خدا کا قہر تھا''۔ مولانا شرف الدین لکھتے ہیں کہ ''ہمت و شجاعت نے اس کو تمام تاتار کی شہنشاہی پر ممتاز کیا اور تمام ایشیا کو اس کے زیرنگیں کر دیا۔''

ناشران

بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری
بک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977
فون نمبر 0544-621953
موبائل 0323-5777931
موبائل 0321-5440882

ویب سائٹ www.bookcorner.com.pk ای میل info@bookcorner.com.pk

MUHAMMAD BIN QASIM

سترہ سالہ جرنیل کی داستانِ شجاعت

محمد بن قاسم

مصنف
صادق حسین صدیقی

بلجرزایڈیٹنگ
گگن شاہد ۔ امر شاہد

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

سترہ سالہ نوجوان محمد بن قاسم ہماری زیرنظر کتاب کا ہیرو ایک ایسا بے مثال کردار آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے جس کا کریکٹر کچھ یوں اپنی بہادری اور بے مثال ایمانی جذبے کی انوکھی چمک کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور پھر یکدم باطل کے تمام کرداروں کو نیست و نابود کرتے ہوئے کچھ اس طرح سامنے آتا ہے کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ اتنا افسانوی کردار حقیقت میں بھی ہوسکتا ہے۔ اپنے اعلیٰ کردار اور بہادری سے اُس نے ہندوستان کا وسیع علاقہ ہی نہیں فتح کیا بلکہ دُکھی دِلوں کو فتح کرتا ہوا بغیر کسی جبر اور لالچ کے لاکھوں غیر مسلموں کو اِسلام سے روشناس کراتا ہوا وہ کچھ یوں تاریخ کا حصہ بن گیا کہ آج بھی اہل نظر حیران ہوتے ہیں۔ اُمید واثق ہے کہ مصنف صادق حسین صدیقی کے قلم سے اِس سترہ سالہ جرنیل کی داستانِ شجاعت نوجوان نسل کیلئے ایک بہترین نمونہ بنے گی۔

ناشران

بک کارنر شوروم
بالمقابل اقبال لائبریری
بک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977
فون نمبر 0544-621953
موبائل 0323-5777931
موبائل 0321-5440882

ویب سائٹ www.bookcorner.com.pk ای میل info@bookcorner.com.pk

TARIQ BIN ZIYAD

فاتح اندلس

طارق بن زیاد

عظیم سپہ سالار کی عظمت اور اُمتِ مسلمہ کے عروج، کامرانی،
فیروزمندی اور خوش بختی کی داستانِ جمیل

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

مُصنّف
صادق حُسین صدیقی سردھنوی

بکچرر ایڈیٹنگ
گگن شاہد - امر شاہد

ناشران

بُک کارنر شورُوم
بالمقابل اقبال لائبریری
بُک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977
فون نمبر 0544-621953
موبائل 0323-5777931
موبائل 0321-5440882

ای میل info@bookcorner.com.pk ویب سائٹ www.bookcorner.com.pk

SULTAN MAHMOOD GHAZNAVI

شہنشاہِ افغان یمین الدولہ عبدالقاسم محمود بن سبکتگین المعروف

سلطان محمود غزنوی

بت شکن

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

مصنف

صادق حسین صدیقی سردھنوی

بکیجرز ایڈیٹنگ

گگن شاہد ۔ امر شاہد

بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

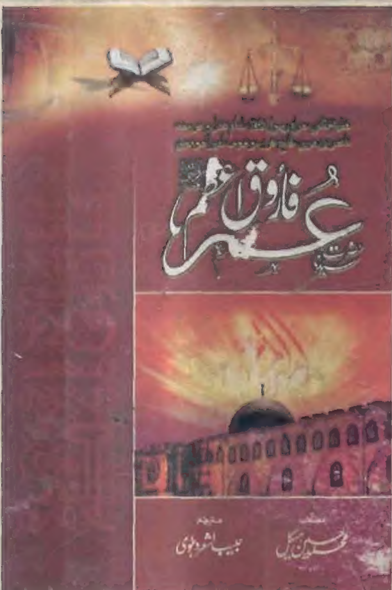
فون نمبر 0544-614977
فون نمبر 0544-621953
موبائل 0323-5777931
موبائل 0321-5440882

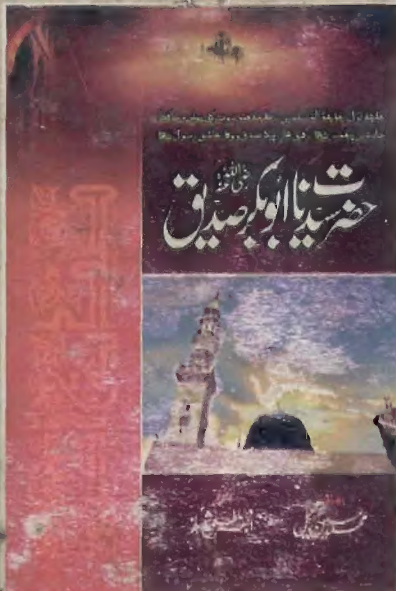
ویب سائٹ www.bookcorner.com.pk ای میل info@bookcorner.com.pk

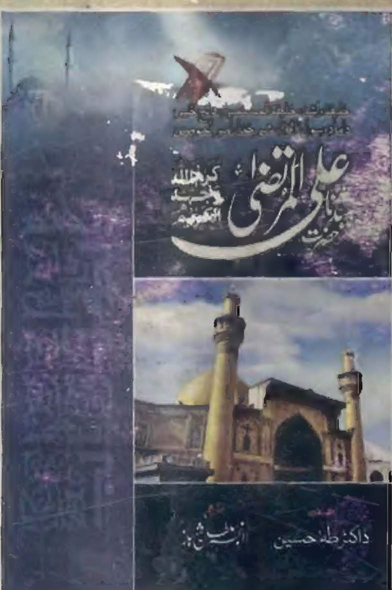
www.KitaboSunnat.com

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

خوبصو... اور معیاری کتابیں









Rs. 600.00